قائد اعظم سے پرویز مشرف تک
JALALI BOOKS
JALALI
شاھد مختار

قائداعظم سے پرویز مشرف تک
شاھد مختار

قائدِاعظم

سے

جنرل پرویز مشرف

تک

شاھد مختار

شاھد پبلیکیشنز
چوبرجی سنٹر ملتان روڈ لاہور

زندہ کتاب کی علامت
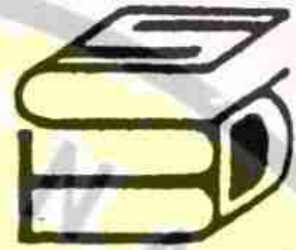
کتاب قائداعظم سے جنرل پرویز مشرف تک

مصنف شاہد مختار

ناشر خالد مختار ' شاہد پبلشرز چوبرجی سنٹر

کمپوزنگ محمد جاوید ' خالد کمپوزنگ سنٹر

فون نمبر 7419963

ٹائٹل احسان صدیقی

مطبع شریف پرنٹرز لاہور

قیمت 1200 روپے

فہرست

پاکستان کے صدر

نام	مدت
1۔سکندر مرزا	23مارچ1956ء تا27اکتوبر1958ء
2۔ایوب خان	27اکتوبر1958ء تا25مارچ1969ء
3۔آغا یحییٰ خان	25مارچ1969ء تا20دسمبر1971ء
4۔ذوالفقار علی بھٹو	20دسمبر1971ء تا13اگست1973ء
5۔فضل الٰہی چوہدری	14اگست1973ء تا 16 ستمبر1978ء
6۔ضیاء الحق	16 ستمبر1978ء تا 23مارچ1985ء
	23مارچ1985ء تا17اگست1988ء
7۔غلام اسحاق خان	17اگست1988ء تا 18 جولائی1993ء
8۔وسیم سجاد (قائم مقام)	18جولائی 1993 ء تا13نومبر1993ء
9۔فاروق احمد لغاری	14نومبر1993ء تا2دسمبر 1997ء
10۔محمد رفیق احمد تارڑ	31دسمبر1997ء تا20جون2001ء
11۔جنرل پرویز مشرف	21جون2001ء سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

پاکستان کے وزراءاعظم

1۔ خان لیاقت علی خان	15 اگست 1947ء تا 16 اکتوبر 1951ء
2۔ خواجہ ناظم الدین	19 اکتوبر 1951ء تا 17 اپریل 1953ء
3۔ محمد علی بوگرہ	17 اپریل 1953ء تا 11 اگست 1955ء
4۔ چودھری محمد علی	11 اگست 1955ء تا 12 ستمبر 1956ء
5۔ حسین شہید سہروردی	12 ستمبر 1956ء تا 18 اکتوبر 1957ء
6۔ اسماعیل ابراہیم چندریگر	18 اکتوبر 1957ء تا 16 دسمبر 1957ء
7۔ ملک فیروز خان نون	16 دسمبر 1957ء تا 7 اکتوبر 1958ء
8۔ ذوالفقار علی بھٹو	14 اگست 1973ء تا 5 جولائی 1977ء
9۔ محمد خان جونیجو	23 اگست 1985ء تا 29 مئی 1988ء
10۔ بے نظیر بھٹو	2 دسمبر 1988ء تا 6 اگست 1990ء
11۔ غلام مصطفیٰ جتوئی	6 اگست 1990ء تا 6 نومبر 1990ء
12۔ محمد نواز شریف	6 نومبر 1990ء تا 18 اپریل 1993ء 26 مئی 1993ء تا 18 جولائی 1993ء
13۔ بلخ شیر مزاری	18 اپریل 1993ء تا 26 مئی 1993ء
14۔ معین قریشی	18 جولائی 1993ء تا 18 اکتوبر 1993ء
15۔ بے نظیر بھٹو	19 اکتوبر 1993ء تا 5 نومبر 1996ء
16۔ معراج خالد	5 نومبر 1996ء تا 16 فروری 1997ء
17۔ محمد نواز شریف	19 فروری 1997ء تا 12 اکتوبر 1999ء

عرض مصنف

تاریخ پاکستان پر اب تک لاتعداد کتب شائع ہو چکی ہیں اور درجنوں زیر تالیف ہیں لیکن ان سب کتب میں تاریخ پاکستان کے سیاسی عوامل و عناصر' مذہبی اور دینی وابستگیاں ' ثقافتی اور تہذیبی عوامل اور روحانی و نفسیاتی مسائل پر ہی زیادہ توجہ دی گئی ہے جبکہ ان سے ہٹ کر ان "تاریخ ساز" شخصیتوں جن کے ہاتھوں میں پاکستان کی تقدیر کی باگ دوڑ رہی کے بارے میں خاطر خواہ مواد نہیں ملتا اور اگر ملتا بھی ہے تو وہ اس قدر تعصب سے بھرپور ہے کہ اس کو تاریخ پاکستان میں شامل کرنا بجائے خود تاریخ کی توہین کے مترادف ہے خاکسار نے اب تک جو تاریخ کا مطالعہ کیا اس میں مجھے اس امر کی ضرورت کا شدت سے احساس ہوا کہ ان "تاریخ ساز" شخصیات کے بارے میں ایک "نیوٹرل" کتاب بھی ہونی چاہئے جو مصنف کی اپنی آراء اور ہر قسم کی تعصبی آلائشوں سے پاک ہو چنانچہ اسی خیال کے تحت میں نے اپنی عقل و فہم کے مطابق سعی لاحاصل کی ہے۔ جو شاید آپ کو مطمئن کرنے کے بعد سعی حاصل میں بدل جائے۔ اس کتاب میں میں نے پاکستان کے حکمرانوں کے بارے میں ان کے بچپن سے اقتدار تک یا اقتدار کے بعد تک کا مکمل مواد شامل کیا ہے اس کے علاوہ ان تمام سربراہان پاکستان کے دور میں ہونے والے کارہائے نمایاں' ان کے بیانات' تقاریر' دستاویزات' خطوط' واقعات ' حالات اور حادثات جو تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں شامل کئے گئے ہیں سیاست دانوں کی ریشہ دوانیاں' سیاسی تبصرے ' داخلی اور خارجی پالیسیاں بھی اس کتاب کا خاص اور قابل ذکر پہلو ہیں علاوہ ازیں بنتی ٹوٹتی اسمبلیوں کی لحہ لحہ روداد' ہرپل بدلتے ہوئے حالات' اور آنے والے وقت کی صاف پیش گوئیاں بھی اس کتاب کو ایک خاص وصف مہیا کرتیں ہیں۔ اگرچہ یہ میری علمی میدان میں پہلی کوشش نہیں ہے لیکن سیاسیات میں پہلی ہے جسے میں نے اپنی علمیت کے مطابق پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے اگر آپ اس سعی لاحاصل سے کچھ حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں یا میری یہ کوشش کسی بھی طور کسی کے کام آتی ہے تو میں یہ سمجھوں گا کہ

میں وہ دریا کچے گھڑے پر پار کرگیا ہوں جسے لوگ مضبوط کشتیوں کے سہارے بھی عبور کرنے میں ناکام ہوگئے تھے اس کتاب میں چونکہ حالات کے اتار چڑھاؤ کے مطابق ہونے والی آئینی تبدیلیاں بھی درج کی گئی ہیں اس لئے قاری کی آسانی کے لئے میں نے اس میں 1956ء ' 1962ء اور 1972ء کے آئین بھی شامل کردیئے ہیں۔ جو بجائے خود اس کتاب کی اہمیت میں اضافے کا باعث ہیں۔ یہ کتاب تاریخ کے طالب علموں کے لئے بھی ایک معیاری اور جامع کتاب ہے اور اس میں طلباء کے لئے وہ تمام معلومات موجود ہیں جو ان کے لئے ضروری ہیں یہ کتاب میری کسی بھی قسم کی رائے سے قطعا" پاک ہے۔ امید ہے میری یہ کوشش علم و ادب کے میدان میں سراہی جائے گی۔ کیونکہ میری نظر میں مصنف کو کھانے سے زیادہ "حوصلہ افزائی" کی ضرورت ہوتی ہے۔

Shahid

شاہد مختار

قائداعظم محمد علی جناح (بانیٔ پاکستان)

آپ 25 دسمبر 1876ء کو مسلم راجپوت گھرانے میں پیدا ہوئے آپ کے والد گرامی کا نام پونجا جناح تھا جو کہ ایک ممتاز تاجر تھے اور چمڑے کا کاروبار کرتے تھے آپ کا خاندان گجرات کاٹھیاواڑ سے ہجرت کر کے کراچی آیا تھا۔ اور یہیں قائد اعظم کی ولادت ہوئی۔ جس عمارت میں آپ پیدا ہوئے اسے وزیر مینشن کہا جاتا ہے۔

ابتدائی تعلیم الفنٹ ورناکلر سکول کراچی سے حاصل کی۔ جہاں سے انہوں نے گجراتی کی چوتھی جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ 4 جولائی 1887ء کو ان کا داخلہ سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی میں انگریزی کی پہلی جماعت میں ہوا۔ وہاں چند ماہ زیر تعلیم رہنے کے بعد وہ بمبئی چلے گئے جہاں انہیں انجمن اسلام ہائی سکول میں داخل کروایا گیا۔ 23 دسمبر 1887ء کو کراچی واپس آ گئے اور سندھ مدرستہ الاسلام میں داخل ہوئے۔ یہاں تیسرے درجے تک تعلیم جاری رکھی۔ 5 جنوری 1891ء کو طویل غیر حاضری کے باعث ان کا نام سکول سے خارج کر دیا گیا۔ لیکن ایک ماہ چار دن کے بعد 9 فروری 1891ء کو دوبارہ داخل ہو گئے۔ 30 جنوری 1892ء تک زیر تعلیم رہے۔ 8 مئی 1892ء سے 31 اکتوبر 1892ء تک چرچ مشن سکول میں چھٹی جماعت کے طالب علم رہے۔ پھر سکول چھوڑ دیا اور والد کے کاروبار میں شریک ہو گئے۔ 5 جنوری 1893ء بہ سلسلہ کاروبار بذریعہ بحری جہاز انگلستان تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ کاروبار کیا اور اسی دوران قانون کے مطالعہ کی شرائط پوری کرنے کے لئے حسب دستور ابتدائی امتحان پاس کیا۔ 25 اپریل 1893ء کو ابتدائی امتحان کے لاطینی حصے سے مستثنیٰ قرار دیئے گئے۔ 29 اپریل 1896ء کو انہوں نے لنکن ان یونیورسٹی سے بیرسٹری کی ڈگری حاصل کی۔ لنکن ان یونیورسٹی میں داخلہ لینے کا سبب یہ تھا کہ یونیورسٹی میں بنی نوع انسان کو قانون سکھانے والی عظیم ہستیوں میں پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی سر فہرست تھا۔ آپ 1896ء میں واپس وطن تشریف لائے۔ 24 اگست 1896ء کو بمبئی کی عدالت عالیہ میں ان کا نام نامی بطور بیرسٹر درج ہوا اور اس طرح انہوں نے وکالت کا آغاز کیا۔ 1897ء میں بمبئی چلے گئے بمبئی کے ایڈووکیٹ جنرل میکفرسن کی لائبریری

سے استفادہ کرتے رہے۔ 1900ء میں بحیثیت پریذیڈنسی مجسٹریٹ ملازمت کی پیشکش ہوئی یہ عہدہ عارضی تھا۔ لاء ممبر سر چارلس اولیونٹ نے ایک ملاقات میں آپ سے کہا کہ یہ عہدہ مستقل بھی ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا "مجھے ملازمت سے کوئی دلچسپی نہیں میں پندرہ سو ماہوار کی جگہ پندرہ سو روپیہ روزانہ کمانا چاہتا ہوں۔" 1905ء میں کانگریس میں شامل ہو گئے۔ 1906ء میں بمبئی ہائی کورٹ میں ان کا تقرر بحیثیت ایڈووکیٹ ہوا۔ 1909ء میں بمبئی پریذیڈنسی کے مسلم حلقہ انتخاب سے بلا مقابلہ سپریم کونسل کے رکن منتخب ہوئے اور 1910ء میں قانون ساز کونسل کے رکن بنے۔ 1911ء میں وقف علی الاولاد کے ضمن میں مسودہ قانون کونسل میں پیش کیا 1912ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ کلکتہ میں شرکت فرمائی 1913ء میں مسٹر گوکھلے کے ساتھ برطانیہ تشریف لے گئے۔ اسی سال واپس وطن آئے اور مسلم لیگ میں شمولیت فرمائی۔ 1914ء میں کانگریس کے وفد کے ایک رکن کی حیثیت سے برطانیہ تشریف لے گئے اور 1916ء میں مسلم لیگ کے تاریخی اجلاس کے صدر منتخب ہوئے۔ آپ نے 31 دسمبر 1916ء کے اجلاس مسلم لیگ منعقدہ لکھنؤ میں فرمایا۔

> "اسلامی تعلیمات کی درخشندہ روایات و ادبیات اس امر پر شاہد ہیں کہ دنیا کی کوئی قوم جمہوریت میں مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی جو اپنے مذہب میں بھی جمہوری نقطۂ نظر رکھتے ہیں۔"

1917ء میں ہوم رول تحریک میں شرکت فرمائی۔ آپ کی پہلی شادی 1892ء میں لیرا کھیم جی کی بیٹی ایمی بائی سے پنیلی گاؤں میں ہوئی۔ ایمی بائی طاعون کی بیماری سے انتقال کر گئیں۔ اس وقت آپ لندن میں زیر تعلیم تھے۔ آپ کی دوسری شادی رجب المرجب 1336ھ بمطابق 1918ء بمبئی کے ایک پارسی سر ڈنشا پٹیٹ کی دختر رتن بائی سے ہوئی جو نکاح سے قبل حلقہ بگوش اسلام ہو چکی تھیں۔ ان کا اسلامی نام مریم بائی رکھا گیا۔ آپ کی شادی کی خبر سب سے پہلے اخبار "سٹیٹس مین" نے شائع کی۔ رتن بائی کی جانب سے مولانا محمد حسین نخفی نے بطور گواہ دستخط کئے۔ جس سال آپ کی شادی ہوئی اسی سال جنگ عظیم اول کا خاتمہ ہوا۔ محترمہ مریم بائی کو "سر" کے خطاب

سے سخت نفرت تھی۔ آپ کہا کرتی تھیں کہ اگر جناح نے "سر" کا خطاب قبول کیا تو وہ ان سے الگ ہو جائیں گی۔ محترمہ مریم بائی 1929ء میں فوت ہوئیں ان کے بطن سے 15 اگست 1919ء کو ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام وینا جناح رکھا گیا۔ قائد کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔

قائد اعظم محمد علی جناح نے 1918ء میں لارڈ لنگڈن کے خلاف مظاہرے کی رہنمائی کی اور 1919ء میں رولٹ ایکٹ کے خلاف بطور احتجاج امپیریل کونسل سے استعفیٰ دے دیا۔ اس ضمن میں وائسرائے کو لکھے گئے خط کا متن درج ذیل ہے۔

28 مارچ 1919ء ماؤنٹ پلیزنٹ مالا بارہل بمبئی

یور ایکسی لینسی

حکومت ہند نے جو رولٹ بل منظور کیا ہے اور عوام کی رائے کے خلاف یور ایکسی لینسی نے بطور گورنر جنرل اس کی جو توثیق کی ہے اس سے عوام کا برطانوی انصاف کے نام پر انصاف کے بنیادی اصول کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا گیا ہے عوام کے آئینی حقوق کو تہہ و بالا کر دیا گیا ہے بالخصوص اس حالت میں جب کہ مملکت کو کسی قسم کا کوئی بیرونی خطرہ لاحق نہیں۔ نااہل انتظامیہ جو نہ تو عوام کے سامنے جوابدہ ہے اور نہ ہی اسکا حقیقی عوامی رائے سے کوئی واسطہ ہے اس کی صرف ایک ہی دلیل ہے کہ اگر ایسے اختیارات حاصل کر لئے گئے تو اسکا غلط استعمال نہیں کیا جائیگا اس لیے میں اس کے خلاف بطور احتجاج لیجسلیٹو کونسل کی رکنیت سے استعفیٰ پیش کرتا ہوں۔

میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں نہ تو اپنے عوام کے لئے موجودہ حالات میں کونسل میں مفید ثابت ہو سکتا ہوں اور نہ اس کی رکنیت آبرومندانہ رہی ہے۔اور نہ ہی حکومت کے ساتھ تعاون کی کوئی صورت باقی رہ گئی ہے اس لئے کہ اس قانون کے ذریعے کونسل میں عوام کے منتخب نمائندوں کی رائے کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا گیا ہے اور نہ ہی کونسا چیمبر کے باہر عوام کے جذبات و احساسات کا کوئی لحاظ رکھا گیا ہے رائے میں کوئی حکومت جو زمانہ امن میں ایسے قانون کو منظور کرتی

امر کا دعویٰ نہیں کر سکتی کہ وہ ایک مہذب حکومت ہے مجھے اب بھی امید ہے کہ عزت ماب جناب وزیر ہند مانٹیگو اس کالے قانون کے خلاف رائے دیں گے کہ یہ کالا قانون نافذ العمل نہ ہو۔

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

1920ء میں کانگریس سے علیحدگی اختیار فرمائی اور 1921ء میں آپ نے گاندھی جی حکمت عملی سے کھلم کھلا اختلاف کیا۔ 1928ء میں نہرو رپورٹ کی ابتدا ہوئی۔ 28 مارچ 1929ء کو آپ نے چودہ نکات کا اعلان فرمایا آپ نے فرمایا کہ

"ہندوستان کے آئین کی کوئی "شق بھی مسلمانوں کے نزدیک قابل قبول نہیں ہو گی۔ جب تک مندرجہ ذیل چودہ نکات پر عمل نہ ہو گا اور اس آئین میں مسلمانوں کے حقوق اور مفادات کا تحفظ نہ ہو گا۔

1- جدید آئین فیڈرل ہو اور فاضل اختیارات صوبوں کے ہاتھ میں ہوں۔

2- تمام صوبوں کو مساوی طور پر خود اختیاری حاصل ہو۔

3- مجلس قانون ساز اور دیگر منتخب اداروں کو ایسے واضح اصولوں پر متشکل کیا جائے جن میں کسی صوبے کی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کئے بغیر یا اس کی مساوی سطح پر لائے بغیر تمام صوبوں کی اقلیتوں کی تسلی بخش اور موثر نمائندگی ہو۔

4- مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کی نمائندگی ایک تہائی سے کم نہیں ہو گی۔

5- فرقہ وارانہ نمائندگی جداگانہ طریق انتخاب کے ذریعے جس طرح کہ اب ہے اس طرح جاری رہے گی۔ اگر کوئی فرقہ کسی وقت جدا گانہ طریق انتخاب کو مخلوط طریق انتخاب کے حق میں ترک کرنا چاہے تو وہ کر سکے گا۔

6- اگر کسی وقت ملکی تقسیم کی حد بندیوں کی ضرورت پیش آئی تو یہ عمل کسی حالت میں پنجاب، بنگال، شمال مغربی سرحدی صوبے میں مسلمانوں کی اکثریت پر اثر انداز نہیں ہو گا۔

7- مکمل مذہبی آزادی یعنی تمام جماعتوں کو اپنے عقائد، طریق عبادت، رسوم

ربط و ضبط، تعلیم و تبلیغ وغیرہ میں مکمل آزادی حاصل ہو گی۔

8- کوئی بل یا قرار داد یا اس کا کوئی حصہ کسی مجلس قانون ساز یا کسی منتخب ادارہ میں پاس نہیں کیا جائے گا اگر کسی قوم کے تین چوتھائی ارکان اس کی اس بناء پر مخالفت کریں کہ یہ بل یا قرار داد یا اس کا کوئی حصہ اس قوم کے مفاد کے لئے نقصان دہ ثابت ہو گا یا بصورت دیگر ایسے معاملات کو سلجھانے کے لئے کوئی اور عملی کار آمد ذریعہ نکالا جائے۔

9- سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کر دیا جائے

10- دوسرے صوبوں کی طرح بلوچستان اور شمالی مغربی سرحدی صوبے میں اصطلاحات جاری کی جائیں۔

11- آئین میں ایسی گنجائش کا اہتمام کیا جائے جس سے عام ہندوستانیوں کے ساتھ سرکاری ملازمتوں اور دیگر خودمختار اداروں میں قابلیت کا لحاظ رکھتے ہوئے مسلمانوں کو تسلی بخش حصہ ملے۔

12- آئین میں مسلمانوں کی تہذیب، تمدن، زبان، تعلیم، مذہب، پرسنل لاء اور اوقاف کا تحفظ ہو اور سرکاری اور دوسرے خود مختار اداروں کی تعلیمی امداد میں مناسب حصہ ملے۔

13- مرکزی اور صوبوں کی وزارتیں اس وقت تک قائم نہ کی جائیں۔ جب تک ان میں کم از کم ایک تہائی وزیر مسلمان نہ ہوں۔

14- مرکزی مجلس قانون ساز انڈین فیڈریشن جملہ ریاستوں کی رضا مندی کے بغیر آئین ہند میں کوئی تبدیلی نہیں کرے گی۔

11 ستمبر 1930ء کو مسلمانوں کے نمائندہ کی حیثیت سے پہلی گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے انگلستان تشریف لے گئے۔ 7 ستمبر 1931ء میں دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت فرمائی۔ آپ نے اس گول میز کانفرنس میں فرمایا۔

"اب ہم ایک ایسے مقام پر آ پہنچے ہیں، جہاں اگر میں یہ نہ بتاؤں کہ مسلمانوں کا موقف کیا ہے، تو میں اپنے فرض سے غفلت برتوں گا۔ میں واشگاف الفاظ میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہندو مسلم سمجھوتہ ہندوستان میں کوئی

نیا دستور نافذ کرنے سے پہلے کا ایک ضروری اور ناگزیر مسئلہ اور بنیادی شرط ہے۔ جب تک آپ مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت نہ دیں جس کی بناء پر وہ حکومت ہند کے آئندہ دستور کے تحت مکمل سلامتی اور خود اعتمادی محسوس کرنے لگیں، جب تک آپ ان کا تعاون، خلوص اور رضا مندی حاصل نہ کریں گے، اس وقت تک جو دستور بھی آپ ہندوستان کے لئے بنائیں گے چوبیس گھنٹے بھی نہ چل سکے گا۔"

1934ء میں بمبئی کے شہری حلقے سے مرکزی اسمبلی کے انتخاب میں کامیابی حاصل کی۔ 1937ء میں آپ نے آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے پہلے سالانہ اجلاس کلکتہ کی صدارت کی اور 1938ء میں کراچی مسلم لیگ کی صدارت فرمائی۔

11 اپریل 1938ء کو مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ کلکتہ میں آپ نے فرمایا۔

"کانگریس ایک ہندو جماعت ہے۔ مسلمانوں نے ایک سے زیادہ مرتبہ کانگریس کو یہ بتا دیا ہے کہ ان کی آئندہ تقدیر کا دارومدار حکومت اور ملک کے انتظام ان کے سیاسی حقوق کے حصول اور قومی زندگی میں واجب التعمیل ہونے پر ہے۔ اور اس کے لئے وہ اس وقت تک برسرپیکار رہیں گے۔ جب تک ہندو راج کا خواب و خیال کانگریس کے دل و دماغ سے بالکل مفقود نہ ہو جائے گا۔ جب تک مسلمانوں کے قالب میں روح ہے کانگریس کا غلام بننا ہرگز ہرگز گوارا نہ کریں گے مسلم لیگ کانگریس یا دیگر ایسی جماعتوں کے ساتھ مساوات کا دعویٰ کرتی ہے مسلم لیگ کی یہ جدوجہد صرف مسلمانوں ہی کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ اس کا دسترخوان ہر فرقے کے لئے بچھا ہوا ہے اور وہ ہر فرقے کے حقوق کے تحفظ کو اپنا اولین فرض سمجھتی ہے۔"

1939ء میں عربک کالج دہلی میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا "تمام دشواریوں کے باوجود مجھے یقین ہے کہ

"مسلمان کسی دوسرے فرقے کی نسبت بہتر سیاسی دماغ رکھتے ہیں۔ سیاسی شعور مسلمانوں کے خون میں ملا ہوا ہے ان کی رگوں اور شریانوں میں دوڑ

رہا ہے اور اسلام کی باقی ماندہ عظمت ان کے دلوں میں دھڑک رہی ہے۔"
1940ء میں وکالت ترک کر کے مسلمانوں کی خدمت کو نصب العین بنایا اور حکومت برطانیہ کو متنبہ کیا کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں۔ ان کا مذہب رہن سہن اور تہذیب و تمدن سب کچھ ہندوؤں سے جدا ہے اس لئے انھیں ایک الگ وطن چاہئے۔ اس سلسلے میں 24 مارچ 1940ء کو لاہور میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں قرار داد لاہور کو منظور کیا گیا اس موقعہ پر آپ نے تاریخی تقریر فرمائی جس کا مکمل متن یہ ہے۔

"خواتین و حضرات! آج پندرہ مہینوں کے بعد یہ اجلاس ہو رہا ہے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا گذشتہ اجلاس دسمبر 1938ء میں بمقام پٹنہ منعقد ہوا تھا۔ اس وقت سے آج تک بہت اہم واقعات رونما اور حالات پیدا ہو چکے ہیں۔ میں اول اجمالاً ان مسائل اور امور کا ذکر کروں گا جو آل انڈیا مسلم لیگ کو اجلاس پٹنہ کے بعد پیش آئے۔ یہ حقیقت آپ کو معلوم ہے کہ ایک کام جو ہمارے سپرد کیا گیا تھا اور جو ہنوز تشنہ تکمیل ہے وہ یہ تھا کہ ہندوستان بھر میں مسلم لیگ کی تنظیم کی جائے۔ اس تنظیم نے گزشتہ پندرہ مہینوں کے اندر بہت ترقی کی ہے۔ میں آپ کو یہ مسرت آمیز اطلاع دیتا ہوں کہ ہم نے ہر ایک صوبہ میں مسلم لیگیں قائم کر دی ہیں۔ دوسرا بڑا کام یہ تھا کہ لیجسلیٹو اسمبلی کے ہر ایک ضمنی انتخاب میں ہم نے طاقتور مخالفوں کا مقابلہ کیا۔ میں مسلمانوں کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے تمام آزمائشوں میں کمال جرات و ہمت سے کام کیا۔ کسی ایک جگہ بھی مسلم لیگ کے مخالف انتخاب میں کامیاب نہیں ہوئے۔ یو پی کونسل (بالائی ایوان) کے آخری انتخاب میں مسلم لیگ سو فیصدی کامیاب ہوئی۔ مسلم لیگ کی تنظیم کی ترقی کے سلسلہ میں جو کوششیں کی گئی ہیں ان کی تفصیلات سے آپ کی سمع خراشی کرنا نہیں چاہتا البتہ یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ کام بہت تیز رفتاری سے ترقی کر رہا ہے۔
آپ کو یاد ہو گا کہ ہم نے پٹنہ میں خواتین کی ایک کمیٹی قائم کی

تھی۔ یہ بات ہمارے لئے بہت اہم ہے کہ ہم مسلم خواتین کو زندگی اور موت کی کشمکش میں حصہ لینے کے لئے تیار کریں اور انہیں اس کا موقع دیں۔ خواتین گھروں کی چار دیواری میں پردہ کے اندر رہ کر بھی بہت کام کر چکی ہیں۔ خواتین کی کمیٹی اس لئے قائم کی گئی تھی کہ وہ لیگ کے کام میں حصہ لے سکیں اس مرکزی کمیٹی کے اغراض و مقاصد یہ تھے:

1- صوبائی اور اضلاعی مسلم لیگیں قائم کرنا۔

2- کثیر التعداد خواتین کو مسلم لیگ کا ممبر بنانا۔

3- ہندوستان کے طول و عرض میں مسلم خواتین کے اندر سرگرمی سے پروپیگنڈا کرنا تاکہ ان میں زیادہ سیاسی شعور پیدا ہو جائے۔ اس لئے کہ اگر مسلم خواتین میں سیاسی شعور پیدا ہو جائے تو بچوں کو زیادہ فکر مند ہونے کی ضرورت نہ رہے گی۔

4- ایسے تمام امور اور معاملات میں مسلم خواتین کی رہنمائی کرنا اور مشورہ دینا جو مسلم سوسائٹی کی فلاح و بہبود کے متعلق ان سے وابستہ ہیں۔

میں خوش ہوں کہ مرکزی کمیٹی نے پورے اخلاص اور سرگرمی سے کام شروع کر دیا اور آج تک بہت مفید کام کیا جا چکا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جب اس کمیٹی کی رپورٹ سنائی جائے گی تو ہم سب اس کے شکر گزار ہوں گے کہ مسلم لیگ نے ایسی شان دار خدمات انجام دیں۔

ہمیں جنوری 1939ء سے آغاز جنگ تک بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ناگپور میں ودیا مندر سکیم اور ہندوستان کے تمام حصوں میں واردھا سکیم کے مسئلہ پر ہماری توجہ مرکوز تھی کانگریسی حکومتوں کے صوبوں میں ستایا اور دبایا جا رہا تھا۔ ریاست جے پور اور بہاڑ نگر میں مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک ہو رہا تھا اس نے ہماری توجہ اپنی طرف جذب کر رکھی تھی۔ راج کوٹ کے معاملہ کو کانگریس نے ایک آزمائشی مسئلہ بنا لیا تھا۔ جو ایک ثلث ہندوستان پر اثر انداز ہوتا۔ اس طرح مسلم لیگ جنوری 1939ء

سے جنگ کے آغاز تک بہت اہم مسائل سے دوچار ہوئی۔ جنگ کے آغاز سے پہلے ہندوستان کو سب سے بڑا خطرہ یہ تھا کہ مرکزی حکومت میں فیڈرل سکیم نافذ کر دی جائے۔ ہم جانتے ہیں کہ اس معاملہ میں کیا ریشہ دوانیاں ہو رہی تھیں۔ لیکن مسلمان ہر طرح سختی سے ان کی مخالفت کرر ہے تھے۔ ہم سمجھتے تھے کہ مرکزی فیڈرل حکومت کی خطرناک سکیم جو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء میں درج ہے ہرگز منظور نہیں کرنی چاہیے۔ برطانوی حکومت کو مرکزی فیڈرل حکومت کی سکیم سے دست برداری کی ترغیب میں ہم نے کچھ کم حصہ نہیں لیا۔ اس امر کو برطانوی حکومت کے ذہن نشین کرانے میں بھی مسلم لیگ کا حصہ کچھ کم نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ انگریز ضدی ہیں اور قدامت پسند اور چالاک ہونے کے باوجود دیر فہم ہیں۔ جنگ چھڑ جانے کے بعد وائسرائے نے مسلم لیگ سے مدد کی درخواست کی۔ اور اسی وقت اسے معلوم ہوا کہ مسلم لیگ ایک طاقت ہے۔ اس لئے کہ جنگ چھڑنے سے پہلے تک وائسرائے نے مجھے کبھی یاد نہیں فرمایا۔ بلکہ گاندھی اور صرف گاندھی کو یہ شرف حاصل ہوتا رہا۔ میں لیجسلیٹو میں کافی عرصہ تک ایک اہم پارٹی کا لیڈر رہ چکا ہوں۔ جو موجودہ پارٹی سے (جس کی قیادت کی عزت مجھے حاصل ہے) بھی بڑی تھی۔ یعنی مرکزی اسمبلی کی مسلم لیگ پارٹی۔ لیکن اس کے باوجود وائسرائے کا دعوت نامہ وصول ہوا تو میں حیران ہو گیا۔ یکایک یہ ترقی کیسے بخشی گئی ہے۔ پھر سوچا کہ یہ سب کچھ مسلم لیگ کی وجہ سے ہے۔ جس کا صدر حسن اتفاق سے میں ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اس کانگریس ہائی کمان کو سخت صدمہ پہنچا ہے اور کیوں نہ پہنچتا۔ میرا بلایا جانا ہندوستان کی واحد نمائندگی کے حق کے متعلق کانگریس کے دعوے کو ایک چیلنج تھا۔

جناب گاندھی اور کانگریس ہائی کمان کی روش سے ظاہر ہے کہ ابھی وہ اس صدمہ کے اثرات سے سنبھلے نہیں۔ اس بیان سے آپ کو تنظیم کی ضرورت اور اہمیت جتانا مقصود ہے۔ اس مسئلہ کے متعلق اور کوئی بات

نہیں کہوں گا۔

مسلمانوں کو ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ جو کچھ دیکھا اور سنا ہے اس کی بناء پر مجھے یقین ہے کہ مسلم ہندوستان ہوشیار اور بیدار ہو گیا ہے اور مسلم لیگ نے ایک ایسی طاقت ور ادارے کی حیثیت اختیار کر لی ہے کہ اس کو کوئی شخص فنا نہیں کر سکتا۔ آدمی آئیں گے اور جائیں گے لیکن لیگ ہمیشہ قائم رہے گی۔

جنگ چھڑ جانے کے بعد ہماری حالت یہ تھی کہ ایک طرف کنواں تھا اور دوسری طرف کھائی تھی۔ میں یہ نہیں سمجھتا کہ جنگ کے ساتھ ہی یہ حالت بھی ختم ہو جائے گی۔ بہرحال ہم نہایت واضح طور پر ہندوستان کی آزادی کے طالب ہیں۔ لیکن یہ آزادی تمام ہندوستان کی آزادی ہونی چاہئے۔ یہ نہ ہو کہ ایک جماعت یا بدتر صورت میں کانگریس کو آزادی مل جائے اور مسلمان و دیگر اقلیتیں غلام بنی رہیں۔

ہم ہندوستان میں رہتے ہیں اور کانگریسی صوبوں میں کانگریس کی اڑھائی سالہ حکومت کے دوران میں ہم نے بہت کچھ دیکھ لیا ہے۔ اب ہم بہت بدگمان ہو چکے ہیں اور کسی پر اعتماد نہیں کر سکتے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہر شخص کے لئے بہتر اصول ہو گا کہ کسی پر بہت زیادہ اعتماد نہ کرے۔ بعض اوقات ہمیں اعتبار کرنا پڑتا ہے لیکن جب کوئی شخص غداری کرے تو اس غداری سے یہ سبق لینا چاہئے کہ آئندہ غداری کرنے والوں پر اعتبار نہ کیا جائے۔

خواتین و حضرات! ہم کبھی بھی یہ خیال نہیں کر سکتے تھے کہ کانگریس ہائی کمان وہ کام کرے گی جو اس نے کانگریسی صوبوں میں کئے۔ میں خواب میں بھی یہ گمان نہیں کر سکتا کہ وہ حد تک پستی میں اتر آئے گی۔ میں یقین نہیں کر سکتا تھا کہ کانگریس اور انگریزوں کے درمیان کوئی شریفانہ معاہدہ ہو سکتا ہے اور معاہدہ بھی ایسا مستحکم کہ ہم چیختے چلاتے رہے لیکن نہ گورنروں نے یہ چیخ و پکار سنی۔ نہ گورنر جنرل نے دخل دیا۔ ہم نے انہیں یاد دلایا

کہ آپ مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے حقوق اور مفاد کے تحفظ کا حلف اٹھا چکے ہیں۔ لیکن وہ تمام عہد و پیمان تقویم پارینہ بن چکے تھے۔ آخر قسمت ہماری امداد کے لئے آئی۔ وہ "شریفانہ معاہدہ" پارہ پارہ ہو گیا اور کانگریس نے عہدے چھوڑ دیئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کانگریسیوں کو عہدے چھوڑ دینے کا بہت قلق ہے۔ ان کی فوں فاں ختم ہو گئی - اچھا ہوا۔ ان واقعات کے پیش نظر میں آپ سے پوری سنجیدگی کے ساتھ اپیل کرتا ہوں کہ اپنی تنظیم اس طور پر کیجئے کہ کسی پر مدار کار رکھنے کی ضرورت نہ رہے۔ یہی آپ کا واحد اور بہترین تحفظ ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ ہم کسی کے خلاف جذبہ بدخواہی یا عناد رکھیں۔ اپنے حقوق اور مفاد کے تحفظ کے لئے وہ طاقت پیدا کر لیجئے کہ آپ اپنی مدافعت کر سکیں۔ میں صرف اسی بات پر زور دینا چاہتا ہوں۔

آئندہ آئین کے متعلق ہماری رائے یہ ہے کہ جونہی حالات اجازت دیں یا زیادہ سے زیادہ جنگ کے فوراً بعد ہندوستان کے آئین کے مسئلہ پر نظر ثانی کی جائے اور ایکٹ 1935ء کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے۔ ہم اس بات کے قائل نہیں کہ برطانیہ سے اعلانات کرنے کا مطالبہ کیا جائے۔ ان اعلانات کا درحقیقت کوئی فائدہ نہیں۔ آپ اعلانات کا مطالبہ کر کے برطانوی حکومت کو اس ملک سے نہیں نکال سکتے۔ بہرحال کانگریس نے وائسرائے سے اعلان کا مطالبہ کیا۔ وائسرائے نے جواب دیا کہ "میں اعلان کر چکا ہوں" کانگریس نے کہا" نہیں نہیں ہم دوسری قسم کا اعلان چاہتے ہیں۔ آپ کو اسی وقت اور ابھی یہ اعلان کر دینا چاہئے کہ ہندوستان آزاد اور خود مختار ملک ہے۔ اور حق رائے دہی بالغان یا اس سے بھی فروتر معیار رائے دہی پر ایک آئینی اسمبلی کے ذریعہ اپنا آئین مرتب کر سکتا ہے۔ یہ آئینی اسمبلی اقلیتوں کے جائز مفاد کو مطمئن کر دے گی" جناب گاندھی فرماتے ہیں "کہ اگر اقلیتیں مطمئن نہ ہوئیں تو ایک اعلیٰ قسم کا اور غیر جانبدار ٹریبونل اس قضیہ کا فیصلہ کرنے کے لئے مقرر کر دیا جائے۔ اول تو

یہ تجویز ہی ناقابل عمل ہے۔ دوسرے تاریخی اور آئینی طور پر حکمران طاقت سے یہ مطالبہ کرنا لغویت ہے کہ آئینی اسمبلی کے حق میں حکومت سے دست بردار ہو جائے۔ ان امور سے قطع نظر فرض کیجئے ہم حق رائے دہی کے اس معیار سے مطمئن نہیں جس کی بناء پر مرکزی اسمبلی کا انتخاب ہوتا ہے۔ یا فرض کیجئے کہ مسلم نمائندوں کی جماعت آئینی اسمبلی میں اکثریت سے متفق نہیں ہوتی تو اس صورت میں کیا ہو گا۔ ہم سے کہا جاتا ہے کہ آپ اس اسمبلی میں ان امور کے سوا جو اقلیتوں کے تحفظ کے لئے ضروری ہوں ہندوستان کے قومی آئین کی ترتیب کے متعلق کسی مسئلہ پر اختلاف رائے کا حق نہیں رکھتے۔ اس طرح ہمیں صرف یہ رعایت دی جا رہی ہے کہ صرف اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے متعلق اختلاف رائے کا اظہار کر سکیں۔ ہمارے ساتھ یہ رعایت بھی روا رکھی جا رہی ہے۔ کہ اپنے نمائندہ جداگانہ حلقہ ہائے انتخاب سے بھیج سکیں۔ مذکورہ بالا تجویز کی بنیاد اس مفروضہ پر ہے کہ جونہی یہ آئین مرتب ہو گا برطانوی حکومت ہندوستان میں ختم ہو جائے گی۔ بصورت دیگر یہ تجویز بے معنی ٹھہرتی ہے۔ جناب گاندھی فرماتے ہیں کہ آئین ہی اس امر کا فیصلہ کرے گا کہ برطانوی حکومت ہندوستان میں کلیتا" یا کسی خاص حد تک ختم ہو جائے۔ پہلے اعلان کر دیجئے کہ آپ آزاد اور خود مختار ہیں اس کے بعد میں سوچوں گا کہ آپ کو کیا چیز واپس دے دوں۔ کیا جناب گاندھی ایسی باتیں کرتے وقت درحقیقت کامل آزادی چاہتے ہیں۔ برطانوی حکومت ختم ہو یا نہ ہو ہندوستانیوں کو بہرصورت وسیع اختیارات منتقل کئے جائیں گے۔ آئینی اسمبلی کی اکثریت اور مسلمانوں میں اختلاف رائے ہوں تو ٹربیونل کون مقرر کرے گا۔ فرض کیجئے کہ ٹربیونل کا قیام ممکن ہے اور وہ فیصلہ بھی سنا دیتا ہے لیکن اس امر کی کیا ضمانت ہے کہ اس فیصلہ کو نافذ یا اس کی شرائط پر عمل کیا جائے گا۔ اور اس امر پر کون نگاہ رکھے گا کہ ٹربیونل کے فیصلہ کا احترام کیا جائے گا۔ اس لئے کہ ہم سے کہا جاتا ہے کہ برطانیہ کے

اختیارات کلیتا" ختم ہو جائیں گے۔ اس صورت میں کون سی طاقت ٹربیونل کے فیصلہ کو نافذ کرائے گی؟ ان سب سوالات کا ایک ہی جواب ہے" ہندو اکثریت" اب دیکھنا یہ ہے کہ فیصلہ کا نفاذ برطانوی سنگینوں کی مدد سے ہو گا یا جناب گاندھی کی "اہنسا" کے زور سے۔ کیا ہم ان پر اعتماد کر سکتے ہیں کیا آپ سمجھتے ہیں کہ سماجی ربط کے متعلق اس نوعیت کے سوال کا فیصلہ جس پر ہندوستان کے آئندہ آئین کی بنیاد رکھی جائے اور جو نو کروڑ مسلمانوں پر اثر انداز ہوتا ہو کوئی جوڈیشنل ٹربیونل کر سکتا ہے؟ تاہم کانگریس کی تجویز یہی ہے۔

حال ہی میں جناب گاندھی نے جو کچھ فرمایا تھا اس پر اظہار خیال کرنے سے پہلے میں دوسرے کانگریسی رہنماؤں کے اعلانات پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں جو مختلف خیالات ظاہر کرتے ہیں۔ راج گوپال اچاریہ (سابق وزیر مدراس) کہتے ہیں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے اختلاف و افتراق کے درد کی واحد دوا مخلوط انتخاب ہے۔ کانگریس کے ایک بڑے ڈاکٹر کی حیثیت سے یہ ان کی تجویز ہے اس کے برعکس بابو راجندر پرشاد نے چند روز پیشتر کہا تھا کہ "مسلمان اب اور کیا چاہتے ہیں؟" بابو صاحب نے اقلیتوں کے سوال پر رائے زنی کرتے ہوئے پیشگوئی کی کہ "اگر برطانیہ ہمیں حق خود اختیاری دے دے تو یہ اختلافات ختم ہو جائیں گے۔" میں پوچھتا ہوں کس طرح ختم ہو جائیں گے؟ بابو صاحب نے اس پر روشنی نہیں ڈالی۔ لیکن جب تک ہندوستان میں برطانیہ اور اس کا اقتدار موجود ہے اختلافات رہیں گے۔ کانگریس نے واضح کر دیا ہے۔ کہ آئندہ آئین صرف کانگریس ہی نہیں بلکہ تمام سیاسی اور مذہبی جماعتوں کے نمائندے مرتب کریں گے۔ اگرچہ کانگریس جداگانہ انتخاب کو برا سمجھتی ہے تاہم اس نے یہ اعلان بھی کیا ہے کہ اقلیتیں اپنے نمائندے جداگانہ انتخاب سے بھیج سکتی ہیں۔ آئینی اسمبلی بلالحاظ سیاسی وابستگی و مذہب اس ملک کے تمام باشندوں کی نمائندہ ہو گی اور آئین کا فیصلہ کرنے میں صرف ایک یا دو پارٹیوں کا ہاتھ نہ ہو گا۔ اس سے

بہتر ضمانت اقلیتوں کو اور کیا مل سکتی ہے؟ بابو راجندر پرشاد کا خیال ہے کہ ہم اسمبلی میں داخل ہوتے ہی اپنے سیاسی مذہبی اور دیگر تمام رجحانات اور امور کو فراموش کر دیں گے۔ بابو راجندر پرشاد نے یہ خیالات 18 مارچ 1940ء کو ظاہر کیے تھے۔ اب جناب گاندھی کی رائے سنیئے جو انہوں نے 20 مارچ 1940 کو ظاہر کی۔ "میرے لئے ہندو' مسلمان' پارسی اور ہریجن سب برابر ہیں۔ میں بے تکی باتیں نہیں کرتا (لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ جناب گاندھی بے اصل باتیں کرتے ہیں) قائداعظم کا ذکر کرتے وقت میں سطحی باتیں نہیں کرتا۔ وہ میرے بھائی ہیں۔ "فرق صرف یہ ہے کہ بھائی گاندھی کے تین ووٹ ہیں اور میرا صرف ایک ووٹ جناب گاندھی نے مزید فرمایا کہ "اگر قائد اعظم مجھے اپنی جیب میں رکھ لیں تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔" میں نہیں سمجھ سکتا کہ جناب گاندھی کی اس تازہ پیش کش کے متعلق کیا کہوں۔ جناب گاندھی نے آگے چل کر فرمایا۔ "ایک ایسا وقت بھی تھا کہ مجھے تمام مسلمانوں کا اعتماد حاصل تھا۔ لیکن یہ میری بدقسمتی ہے کہ آج ایسا نہیں ہے۔" جناب گاندھی نے مسلمانوں کا اعتماد کیوں کھو دیا؟ "اردو اخباروں میں جو کچھ شائع ہوتا ہے وہ سب میری نظر سے نہیں گزرتا۔ غالباً" مجھے ہدف طعن و تشنیع بنایا جاتا ہے۔ میں اس سے رنجیدہ نہیں۔ آج بھی میری رائے یہی ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے بغیر سو راج نہیں مل سکتا۔" جناب گاندھی یہی بات بیس سال سے کہہ رہے ہیں۔ جناب گاندھی نے مزید کہا۔ "آپ پوچھیں گے کہ اس صورت میں کشمکش کا ذکر کیوں کیا جاتا ہے؟ یہ ذکر میں اس لئے کرتا ہوں کہ آئینی اسمبلی کے لئے ایک کشمکش ہونے والی ہے۔

جناب گاندھی برطانیہ سے الجھے ہوئے ہیں لیکن میں اس سے اور کانگریس سے دریافت کرتا ہوں کہ آپ اس آئینی اسمبلی کے واسطے برطانیہ سے الجھ رہے ہیں جس کو مسلمان قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔

اس اسمبلی میں مسلمانوں کو تین کے مقابل ایک ووٹ حاصل ہو گا۔

اور اس طرح سر گننے سے کبھی کوئی مخلصانہ مفاہمت نہ ہو سکے گی۔ جس سے مسلمان دوستانہ حیثیت میں تعاون کر سکیں۔ ان وجوہ سے آئینی اسمبلی کی تجویز قابل اعتراض ہے۔ لیکن جناب گاندھی مسلمانوں کے ساتھ نہیں بلکہ آئینی اسمبلی کے واسطے برطانیہ سے الجھ رہے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ " میں یہ اس واسطے کر رہا ہوں۔ کہ آئینی اسمبلی کے واسطے ایک کشمکش ہونے والی ہے" ان الفاظ پر غور کیجئے۔ "جو مسلم ووٹوں کے ذریعہ آئینی اسمبلی میں آئیں گے۔" جناب گاندھی پہلے ہمیں اسمبلی میں شامل ہونے کے لئے مجبور کرتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں۔" یہ اعلان کر دو کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں کوئی چیز مشترک نہیں۔ اس کے بعد میں امید کو خیر باد کہہ دوں گا۔ لیکن اس وقت بھی ان کے ساتھ اتفاق کروں گا۔ اس لئے کہ وہ قرآن پڑھتے ہیں اور میں نے بھی اس کتاب مقدس کے کچھ حصہ کا مطالعہ کیا ہے"جناب گاندھی مسلمانوں کے ووٹ لینے کے واسطے آئینی اسمبلی چاہتے ہیں اگر مسلمان اس سے متفق نہ ہوں تو وہ امید کو خیر باد کہہ دیں گے۔ لیکن اس وقت بھی وہ ہم سے اتفاق کریں گے۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا مسلمانوں کے ساتھ سمجھوتہ کی حقیقی خواہش کے اظہار کا یہی طریقہ ہے؟

میں کئی بار کہہ چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ جناب گاندھی دیانتداری سے تسلیم کرلیں کہ کانگریس ہندو جماعت ہے اور وہ صرف ہندوؤں کے نمائندہ ہیں۔ جناب گاندھی کیوں یہ بات فخریہ نہیں کہتے ہیں۔" میں ہندو ہوں اور کانگریس کو ہندوؤں کی حمایت حاصل ہے"

مجھے تو یہ کہنے میں کہ میں مسلمان ہوں شرم محسوس نہیں ہوتی مجھے امید ہے کہ اب ایک اندھا آدمی بھی یقین کے ساتھ یہی کہے گا کہ مسلم لیگ کو مسلمانان ہند کی پوری تائید حاصل ہے پھر حقیقت حال پر پردہ ڈالنے کی کوشش کیوں کی جا رہی ہے؟ یہ جوڑ توڑ کیوں ہو رہے ہیں؟ مسلمانوں کو دبانے کے لئے برطانیہ پر کیوں زور ڈالا جا رہا ہے۔؟ عدم تعاون کا یہ اعلان کیوں ہو رہا ہے؟ سول نافرمانی کی دھمکی کیوں دی جا رہی ہے؟ اور آئینی

اسمبلی کے واسطے جدوجہد کیوں کی جا رہی ہے؟ اس امر سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ مسلمان آئینی اسمبلی کی تجویز سے متفق نہیں (سنو سنو) ہندو لیڈر اور ہندوؤں کے نمائندہ کی حیثیت میں آؤ اور مجھ سے باتیں کرو کہ میں مسلمانوں کے خیالات کی ترجمانی کروں (سنیئے! سنیئے) میں کانگریس کے متعلق بس اسی قدر کہنا چاہتا ہوں۔

جہاں تک برطانوی حکومت کا تعلق ہے ہماری گفت و شنید ابھی ختم نہیں ہوئی ہے ہم نے چند امور کے متعلق یقین دلائے جانے کے لئے کہا تھا ان میں سے ایک امر کے متعلق کچھ طے ہوا ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ ہمارا مطالبہ یہ تھا کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء سے جداگانہ ہندوستان کے آئندہ آئین کے مسئلہ پر از سر نو غور کیا جائے۔ وائسرائے نے حکومت برطانیہ کی منظوری سے 23 دسمبر کو اس کا جو جواب دیا اسے میں انہیں کے الفاظ میں پیش کرتا ہوں۔ "آپ کے پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ گذشتہ 13 اکتوبر کو میں نے حکومت برطانیہ کی منظوری سے جو جواب دیا تھا اس سے ایکٹ 1935ء کا کوئی حصہ یا وہ پالیسی اور تجاویز مستثنیٰ نہیں جس پر وہ مبنی ہے۔" لفظ "مستثنیٰ" پر غور کیجئے جہاں تک دوسرے مسائل کا تعلق ہے گفت و شنید جاری ہے اہم مسائل یہ ہیں۔ حکومت برطانیہ مسلمانوں کی منظوری اور تائید کے بغیر ہندوستان کے آئندہ آئین کے متعلق کوئی اعلان نہ کرے اور مسلمانوں کی شرکت اور تائید کے بغیر کسی پارٹی سے کوئی سمجھوتہ نہ کیا جائے۔ حکومت برطانیہ خواہ اس امر کا یقین دلائے یا نہ دلائے لیکن وہ یہ تو ضرور سمجھتی ہے کہ یہ مطالبہ معقول اور منصفانہ ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ 9 کروڑ مسلمانوں کے مستقبل کو کسی دوسرے منصف کے ہاتھوں میں نہیں چھوڑا جا سکتا۔ ہم اپنے معاملہ میں خود ہی ثالث بننا چاہتے ہیں۔ یقیناً" یہ مطالبہ مبنی بہ انصاف ہے ہم یہ نہیں چاہتے کہ برطانیہ کوئی ایسا آئین مسلمانوں کے سر مڑھ دے جس کو وہ منظور نہ کرتے ہوں۔ ان حالات میں حکومت برطانیہ کے لئے یہی بہتر ہے کہ مسلمانوں کو اس امر کا

یقین ولا دے اور انہیں پورے طور سے مطمئن کر کے اپنا دوست بنا لے جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں برطانیہ ایسا کرے یا نہ کرے مسلمانوں کو اپنی ہی طاقت پر اعتماد کرنا پڑے گا۔ اور میں اس پلیٹ فارم سے واضح کئے دیتا ہوں کہ اگر کوئی اعلان یا سمجھوتہ درمیانی عرصہ کے لئے ہماری مرضی اور رائے کے بغیر کیا گیا تو مسلمانان ہند اس کی مزاحمت کریں گے اس معاملہ میں کوئی غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے۔

دوسرا مسئلہ فلسطین کا ہے۔ ہم سے کہا گیا ہے کہ اعراب فلسطین کے معقول قومی مطالبات کو منظور کر لینے کے لئے سرگرمی سے کوشش کی جا رہی ہے۔ ہم ان سرگرم مخلصانہ اور بہترین کوششوں سے مطمئن نہیں ہم چاہتے ہیں کہ برطانیہ عملاً اعراب فلسطین کے مطالبات کو منظور کرے

دوسرا مسئلہ افواج کو باہر بھیجنے کا تھا۔ اس کے متعلق کچھ غلط فہمی پائی جاتی ہے۔ بہرحال ہم نے اپنی رائے واضح کر دی تھی کہ ہمارا یہ مطلب ہرگز نہ تھا کہ ہندوستانی افواج سے ملک کے دفاع کے لئے پورے طور پر کام نہ لیا جائے اگر اس باب میں کوئی شک یا بدگمانی ہے تو زبان کے لحاظ سے وہ کسی طرح جائز نہیں۔ ہم برطانوی حکومت سے اس امر کا یقین حاصل کرنا چاہتے تھے کہ ہندوستانی افواج کو کسی مسلمان ملک یا طاقت کے خلاف جنگ کرنے کے لئے نہیں بھیجا جائے گا۔ امید ہے کہ برطانوی حکومت اس معاملہ میں صورت حال کو واضح کر دے گی۔

مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی نے اپنے گزشتہ اجلاس میں وائسرائے سے درخواست کی تھی کہ آپ اپنے مکتوب مورخہ 23 دسمبر پر دوبارہ غور فرمائیں۔(وائسرائے کا یہ مکتوب ورکنگ کمیٹی کی ان تصریحات کے جواب میں تھا جو اس نے اپنے اجلاس منعقدہ 3 فروری کی قرار داد کی تعمیل میں کی تھیں) معلوم ہوا ہے کہ وائسرائے اس درخواست پر پوری توجہ سے غور کر رہے ہیں۔ خواتین اور معزز حضرات! جنگ کے بعد 3 فروری تک صورت حالات یہ تھیں۔

جہاں تک اپنی داخلی حالت کا تعلق ہے ہم اس پر غور کر رہے ہیں۔ متعدد باخبر اداروں اور دیگر اشخاص نے جو ہندوستان کے آئندہ آئین کے مسئلہ سے دلچسپی رکھتے ہیں چند سکیمیں بھیجی ہیں اور ہم نے ان سکیموں کی تفصیلات پر غور کرنے کے لئے ایک سب کمیٹی مقرر کر دی ہے۔ لیکن یہ حقیقت واضح ہے۔ اس معاملہ میں ہمیشہ غلطی کی جاتی ہے کہ مسلمان اقلیت ہیں۔ اقلیت کا لفظ اتنی مدت تک استعمال کیا گیا ہے کہ اس کے اثرات کا زائل کرنا بعض اوقات مشکل ہو جاتا ہے۔ مسلمان اقلیت نہیں ہیں۔ ہر ایک اعتبار سے مسلمان ایک قوم ہیں۔ برطانیہ اور کانگریس کی طرف سے اس طرح خطاب کیا جاتا رہا ہے۔ بہرحال آپ اقلیت ہیں۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟ جیسا کہ بابو راجندر پرشاد نے فرمایا "اقلیتیں اور کیا چاہتی ہیں؟" لیکن یقیناً مسلمان اقلیت نہیں ہیں۔ ہندوستان کے برطانوی نقشہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہو گا کہ اس ملک کے وسیع علاقے مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں۔ مثلاً" بنگال، پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان۔

اب سوال یہ ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اس اختلاف کا حل کیا ہے؟ ہم غور کر رہے ہیں اور جیسا کہ میں نے کہا اس مسئلہ کے متعلق مختلف تجویزوں پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کر دی ہے۔

آئین کی آخری سکیم خواہ کچھ ہو۔ میں اپنا نظریہ بیان کرتا ہوں۔ اور ایک خط سناتاہوں جو لالہ لاجپت رائے نے سی آر داس کے نام بھیجا تھا۔ یہ خط آج سے چودہ یا پندرہ سال پیشتر لکھا گیا تھا۔ اور اسے حال ہی میں ایک شخص مسمی اندرپرکاش نے شائع کیا ہے۔ لالہ لاجپت رائے کٹر ہندو مہا سبھائی اور محتاط سیاست دان تھے۔ ان کا مکتوب سنانے سے پہلے میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ "اگر آپ ہندو ہیں تو ہندو پن سے بچ نہیں سکتے۔ اب لفظ "قوم پرست" سیاسیات کی دنیا میں لوگوں کا تکیہ کلام بن گیا ہے۔ لالہ لاجپت رائے فرماتے ہیں۔" مجھے ایک مسئلہ نے چند روز

سے الجھن میں ڈال رکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس پر غور کریں۔ یہ مسئلہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتحاد کا ہے۔ میں گزشتہ 6 ماہ سے اس مسئلہ پر غور کر رہا ہوں۔ اسلامی تاریخ اور اسلامی قانون کا مطالعہ کیا ہے اور اب یہ خیال کرتا ہوں کہ اتحاد ناممکن ہے اور نہ قابل عمل۔ اس امر کا اعتراف کرتے ہوئے کہ مسلم رہنماؤں نے عدم تعاون کی تحریک میں نہایت اخلاص سے حصہ لیا۔ میری رائے ہے کہ مسلمانوں کا مذہب ایسے معاملات (اتحاد) میں ایک موثر رکاوٹ ہے۔

آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے کلکتہ میں آپ کو وہ باتیں سنائی تھیں۔ جو حکیم اجمل خان اور ڈاکٹر کچلو سے ہوئی۔ ہندوستان میں حکیم اجمل خان سے بہتر مسلمان نہیں۔ لیکن کیا کوئی مسلمان قرآن کی خلاف ورزی کر سکتا ہے؟ میں یہی خیال کر سکتا ہوں کہ شاید میں نے اسلامی قانون کو صحیح طور سے نہیں سمجھا اور مجھے صرف اسی تصور سے تسلی ہو سکتی ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگرچہ ہم انگریزوں کے خلاف متحد ہوسکتے ہیں۔ لیکن برطانیہ کے طریقوں پر ہندوستان میں حکومت کرنے کے لئے متفق نہیں ہو سکتے۔ ہم جمہوری اصول پر ہندوستان میں حکومت قائم نہیں کر سکتے۔"

خواتین و معززین! جب لالہ لاجپت رائے نے یہ خیالات ظاہر کئے کہ ہم جمہوری اصول پر ہندوستان میں حکومت قائم نہیں کر سکتے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا۔ لیکن جب میں نے آج سے 18 ماہ پیشتر حقیقت کے اظہار کی جرات کی تو اعتراضوں کی بھر مار اور نکتہ چینیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ لالہ لاچپت رائے نے آج سے پندرہ سال پیشتر کہا تھا کہ ہم جمہوری اصول پر ہندوستان میں حکومت قائم نہیں رکھ سکتے اب چارہ کار کیا ہے؟۔

کانگریس کے نزدیک اس کا علاج یہ ہے کہ اقلیت کو اکثریت کی حکومت کے تحت رکھا جائے۔ لالہ لاچپت رائے اپنے مکتوب میں مزید فرماتے ہیں۔ "پھر اس کا علاج کیا ہے؟"میں سات کروڑ مسلمانوں سے خوف

زدہ نہیں لیکن میں 7 کروڑ ہندوستانی مسلمانوں کو افغانستان کے مسلح قبائل کے ساتھ ملا کر دیکھتا ہوں۔ وسطی ایشیا' عرب' عراق اور ترکی کے مقابلہ میں مزاحمت نہیں کی جا سکے گی۔ "ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین اتحاد کی نسبت میرا دیانتداری اور صدق دل سے یقین ہے کہ یہ شے نہ صرف پسندیدہ اور مرغوب ہے بلکہ ہمیں اس کی حاجت بھی سخت ہے۔ میں مسلمان رہنماؤں پر اعتبار کرنے کو تیار ہوں۔ مگر قرآن شریف اور حدیث کے احکام کے متعلق کیا کیا جائے؟ خود اسلامی رہنما ان کو پس پشت نہیں ڈال سکتے۔ نہ ان کے خلاف چل سکتے ہیں۔ کیا ہماری قسمت میں تباہی لکھی ہے؟ مجھے امید ہے کہ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے آپ جو صاحب فہم و ذکا ہیں۔ دانا ہیں کوئی نہ کوئی راہ پیدا کر لیں گے۔" خواتین و حضرات! پندرہ سال ہوئے یہ الفاظ ایک بہت بڑے ہندو رہنما نے اپنے ہی جیسے ایک ہندو بزرگ کو خط میں لکھے تھے۔ اب میں ان پر نظر بحالات موجودہ اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہوں۔

حکومت برطانیہ' پارلیمان برطانیہ بلکہ قوم برطانیہ کی تعلیم و تربیت ہندوستان کے مستقبل اور آئین کے ضمن میں برطانیہ کے اپنے آئینی اصولوں کی بنیاد پر ہوئی ہے۔ بیسیوں سال سے اہل برطانیہ کو بتایا جا رہا ہے کہ ہندوستان کے لئے بھی وہی طرز حکومت موزوں ہے جو ہمارے ہاں ایوان ہائے پارلیمان اور "طریق کابینہ" کے وسائل سے عمل پذیر ہے۔ چنانچہ باشندگان برطانیہ اس حکومت کو دنیا کے ہر ایک ملک کے لئے بہترین قرار دیتے ہیں۔ جو پارٹی گورنمنٹ کہلاتی ہے۔ اور محض سیاسی نکتہ نگاہ سے حکومت کا کام کرتی ہے۔ ایسی حکومت کا ایک نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ برسر حکومت فریق یا پارٹی کے منشاء کے مطابق یک طرفہ اور پرزور پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔ تاکہ فریق مقتدر کی حکمت عملی ہر پہلو سے بروئے کار آئے۔ یہ ہیں وہ سیاسی اصول جن کے سبب برطانیہ نے ایک سخت غلطی کی اور ہندوستان کے لئے وہ آئین وضع کیا جس کی آئینہ داری قانون حکومت ہند

1935ء کرتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ برطانیہ کے بڑے سے بڑے مدبر جوان اصولوں میں ڈوبے ہوئے ہیں بارہا اپنے اس یقین کا اعلان کر چکے ہیں جوں جوں وقت گزرتا جائے گا۔ ہندوستان کے ان عناصر میں ہم آہنگی پیدا ہوتی جائے گی جو اس وقت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ قانون حکومت ہند 1935ء کے متعلق لنڈن ٹائمز جیسے چوٹی کے برطانوی اخبار نے یوں اظہار رائے کیا ہے۔"اس میں شبہ نہیں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین اختلاف محض مذہب تک محدود ہیں۔ بلکہ اس میں قانون اور تہذیب و تمدن یہاں تک شامل ہیں کہ ہندو اور مسلمان اپنی اپنی علیحدہ اور امتیازی تہذیب کے پیرو کار ہیں۔ پھر بھی ہمیں امید ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ یہ ادہام مردہ ہو جائیں گے۔ اور ہندوستان صرف ایک قوم واحد کے سانچے میں ڈھل جائے گا۔"

خواتین و حضرات! اس کے یہ معنی ہوئے کہ لنڈن ٹائمز کی رائے میں ہماری مشکلات محض ادہام اور ہمارے وہ بنیادی اور شدید اختلافات جو روحانی اور اخلاقی بھی ہیں اور ہماری زندگی کے اقتصادی، تمدنی، معاشرتی اور سیاسی وغیرہ سب شعبوں اور حلقوں پر بھی حاوی ہیں۔ صرف وہم کا درجہ رکھتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے "قومی تصور" اور ہندو دھرم کے "سماجی ڈھنگ اور وضع" کے باہمی اختلاف کو محض وہم و گمان بتانا۔ ہندوستان کی تاریخ کو جھٹلانا ہے۔

ایک ہزار سال سے ہندوؤں کی تہذیب اور مسلمانوں کی تہذیب ایک دوسری سے دوچار ہیں۔ اور دونوں قومیں آپس میں میل جول رکھتی چلی آئی ہیں۔ مگر ان کے اختلافات اسی پرانی شدت سے موجود ہیں۔ ان کی نسبت یہ توقع رکھنا کہ ان میں محض اس وجہ سے انقلاب آ جائے گا اور ہندو اور مسلمان ایک واحد قوم بن جائیں گے کہ ان پر ایک جمہوری آئین کا دباؤ ڈالا گیا۔ سراسر غلطی ہے۔

یہ بات ہرگز ممکن نہیں کہ ان دو اقوام کو جبراً ایک دوسری سے

پیوست کیا جائے اور اس مطلب کے حصول کے لئے برطانوی پارلیمان کے قوانین اور برطانوی طریق حکومت کی مصنوعی اور غیر فطرتی امداد سے کام نکالنے کی کوشش کی جائے۔

جب ہندوستان میں ڈیڑھ سو سال سے قائم شدہ برطانوی وحدانی حکومت اس کام میں کامیاب نہ ہو سکی۔ تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہندوستان کی مرکزی حکومت میں اجتماعی یا فیڈرل نظام کے جبری قیام سے وہ کامیابی عرصہ شہود میں آجائے گی۔

اس امر کا تصور بھی ذہن میں نہیں آ سکتا کہ اس قسم کی حکومت کے فتویٰ اور فرمان کی متابعت دلی وفاداری سے کی جائے گی۔ اور یہاں رہنے والی مختلف قومیں کسی فوجی تشدد کے بغیر ایک مرکزی حکمت کے احکام کی پابندی کریں گی۔

ہندوستان کا سیاسی مسئلہ فرقوں فرقوں سے متعلق نہیں۔ بلکہ قوموں قوموں سے متعلق ہے۔ بلاشبہ اسے ایک بین الاقوامی مسئلہ قرار دینا چاہئے اور اسی نکتہ نگاہ سے اس کا حل تلاش کرنا لازم ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم اس بنیادی امر واقعہ کی صحت تسلیم کریں۔ جب تک ہم اسے درست نہ مانیں گے ہمارا ہر ایک وضع کردہ آئین ناکام رہے گا۔ اور تباہی لائے گا۔ پھر نہ صرف مسلمانوں کے حق میں بلکہ ہندوؤں اور برطانویوں کے لئے بھی نقصان رساں ثابت ہو گا۔

اگر حکومت برطانیہ سچی ہے اور دلی ذوق اور سرگرمی کے ساتھ خواہش مند ہے کہ اس براعظم تحتی کے باشندے امن و امان کے ساتھ ایک خوشحال زندگی بسر کریں تو ان کے لئے سیدھی راہ یہی ہے کہ وہ ہندوستان کی بڑی بڑی اقوام کے لئے سرزمین ہند کے علیحدہ علیحدہ منطقے مقرر کر دیں جو ان کے وطن ہوں۔ اور پھر اس مطلب کے حصول کے لئے ملک کو چند خود مختار قومی ریاستوں میں منقسم کر دیں۔

اس خدشہ کے لئے کوئی وجہ موجود نہیں کہ یہ ریاستیں آپس میں

بغض و عناد یا دشمنی رکھیں گی۔ بلکہ وہ رقابت اور قدرتی خواہش بھی دور ہو جائے گی۔ جس کے سبب آج ہر قوم دوسری قوم پر غالب آنے کی کوشش کرتی ہے۔ اور چاہتی ہے کہ ہمارا معاشرتی نظام اور ہماری سیاسی فوقیت کو ملک کی حکومت میں سب سے بڑا مرتبہ حاصل ہو اور ہماری قوم دوسروں پر اپنا سیاسی اقتدار قائم کر لے۔

اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ہندوستان کے اندر قوموں کے مابین خیر خواہی کا عمل دخل ہو گا۔ اور اس کے لئے بین الاقوامی معاہدات مرتب کئے جائیں گے اور سب باشندے اپنے ہمسائیوں کے ساتھ کمال ہم آہنگی سے زندگی گزاریں گے۔

اس تقسیم سے یہ امر نسبتا زیادہ ہو جائے گا کہ دوستانہ سمجھوتوں کے وسیلے سے اقلیتوں کے اغراض و مفاد کی حفاظت موجودہ حالت سے کہیں بہتر طریق سے ہو جائے اور یہ حفاظت ہو بھی کافی و وافی۔ -

اس امر کا سمجھنا نہایت مشکل ثابت ہو رہا ہے کہ ہمارے ہندو دوست کیوں اسلام اور ہندو دھرم کی حقیقی نوعیت کا درست اندازہ کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ اسلام اور ہندو دھرم محض اور فقط مذاہب نہیں ہیں بلکہ درحقیقت وہ دو مختلف اور متمیز معاشرتی نظام ہیں۔ چنانچہ اس خواہش کو خواب و خیال ہی کہنا چاہئے کہ ہندو اور مسلمان مل کر ایک مشترکہ قومیت تخلیق کر سکیں گے۔

ہندوستان میں مشترکہ قومیت کا تصور حد سے بہت دور نکل گیا ہے اور ہماری اکثر و بیشتر مشکلات کا باعث بن رہا ہے۔ اور بن چکا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ہم جلد ہی اس خیال کی اصلاح نہ کریں گے تو تباہ ہو جائیں گے۔ ہندو اور مسلمان دو مختلف مذہبی معتقدات' دو مختلف ادبیات اور دو مختلف النوع معاشرتی اطوار کے ماتحت ہیں۔ یہ لوگ آپس میں شادی بیاہ نہیں کرتے۔ نہ ایک دستر خوان پر کھانا کھاتے ہیں اور یہ بھی اصرار کے ساتھ کہتے ہیں کہ وہ دو مختلف تہذیبوں سے واسطہ رکھتے ہیں اور ان تہذیبوں کی

بنیاد ایسے تصورات اور حقائق پر رکھی گئی ہے جو ایک دوسرے کی ضد ہیں بلکہ اکثر متصادم ہوتے رہتے ہیں۔

حیات انسانی کے متعلق ہندوؤں اور مسلمانوں کے خیالات اور تصورات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ یہ بھی ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ہندو اور مسلمان اپنی اپنی تمنائے ترقیات کے لئے مختلف تاریخوں سے شغف رکھتے ہیں۔ ان کے اس ذوق و شوق کے تاریخی وسائل اور ماخذ مختلف ہیں۔ دونوں قوموں کی رزمیہ نظمیں' انکے سر برآوردہ بزرگ اور قابل فخر تاریخی کارنامے سب مختلف اور الگ الگ ہیں۔ اکثر اوقات ایک قوم کا زعیم اور رہنما دوسری قوم کے بزرگ اور برتر ہستیوں کا دشمن ثابت ہوتا ہے۔ ایک قوم کی فتح دوسری قوم کی شکست ہوتی ہے۔ ایسی دو قوموں کو ایک ریاست اور حکومت کی ایک مشترکہ گاڑی کے دو بیل بنانے اور ان کو باہمی تعاون کے ساتھ قدم بڑھانے پر آمادہ کرنے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ دونوں کے دلوں میں بے صبری روز بروز بڑھتی رہے گی جو انجام کار تباہی لائے گی۔ خاص کر اس صورت میں کہ ان میں سے ایک قوم تعداد کے لحاظ سے اقلیت میں ہو اور دوسری کو اکثریت حاصل ہو۔ ایسی ریاست کے آئین کا عمل خاک میں مل کر رہے گا۔

تاریخ اس قسم کے بہت کوائف پیش کرتی ہے۔ مثلاً آئر لینڈ اور برطانیہ کی متحدہ ریاست۔ زیکو سلوویکیا اور پولینڈ۔۔ تاریخ ایسے جغرافیائی منطقے بھی پیش کرتی ہے جو مجموعی طور پر ہندوستان سے بہت ہی کم ہونے کے باوجود اتنی ہی قوموں کے وطن ہیں جتنی قومیں اس میں بستی ہیں۔ یہ ملک تقسیم کر دیئے گئے ہیں اور ان کے ہر حصے کا نام الگ ہے۔ اگر قوم ایک ہوتی تو ملک بھی ایک ہی نام سے پکارا جاتا۔جزیرہ نمائے بلقان میں الگ الگ نام کی سات آٹھ خود مختار ریاستیں ہیں۔ اسی طرح ہم یورپ کے جزیرہ نما آئی بیریا کی نسبت کہہ سکتے ہیں کہ یہ سر زمین دو مختلف ممالک یعنی پرتگال اور سپین میں منقسم ہے۔اس کے مقابلے میں ہندوستان کو ایک

مرکزی حکومت کے ماتحت رکھنے کے لئے ایک متحدہ قوم اور فقط ایک جغرافیائی ہستی کا بہانہ ڈھونڈا جاتا ہے۔ حالانکہ گزشتہ بارہ سو برس کی تاریخ اس امر واقعہ کی گواہ ہے کہ اس طویل مدت کے دوران میں ہندوستان کو واحد حیثیت کبھی حاصل نہیں ہوئی اور یہ ملک ہمیشہ اسلامی ہند اور ہندو ہند میں منقسم رہا ہے۔ موجودہ مصنوعی وحدانیت کی تخلیق اس وقت ہوئی جبکہ برطانیہ نے ہندوستان کو فتح کیا۔ پھر اس وحدانیت کے قیام کا انحصار برطانیہ کے شمشیر حکومت پر ہے۔ مگر وہ برطانوی راج جسے ختم کر دیا جائے گا اور یہاں ایسی آفت آئیگی کہ اس کی مثال مسلم راج کے گزشتہ ایک ہزار سال کی تاریخ نہیں پیش کر سکے گی۔ مجھے یقین ہے کہ برطانیہ ہمیں اپنی ایک سو پچاس برس کی بادشاہت سے یہ وارثت نہ دے گا اور ہندو اور مسلمان بھی ایسی یقینی تباہی اور بربادی کا خطرہ برداشت کرنے کے لیے تیار نہ ہوں گے۔

اسلامی ہند ایسا آئین قبول نہیں کر سکتا جو بلاشبہ ہندو اکثریت کے راج پر منتج ہو۔ اور ظاہر ہے کہ وہ نظام جمہوریت جو مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں پر جبراً عائد کیا جائے گا۔ ہندو راج کے برابر ہوگا۔ کانگرس کے مختاران کار (ہائی کمانڈ) اسی قسم کی جمہوریت کے شیدائی ہیں - اور اس کے عمل و دخل کے معنی صرف یہ ہو سکتے ہیں کہ وہ تمام چیزیں جو اسلام کے اندر قابل قدر و قیمت ہیں۔ کامل طور پر تباہ ہو جائیں۔

ہم مسلمانوں کو گزشتہ دو اڑھائی سال میں اس امر کا کافی و وافی تجربہ ہو چکا ہے کہ کس طرح صوبوں میں حکومت خود اختیاری عمل پذیر رہی - اگر ایسی حکومت ایک بار پھر قائم کی گئی تو اس کا نتیجہ خانہ جنگی ہو گا اور ایسے پرائیویٹ لشکر مرتب کئے جائیں گے۔ جن کی سفارش مہاتما گاندھی نے سکھر کے ہندوؤں سے کی اور ان کو کہا کہ تشدد ہو یا عدم تشدد مگر آپ لوگوں کے لئے یہ امر بہر حال لازم ہوگا کہ اپنی حفاظت کا فرض خود انجام دیں۔ اگر دشمن ایک ضرب لگائے تو اس کا جواب ضرب سے ہی دیں۔ اور اگر یہ نہ ہو سکے تو نقل مکانی کر جائیں۔

مسلمان مروجہ معنی میں اور اقلیت کے تمام مفہوم کے مطابق ایک اقلیت نہیں ہیں اس رائے کو درست ماننے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ہم ادھر ادھر ایک نگاہ ڈالیں۔ آج بھی ہندوستان کے برطانوی نقشے کے مطابق گیارہ صوبوں میں سے چار صوبوں میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ حکومت کا کام جدید آئین کے ماتحت برابر ہو رہا ہے۔ حالانکہ کانگریس کے مختاران کار اسی آئین سے نہ صرف عدم تعاون کر رہے ہیں۔ بلکہ سول نافرمانی کی تیاری میں مشغول ہیں۔

قومیت کی تعریف چاہے جس طرح کی جائے۔ مسلمان اس تعریف کی رو سے ایک الگ قوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور اس لئے اس بات کے مستحق ہیں کہ ملک میں اس کی اپنی ارض وطن۔ ان کی اپنی الگ مملکت اور اپنی جداگانہ خود مختار ریاست ہو۔ ہم مسلمان چاہتے ہیں کہ ہندوستان کے اندر ہم ایک آزاد قوم بن کر اپنے ہمسایوں کے ساتھ ہم آہنگی اور امن و امان سے زندگی بسر کریں۔ ہماری تمنا ہے کہ ہماری قوم اپنی روحانی' اخلاقی' تمدنی' اقتصادی' معاشرتی اور سیاسی زندگی کو کامل ترین نشوونما بخشے۔ اور اس کام کے لئے وہ طریق عمل اختیار کرے جو اُس کے نزدیک بہترین ہو۔ اور ہماری رائے میں ہمارے عطیات قدرتی اور نصب العین سے ہم آہنگ ہوں۔

دیانتداری کا یہ تقاضا ہے اور ہماری ملت کے کروڑوں افراد کے اغراض و مفاد کا مطالبہ یہی ہے کہ ہم ایک ایسے باوقار عزت مند اور پرامن سمجھوتہ کی تلاش کو اپنا ایک پاک فرض قرار دیں جو باقی اقوام کے حق میں عین منصفانہ بھی ہو۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی لازم و لابد ہے کہ ہم دوسروں کی دھمکیوں اور جبرو تشدد کے سبب راہ راست سے ہرگز ہرگز نہ بھٹکیں اور نہ اپنے مدعا سے دست کش ہو جائیں۔ ہمیں تمام مشکلات ممکنہ اور نتائج کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا ہوگا۔ اور اس منزل مقصود پر پہنچنے کے لئے ہر قسم کا ایثار کرنا پڑے گا۔ کوئی قربانی ایسی نہ ہونی چاہئے

جو ہماری راہ کی رکاوٹ بن سکے۔

خواتین و حضرات! یہ ہے وہ کام جو ہمیں درپیش ہے۔ مجھے احساس ہے کہ تقریر کے لیے جتنا وقت لینا چاہیے میں اس کی حد سے آگے نکل گیا ہوں۔ اس کے باوجود کتنی ہی اور باتیں ہیں جو میں کہنا چاہتا ہوں۔ مگر میں نے ایک مختصر سا رسالہ شائع کر دیا ہے۔ اور اس میں جملہ امور متعلقہ کی وضاحت کر دی ہے۔ آپ اس کا اردو یا انگریزی نسخہ لیگ کے دفتر سے لے سکتے ہیں۔ اس سے آپ کو ہمارے اغراض و مقاصد کا علم زیادہ صحت و صفائی سے ہو سکے گا اس میں مسلم لیگ کی بعض نہایت اہم درجہ قرار دادیں اور متعدد اہم بیانات مندرج ہیں۔

بہرحال میں نے اس کام کی توضیح کر دی۔ جو ہمیں کرنا ہے۔ کیا آپ کو اس کام کی عظمت اور شدت وقت کا احساس ہو گیا ہے؟ کیا آپ اس حقیقت سے آگاہ ہو گئے ہیں کہ حریت اور آزادی محض دلائل سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ میں اپنی قوم و ملت کے فہیم اور ذکی احباب سے اپیل کرتا ہوں۔ کیونکہ دنیا کے ہر ملک میں صاحبان فہم و ذکاہی تحریکات آزادی کی راہنمائی کرتے چلے آئے ہیں اور ان ہی لوگوں کو اس معاملہ میں اولین کارکنوں کا مرتبہ حاصل ہوا ہے۔ اب بتائیے کہ مسلمان ارباب دانش کیا کرنے کے لئے تیار ہیں؟ میں، آپ کو بتاؤں گا کہ تاوقتیکہ کام اور کوشش کی خواہش ہمارے رگ و ریشہ میں سرایت کر کے جزوخون نہ بن جائے۔ جب تک آپ اپنے چغے اتار کر اکھاڑے میں نہ اتریں۔ اور ہر قسم کی قربانی نہ کریں اور پھر اپنے ہم قوموں کے لئے کامل بے غرض سرگرمی اور اخلاص کام میں نہ لائیں گے۔ آپ کبھی اپنا مقصد نہ پائیں گے۔

میرے دوستو! میں چاہتا ہوں کہ پہلے آپ بڑی صحت اور صفائی کے ساتھ عزم صمیم کر لیں۔ اور اس کے بعد ان تجاویز کی نسبت سوچیں جو کامیابی پر منتج ہو سکتی ہیں۔ ایک راسخ ارادے کے بعد مسلمانان ہند کو منظم کریں اور ان کی طاقتوں کو یکجا۔ میرا خیال ہے کہ ہمارے عوام بیدار ہو

گئے ہیں۔ ان کو صرف اس امر کی حاجت ہے کہ صحیح رہنمائی کی جائے۔

اے خادمان اسلام! اپنے ارباب ملت کو اقتصادی' سیاسی' تعلیمی اور معاشرتی تمام پہلوؤں سے منظم کرو۔ پھر تم دیکھو گے کہ تم یقیناً" ایک ایسی قوت بن گئے ہو جس کی طاقت ہر شخص تسلیم کرے گا۔

26 مئی 1940ء کو بمبئی میں مسلم لیگ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے قائد نے فرمایا۔

"گاندھی جی کہتے ہیں کہ ہندوستان کو جیتے جی ٹکڑے ٹکڑے کیا جا رہا ہے۔ راج گوپال اچاریہ کہتے ہیں بچے کے دو ٹکڑے کئے جا رہے ہیں قدرت نے پہلے ہی ہندوستان کو تقسیم کر رکھا ہے۔ اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر رکھے ہیں۔ ہندوستان کے نقشہ پر مسلم لیگ ہندوستان اور ہندو ہندوستان پہلے ہی سے موجود ہیں نہ معلوم اس کے متعلق اتنا واویلا کیوں کیا جاتا ہے۔ وہ ملک ہے کہاں جس کے ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں گے؟ اور وہ قوم ہے کہاں جس کی سالمیت فنا کی جانے کو ہے؟ وہ طاقت جس کے قبضہ قدرت میں آج ہندوستان ہے۔ وہ انگریزوں کی طاقت ہے اور یہ جو ایک خیال دماغوں میں بیٹھ گیا ہے۔ کہ ہندوستان ایک متحدہ ملک ہے۔ اور اس کی ایک حکومت ہے وہ صرف اس وجہ سے ہے کہ انگریز اس سارے ملک پر حکمران ہیں"

اپریل 1941ء میں مدراس میں ہونے والے مسلم لیگ کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"جمہوریت کے معنی ہیں اکثریت کی حکومت اگر کسی ملک میں ایک ہی قوم بستی ہو اور سارے معاشرے کا نظام ایک ہی طرز پر ہو تو اکثریت کی حکومت کی کامیابی کا امکان سمجھ میں آ سکتا ہے۔ حالانکہ ایک قوم کی صورت میں بھی ہمیں تو یہ طرز ہمیشہ ناکام ہی نظر آیا اس طرح وہ حکومت جو لوگوں کے منتخب نمائندوں کے ذریعے سے کی جاتی ہے۔ بشرطیکہ یہ لوگ یک رنگ اور ہم آہنگ قوم پر مشتمل ہوں۔ سمجھ میں آ سکتی ہے۔ لیکن

اگر اس کے متعلق درست نتائج پر پہنچ کر ذہن کو ذرا کام میں لایا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ جب ایک ہی ملک میں دو قومیں آباد ہوں تو اس صورت میں ایسا نظام حکومت نہ چل سکتا ہے نہ کامیاب ہو سکتا ہے۔ پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ ہمارے ہندوستان میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے دو مختلف معاشرے ہیں اور ایسے مختلف کہ ان کے اختلاف کو مکمل اختلاف کہنا چاہئے"۔

1942ء میں ہندوستان میں کرپس مشن آیا اور اس نے قائد اعظم سے ملاقاتیں کیں اور پاکستان کو اصولی طرز پر تسلیم کیا 18 نومبر 1942ء کو مسلم لیگ کے لائل پور کے اجلاس میں خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ۔

"مجھے اہل دیہات کی غربت اور مفلوک الحالی دیکھ کر بہت رنج ہوتا ہے میں نے سفر کے دوران جب ریلوے سٹیشنوں پر پنجاب کے دیہاتی مسلمانوں کے گروہ دیکھے تو مجھے ان کے افلاس سے سخت دکھ ہوا پاکستان کی حکومت کا سب سے پہلا کام ہو گا کہ ان لوگوں کا معیار زندگی بلند کرے بلکہ زندگی سے شاد ہونے کے سامان بہم پہنچائے"۔

26 جولائی 1943ء کو ایک خاکسار رفیق صابر مزنگوی نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا لیکن آپ بال بال بچ گئے۔8 مارچ 1944ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"پاکستان اسی دن وجود میں آگیا تھا۔ جب ہندوستان میں پہلا ہندو مسلمان ہوا تھا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب یہاں مسلمانوں کی حکومت بھی قائم نہیں ہوئی تھی۔ مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد کلمہ توحید ہے وطن نہیں اور ہندوستان کا جب پہلا فرد مسلمان ہوا تو وہ پہلی قوم کا فرد نہیں رہا۔ وہ اس جداگانہ قوم کا فرد ہو گیا۔ ہندوستان میں ایک نئی قوم وجود میں آ گئی"۔

28 جون 1945ء کو لارڈ ڈیول کی شملہ کانفرنس میں شرکت فرمائی۔اکتوبر 1945ء کو آپ نے بلوچستان کا دورہ کیا21 نومبر 1945ء کو پشاور میں خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ

"ہمارا کوئی دوست نہیں ہے۔ ہمیں نہ انگریز پر بھروسہ ہے نہ ہندو بنئے پر

ہم دونوں کے خلاف جنگ کریں گے خواہ وہ آپس میں متحد کیوں نہ ہو جائیں"

11 جولائی 1946ء کو جلسہ عام حیدر آباد دکن سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا

"اس وقت میدان سیاست میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی جنگ ہو رہی ہے لوگ پوچھتے ہیں۔ کون فتح یاب ہو گا؟ علم غیب خدا کو ہے۔ لیکن میں ایک مسلمان کی حیثیت سے علی الاعلان کہہ سکتا ہوں کہ ہم قرآن پاک کو اپنا آخری اور قطعی رہبر بنا کر شیوہ صبر و رضا پر کاربند رہیں اور اس ارشاد خداوندی کو کبھی فراموش نہ کریں۔ کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں تو ہمیں دنیا کی کوئی ایک طاقت یا کئی طاقتیں مل کر بھی مغلوب نہیں کر سکتیں ہم تعداد میں کم ہونے کے باوجود فتح یاب ہوں گے اور اسی طرح فتح یاب ہوں گے جس طرح مٹھی بھر مسلمانوں نے ایران و روم کی سلطنتوں کے تختے الٹ دیئے تھے"۔

29 جولائی 1946ء کو وزارتی مشن کو مسترد کرتے ہوئے آپ نے راست اقدام کا اعلان فرمایا۔ جس پر تمام خطاب یافتہ محرکوں نے اپنے خطابات واپس کر دیئے۔ 16 اگست 1946ء کو لارڈ ویول کی طرف سے عبوری حکومت کے قیام کا اعلان کیا گیا قائد اعظم نے اس اعلان پر احتجاج کیا اور مسلم لیگ کا اس عبوری حکومت میں شمولیت کا مطالبہ کیا۔ دسمبر 1946ء کو آپ برطانوی حکومت کی دعوت پر لندن تشریف لے گئے۔ اور واپسی پر مفتی اعظم امین حسینی نحاس پاشا اور عزام پاشا سے ملاقاتیں کیں۔ مارچ 1947ء کو ماؤنٹ بیٹن وائسرائے اور گورنر جنرل ہندوستان بن کر آئے تو آپ نے وائس رائے سے ملاقاتیں کیں اور پاکستان کا مطالبہ پیش کیا۔ 12 اپریل 1947ء کو کانگریس کی طرف سے بنگال اور پنجاب کی تقسیم کا مطالبہ پیش کیا۔ 3 جون 1947ء کو مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا اجلاس ہوا۔ جس میں آپ نے تاریخی تقریر فرمائی۔ جس کا متن حسب ذیل ہے۔

"مجھے خوشی ہے کہ مجھے دہلی سے اس روویوں کے ذریعہ آپ سے براہ راست بات کرنے کا موقع دیا گیا ہے میں سمجھتا ہوں یہ پہلا موقع ہے کہ

ایک غیر سرکاری آدمی کو اس طاقتور آلے کے ذریعے عوام کو مخاطب کرنے اور لوگوں سے براہ راست سیاسی امور پر کچھ کہنے کا موقع فراہم کیا گیا ہے جو بلاواسطہ آپ تک پہنچے گا اور اخبارات کی افسردہ طباعت کی بہ نسبت آپ کو زندگی کی حرارت مہیا کرے گا۔

حکومت کا وہ اعلان جس میں ہندوستانی عوام کو اقتدار کا پلان شامل ہے۔ نشر ہو چکا ہے اب یہ پریس کو جاری کر دیا جائے گا اور کل صبح یہاں اور ملک سے باہر شائع ہو جائے گا۔ اس میں پلان کا خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ تاکہ ہم اس پر انتہائی سنجیدگی سے غور کر سکیں۔ ہمیں ٹھنڈے دل سکون اور متانت سے اس کا جائزہ لینا ہے ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہمیں نہایت ہی عظیم الشان فیصلے کرنا ہیں اور ایسے سنگین مسائل سے نمٹنا ہے جو چالیس کروڑ کی آبادی والے اس عظیم ذیلی براعظم کو درپیش پیچیدہ مسائل کے حل کی راہ میں موجود ہیں۔

ہزا یکسیلنسی کو جو پرمشقت اور دشوار گزار فرض انجام دینا ہے۔ دنیا میں اس کی مثال نہیں۔ ہندوستانی لیڈروں کے کاندھوں پر خصوصیت کے ساتھ بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنی تمام تر توانائیوں کو مستحکم و مربوط کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھنا ہے کہ انتقال اقتدار میں پر امن و منظم طور پر اعانت ہو۔ میں ہر فرقے بالخصوص مسلمانان ہند سے مخلصانہ اپیل کرتا ہوں کہ امن و امان برقرار رکھیں۔ ہمیں اس پلان کا جائزہ لینا ہے۔ اس کے معنی و مفہوم کو سمجھتے ہوئے نتائج اخذ کرنا اور پھر فیصلہ کرنا ہے۔ خدا سے میری دعا ہے کہ وہ اس پیچیدہ لمحے میں ہماری رہنمائی کرے اور اس قابل بنائے کہ ہم من الحیث المجموع اس پلان کا احترام کرتے ہوئے اپنی ذمہ داریوں سے دانشمندانہ اور مدبرانہ طور پر عہدہ برآ ہو سکیں۔

یہ تو واضح ہے کہ یہ پلان ہمارے نقطہ نظر کے بعض پہلوؤں کی تکمیل نہیں کرتا اور ہم یہ نہیں کہہ سکتا یا محسوس کر سکتے کہ ہم مطمئن ہیں یا یہ

کہ اس پلان میں جن چند امور سے نمٹا گیا ہے ہم ان سے متفق ہیں۔ تاہم ہمیں یہ غور کرنا ہے کہ ہزمیجسٹی کی حکومت نے جو پلان پیش کیا ہے کیا ہم اسے قبول کر سکتے ہیں۔ تاکہ کوئی مفاہمت یا سمجھوتہ ہو سکے۔ اس نکتے پر میں پہلے سے کوئی فیصلہ کرنا نہیں چاہتا۔ اس کا فیصلہ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کرے گی جس کا اجلاس پیر 9 جون کو طلب کیا گیا ہے۔ ہمارے دستوری طریق اور عمل کے مطابق اس کا آخری فیصلہ کانفرنس ہی میں ہو سکتا ہے۔

لیکن جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں بحیثیت مجموعی دہلی کے مسلم لیگی حلقوں میں اس کا رد عمل امید افزا ہوا ہے لیکن کوئی آخری فیصلہ کرنے سے پہلے ہمیں اس پلان کے مضمرات کو پرکھنا ہے۔ مجھے یہ کہنا چاہئے کہ میں محسوس کرتا ہوں کہ وائسرائے کو مختلف قوتوں کے خلاف بڑی بہادری سے جنگ کرنا پڑی ہے۔ اور انہوں نے میرے ذہن پر جو تاثر چھوڑا ہے وہ یہ کہ ان کے اعلیٰ شعور' انصاف پسندی وغیر جانبداری نے انہیں متحرک رکھا اور اب یہ ہمارے اوپر ہے کہ ہم ان کے کام کی مشکلات کم کریں اور یہاں تک ہمارے بس میں ہو ان کی مدد کریں تاکہ وہ ہندوستانیوں کو اقتدار منتقل کرنے کا اپنا مشن پرامن طریقے سے پورا کر سکیں۔

اب جو پلان نشر ہو چکا ہے اس کے پیراگراف گیارہ میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ شمال مغربی سرحدی صوبے کی موجودہ قانون ساز اسمبلی کے انتخاب کنندوں کی ایک رائے شماری ہو گی اور وہ اس بات کا انتخاب کریں گے کہ پیراگراف چار کے دو متبادلات میں سے وہ کسے اختیار کرتے ہیں۔

یہ رائے شماری گورنر جنرل کی سرکردگی میں صوبائی حکومت کے مشورے کے ساتھ ہو گی۔ اس طرح یہ عیاں ہے کہ صوبہ سرحد کے عوام کا فیصلہ اور انتخاب اس بارے میں حاصل کیا جائے گا کہ آیا وہ پاکستانی دستور ساز اسمبلی میں شریک ہونا چاہتے ہیں یا ہندوستان دستور ساز اسمبلی میں ان حالات میں صوبہ سرحد صوبائی مسلم لیگ سے میں استدعا کرتا ہوں

کہ وہ اپنی پر امن شہری نافرمانی کی وہ تحریک واپس لے لے جسے چلانے اور جس کا سہارا لینے پر وہ مجبور ہوئی تھی۔ اور میں مسلم لیگ کے تمام لیڈروں اور عام مسلمانوں سے یہ کہتا ہوں کہ وہ ہمارے لوگوں کو اس طرح منظم کریں کہ وہ امیدوار حوصلے کے ساتھ اس رائے شماری کا مقابلہ کریں۔ مجھے اعتماد ہے کہ سرحد کے لوگ ایک ٹھوس ووٹ کی شکل میں اپنا فیصلہ اس بات کے لئے دیں گے کہ وہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں شرکت کرنا چاہتے ہیں۔

مسلمانوں کے تمام طبقات نے جو مصیبتیں سہیں اور قربانیاں دیں خاص طور پر صوبہ سرحد کی خواتین نے ہماری شہری آزادی کی جنگ میں جو عظیم کردار ادا کیا اس کے لئے میں ان کی ستائش کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کسی ذاتی عناد کے بغیر اور بہ مشکل ہی ایسا کرنے کا موقع ہو۔ میں دل کی گہرائیوں سے ان تمام لوگوں سے ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں جنہیں مصیبتیں اٹھانی پڑیں۔ جن کی جانیں گئیں اور جن کی املاک تباہ ہوئیں۔ میں گرمجوشی کے ساتھ یہ امید کرتا ہوں کہ صوبہ سرحد اس رائے شماری سے امن و امان کے ساتھ گذر جائے گا اور ہر شخص کی جستجو یہی ہونی چاہئے کہ سرحد کے عوام کا منصفانہ' آزادانہ اور صاف ستھرا فیصلہ حاصل کر لیا جائے۔ میں ایک مرتبہ پھر سبھوں سے مخلصانہ اپیل کرتا ہوں کہ امن و امان برقرار رکھیں۔ پاکستان زندہ باد!

14 جولائی 1947ء کو آپ نے پاکستان کی خارجہ پالیسی کے بارے میں فرمایا۔

"پاکستان کی خارجہ پالیسی کی کلید یہ ہو گی کہ دنیا کی تمام اقوام کے ساتھ انتہائی دوستانہ تعلقات قائم کئے جائیں۔ ہم پوری دنیا میں امن کے خواہش مند ہیں اور عالمی امن قائم رکھنے کے لئے اپنی استطاعت اور توفیق کے مطابق اپنے حصے کا کردار خوش اسلوبی سے انجام دیں گے"

قائد اعظم نے خارجہ پالیسی کی بنیاد مندرجہ ذیل اصولوں پر رکھی تھی۔

1- عالمی امن' خوشحالی اور ترقی کو فروغ دینے کے لئے پاکستان اہم کردار ادا

کرے۔

2- بڑی طاقتوں کی باہمی کش مکش میں شریک ہونے سے گریز کیا جائے۔
3- تمام محکوم قوموں کی جدوجہد آزادی میں ہر ممکن مدد دی جائے۔
4- عالمی مسائل دیانت اور انصاف کے اصولوں کے مطابق حل کئے جائیں۔
5- اقوام متحدہ کے اصولوں کی بھرپور حمایت کی جائے۔
6- خارجہ پالیسی کے تعین میں جغرافیائی سیاسی تقاضوں کو مد نظر رکھا جائے۔ اور ہمسایہ ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات کے قیام کو ترجیح دی جائے۔
7- غیر ملکی امور میں مداخلت سے گریز کیا جائے۔
8- تیسری دنیا کے ممالک کے مابین یک جہتی اور اتحاد کے لئے جدوجہد کی جائے۔

قائد اعظم بطور گورنر جنرل چونکہ ایک سال سے بھی کم عرصہ زندہ رہے اس لئے ان کے عہد میں خارجہ پالیسی کوئی واضح صورت اختیار نہ کر سکی البتہ لیاقت علی خان کے دور میں پاکستانی خارجہ پالیسی کے خدو خال نمایاں ہو گئے۔

11 اگست 1947ء کو پاکستان کی مجلس دستور ساز سے لارڈ مونٹ بیٹن نے خطاب کیا جس کا مکمل متن حسب ذیل ہے۔

"جناب صدر اور اراکین مجلس قانون ساز پاکستان!

میں آج آپ سے آپ کے وائسرائے کی حیثیت سے خطاب کر رہا ہوں۔ کل نئی مملکت پاکستان کی عنان حکومت آپ کے ہاتھوں میں ہو گی اور میں آپ کی پڑوسی مملکت ہندوستان کا آئینی سربراہ ہوں گا۔ دونوں مملکتوں کے رہنماؤں نے مجھے مشترکہ دفاعی کونسل کا خود مختار چیئرمین ہونے کی دعوت دی ہے۔ یہ ایک اعزاز ہے جس پر میں پورا اترنے کی کوشش کروں گا۔ کل دو نئی خود مختار مملکتیں دولت مشترکہ میں شامل ہوں گی۔ یہ دونوں نئی اقوام نہیں ہیں بلکہ پرانی اور قابل فخر تہذیبوں کی وارث ہیں۔ یہ بالکل آزاد مملکتیں ہیں جن کے رہنما وہ سیاسی مدبر ہیں جو تمام دنیا میں جانے پہچانے جاتے ہیں اور جن کی تمام دنیا عزت کرتی ہے۔

ان کے شاعروں' فلسفہ دانوں' سائنس دانوں اور جنگ آزماؤں نے انسانیت کی خدمت میں بہت قابل قدر کام کیا ہے اور انمٹ نقوش چھوڑے ہیں یہ مملکتیں ناپختہ یا کمزور نہیں ہیں بلکہ دنیا کے امن اور خوشحالی کی ذمہ داری کو پورا کرنے میں اپنا بڑا کردار ادا کرنے کی صلاحیت بھی رکھتی ہیں۔

پاکستان کی تخلیق تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے پس وہ لوگ جو اس تاریخ کا حصہ ہیں اور تاریخ سازی میں معاون ہو رہے ہیں ابھی اس قابل نہیں ہیں (اگر ہم چاہیں بھی) کہ اس واقعہ کا اخلاقی استنباط کر سکیں یا پیچھے مڑ کر ماضی کے اس تسلسل کا جائزہ لیں جو اس اہم واقعہ پر منتج ہوا۔

تاریخ کبھی برفانی تودہ کی طرح بے حد سست رفتاری کے ساتھ حرکت کرتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور کبھی تیز رو چشمہ کی طرح آگے بڑھتی ہے۔ ابھی ابھی دنیا کے اسی حصہ میں ہماری متحدہ کوششوں نے برف پگھلائی ہے اور بہاؤ سے کچھ رکاوٹوں کو دور کر کے پوری رفتار سے آگے بڑھا دیا ہے۔ اب پیچھے مڑ کر دیکھنے کا وقت نہیں ہے۔ صرف آگے دیکھنے کا وقت آ پہنچا ہے۔

میں ان بڑے آدمیوں یعنی آپ کے رہنماؤں کو خراج عقیدت پیش کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے انتقال اقتدار کے لئے ایک پر امن حل تلاش کرنے میں تعاون کیا ہے۔

یہاں میں مسٹر جناح کو خراج تحسین پیش کرنا چاہوں گا۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ہمارے گہرے ذاتی روابط اور ان کے نتیجے میں پیدا ہونے والے باہمدگر اعتماد اور مفاہمت مستقبل میں اچھے تعلقات کے لئے نیک شگون ہیں۔ میں انہیں آپ کے گورنر جنرل کی حیثیت سے خوش آمدید کہتا ہوں۔ میری پر خلوص اور نیک تمنائیں ان کے ساتھ ہیں۔

اخلاقی جرات' انسانی عظمت کا سب سے بڑا معیار ہے۔ ان لوگوں نے حقیقتاً بڑے پیمانے پر اخلاقی جرات کا مظاہرہ کیا ہے۔ جنہوں نے پر امن

حل اور سمجھوتے کی اہم ضرورت کو اپنی ان امنگوں، خواہشات اور مطالبات سے مقدم رکھا جس پر ان کا پختہ عقیدہ تھا اور جنہیں وہ عزیز رکھتے تھے۔

میں دوسرے لوگوں کی مدد کو بھی تسلیم کرنا چاہتا ہوں ان لوگوں کی، جنہوں نے مذاکرات کے دوران مشورہ دیا اور دست تعاون دراز کیا۔ ان لوگوں کی جنہوں نے انتہائی مشکل حالات میں ملک کے نظم و نسق کو سنبھالے رکھا اور ان لوگوں کی جنہوں نے برصغیر کی تقسیم کے بے شمار مسائل کو حل کرنے میں دن رات محنت کی یہ سب کچھ سخت جدوجہد اور بڑی کاوشوں کے بعد حاصل ہوا ہے کاش میں کہہ سکتا کہ یہ سب اشک فشانی اور خون خرابے کے بغیر حاصل ہوا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس سلسلے میں بڑے بھیانک جرائم سرزد ہوئے ہیں۔ یہاں اس امر کا اظہار جائز ہو گا کہ اگر عوام کی اکثریت اپنے رہنماؤں کی جدوجہد میں معاون نہ ہوتی یا اس اپیل پر کان نہ دھرتی جو مسٹر جناح اور مہاتما گاندھی نے متفقہ طور پر کی تھی اور جسے مستقبل کی حکومتوں نے پارٹیشن کونسل کے بیان کے ذریعے بار بار دھرایا تھا، تو اس سے کہیں زیادہ خوفناک واقعات رونما ہو سکتے تھے۔

کیا میں آپ کو اس بیان کے کلمات کی یاد دہانی کراؤں؟ دونوں حکومتوں نے اعلان کیا کہ ”ان کی حکومت عزم کئے ہوئے ہے کہ تمام شہریوں کے جائز حقوق اور مفادات کا تحفظ کیا جائے گا۔ اس میں کسی مذہب، فرقے یا جنس کی تفریق نہیں ہو گی۔ تمام لوگ اپنے شہری حقوق حاصل کرنے میں یکساں سمجھے جائیں گے اور دونوں مملکتیں اپنے اپنے علاقوں میں بسنے والے لوگوں کو ان کے حق آزادی کا یقین دلائیں گی۔ مثلاً انہیں گفتار کی آزادی ہو گی۔ انہیں انجمن بنانے کی آزادی ہو گی، انہیں اپنے طرز پر عبادت کرنے کی آزادی ہو گی اور یہ کہ ان کی زبان اور ثقافت کا تحفظ کیا جائے گا۔ دونوں حکومتیں اس بات کا بھی ذمہ لیتی ہیں کہ ان

لوگوں کے ساتھ جو 15 اگست سے پہلے ان کے سیاسی حریف تھے کوئی تفریقی برتاؤ نہیں ہو گا ان الفاظ کی پاسداری کا مطلب یہ ہو گا کہ انسانی آبادی کے پانچویں حصہ کو پروانہ آزادی مل گیا ہے۔

کچھ دن ہوئے میں لاہور گیا تھا ان رپورٹوں کے مطابق جو مجھے ملی تھیں مجھے خدشہ تھا کہ مجھے بے پناہ تباہی کا منظر دیکھنے کو ملے گا۔ آپ میں سے وہ لوگ جو لاہور نہیں گئے ہیں۔ یہ سن کر سکون کا سانس لیں گے کہ تباہی اس سے کہیں کم تھی جتنا میں خیال کر رہا تھا۔ سارے میونسپل علاقے میں ہزار میں سے اٹھارہ مکانات سے زیادہ نہ ہوں گے جو اس تباہی سے متاثر ہوئے ہوں۔ یہ کہنے سے میری مراد اس پاگل پن پر پردہ ڈالنا یا اس جرم کی نوعیت کو کم کرنا نہیں ہے جس نے بے اندازہ نقصان پہنچایا ہے۔ بلکہ میں ان لوگوں کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے لاہور کو مکمل تباہی سے بچا لیا پولیس اور آگ بجھانے والے عملے کو' فوجیوں اور سول انتظامیہ کو اور ان تمام شہریوں کو بھی خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے خدمت خلق کے جذبے سے سرشار ہو کر تخریب کاری کا مقابلہ کر کے شہر کو برباد ہونے سے محفوظ رکھا اور ان کی بھی تعریف کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے جائے حادثہ پر ظلم و ستم کا نشانہ بننے والے مظلوم انسانوں کی مرہم پٹی اور دیکھ بھال کرنے میں پوری پوری مدد کی۔ میری خواہش ہے کہ آپ بھی ان سب کو خراج تحسین پیش کریں۔ خدمت خلق کا نصب العین جس نے ان خواتین و حضرات میں کام کرنے کی تحریک پیدا کی تعاون اور مفاہمت کا وہ جذبہ جس نے آپ کے رہنماؤں میں ایک نئی روح پھونکی' یہی وہ سیاسی اور تمدنی خوبیاں ہیں جو کسی قوم کو عظیم بناتی ہیں۔ اور اسے عظمت کے مرتبہ پر برقرار رکھتی ہیں۔ میری دعا ہے کہ آپ ان خوبیوں پر ہمیشہ عمل کرتے رہیں۔ اب وقت آ پہنچا ہے کہ میں سلطنت انگلشیہ کی طرف سے' اپنے ملک کی طرف سے اور خود اپنی طرف سے آپ کو خدا حافظ کہوں۔ میں اپنی اہلیہ کی طرف سے بھی آپ کو خداحافظ کہتا ہوں جو

پاکستانی خواتین کو ہمیشہ یاد رکھیں گی۔ اور ان کے لئے دعاگو رہیں گی۔ دو دوست جدا ہو رہے ہیں جنہوں نے آپس میں اختلاف رکھتے ہوئے بھی ایک دوسرے کی عزت اور تعظیم کرنا سیکھا ہے۔ یہ مستقل جدائی نہیں ہے اور میں یہ سوچ کر خوش ہوں کہ یہ ان کی رفاقت اور دوستی کا خاتمہ بھی نہیں ہے میرے بہت سے ہم وطن کئی نسلوں سے یہاں پیدا ہوئے' یہیں زندگی گزاری اور بہت سے یہیں مرے بھی ہوں گے۔ کچھ یہاں تجارتی اغراض و مقاصد سے رہ جائیں گے کچھ سرکاری ملازمت اختیار کرلیں گے اور کچھ فوج میں شامل ہو جائیں گے اور یہ سب اس بات میں اپنی عزت افزائی سمجھتے ہیں کہ انہیں آپ کی خدمت کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

برطانوی اور ہندوستانی باشندوں کی صدیوں کی رفاقت کے دوران برطانوی باشندے طرز زندگی' رسم و رواج' گفتگو اور خیالات' ہندوستان کی معاشرت' رہن سہن اور زبان سے بڑی حد تک غیر محسوس طریقے سے متاثر ہوئے ہیں۔

کیا میں آپ کو یاد دلاؤں کہ تقریباً" چار سو سال پہلے جب ایسٹ انڈیا کمپنی کو پروانہ تجارت ملا تو آپ کا عظیم شہنشاہ اکبر یہاں تخت پر متمکن تھا۔ اس کے دور حکومت میں اتنی سیاسی اور مذہبی رواداری تھی کہ جو نہ اس سے پہلے اور نہ کبھی اس کے بعد دیکھی گئی۔ میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہ ایک ایسی مثال تھی جس سے ہمارے عوام اور انتظامیہ کی کئی نسلیں متاثر ہوتی رہی ہیں۔ اکبر اعظم کی روایات پر برطانوی اور ہندوستانی باشندوں نے ہمیشہ استقامت کے ساتھ عمل نہیں کیا۔ لیکن میں اس دنیا کی خاطر دعا کرتا ہوں کہ ہم آنے والے برسوں میں اس عظیم بادشاہ کے سکھائے ہوئے اصولوں پر سختی سے عمل پیرا ہوں خدا کرے کہ پاکستان ہمیشہ خوشحالی کی راہ پر گامزن رہے اور اس کے باشندے تندرست اور خوش و خرم رہیں اس کی حدود میں علم اور امن کی روشنی پھیلے اور یہ ملک اپنے پڑوسیوں اور دنیا کی تمام اقوام کے ساتھ دوستی کو برقرار رکھے"۔

آپ نے جوابی تقریر میں فرمایا۔

عزت ماب!

میں اپنی اور مجلس قانون ساز پاکستان کی جانب سے ملک معظم کے مشفقانہ پیغام کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

مجھے علم ہے کہ ہمارے سامنے بڑی ذمہ داریاں ہیں۔ جن سے ہمیں عہدہ برآ ہونا ہے۔ اور قدرتی امر ہے کہ میں انہیں جذبات و احساسات کا اعادہ کروں گا جس کا اظہار ملک معظم نے کیا ہے۔ ہم ان کے تعاون اور ہمدردی کی یقین دہانی کو استحسان کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور میں توقع کرتا ہوں کہ آپ برائے مہربانی ہماری طرف سے ان کے لئے بہ حیثیت تاجدار سلطنت اور پوری برطانوی قوم کے لئے ہماری دوستی اور خیر سگالی کے جذبات ملک معظم تک پہنچا دیں گے۔

عزت ماب! میں پاکستان کے مستقبل کے لئے آپ کے جذبہ خیر سگالی اور آپ کی نیک تمناؤں کے اظہار کے لئے آپ کا شکر گزار ہوں۔ ہماری مسلسل کوشش یہ ہو گی کہ ہم پاکستان میں بسنے والے تمام فرقوں اور گروہوں کی فلاح و بہبود کے لئے کام کریں اور مجھے امید ہے کہ ہر شخص میں خدمت خلق کے اعلیٰ نصب العین کو ابھارا جا سکتا ہے۔ اور پھر وہ تعاون کے جذبہ سے سرشار ہوں گے اور وہ ان سیاسی اور تمدنی خوبیوں کو اجاگر کریں گے جو کسی قوم کو عظیم بناتی ہیں۔

میں ایک مرتبہ پھر آپ کی مہربانی اور نیک خواہشات کے لئے آپ کا اور لیڈی ماؤنٹ بیٹن کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ہم یقیناً دوستوں کی طرح جدا ہو رہے ہیں اور میں پورے خلوص کے ساتھ متوقع ہوں کہ ہم دوست رہیں گے۔ میں یہ کہنا پسند کروں گا کہ ہم اس جذبہ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جس کے تحت ان لوگوں نے جو فی الحال سرکاری محکموں یا فوج میں ملازم ہیں اور دوسرے لوگوں نے بے دریغ اپنی خوشی اور رضا مندی سے پاکستان کی خدمت کرنے کے لئے خود کو عارضتاً" رضاکارانہ طور پر پیش

کر دیا ہے۔ ہم انہیں پاکستان کے ملازم ہونے کی حیثیت سے خوش رکھیں گے اور ان کے ساتھ مساوی برتاؤ کیا جائے گا۔

وہ خیر سگالی اور رواداری جس کا اظہار اکبر اعظم نے غیر مسلموں سے کیا، کوئی حال کی بات نہیں ہے۔ اس کی ابتداء پندرھویں صدی پہلے ہوئی جب ہمارے پیغمبر نے صرف زبانی ہی نہیں بلکہ عملاً یہودیوں اور عیسائیوں پر فتح پانے کے بعد اس سے حسن سلوک کا مظاہرہ کیا۔ آپؐ نے ان کے دین اور عقیدوں کے بارے میں انتہائی رواداری، لحاظ اور احترام کا اظہار کیا۔ مسلمانوں کی ساری تاریخ، جہاں بھی انہوں نے حکومت کی، شرافت اور انسان دوستی کے ان عظیم اصولوں سے بھری پڑی ہے جن پر ہمیں عمل پیرا ہونا چاہئے۔ آخر میں، میں پاکستان کے لئے آپ کی نیک خواہشات کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم اپنے ہمسایہ ملکوں اور دنیا کی تمام اقوام کے ساتھ جذبہ دوستی و خیر سگالی کے اظہار میں تامل نہیں کریں گے"۔

14 اگست 1947ء کو پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ 15 اگست کو قائد اعظم نے پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے حلف اٹھایا لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سر عبدالرشید نے ان سے حلف لیا۔ حلف کے الفاظ یہ تھے۔

"میں محمد علی جناح قانون کے مطابق قائم ہونے والے پاکستان دستور، حکومت سے سچی عقیدت اور وفاداری کا عہد مصمم کرتا ہوں اور میں عہد کرتا ہوں کہ میں پاکستان کے گورنر جنرل کی حیثیت سے شہنشاہ معظم جارج ششم اور ان کے ولی عہدوں اور جانشینوں کا وفادار رہوں گا"۔

قائداعظم محمد علی جناح نے یوم آزادی کے سلسلے میں 15 اگست 1947ء کو ریڈیو پاکستان سے پہلی بار خطاب فرمایا ان کی تقریر کا متن یہ ہے۔

اہالیان پاکستان!

میں انتہائی مسرت اور قلبی احساس کے ساتھ آج آپ کی خدمت میں تہنیت پیش کرتا ہوں یہ دن ہماری آزاد اور خود مختار مملکت "پاکستان" کے

وجود میں آنے کا دن ہے۔ یہ دن مسلم قوم کی تقدیر کی بار آوری کا دن ہے۔ جس نے اپنا وطن حاصل کرنے کے لئے گذشتہ کئی برسوں میں بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں۔

اس انتہائی اہم ساعت میں میرا دل ہماری جنگ آزادی کے ان تمام دلیر مجاہدوں کی یاد سے پر ہے۔ جنہوں نے پاکستان کو ایک زندہ حقیقت بنانے کے لئے اپنا سب کچھ یہاں تک کہ اپنی جانیں تک قربان کر دی ہیں۔ میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ پاکستان ہمیشہ ان کا ممنون رہے گا۔ اور اپنے ساتھیوں کو جو ہم میں نہیں رہے ہمیشہ دل میں یاد رکھے گا۔ اس نئی مملکت کے قائم ہو جانے سے پاکستان کے شہریوں پر زبردست ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ انہیں اب یہ موقع حاصل ہوا ہے کہ دنیا پر ثابت قدم ہو کر یہ دکھادیں کہ کس طرح ایک ایسی قوم جو مختلف عناصر پر مشتمل ہے آپس میں مل جل کر صلح و آشتی کے ساتھ رہتی ہے اور دین اور ذات کا امتیاز کئے بغیر اپنے تمام شہریوں کے لئے یکساں فلاح و بہبود کا کام کرتی ہے۔

ہمارا مطمع نظر امن ہونا چاہئے اندرون ملک بھی اور بیرون ملک بھی ہم صلح و امن کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ اور اپنے قریبی پڑوسیوں کے ساتھ اور ساری دنیا کے ساتھ خوشگوار اور دوستانہ تعلقات قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ ہم کسی کے خلاف بھی جارحانہ عزائم نہیں رکھتے۔ ہم اقوام متحدہ کے منشور کے پابند ہیں۔ اور عالمی امن اور خوش حالی کے فروغ کے لئے خوش دلی کے ساتھ اپنی بساط بھر کوشاں رہیں گے۔

آیئے آج کے دن ہم اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی نعمتوں کا شکر بجا لائیں اور دعا کریں کہ وہ ہمیں ان کے اہل ثابت ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آج کا دن ہماری قومی تاریخ کی تلخیوں سے بھرپور دور کے اختتام کا یادگار دن ہے۔ اور آج ہی ہمارے نئے شاندار اور پروقار عہد کا آغاز ہوتا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے قول و فعل اور طرز فکر سے اقلیتوں پر یہ ثابت کر دیں کہ اگر وہ ان فرائض کو پورا کرتے رہے جو ان پر پاکستان کے وفادار

شہریوں کی حیثیت سے عائد ہیں تو انہیں کبھی کسی قسم کا خوف و خطرہ نہیں ہونا چاہئے۔

ہم اپنی سرحدوں کے حریت پسند قبائل اور سرحدوں سے پرے کی مملکتوں کے باشندوں کی خدمت میں تہنیت پیش کرتے ہیں اور انہیں یقین دلاتے ہیں کہ پاکستان ان کا ہمیشہ احترام کرے گا اور قیام امن کے سلسلے میں ان کے ساتھ ہمیشہ دوستانہ تعاون کرتا رہے گا۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم خود بھی باعزت طور پر زندگی بسر کریں اور دوسرے بھی۔ اس سے زیادہ ہماری کوئی تمنا نہیں ہے۔

آج جمعتہ الوداع ہے رمضان کے مبارک مہینے کا آخری جمعہ۔ آج کا دن ہم سب کے لئے جہاں جہاں بھی ہوں اس وسیع براعظم میں ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں کے لئے شادمانی کا دن ہے ہمیں چاہئے کہ آج تمام مساجد میں اللہ تعالیٰ کے حضور سر بسجود ہو کر اس کی ابدی رحمتوں اور بخششوں کا شکر بجا لائیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں پاکستان کو ایک عظیم مملکت بنانے کے لئے اور ہم کو اس کا شہری بنانے کے لئے اپنی ہدایت اور نصرت سے سرفراز فرمائے۔

میرے عزیز ہم وطنو! میں آخر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ پاکستان کی سرزمین بے کراں وسائل سے مالا مال ہے لیکن اسے ایک ایسا ملک بنانے کے لئے جو مسلم قوم کے شایان شان ہو۔ ہمیں اپنی تمام قوتوں کی آخری رمق تک بروئے کار لانی ہو گئی اور مجھے بھروسہ ہے کہ آپ سب اس کے لئے دل و جان سے تیار ہوں گے"

قائد اعظم محمد علی جناح نے پاکستان کی جس پہلی کابینہ کی تشکیل فرمائی اور جس سے پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان نے حلف لیا اس میں شامل وزراء کے نام حسب ذیل ہیں۔

نام	وزارت
1- نوابزادہ لیاقت علی خان	وزارت عظمیٰ' امور خارجہ'

دولت مشترکہ اور دفاع

2- سردار عبدالرب نشتر — وزیر مواصلات

3- راجہ غضنفر علی خان — وزیر خوراک' زراعت اور صحت

4- فضل الرحمان — وزیر تعلیم اور امور داخلہ

5- ابراہیم اسماعیل چندریگر — وزیر تجارت صنعت اور ورکس

6- ملک غلام محمد — وزیر مالیات

7- جوگندر ناتھ منڈل — وزیر قانون

قائداعظم کا لفظ سب سے پہلے دہلی کے سہ روزہ اخبار "الامان" نے شائع کیا۔ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے 15 اگست 1947ء کو محمد علی جناح کے لئے قائد اعظم کا سرکاری خطاب منظور کیا۔ سب سے پہلے محمد علی جناح کو مظہرالدین نے قائداعظم کہا۔

18 اگست 1947ء بحیثیت گورنر جنرل آپ نے قوم کے نام عید کا پیغام دیتے ہوئے فرمایا۔

"اس میں شک نہیں کہ ہم نے پاکستان حاصل کر لیا ہے۔ لیکن یہ تو محض آغاز ہے۔ اب بڑی بڑی ذمہ داریاں ہمارے کندھوں پر آن پڑی ہیں۔ اور جتنی بڑی ذمہ داریاں ہوں' اتنا ہی بڑا ارادہ اتنی ہی عظیم جدوجہد کا جذبہ ہم میں پیدا ہونا چاہئے۔ پاکستان حاصل کرنے کے لئے جو قربانیاں دی گئی ہیں جو کوششیں کی گئیں ہیں پاکستان کی تشکیل و تعمیر کے لئے بھی کم از کم اتنی ہی قربانیاں دینا اور کوششیں کرنا پڑیں گی۔

حقیقی معنوں میں ٹھوس کام کا وقت آ پہنچا ہے۔ اور مجھے پورا پورا یقین ہے کہ مسلمانوں کی ذہانت و فطانت اس بار عظیم کو آسانی سے برداشت کرے گی اور اس بظاہر پیچیدہ اور دشوار گذار راستے کی تمام مشکلات کو آسانی سے جھیلے گی"۔

24 اکتوبر 1947ء کو آپ نے قوم کے نام عید الضحیٰ کا پیغام دیا۔ 30 اکتوبر 1947ء کو پنجاب یونیورسٹی کے کھلے میدان میں قوم سے خطاب فرمایا۔ 23 جنوری 1948ء کو

بحری بیڑہ (ولاور) کا افتتاح کیا۔ قائد نے 25 جنوری 1948ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نذرانہ عقیدت ان الفاظ میں پیش کیا۔

''آج ہم یہاں دنیا کی عظیم ترین ہستی کو نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ آپؐ کی عزت و تکریم کروڑوں عام انسان ہی نہیں کرتے بلکہ دنیا کی تمام عظیم شخصیتیں آپؐ کے سامنے سر جھکاتی ہیں۔ میں ایک عاجز ترین' انتہائی خاکسار' بندہ ناچیز اتنی عظیم ، عظیموں کی بھی عظیم ہستی کو بھلا کیا اور کیسے نذرانہ عقیدت پیش کر سکتا ہوں۔ رسول اکرمؐ عظیم مصلح تھے' عظیم رہنما تھے' عظیم واضع قانون دان تھے۔ عظیم سیاست دان تھے۔ عظیم حکمران تھے''۔

14 فروری 1948ء کو سبی کے دربار میں شرکت فرمائی اور 21 مارچ 1948ء کو ڈھاکہ میں تین لاکھ کے مجمع سے خطاب فرمایا۔ یکم جولائی 1948ء کو اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی بنیاد رکھی۔ اس کی ابتدا تین کروڑ روپے کے قلیل سرمائے سے کی گئی اس کے وجود میں آنے سے انتقال زر کی سہولتیں میسر آئیں اور ملکی صنعت کو فروغ ملا' سٹیٹ بینک آف پاکستان میں مرکزی حکومت نے 51 فیصد اور دیگر صنعت کاروں نے 49 فیصد سرمایہ کاری کی۔ اس موقع پر مندوبین خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

''مسٹر گورنر' ڈائریکٹران بینک دولت پاکستان و خواتین و حضرات!

دولت پاکستان بینک کا افتتاح مالیات کے بعد اس میں ہماری خود مختاری کی علامت ہے اور آج یہاں رسم افتتاح ادا کرنے کی غرض سے اپنی موجودگی پر مجھے بڑی مسرت ہوئی ہے گذشتہ سال اگست میں پاکستان کے قیام کے ساتھ ساتھ ہمارے اپنے بینک کا قیام قابل عمل نہیں سمجھا گیا تھا۔ ایک ایسے ادارے کے وجود میں آنے سے پیشتر جو نوٹ جاری کرنے اور بینکنگ جیسے فنی اور نازک کام کا ذمہ دار ہو۔ بہت سا ابتدائی کام ضروری ہے۔ اس تیاری کی غرض سے پاکستان نظام زر اور ریزرو بینک آرڈر 1947ء کے تحت قرار دیا گیا تھا۔ 30 ستمبر 1948ء تک ریزرو بینک آف انڈیا پاکستان میں

کرنسی اور بینکنگ کے کام کا ذمہ دار ہو گا بعد میں محسوس کیا گیا کہ ہمارے ملک کا بہترین مفاد اسی میں ہے کہ جتنی جلدی ممکن ہو۔ ریزرو بینک آف انڈیا کو پاکستان میں اس کے فرائض سے سبکدوش کر دیا جائے چنانچہ حکومت ہند اور ریزرو بینک کی رضامندی سے یہ فرائض ایک پاکستانی ادارے کو منتقل کرنے کی تاریخ تین مہینے تک مقرر کر دی گئی ساتھ ہی یہ بھی طے پایا کہ ہماری کرنسی اور بینکنگ کے کام کا انتظام کرنے کے لئے کسی دوسرے ادارہ کی بجائے بہتر یہی ہے کہ پاکستان کا ایک مرکزی بینک قائم کیا جائے اس فیصلہ کے بعد پاکستان میں اس کام کے جاننے والوں کے چھوٹے سے گروہ کے پاس ابتدائی امور کی تکمیل کے لئے بہت کم وقت رہ گیا مگر انہوں نے اپنی انتھک کوشش اور سخت محنت سے اپنا کام مقررہ تاریخ تک ختم کر لیا اور یہ ان کے لئے نہایت قابل فخر امر ہے۔ میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہم سب ان کی محنت کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

مسٹر گورنر!

جیسا کہ آپ نے تذکرہ کیا ہے۔ غیر منقسم ہندوستان میں بینکنگ کے کام پر غیر مسلم چھائے ہوئے تھے اور پاکستان سے ان کے چلے جانے سے ہماری نوزائیدہ مملکت کی اقتصادی زندگی میں بہت کچھ خلل واقع ہو گیا ہے۔ تجارت اور صنعت کے نظام کو عمدگی کے ساتھ چلانے کے لئے یہ لازمی ہے کہ غیر مسلموں کے چلے جانے سے جو خلاء پیدا ہو گیا ہے اسے بغیر کسی تاخیر کے پر کیا جائے۔ مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ پاکستانی افراد کو بینکنگ کی ٹریننگ دینے کی سکیمیں بنائی گئی ہیں۔ میں ان سکیموں کی ترقی کو دلچسپی سے دیکھتا رہوں گا اور مجھے یقین ہے کہ تمام متعلقہ اشخاص اور ادارے جن میں بینکنگ اور یونیورسٹیاں بھی شامل ہیں ان سکیموں کو ترقی دینے میں بینک دولت پاکستان کے ساتھ اشتراک کریں گے۔ بینکنگ ایک نیا اور وسیع میدان ہے۔ جس میں ہمارے نوجوانوں کی ذہانت بھرپور جوہر دکھا سکتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بڑی تعداد میں ٹریننگ کی مجوزہ سہولتوں سے فائدہ

اٹھانے کی غرض سے آگے آئیں گے۔ اس طرح وہ نہ صرف اپنے آپ کو فائدہ پہنچائیں گے بلکہ اپنی مملکت کو خوشحال بنانے میں بھی امداد دیں گے۔ بینک دولت پاکستان کو ہمارے ملک کی اقتصادی زندگی سدھارنے کے سلسلے میں جو اہم خدمات انجام دینی ہوں گی ان پر مجھے تفصیلی بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس بینک کی زر کی پالیسی کا پاکستان کے اندر اور بیرونی دنیا کے ساتھ ہماری تجارت اور کاروبار پر براہ راست اثر پڑے گا اور ہماری اس کے سوا اور کیا خواہش ہو سکتی ہے کہ آپ کی پالیسی سے پیداوار میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہو اور آزادی کے ساتھ تجارت ہو سکے۔ ہمارے موجودہ اقتصادی مسائل پر جنگ کے زمانہ میں جو مالیاتی پالیسی اختیار کی گئی اس کا بڑی حد تک اثر پڑا ہے۔ اخراجات زندگی غیر معمولی طور پر بڑھ جانے سے سماج کا غریب طبقہ جس میں مقررہ آمدنی رکھنے والے لوگ بھی شامل ہیں بری طرح متاثر ہوا اور یہ امر کافی حد تک بے چینی کا موجب ہے جو اس وقت ملک میں پائی جاتی ہے حکومت پاکستان کی پالیسی یہ ہے کہ قیمتیں ایسی ہوں جو صارف اور مال تیار کرنے والے دونوں کے لئے منصفانہ ہوں مجھے امید ہے کہ اس نازک مسئلہ کو کامیابی کے ساتھ حل کرنے کے لئے آپ اس مہم پر جدوجہد کریں گے۔

آپ کا شعبہ تحقیقات بینکنگ کے طریقوں کو اسلام کے مقرر کردہ سماجی اور اقتصادی اصولوں کے معیار پر لانے کے سلسلے میں جو کام کرے گا میں اسے بڑی دلچسپی کے ساتھ دیکھتا رہوں گا۔ مغرب کے اقتصادی نظام نے بنی نوع انسان کے لئے ایسے ایسے مسائل پیدا کر دئے ہیں جو کسی طرح حل ہونے میں نہیں آتے۔ اور ہم میں سے بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا اس وقت جس تباہی سے دوچار ہے اس سے اسے کوئی معجزہ ہی بچا سکتا ہے۔ یہ نظام انسان' انسان کے درمیان انصاف کرنے اور بین الاقوامی چپقلش کو رفع کرنے میں ناکام رہا ہے۔ اس کے برعکس یہی نظام پچھلی نصف صدی میں دو عالمگیر جنگوں کا بڑی حد تک ذمہ دار ہے۔ مغربی دنیا جو

مشینوں اور صنعتی صلاحیتوں کی مالک ہے اپنی بعض خوبیوں کے باوجود اس وقت جس ابتر حالت میں ہے اس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ للذا ہمارے لئے عوام کی خوشحال اور فارغ البال بنانے کے مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے مغرب کے اقتصادی نظام کے نظری اور عملی طریقے کا اختیار کرنا بے سود ہو گا۔ ہمیں چاہئے کہ ہم ایک نئی راہ عمل اختیار کریں اور دنیا کے سامنے ایک ایسا اقتصادی نظام پیش کریں جو انسانی اخوت اور سماجی انصاف کے صحیح اسلامی نظریات پر مبنی ہو۔ اس طرح ہم اپنی ذمہ داری ادا کر سکیں گے جو ہم پر مسلمان ہونے کی حیثیت سے عائد ہوتی ہے اور عالم انسانی کو امن کا وہ تنہا پیغام دے سکیں گے جو اسے تباہی سے بچا سکتا ہے اور اس کی خوشحالی بہتری اور ترقی کا موجب ہو سکتا ہے۔

خدا کرے کہ بینک دولت پاکستان کو ترقی نصیب ہو اور وہ ان اعلیٰ مقاصد کو پورا کرے جو اس کے سامنے ہیں۔

مسٹر گورنر!

اب میں آخر میں آپ کا آپ کے رفقائے کار کا اور ان معزز مہمانوں کا جن کی اس تقریب میں موجودگی ان کے جذبہ خیر خواہی کی دلیل ہے اپنے پر جوش استقبال کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس عزت افزائی کا بھی ممنون ہوں کہ آپ نے بینک دولت پاکستان کے افتتاح کی یہ تاریخی تقریب ادا کرنے کی مجھے دعوت دی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ بینک بڑھتے بڑھتے ہمارا سب سے بڑا قومی ادارہ ہو جائے گا اور ساری دنیا میں اپنے فرائض پوری کامیابی کے ساتھ انجام دے گا۔

(یہ تقریر بانی پاکستان کی زندگی کی آخری تقریر تھی۔)

14 جولائی 1948ء کو آپ بغرض صحت زیارت تشریف لے گئے۔ کرنل الٰہی بخش، ڈاکٹر ریاض علی شاہ' ڈاکٹر محمد علی مستری اور ڈاکٹر محمد اشرف عطا آپ کے خصوصی معالج رہے۔ آپ کا وزن 112 پاؤنڈ تھا جب کہ آخری دنوں میں صرف 70 پاؤنڈ رہ گیا تھا۔ 11 ستمبر 1948ء کو بذریعہ ہوائی جہاز واپس کراچی تشریف لائے اور اسی شب دس

بج کر پینتالیس منٹ پر آپ انتقال فرما گئے۔ اناللہ وان الیہ راجعون۔ اس وقت آپ کی عمر 71 سال 8 ماہ اور 16 دن تھی۔ آپ قیام پاکستان کے بعد ایک سال 27 دن زندہ رہے۔ آپ کی نماز جنازہ مولانا شبیر احمد عثمانی نے پڑھائی۔ آپ کی نماز جنازہ میں چار لاکھ فرزندان توحید نے شرکت کی اور چالیس روز تک سوگ منایا گیا۔ آپ کے آخری الفاظ تھے۔ اللہ ....پاکستان۔

آپ کا مزار کراچی میں ایم اے جناح روڈ پر واقع ہے۔ مزار کے لئے جگہ کا انتخاب کراچی کے کمشنر سید ہاشم رضا نے کیا۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں پر قیام پاکستان کے وقت مہاجرین نے جھونپڑیاں ڈالی تھیں۔ سنگ بنیاد 8 فروری 1960ء کو اسوقت کے صدر پاکستان محمد ایوب خان نے رکھا۔ سنگ مرمر مردان سے منگوایا گیا۔ مزار کا نقشہ بمبئی کے ماہر تعمیرات یحییٰ مرچنٹ نے تیار کیا۔ اور حتمی منظوری محترمہ فاطمہ جناح نے دی۔ 31 جولائی 1960ء کو تعمیر شروع ہوئی۔ مزار کا کل رقبہ 6500 مربع گز تھا۔ 31 مئی 1976ء کو بھٹو دور حکومت میں قومی اسمبلی اور سینٹ نے رقبہ کے اضافے کا قانون منظور کیا۔ قائد کی قبر آٹھ فٹ گہرے تہ خانے میں ہے۔ آپ کی لحد کے کٹہرے کی لمبائی 13 فٹ 3 انچ اور چوڑائی 8 فٹ 10 انچ ہے۔ حاضری دینے کے لئے دو دروازے ہیں ایک عوام کے لئے اور دوسرا سرکاری حکام اور غیر ملکی سربراہان کے لئے مخصوص ہے۔ مقبرہ کے احاطہ میں لیاقت علی خان' سردار عبد الرب نشتر' نور الامین اور محترمہ فاطمہ جناح دفن ہیں۔ جب کہ بنیاد میں وصیت کے مطابق قرار داد پاکستان کی دستاویزات' قائد کی مختصر سوانح حیات اور پرانے سکے دفن کئے گئے ہیں۔ مقبرہ کا بیرونی قطر 72 فٹ اور گنبد کا اندر سے قطر 70 فٹ ہے۔ گنبد کا اندر سے رنگ ہلکا نیلا ہے۔ گنبد سطح زمین سے 120 فٹ اونچا ہے - اور چاروں میناروں پر 37 سرچ لائیٹس نصب ہیں۔ 29 جنوری 1970ء کو چو۔ این لائی کے دور حکومت میں تین ٹن وزنی فانوس مسلم ایسوسی ایشن چین نے مزار کے لئے بھیجا جس کی لمبائی 15 فٹ اور اس کے نیچے 17 ستارے لگے ہوئے ہیں۔ مزار کے تعویذ پر سورۃ الفتح کی ایک آیت اور سورۃ نصر پوری لکھی ہوئی ہے۔ یہ خطاطی کا کام کراچی کے مشہور خطاط جناب عبدالحمید دہلوی نے کیا۔

نوابزادہ لیاقت علی خان

نوابزادہ لیاقت علی خان یکم اکتوبر 1898ء کو کرنال (بھارت) میں نواب رستم علی خان کے گھر پیدا ہوئے سلسلہ نسب نوشیروان عادل شاہ ایران سے ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور 1918ء میں ایم۔ اے۔او کالج علی گڑھ سے بی۔اے کیا اور بعد ازاں الہ آباد یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی۔ آکسفورڈ سے ایم۔ اے کیا 1922ء میں بیرسٹری کی ڈگری لی۔ لیاقت علی خان کی پہلی شادی 1914ء میں جہانگیر بیگم کے ساتھ ہوئی دوسری شادی بیگم رعنا سے ہوئی۔ ان کے تین صاحبزادے ہیں۔

انگلستان میں قیام کے دوران انہوں نے سیاست میں گہری دلچسپی لی اور ہندوستان سوسائٹی کے خزانچی منتخب ہوئے 1923ء میں آل انڈیا مسلم لیگ میں شامل ہو گئے 1926ء سے 1947ء تک مسلم لیگ کے سیکرٹری رہے 1918ء میں ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ سے بی۔ اے کیا۔ 26 دسمبر 1943ء کو کراچی میں آل انڈیا مسلم لیگ کے ایک اجلاس سے خطاب فرماتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے لیاقت علی خان کے بارے میں فرمایا۔

"لیاقت علی خان میرے دست راست ہیں جو تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کے لئے دن رات کام کرتے ہیں یہ حقیقت شائد چند افراد کو معلوم ہے کہ انہوں نے مسلم لیگ کے کام کا کتنا زیادہ بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا ہے۔ ان کے متعلق مجھے یہ کہتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ انہیں ہندوستان کے تمام مسلمانوں کا اعتماد حاصل ہے وہ نوابزادہ ضرور ہیں لیکن اپنی ذہنی ساخت کے لحاظ سے ایک عام آدمی ہیں میں امید کرتا ہوں کہ ملک کے دوسرے نواب اور جاگیردار بھی ان کی تقلید کریں گے"۔

1945ء میں شملہ کانفرنس میں مسلم لیگ کے نمائندے کی حیثیت سے حصہ لیا۔

1946ء میں حکومت ہند کے وزیر خزانہ رہے اور ہندوستان کے پہلے وزیر مالیات کی حیثیت سے مشہور تاریخی عوامی بجٹ پیش کیا۔ تحریک پاکستان میں ان کی خدمات کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا 15 اگست 1947ء کو پاکستان کے پہلے وزیراعظم کی حیثیت

ے حلف اٹھایا ان کی کابینہ کے ارکان کے نام یہ ہیں۔

لیاقت وزارت

1- نوابزادہ لیاقت علی خاں	وزیراعظم، امور خارجہ، دولت مشترکہ اور دفاع
2- ابراہیم اسماعیل چندریگر	تجارت، صنعت اور تعمیرات
3- ملک غلام محمد	خزانہ
4- سردار عبدالرب نشتر	مواصلات
5- راجہ غضنفر علی خان	خوراک، زراعت، صحت، مہاجرین و آبادکاری
6- جوگندرناتھ منڈل	قانون
7- فضل الرحمٰن	امور داخلہ، اطلاعات و نشریات، تعلیم آبادکاری، صنعت و تجارت
8- محمد ظفراللہ خاں	امور خارجہ، دولت مشترکہ
9- پیرزادہ عبدالستار	خوارک، زراعت، صحت، قانون اور محنت
10- خواجہ شہاب الدین	امور داخلہ، اطلاعات و نشریات، مہاجرین آبادکاری
11- مشتاق احمد گرمانی	بے محکمہ، امور کشمیر
12- سردار بہادر خان	مواصلات، صحت تعمیرات
13- نذیر احمد	صنعت
14- ڈاکٹر اے ایم مالک	صحت، تعمیرات، اقلیتی امور

وزرائے مملکت

1- ڈاکٹر محمود حسین	ریاستیں و سرحدی علاقے (نائب وزیر)
2- ڈاکٹر اشیاق حسین	مہاجرین و آبادکاری (نائب وزیر)
3- عزیزالدین	اقلیتی امور

نائب وزراء

-1	سردار محمد نواز خاں	دفاع ریاستیں سرحدی علاقے
-2	غیاث الدین پٹھان	مالیات

1950ء میں مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے۔ وزارت عظمیٰ پر تا وقت شہادت یعنی 16 اکتوبر 1951ء تک فائز رہے۔

23 فروری 1951ء کو پاکستان کی بری فوج کے چیف آف جنرل شاف میجر جنرل محمد اکبر خان (نشان امتیاز) کی رہائش گاہ پر ایک فوجی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں بظاہر تو کشمیر بھارت کے ناجائز قبضے اور جنگ بندی پر بحث ہوئی مگر 9 مارچ 1951ء کو وزیر اعظم کی طرف سے کہا گیا

"پاکستان کے دشمنوں کی تیار کردہ ایک سازش کا انکشاف ہوا ہے اس انکشاف کی غرض و غایت یہ تھی کہ متشدد ذرائع سے ملک میں ہلچل پیدا کی جائے حکومت کو اس سازش کا علم بروقت ہو گیا ہے چنانچہ آج 9مارچ کو سازش کے سرغنہ اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے جن میں میجر جنرل اکبر خان چیف آف دی جنرل شاف، بریگیڈیئر کمانڈر کوئٹہ، کیپٹن نیاز محمد ارباب، میجر ضیاء الدین، کیپٹن حسن خاں، لیفٹیننٹ ظفر اللہ، لیفٹیننٹ خضر حیات، کیپٹن محمد اسحاق، لیفٹیننٹ کرنل نذیر احمد، گروپ کیپٹن محمد خاں جنجوعہ، فیض احمد ایڈیٹر پاکستان ٹائمز، سجاد ظہیر، بیگم نسیم اکبر خاں، میجر خواجہ شریف، محمد حسین عطا، اور میجر خواجہ محمد یوسف شامل ہیں۔

سازش میں شریک دونوں اعلیٰ فوجی افسروں کو برطرف کر دیا گیا ہے۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ یہ سازش جڑیں پکڑنے سے پیشتر منکشف ہو گئی یقیناً" میری طرح پاکستان کے عوام کو بھی سازش کی اس اطلاع سے سخت صدمہ پہنچا ہو گا، لیکن مجھے یقین ہے کہ عوام اچھی طرح محسوس کریں گے کہ قومی تحفظ کے وجوہ کی بنا پر میرے لئے یہ بتانا ناممکن ہے کہ جو لوگ سازش میں شریک تھے ان کی سکیم کیا ہے میں اس موقع پر صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر خدانخواستہ ان لوگوں کی سکیم کامیاب ہو جاتی تو اس

سے ہماری قومی زندگی کی بنیاد پر کاری ضرب لگتی اور پاکستان کا استحکام درہم برہم ہو جاتا اگر یہ سازش ناکام ہو ئی ہے تو اس کا سہرا ان لوگوں کے سر ہے جو پاکستانی افواج کی سلامتی کے تحفظ کے ذمہ دار ہیں۔ یقیناً اس سازش کی ناکامی پاکستان کی مسلح افواج کے غیر متزلزل وفاداری کے لئے ایک خراج تحسین ہے جو چند شرانگیز غدار سازشیوں کی شرارت سے بالکل متاثر نہ ہوئے اور انہوں نے پاکستان کے ان دشمنوں کی ساری ناپاک کوششوں پر پانی پھیر دیا ہم سب کو ان کی چوکسی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے"۔

دستور ساز اسمبلی میں پیر زادہ عبدالستار کی طرف سے پیش کردہ ایک بل کی منظوری کے ذریعے 13 اپریل 1951ء کو اس کیس کی سماعت کے لئے ایک خصوصی ٹریبونل قائم کیا گیا۔ جو جسٹس عبدالرحمٰن، جسٹس چودھری محمد شریف اور جسٹس امیر الدین احمد پر مشتمل تھا۔ فرد جرم میں قتل، شاہ برطانیہ کو پاکستان سے جبراً محروم کرنے بھارت پر حملہ آور ہونے اور حاکم وقت کو اغوا کے منصوبے کا تذکرہ کیا گیا۔

میجر جنرل محمد اکبر خان اور ان کی اہلیہ کو 30 مئی 1951ء کو جسٹس محمد شریف کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ 15 جون 1951ء کو میجر خواجہ محمد یوسف اور لیفٹیننٹ کرنل صدیق راجا راولپنڈی سازش کیس کے سلطانی گواہ بن گئے 18 جون 1951ء کو مقدمہ میں استغاثہ کا بیان مکمل ہو گیا۔ یکم اگست 1951ء کو ملزمان کے وکیل زیڈ۔ ایچ لاری نے سرکاری گواہ پر جرح ختم کر دی۔ 5 جنوری 1953ء کو اس مقدمے کے فیصلے کا اعلان کر دیا گیا۔

ملزمان میں گیارہ فوجی اور چار شہری شامل تھے۔ میجر جنرل محمد اکبر خان کو بارہ سال قید کی سزا ہوئی اور ان کی اہلیہ کو بری کر دیا گیا بریگیڈیئر ایم لطیف کو پانچ سال، لیفٹیننٹ کرنل نذیر احمد کو برخواست عدالت قید کی سزادی گئی، کیپٹن نیاز محمد ارباب کو پانچ سال لیفٹیننٹ ظفراللہ کو چار سال، خضر حیات خاں کو چار سال، فیض احمد فیض کو چار سال، محمد حسین عطاء کو چار سال اور سجاد ظہیر کو چار سال قید با مشقت سنائی گئی۔

16 اکتوبر 1951ء کو سہ پہر راولپنڈی کمپنی باغ (موجودہ لیاقت باغ) میں مسلم لیگ کے زیر اہتمام ایک جلسہ عام ہو رہا تھا۔ جس میں وزیر اعظم نوابزادہ لیاقت علی خان

خطاب کرنے والے تھے تقریر سننے کے لئے تقریباً دو لاکھ افراد جلسہ گاہ پہنچ چکے تھے۔ تلاوت قرآن کے بعد مسلم لیگ کی رپورٹ پیش کی گئی اس کے بعد 4 بجکر 10 منٹ پر تقریر کرنے کے لئے لیاقت علی خان مائیک کے سامنے کھڑے ہوئے اور منہ سے "برادران اسلام " کے الفاظ ہی نکلے تھے کہ سٹیج کے سامنے نو دس گز کے فاصلے سے ایک سید اکبر نامی بدبخت شخص نے ان پر ریوالور سے گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ دو گولیاں ان کے سینے میں اتر گئیں۔ وزیراعظم پاکستان ڈائیس پر گر گئے راولپنڈی کے ڈپٹی کمشنر ہاردی اور وزیراعظم کے پولٹیکل سیکرٹری نواب صدیق علی خان انہیں فوراً ہسپتال لے گئے انہوں نے دو مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھا اور کہا کہ "اللہ پاکستان کی حفاظت کرے" یہ کہنے کے بعد وہ بے ہوش ہوگئے اور ہسپتال پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد خالق حقیقی سے جاملے۔

وزیراعظم لیاقت علی خاں کا قاتل بدبخت اکبر ایبٹ آباد کا باسی تھا۔ اس نے پستول سے قائد ملت پر تین فائر کئے دو گولیاں تو لیاقت علی خان کو لگیں لیکن تیسری گولی سپاہی بہادر خان کے بازو میں لگی۔ کیونکہ وہ لیاقت علی خان کو بچانے کے لئے قاتل پر جھپٹ پڑا تھا۔ سب انسپکٹر محمد شاہ نے دو گولیاں قاتل پر چلائیں اور ساتھ ہی مسلم لیگ گارڈ کے آدمیوں نے اس پر نیزوں کی بارش کر دی۔ اور وہ بدبخت اسی وقت اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا۔ قاتل سید اکبر کو سب سے پہلے گرفت میں لینے والے ساٹھ سالہ معمر قصاب لال دین کو آئی۔ جی۔ راولپنڈی خان قربان علی خان نے پانچ سو روپے بطور انعام عطا کئے۔

نوابزادہ لیاقت علی خان شہادت کے دن گورنر جنرل کے وائیکنگ طیارے کے ذریعے صبح کراچی سے راولپنڈی پہنچے تھے۔ وہ طیارہ انہیں راولپنڈی چھوڑ کر واپس کراچی چلاگیا تھا۔ یہی طیارہ ان کا جنازہ کراچی لانے کے لئے دوبارہ آیا۔ ان کا جنازہ دوسرے دن راولپنڈی سے صبح 4 بجکر 55 منٹ پر کراچی کے ماری پور کے ہوائی اڈا پر پہنچا۔ طیارہ میں سردار عبدالرب نشتر، نواب مشتاق احمد گورمانی، نواب صدیق علی خان اور قائد ملت کے ذاتی سٹاف کے ممبر بھی موجود تھے۔ پاکستانی فضائیہ کے کمانڈر انچیف ائیر مارشل کینن نے فضائیہ کے چار آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ قائد ملت کے تابوت کو

ایمبولینس میں رکھیں تابوت پاکستانی پرچم میں لپٹا ہوا تھا اور اس پر پھولوں کی چادریں پڑی ہوئی تھیں۔

ایمبولینس وزیراعظم کی رہائش کی طرف روانہ ہو گئی۔ ایمبولینس کے پیچھے سو سے زائد کاریں تھیں اس جلوس میں صبح تین بجے سے آئے ہوئے لوگ بھی شامل تھے۔ ائر پورٹ پر ڈاکٹر محمود حسین، پیرزادہ عبدالستار، خواجہ شہاب الدین، فضل الرحمٰن، ڈاکٹر عبدالمالک، سردار بہادر خان، سپیکر مولوی تمیزالدین، سپیکر کرنل سکندر مرزا، ابوطالب نقوی اور الطاف حسین موجود تھے۔

17 اکتوبر 1951ء کو صبح 10 بجے سے جنازہ وزیر اعظم کی کوٹھی کے برآمدے میں رکھ دیا گیا - جہاں عوام آخری دیدار کرتے رہے۔ اس کے بعد گورنر ہاؤس کے قریب پولوگراؤنڈ میں نماز جنازہ مولانا احتشام الحق تھانوی نے پڑھائی۔ جنازے میں تقریباً ساٹھ لاکھ افراد شریک تھے جلوس تین میل لمبا تھا۔

مزار قائد اعظم کے احاطہ میں جہاں قائد ملت کی تدفین ہونی تھی لاکھوں سوگوار موجود تھے۔ وزیر اعظم کے بڑے صاحبزادے ولایت علی خان اور وزیر اعظم کی بوڑھی والدہ تجہیز و تکفین میں شرکت کے لئے لاہور سے کراچی پہنچ چکے تھے۔

میت کو قبر میں اتارنے کے بعد جن لوگوں نے قائد ملت کا آخری دیدار کیا ان میں بیگم رعنا لیاقت علی خان، مرحوم وزیراعظم کے تینوں صاحبزادے، قائد ملت کی والدہ محترمہ، گورنر جنرل، گورنر سندھ، گورنر پنجاب، مرکزی وصوبائی وزراء شامل تھے اس طرح تقریباً دن کے سوا تین بجے لیاقت علی خان کو 31 توپوں کی سلامی اور پورے فوجی اعزاز کے ساتھ سپرد خاک کر دیا گیا قائد ملت کا سرکاری طور پر 17 اکتوبر سے 27 اکتوبر تک سوگ منایا گیا۔ تین دن تک پاکستانی پرچم سرنگوں رہا اور تمام سرکاری و نیم سرکاری ادارے بند رہے۔

راولپنڈی میونسپل کمیٹی نے اعلان کیا کہ قائد ملت کی شہادت کے دن سے کمپنی باغ کا نام بطور یادگار "لیاقت باغ" رکھ دیا گیا ہے -

نوابزادہ لیاقت علی خان نے 14 اگست 1951ء کو پاکستان کی چوتھی سالگرہ کے موقع پر کراچی کے جہانگیر پارک کے جلسہ عام میں تین لاکھ افراد سے خطاب کرتے ہوئے

اپنی تقریر میں کہا تھا۔ "میرے پاس کچھ نہیں ہے ایک جان ہے وہ بھی میں نے پاکستان کیلئے وقف کر دی ہے۔ البتہ یہ وعدہ کرتا ہوں کہ پاکستان کی حفاظت' عزت اور بقاء کے لئے اگر قوم کو خون بہانا پڑا تو لیاقت علی کا خون اس میں پہلے شامل ہوگا" قائد ملت نے وقت آنے پر اپنا وعدہ پورا کر دیکھایا۔

نواب خاندان کے چشم وچراغ پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان نے شہادت کے بعد اپنے بیوی بچوں کے لئے مندرجہ ذیل اشیاء ترکہ میں چھوڑیں تھی۔

1- ایک مقامی بینک میں =/1250 روپے کا بینک بیلنس
2- 32 سگریٹ لائٹر (انہیں سگریٹ لائٹر جمع کرنے کا شوق تھا)
3- انگوٹھیاں اور پہننے کے کپڑے

قائد ملت بھارت میں لاکھوں روپے مالیت کی جائیداد چھوڑ کر آئے تھے جسے بھارت نے متروکہ قرار دے دیا

نواب صدیق علی خان نے بتایا کہ لیاقت علی خان اپنی بائیں طرف اوپر کی جیب میں ہمیشہ کلام پاک کا ایک جیبی نسخہ رکھا کرتے تھے۔ جس کی لمبائی بمشکل ڈیڑھ انچ تھی۔ قرآن پاک پر انہیں زبردست اعتقاد تھا۔

قیام پاکستان سے لیکر آخری سانس تک لیاقت علی خان مہاجرین کی آباد کاری میں مصروف رہے۔ ان کی خواہش تھی کہ ہر مہاجر کو سر چھپانے کے لئے ایک چھت ضرور ملے۔ کیونکہ انہیں احساس تھا کہ مہاجرین اپنا سب کچھ قربان کر کے آئے ہیں۔

خواجہ ناظم الدین

خواجہ ناظم الدین 19 جولائی 1894ء کو نوابان ڈھاکہ کے ایک گھرانے میں پیدا ہوئے ان کے والد بزرگوار کا اسم گرامی خواجہ نظام الدین تھا۔ ابتدائی تعلیم علی گڑھ سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے انگلستان تشریف لے گئے جہاں انہوں نے ڈن سٹیبل گریمر سکول اور ٹرنٹی ہال کیمرج میں داخلہ لیا۔ 1922ء کو دنیائے سیاست میں 28 سال کی عمر میں وارد ہوئے سب سے پہلے وہ ڈھاکہ میونسپل کمیٹی کے چیئرمین منتخب ہوئے۔ متحدہ بنگال کی کابینہ میں شمولیت اختیار کی اگست 1924ء میں بنگال کے ایک مشہور زمیندار کے ایم اشرف کی صاحبزادی شاہ بانو سے شادی ہوئی۔ 1929ء میں متحدہ بنگال کی کابینہ میں وزیر داخلہ بنے دسمبر 1941ء تک اس منصب پر فائز رہے۔ 15 فروری 1942ء کو بنگال مسلم لیگ کانفرنس کے اجلاس میں خطاب کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا۔

"خواجہ ناظم الدین ذمہ دار رہنما ہیں اور پاکیزہ کردار کے مالک ہیں۔ ان کا ریکارڈ صاف ستھرا ہے اور انہوں نے اپنی پوری عملی زندگی میں اپنا دامن الزام سے پاک و بے داغ رکھا"۔

اپریل 1942ء میں بنگال مسلم لیگ میں وزارت قائم ہوئی تو امور داخلہ اور شہری دفاع کے محکموں کی وزارت ان کے ذمہ رہی 1946ء میں جمیعت اقوام کے اجلاس منعقدہ جنیوا میں ہندوستان کی نمائندگی کی مسلم روزنامہ "سٹار آف انڈیا" جاری کیا 1947ء میں مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) میں مسلم لیگ کے پہلے اجلاس میں حسین شہید سہروردی کے مقابلے میں زیادہ ووٹ حاصل کئے۔ اگست 1947ء تا ستمبر 1947ء مشرقی پاکستان کے پہلے وزیراعلیٰ رہے۔ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل قائداعظم محمد علی جناح کی وفات کے بعد 14 ستمبر 1948ء کو گورنر جنرل کے فرائض سنبھالے اور 17 اکتوبر 1951ء تک اس عہدہ پر فائز رہے۔ پاکستان کے پہلے وزیراعظم قائد

ملت لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد 19 اکتوبر 1951ء کو گورنر جنرل کے عہدے سے دستبردار ہو کر وزارت عظمیٰ پر فائز ہوئے۔ آپ نے اپنے دور حکومت میں 11 مارچ 1949ء کو سیکورٹی پرنٹنگ پریس کا سنگ بنیاد رکھا۔ 30 مارچ 1949ء کو فاطمہ جناح میڈیکل کالج، 2 ستمبر 1949ء کو کراچی میں پاکستان کے پہلے ملیریا انسٹی ٹیوٹ کا افتتاح کیا۔ 15 اکتوبر 1949ء کو متروکہ جائیدادوں اور 8 نومبر 1949ء کو نیشنل بنک آف پاکستان کے قیام کے آرڈیننس جاری کیے۔ 12 فروری 1950ء کو کوٹری بیراج کے منصوبے کا سنگ بنیاد رکھا اور 18 فروری 1950ء کو پاکستان ایران دوستی کا معاہدہ کیا۔ 13 دسمبر 1950ء کو کوہ نور ٹیکسٹائل ملز فیصل آباد کا افتتاح کیا۔

15 نومبر 1951ء کو پاکستان مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے۔ 12 جنوری 1952ء کو انڈسٹریل ڈویلپمنٹ کارپوریشن کا قیام عمل میں آیا۔ 27 مارچ 1952 کو نئی تجارتی پالیسی دی۔ اور 1953ء میں پہلی سائنس اکیڈیمی کا افتتاح کیا۔

آپ کی حکومت کے اختتامی دور میں تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا۔ پنجاب کے مختلف اضلاع میں مارشل لاء نافذ ہوا۔ اور تقریباً" 35 سے زائد لوگ ہلاک ہوئے۔ اور مولانا مودودی اور عبدالستار نیازی کے علاوہ ہزاروں لوگ گرفتار ہوئے۔

17 اپریل 1973ء کو ان کی جگہ محمد علی بوگرہ کو جو اس وقت امریکہ میں پاکستانی سفیر تھے وزیراعظم بنایا گیا۔ گورنر جنرل کو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء اور آزادی ہند ایکٹ 1947ء کے تحت ایسا کوئی اختیار نہ تھا۔ جس کے تحت وہ اسمبلی توڑنے کے مجاز ہوتے کیونکہ اسمبلی ناقابل مداخلت اور خود مختار ادارہ ہے۔ آئین ساز اسمبلی گورنر جنرل کی اجازت کے بغیر کوئی بھی قانون منظور کر سکتی ہے۔ قانون کی منظوری دینے کا حق صرف صدر کو ہے۔ سندھ چیف کورٹ نے ان تمام وجوہات و دلائل کو مدنظر رکھتے ہوئے گورنر جنرل کے اس اقدام کو غیر قانونی قرار دیتے ہوئے مولوی تمیزالدین

کے حق میں فیصلہ سنا دیا - جس پر حکومت نے سندھ چیف کورٹ کے خلاف فیڈرل کورٹ میں اپیل کر دی۔ اور یہ موقف اختیار کیا کہ جب تک گورنر جنزل کے دستخط نہ ہوں کوئی بھی قانون رسمی طور پر قانون نہیں بن سکتا۔ فیڈرل کورٹ کے چیف جسٹس محمد منیر نے 21 مارچ 1955ء کو فیصلہ دیا کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء کی دفعہ 223 اے کے تحت جو چیف کورٹ سندھ نے فیصلہ دیا ہے اس دفعہ کی منظوری بھی گورنر جنزل نے نہ دی تھی اس لئے چیف کورٹ سندھ کورٹ جاری رکھنے کا اختیار نہ تھا -

اس طرح گورنر جنزل کے دستخط کے بغیر تمام ایکٹ اور قوانین غیر قانونی ہو گئے۔ آئین ساز اسمبلی 1950ء سے غیر قانونی ہو گئی - 1954ء کے منظور کردہ قوانین مسترد قرار دے دیئے گئے۔ اس طرح کوئی قانون باقی نہ رہا اور گورنر جنزل نے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء کی دفعہ 102 کے تحت ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا اور اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء کی دفعہ 42 کے تحت مارچ 1955ء میں 45 میں سے 35 قوانین کی توثیق کر دی جو مولوی تمیز الدین کے کیس جیت جانے پر غیر قانونی قرار دیئے گئے تھے۔

ہنگامی آرڈی نینس جاری ہونے کے ساتھ ہی گورنر جنزل بعض دفعات کی تنسیخ یا ترمیم کرنے کا مجاز قرار پایا۔ لاہور ہائی کورٹ میں اکبر خان نے دعویٰ دائر کر دیا اور موقف اختیار کیا کہ اس آرڈی نینس کی دفعہ 2 غیر قانونی ہے۔

فیڈرل کورٹ نے فیصلہ دیتے ہوئے کہا کہ گورنر جنزل آئین ساز اسمبلی کے پاس کردہ قوانین کی منظوری دے سکتا تھا یا بل روک سکتا تھا۔ لیکن اسمبلی کے ختم ہونے پر اس کو وہ اختیارات حاصل نہ ہوں گے جو پہلے بھی نہ تھے۔ بہرحال فیڈرل کورٹ نے اسمبلی کو توڑنے کے اقدام کو قانونی قرار دیا گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء دفعہ 2 کے ساتھ آئین قانونی سازی کو بھی جائز قرار دیا کیونکہ قانون سازی صرف آئین ساز اسمبلی ہی کے اختیار

سے موثر ہو سکتی ہے۔

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء کی دفعہ 213 کے تحت گورنر فیڈرل کورٹ سے قانونی نکات پر مشورہ حاصل کرنے کا مجاز تھا لہٰذا مندرجہ ذیل نکات کی وضاحت طلب کی گئی۔

1- دستور ساز جماعت کی جانب سے ضروری آئین ترتیب دینے سے پیشتر ملکی حکومت کے سلسلہ میں گورنر جنرل کے اختیارات اور ذمہ داریاں کیا ہیں؟

2- فیڈریل کورٹ نے یوسف پٹیل کے مقدمہ میں ذکر کیا تھا کہ ہنگامی حالات کے آرڈی نینس کے گوشوارہ میں مندرج قوانین، گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء کی دفعہ 42 کے تحت موثر نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کیا از روئے آئین و قانون کوئی جواز ہے جس کا اس موقعہ پر نفاذ کیا جا سکے۔ جس کے مطابق گورنر جنرل حکم دے کر یا کسی طریق سے یہ اعلان کر سکتا ہو کہ جو احکامات صادر کئے جا چکے ہیں، جو فیصلے ہو چکے ہیں اور ان ہی قوانین کے تحت ہونے والے ایسے تمام اقدامات جن میں ملک کو بلا کسی خطرہ کے مروجہ قانون سے جدا کیا جا سکتا ہے، ملک کے قوانین ہی کا ایک جزو شمار ہوں گے۔ جب تک کہ ان کے موثر ہونے کا فیصلہ دستور ساز کریں۔

فیڈرل کورٹ کے 18 اپریل 1955ء کے احکام کی تعمیل میں درج ذیل مزید سوالات گورنر جنرل نے برائے رائے طلبی دریافت کئے۔

3- کیا آئین ساز اسمبلی توڑنا گورنر جنرل کا جائز اقدام تھا؟

4- جس دستور ساز کنونشن کی تشکیل کی گورنر جنرل نے اجازت دی ہے۔ کیا وہ کنونشن مجاز ہے کہ قانون آزادی ہند 1947ء کی دفعہ 8 کے تحت دستور ساز اسمبلی پر اطلاق کرے۔

فیڈرل کے فل بینچ نے گورنر جنرل کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے کہا کہ توڑی جانے والی اسمبلی کو کام کرتے سات سال ہو گئے تھے لیکن یہ ملک کو ایک نیا آئین نہ

بنا کر دے سکی اور زائد المیعاد ہو جانے کی وجہ سے اپنی نمائندہ حیثیت کھو چکی تھی مزید وضاحت کرتے ہوئے چیف جسٹس نے کہا کہ ”آزادی ہند کی دفعہ 8 کے تحت گورنر جنرل کے اسمبلی توڑنے کا اقدام جائز تھا“۔

خواجہ ناظم الدین 22 اکتوبر 1964ء کو ڈھاکہ میں دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے۔

ملک غلام محمد

29 اگست 1895ء کو لاہور میں ککے زئی پٹھان گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ایف۔ اے کپور تھلہ سے کیا۔ علی گڑھ سے ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کی ڈگری حاصل کی۔

1932ء میں انڈین آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس سروس میں امتحان دیا اور کامیاب رہے۔ 1934ء میں حکومت ہند کے پوسٹ اینڈ ٹیلی گراف محکمہ کے ڈپٹی اکاؤنٹ جنرل مقرر ہوئے دوسری جنگ عظیم کے دوران حکومت ہند کے سپلائی ڈیپارٹمنٹ کے ایڈیشنل سیکرٹری تعینات ہوئے۔ ٹاٹا کمپنی کے ڈائریکٹر بھی رہے۔ جب نواب حمید اللہ خان ایوان والیان ریاست کے چانسلر کی حیثیت سے دوسری گول میز کانفرنس میں شامل ہوئے تو ملک غلام محمد بھی ایوان کی طرف سے مالی مشیر کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ وہ مالیات میں غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل تھے۔ 1941ء میں دولت آصفیہ نے انہیں اپنا وزیر مالیات مقرر کیا۔ 1942ء میں نظام حیدر آباد دکن کے وزیر مالیات مقرر ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد پاکستان کی مرکزی کابینہ میں وزیر مالیات کی حیثیت سے شامل ہوئے۔ پاکستان سٹیٹ بنک' زراعتی مالی کارپوریشن اور صنعتی ترقیاتی کارپوریشن کی بنیاد رکھنے کا سہرا بھی ان کے سر ہے۔ ملک غلام محمد نے وزیراعظم لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد اور خواجہ ناظم الدین کے وزیراعظم ہونے پر پاکستان کے تیسرے گورنر جنرل کی حیثیت سے 19 اکتوبر 1951ء کو حلف اٹھایا۔ 10 مئی 1953ء کو سرکاری ملازمین کے تحفظ کے لئے ایک آرڈیننس جاری کیا۔ اس آرڈیننس کو مارشل لاء انڈ یمنٹی (تحفظ) 1953ء کا نام دیا گیا۔ 9 مئی 1953ء سے لاہور میں نافذ العمل ہوا۔ آرڈیننس میں کہا گیا تھا کہ ایسے کسی بھی سرکاری ملازم کے خلاف جس نے مارشل لاء کے دوران میں امن عامہ کی بحالی کے لئے کوئی حکم دیا ہو۔ یا کوئی اقدام کیا ہو' یا اس کی طرف سے کوئی حکم دیا گیا ہو یا قدم اٹھایا گیا ہو یا مارشل لاء حکام کے احکام یا قواعد و ضوابط یا ہدایات پر عمل کرانے کے لئے کوئی قدم اٹھایا ہو یا حکم دیا ہو۔ کسی عدالت

میں مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا یا قانونی چارہ جوئی نہیں کی جا سکتی۔
اس آرڈیننس کے تحت مارشل لاء کے علاقہ میں کسی ایسی جائیداد کے متعلق جسے مارشل لاء کے تحت کاروائی کے دوران میں ضبط کیا گیا ہو نقصان پہنچا ہو یا قبضہ کیا گیا ہو یا منہدم کیا گیا ہو۔ کسی عدالت میں ریکارڈ نہیں رکھا جائے گا۔ ایسی سزائیں جو مارشل لاء کے دوران میں کسی عدالت یا عدالت کی حیثیت سے کسی اور اتھارٹی کی طرف سے دی گئی ہوں انہیں قانونی تصور کیا جائے گا ہر اس شخص کو جسے اس طرح سزا دی گئی ہو وہ مقررہ معیاد تک جس میں اگر قواعد و ضوابط کے تحت کوئی تخفیف ہوئی ہو سزا بھگتے گا۔ یا اس وقت تک جب کہ اسے مرکزی حکومت کے حکم کے تحت رہا نہ کر دیا جائے ضابطہ فوجداری مجریہ 1898ء کے تحت 29 ویں باب کی دفعات کا ان میں سے کسی سزا یا نظربندی پر اطلاق نہیں ہو گا۔ ایسی سزائیں بھی قانونی تصور ہوں گی جو مارشل لاء کے دوران دی گئی ہوں خواہ سزا دینے والی عدالت یا اتھارٹی نے اپنی تمام کاروائی یا اس کا کچھ حصہ مارشل لاء علاقہ کے باہر سرانجام دیا ہو خواہ مجرم نے
جرم یا جرم کے کچھ حصہ کا جس سے اس کے خلاف کاروائی کی گئی ہو اور اسے سزا دی گئی ہو کا ارتکاب مارشل لاء کے نفاذ سے پہلے کیا ہو۔ آپ کے دور حکومت میں 29 جنوری 1952ء کو پاکستانی شہریت کے قواعد کا اعلان کیا گیا۔ 12 اپریل 1952ء کو قلات' مکران لس بیلا اور خاران کی ریاستوں کی یونین کا عمل قیام میں آیا۔ مئی 1952ء میں روس اور پاکستان کے درمیان ریڈیو اور ٹیلی فون کا رابطہ قائم ہوا۔ جون 1952ء میں پاکستان ہنگری کے مابین تجارتی اور پاکستان برما کے درمیاں دوستی کے معاہدہ ہوئے۔ جولائی 1952ء میں پاکستان چیکو سلواکیہ کے درمیان تجارتی اور پاکستان ہالینڈ کے درمیان فضائی معاہدے ہوئے۔ 12 اگست 1952ء کو پاکستان بھارت کے درمیان تجارتی معاہدہ طے پایا۔ 22 اگست 1952ء کو کراچی اور ڈھاکہ کے درمیان تار اور ٹیلی فون کا رابطہ قائم ہوا۔ 27 ستمبر 1952ء کو پاکستانی بحریہ کے لئے ڈاک ہارڈ کا 12 اکتوبر 1952ء کو ہری پوری ٹیلی فون فیکٹری 5 جنوری 1954ء کو ٹنڈو جام میں زرعی کالج اور تحقیقاتی انسٹی ٹیوٹ' 6 جنوری 1952ء کو لیاقت میڈیکل کالج حیدر آباد اور 2 مئی 1954ء کو خیبر میڈیکل کالج پشاور کے سنگ بنیاد رکھے گئے 6 مئی 1956ء کو اکاؤنٹسی کی

پاکستان کونسل کا قیام عمل میں آیا۔ 17 اگست 1954ء کو پاکستان کا قومی ترانہ شائع ہوا۔

اسمبلی نے توثیق شدہ شعبوں کو احاطہ تحریر میں لانے کے لئے ایک مسودہ کمیٹی تشکیل دی اس مقصد کے لئے عالمی شہرت کے حامل آئینی ماہر سر آئیور جیننگز کی خدمات بھی حاصل کی گئیں۔ ابھی یہ کام جاری تھا کہ 24 اکتوبر 1954ء کو ایک حکم نامے کے ذریعے ملک بھر میں ایمرجنسی نافذ کر کے اسمبلی توڑنے کا اعلان کر دیا گیا۔

اسمبلی کے سپیکر مولوی تمیزالدین مرحوم نے گورنر جنرل کے اسمبلی توڑنے کے اقدام کے خلاف مقدمہ دائر کیا موقف یہ اختیار کیا کہ آزادی ہند کے ایکٹ مجریہ 1947ء کی دفعہ 8 کی ذیلی دفعہ 8 کے تحت قانون سازی کے لئے گورنر جنرل کی منظوری ضروری نہیں چنانچہ آئین ساز اسمبلی کو توڑنے کا اقدام غیر آئینی اور غیر قانونی ہے۔ چیف کورٹ آف سندھ کے فل بینچ نے متفقہ طور پر گورنر جنرل کے اقدام کو غیر قانونی قرار دیا وفاق پاکستان نے فیصلے کے خلاف فیڈرل کورٹ میں اپیل کی جس نے گورنر جنرل کی حمایت میں فیصلہ دیا اور اپنے فیصلے میں کہا کہ آزادی ہند کے ایکٹ مجریہ 1947ء کے تحت گورنر جنرل قانونی طور پر اسمبلی توڑنے کے مجاز تھے انہوں نے اپنے دور حکومت میں ریاستی حکومتیں ختم کر دیں۔ یہ ان کا ایک کارنامہ مانا جاتا ہے۔

ملک غلام محمد مسلسل بیمار رہنے لگے تھے اور آخر کار فالج میں مبتلا ہو گئے۔ وہ بولنے سے بھی قاصر ہو گئے جب بیماری نے شدت اختیار کی تو مجبوراً" 5 اکتوبر 1955ء کو گورنر جنرل کے عہدے سے مستعفی ہو گئے۔ 29 اگست 1956ء کو اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ انہیں کراچی میں گورا قبرستان میں دفن کیا گیا۔

محمد علی بوگرہ

13 نومبر 1909ء کو بوگرہ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم بوگرہ میں پائی 1930ء میں بی۔ اے پریذیڈنسی کالج کلکتہ سے کیا 1937ء میں صوبائی دستور ساز اسمبلی بنگال کے رکن چنے گئے۔ 1943ء میں وزیراعلیٰ متحدہ بنگال کے پارلیمنٹری سیکرٹری بنے۔ 1946ء میں صوبائی وزیر خزانہ و صحت بنے۔ قیام پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کے رکن چنے گئے۔ 1948ء میں برما میں اور 1952ء میں کینیڈا میں پاکستان کے سفیر رہے۔ کینڈا میں پاکستان کے پہلے ہائی کمشنر کی حیثیت سے فرائض انجام دیئے۔

خواجہ ناظم الدین کی وزارت عظمیٰ سے سبکدوشی کے بعد گورنر جنرل ملک غلام محمد نے محمد علی بوگرہ کو وزارت بنانے کی دعوت دی محمد علی بوگرہ ان دنوں امریکہ میں پاکستان کے سفیر تھے۔ لہٰذا محمد علی بوگرہ وطن واپس آئے اور 17 اپریل 1953ء کو وزارت عظمیٰ کے عہدے پر فائز ہوئے اور اپنی کابینہ تشکیل دی جس کے ارکان کے نام یہ ہیں

1- محمد علی بوگرہ	وزیراعظم، تجارت، دفاع اور اطلاعات و نشریات
2- محمد ظفر اللہ خاں	وزیر امور خارجہ دولت مشترکہ
3- چودھری محمد علی	وزیر مالیات، اقتصادی امور
4- میاں مشتاق احمد گورمانی	وزیر داخلہ، ریاستیں، سرحدی علاقے
5- سردار بہادر خاں	وزیر مواصلات
6- ڈاکٹر اے ایم مالک	وزیر لیبر، صحت، تعمیرات
7- ڈاکٹر اشتیاق قریشی	وزیر تعلیم
8- اے کے بروہی	وزیر قانون، پارلیمانی و اقلیتی امور
9- عبدالقیوم خاں	وزیر خوراک، زراعت، صنعت، تجارت

-10	محمد شعیب قریشی	وزیر اطلاعات و نشریات مہاجرین ، آبادکاری اور امور کشمیر
-11	تفضل علی	وزیر تجارت

وزرائے مملکت

-1	غیاث الدین	زراعت و پارلیمانی امور
-2	سردار امیر اعظم خاں	دفاع
-3	مرتضیٰ رضا چودھری	مالیات

محمد علی بوگرہ وزارت کا دوسرا دور

-1	محمد علی بوگرہ	وزیر اعظم ، امور خارجہ ، دولت مشترکہ
-2	ایم اے ایچ اصفہانی	وزیر صنعت و تجارت
-3	میجر جنرل سکندر مزرا	امور داخلہ ، ریاستیں ، سرحدی علاقے و امور کشمیر
-4	جنرل محمد ایوب خاں	وزیر دفاع (اس دوران پاکستان بری فوج کے کمانڈر انچیف بھی رہے)
-5	غیاث الدین پٹھان	وزیر خوراک و زراعت پارلیمانی امور ، قانون
-6	میر غلام علی تالپور	وزیر اطلاعات و نشریات ، تعلیم
-7	چودھری محمد علی	وزیر مالیات ، اقتصادی امور ، مہاجرین آبادکاری
-8	ڈاکٹر اے ایم ملک	وزیر لیبر ، تعمیرات ،
-9	ڈاکٹر خاں صاحب	وزیر مواصلات
-10	حبیب ابراہیم رحمت اللہ	وزیر تجارت
-11	سید عابد حسین	وزیر خوراک ، تعلیم ، امور کشمیر
-12	حسین شہید سہروردی	وزیر قانون
-13	سردار ممتاز ملیحان	وزیر اطلاعات
-14	ابو حسین سرکار	وزیر صحت

وزرائے مملکت

1- سردار امیر اعظم خاں۔ وزیر مہاجرین، آبادکاری دفاع

2- مرتضٰی رضا چودھری وزیر مالیات

12 مئی 1953ء کو ڈھاکا ریڈیو سے خطاب کرتے ہوئے کہا

"اگر لوگ اپنے ذاتی اور مقامی مفادات سے بالاتر ہو کر متحدہ طور پر اپنی تمام تر توجہ ملکی مسائل کی طرف مبذول کردیں تو ہم ان مشکلات پر بہت جلد قابو پا سکتے ہیں جو ہماری ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہیں۔

موجودہ مشکلات ناموافق قدرتی حالات اور ہماری کوتاہیوں سے پیدا ہوئی ہیں - لیکن ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیے عوام کے اتحاد اور اعتماد کے بغیر کوئی ملک ترقی نہیں کر سکتا۔ ملک میں بیداری اور جوش و خروش کی جو نئی علامات پیدا ہوئی ہیں اس سے فائدہ اٹھا کر اس نصب العین کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ جس کے لئے ہم نے بے مثال قربانیاں دی ہیں۔

میری حکومت عوام کی مشکلات کو کم کرنے اور انہیں زیادہ خوشحال بنانے کا تہیہ کر چکی ہے - میں جھوٹی تسلیاں دینا نہیں چاہتا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میری کارکردگی کا جائزہ لینے کے بعد میرے متعلق کوئی رائے قائم کریں وقت کا تقاضا ہے کہ ہم ایک متحد اور منظم قوم کی طرح آگے بڑھیں مجھے امید ہے کہ آپ انتشار پسندوں کو اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ وہ ہم میں مایوسی اور بدعنوانی پھیلائیں۔ عوام میں بیداری کی خوشگوار علامات پیدا ہو رہی ہیں اور اس بیداری سے فائدہ اٹھا کر اس مشن کی تکمیل کے لئے ہمیں ٹھوس کوششیں کرنی چاہیں۔ جس کے لئے ہمارے لاکھوں بھائیوں نے اعلیٰ قربانیاں دیں ہیں۔

اگرچہ بہت سے نازک مسائل میرے سامنے درپیش ہیں۔ لیکن میں

نے اپنی پہلی فرصت میں مشرقی پاکستان کا دورہ کرنے کے لئے وقت نکالا ہے جب سے پاکستان معرض وجود میں آیا ہے۔ میں مختلف غیر ممالک میں پاکستان کے سفارتی نمائندہ کے فرائض سرانجام دیتا رہا۔ اس لئے میں نے یہ ضرورت محسوس کی ہے کہ ملک کا دورہ کر کے عوام سے رابطہ قائم کروں اور ان کے مسائل اور ان کے نقطہ نظر کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔

خوشحالی کے ایک دور سے گزرنے کے بعد ہم نامساعد حالات سے دوچار ہوئے ہیں قوم کی زندگی میں نامساعد حالات کوئی نئی چیز نہیں ہوتے۔ زیادہ ترقی یافتہ اور بڑے ممالک کو بھی ایسے حالات سے گزرنا پڑتا ہے۔ لیکن صبر و استقلال اور عزم و ہمت سے وہ مشکلات پر قابو پالیتے ہیں۔

پاکستان کو بھی شروع میں بہت سے مشکل مسائل اور خطرات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ لیکن اتحاد اور ایمان کی وجہ سے ہم نے ان خطرات کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ ہمارے راستہ میں جو رکاوٹیں درپیش ہیں انہیں ہم دور نہیں کر سکتے کسی جمہوری ملک میں اس وقت تک کوئی ترقی نہیں ہو سکتی جب تک حکومت اور عوام میں تعاون اور اعتماد نہ ہو جہاں تک میری حکومت کا تعلق ہے میں پھر اس بات کو واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ عوام کو خوشحال بنانے اور ان کے مصائب دور کرنے کا ہم مصمم ارادہ کر چکے ہیں۔ میری یہ انتہائی کوشش ہوگی کہ میں عوام کا مکمل تعاون حاصل کروں اور مجھے یقین ہے کہ عوام ضرور میری طرف دست تعاون بڑھائیں گے۔

مشرقی بنگال کے عوام اور مسلم لیگ نے مجھ پر جس اعتماد کا اظہار کیا ہے اس سے میں بے حد متاثر ہوا ہوں۔ مشکلات ہماری آزمائش تو کر سکتی ہیں لیکن ہماری ہمت نہیں توڑ سکتیں"

محمد علی بوگرہ نے 5 اکتوبر 1953ء کو یعنی اقتدار میں آنے کے چھ ماہ بعد اپنی طرف سے درج ذیل تجاویز کے ساتھ ایک فارمولا پیش کیا جس کی توثیق مسلم لیگ پارلیمانی

پارٹی نے کی۔

1_ وفاقی پارلیمان کے دو ایوان ہوں گے اور ایوانوں کو مساوی اختیارات حاصل ہوں گے۔

2_ (i) ایوان بالا کے ارکان کی تعداد پچاس ہوگی یعنی ہر صوبے سے دس دس ارکان اس میں شامل ہوں گے۔

(ii) ایوان زیریں میں ارکان کی تعداد 300 ہوگی ان میں آبادی کے لحاظ سے 165 نشستیں مشرقی پاکستان کے لئے اور 135 مغربی پاکستان کے چاروں صوبوں کے لئے مختص ہوں گی۔

3_ صدر کے انتخاب عدم اعتماد کے معاملات میں دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس طلب کیا جائے گا۔ اگر دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس کچھ امور کا فیصلہ نہ کر سکے تو صدر کو اختیار حاصل ہوگا کہ وہ دونوں ایوانوں کو کالعدم قرار دے دے۔

4_ سپریم کورٹ کو یہ اختیار ہے کہ وہ دونوں ایوانوں کے منظور شدہ کسی بھی قانون کے بارے میں قانون قرآن و سنت کے منافی ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ دے سکتی ہے

5_ 25 سال کے عرصے کے لئے مالیاتی امور پر اسلامی قوانین کا اطلاق نہ ہوگا۔

پاکستان کی بہت سی سیاسی جماعتوں نے محمد علی فارمولا کو قبول کر لیا اور اس طرح یہ امید پیدا ہو گئی کہ ملک کا نیا آئین جلد بن جائے گا

16 مئی 1954ء کو پاکستان اور امریکہ کے مابین ایک معاہدہ ہوا جس کے تحت پاکستان میں آنے والے امریکہ کے فوجی افسروں کو سفارتی حقوق دیئے گئے لیکن باور کروایا گیا کہ اس معاہدہ سے نہ تو ان دو ممالک میں کوئی فوجی معاہدہ ہوا ہے اور نہ ہی پاکستان نے امریکہ کو کوئی فوجی اڈہ دیا ہے۔

4 جولائی 1954ء کو دستور ساز اسمبلی نے کراچی کو پاکستان کا وفاقی دارالحکومت بنانے کا فیصلہ کیا۔

7 جولائی 1955ء کو دستور ساز اسمبلی کا اجلاس مری میں منعقد ہوا۔ جس میں پاکستان کا آئین بنانے کے لئے مسلم لیگ، عوامی لیگ اور کرشک سرامک پارٹی میں سمجھوتہ ہوگیا مری سمجھوتہ کے چھ ماہ بعد 1956ء کا آئین مکمل ہوگیا۔ آئین کی تیاری کے لئے پانچ رہنما اصول چنے گئے۔

1- نئے آئین کے مطابق پاکستان صرف دو حصوں مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان پر مشتمل ہوگا۔ مغربی حصے میں شامل تمام صوبوں کو متحد کر کے ایک صوبہ قائم کیا جائے گا۔

2- دونوں صوبوں کو مکمل خود مختاری دی جائے گی۔

3- مرکزی مقننہ میں دونوں کو مساوی نمائندگی دی جائے گی۔ نیز حکومت کے ہر شعبے اور معاشی ترقی میں پاکستان کے دونوں صوبوں کو مساوی حصہ دیا جائے گا۔

4- انتخابات کے سلسلے میں مخلوط طریق انتخاب رائج کیا جائے گا اور مرکزی وصوبائی اسمبلیوں میں کسی بھی فرقے کے لئے نشستیں مخصوص نہیں کی جائیں گی۔

5- اردو اور بنگالی کو پاکستان کی قومی زبان کی حیثیت حاصل ہوگی۔

مرکزی حکومت کی منظوری کے بعد پہلی بار 13 اگست 1954ء کو پاکستان کا قومی ترانہ اس کے خالق حفیظ جالندھری کی آواز میں ریڈیو پاکستان سے نشر کیا گیا۔ 14 اگست 1955ء کو حکومت پاکستان نے شاعر یعنی حفیظ جالندھری سے اس کے حقوق خریدے۔

اپریل 1954ء کو پاکستان اور امریکہ کے درمیان معاہدہ ہوا جس میں طے پایا کہ دونوں ممالک اقتصادی ثقافتی، اور دفاعی امور میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔ 10 اگست 1954ء کو سانگھڑ کو ضلع کا درجہ دیا گیا۔ 14 ستمبر 1954ء کو کراچی میں پاک بحریہ کی گودی کا افتتاح کیا گیا۔ 14 کتوبر 4 195ء کو 104 صفحات پر مشتمل کشمیر کے متعلق قرطاس ابیض شائع کیا گیا 24 اکتوبر 1954ء کو گورنر جنرل غلام محمد نے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کو برخاست کر دیا۔ 8 جون 1963ء کو مارشل لاء اٹھا لیا گیا۔ سیاسی جماعتیں بحال ہوگئیں۔ مارشل لاء عدالتیں ختم ہوگئیں اور مارشل لاء کے ضابطے منسوخ کر

دیے گئے۔ صدر ایوب خان نے نئے آئین کی روشنی میں حلف اٹھایا اور 13 جون 1962ء کو اپنی کابینہ تشکیل دی جس میں محمد علی بوگرہ کو امور خارجہ چنا گیا۔ وہ اسی عہدہ پر فائز تھے کہ 23 جنوری 1963ء کو ان کا انتقال ہوگیا۔

میجر جنرل سکندر مرزا

1899ء میں پیدا ہوئے ان کا تعلق مرشد آباد کے نوابوں کے خاندان سے تھا۔ انگریزوں کے ساتھ وفاداری کے لئے ان کا خاندان خاص شہرت رکھتا تھا۔ انہوں نے الفنسٹن کالج بمبئی میں تعلیم حاصل کی۔ وہ ہندوستانیوں کے اس پہلے دستے میں شامل تھے جسے ہندوستانی فوج کے لئے کنگز کمیشن دیا گیا کالج لائف میں ہی رائل ملٹری کالج سینڈ ہرسٹ میں انہیں تربیت کے لئے بھیجا گیا 1919ء میں رائل ملٹری کالج سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد واپس ہندوستان آئے۔

ہندوستان آکر فوج میں ملازمت اختیار کی 1921ء میں کوہاٹ کے مقام پر دوسری سکاٹش رائفل رجمنٹ میں شریک ہو کر خداداد خیل کی لڑائی میں حصہ لیا۔ 1922ء تا 1924ء پونا ہارس رجمنٹ میں رہے جس کا صدر مقام جھانسی تھا۔ 1924ء میں وزیرستان کی جنگ میں شمولیت کی اور اسی سال انڈین پولٹیکل سروس میں منتخب ہوئے اور بنوں' نوشہرہ' اٹک اور ایبٹ آباد میں بطور اسسٹنٹ کمشنر کام کیا۔ 1931ء تا 1936ء ہزارہ اور کیمبل پور (اٹک) میں ڈپٹی کمشنر کے عہدے پر فائز رہے۔ 1938ء میں خیبر میں پولیٹکل ایجنٹ مقرر ہوئے۔ 1940ء اور 1945ء میں پشاور کے ڈپٹی کمشنر رہے بعد ازاں اڑیسہ کے ڈپٹی کمشنر لگے۔ 1946ء میں حکومت ہند کی وزارت دفاع میں جائنٹ سیکرٹری کے عہدے پر فائز ہوئے۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد حکومت پاکستان کی وزارت دفاع کے پہلے سیکرٹری بنے۔ مئی 1954ء میں مشرقی پاکستان کے گورنر جنرل مقرر ہوئے۔

صوبائی آئین معطل ہونے کے بعد پاکستان کے تیسرے گورنر جنرل ملک غلام محمد کی جگہ 6 اکتوبر 1955ء کو پاکستان کے چوتھے گورنر جنرل مقرر ہوئے۔ اور 22 مارچ 1956ء تک اس عہدے پر فائز رہے۔ پاکستان اسلامی جمہوریہ بنا تو گورنر جنرل کا عہدہ ختم ہو گیا لہٰذا 23 مارچ 1956ء کو گورنر جنرل کے عہدے کو خیرباد کہہ کر پاکستان کے پہلے صدر بنے۔ 14 جنوری 1958ء کو انہوں نے امتیازی خدمات سرانجام دینے والوں کیلئے تمغہ نشان قائداعظم' ہلال قائداعظم ستارہ قائداعظم نشان حیدر' نشان شجاعت'

نشان امتیاز' نشان پاکستان' ستارہ پاکستان اور تمغہ ہمت اول' دوم' سوم کے اعزازات جاری کئے۔ 8 اکتوبر 1958ء کو مارشل لاء کے نفاذ کا اعلان کیا۔ ایوب خان کو چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بنا کر خود بدستور صدر کام کرتے رہے 27 اکتوبر 1958ء کو محمد ایوب خان نے انہیں معزول کر کے اقتدار خود سنبھال لیا۔ اس طرح ملک میں مارشل لاء نافذ ہوا اور پارلیمانی نظام ناکام ہو گیا۔ آپ کے دور حکومت میں 1955ء کو ون یونٹ کے قیام کے بعد مغربی پاکستان کا صوبہ معرض وجود میں آیا 4 نومبر 55ء کو واشنگٹن میں نہری پانی کے عبوری معاہدے پر دستخط ہوئے۔ 28دسمبر 55ء کو نئی درآمدی پالیسی کا اعلان کیا گیا۔ 9 جنوری 1956ء کو پاکستان اکیڈمی آف سائنس کا افتتاح کیا گیا 17 فروری 1956ء کو پانچ سالہ منصوبے کا اعلان کیا گیا۔ 23 فروری 56ء کو پاکستان کو اسلامی جمہوریہ قرار دیا گیا۔ اور 2 مارچ 56ء کو پاکستان کے آئین کی منظوری دی گئی۔ 4 مارچ 56ء کو آپ بلا مقابلہ صدر منتخب ہوئے۔ 25 جون 54 کو الیکشن کمیشن کا اعلان کیا۔ 2 فروری 1957ء کو گدو بیراج کا سنگ بنیاد رکھا۔ 8 مارچ 56ء کو سٹیٹ بنک کی 12 منزلہ عمارت کا افتتاح کیا۔ اور 30 دسمبر 57ء کو یونیورسٹی ٹاؤن کی عمارات کا سنگ بنیاد رکھا۔ 22 فروری 58ء کو داؤد خیل میں کیمیاوی کھاد اور میپل لیف سیمنٹ فیکٹری کا باقاعدہ افتتاح کیا۔ اور 5 مارچ 1958ء کو کراچی میں خشک گودی کا افتتاح کیا۔ اور 9 مئی 1958ء کو اسلامیہ کالج ملتان کا سنگ بنیاد رکھا۔

اپنے عہدے سے علیحدگی کا اعلان کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔

"تین ہفتے ہوئے میں نے پاکستان میں مارشل لاء نافذ کیا اور جنرل محمد ایوب خان کو مسلح افواج کا سپریم کمانڈر اور مارشل لاء کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا خدا کے فضل سے میرے اس اقدام کی جو میں نے اپنے محبوب ملک کے مفاد کے لئے اختیار کیا تھا ملک کے عوام نے اور بیرونی ممالک میں ہمارے دوستوں اور بہی خواہوں نے انتہائی تعریف و تحسین کی۔ میں نے مارشل لاء کے نفاذ کے بعد جنرل ایوب خان اور ان کی انتظامیہ کو مزید ابتری سے روکنے اور بد نظمی اور انتشار ختم کر کے نظم و ضبط قائم کرنے کے لئے پوری مدد دی۔ ہم نے ملک کے آئندہ نظم و نسق کے لئے موثر ڈھانچہ تیار

کرنے کی جو مساعی کیں اور گزشتہ تین ہفتے میں ہمیں جو تجربہ حاصل ہوا اس کی بنیاد پر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ

(1)۔اس انتہائی اہم نوعیت کی مہم کی موثر تکمیل کے لئے دوسرے کنٹرول جیسی کوئی چیز نقصان دہ ہو سکتی ہے۔

(2)۔ ملک کے اندر اور باہر بے شمار لوگوں میں یہ افسوسناک تاثر موجود ہے کہ جنرل ایوب اور میں ہمیشہ ایک ساتھ کام نہیں کر سکیں گے۔ مجھے یہ شدید احساس ہے کہ اگر اس طرح کے تاثر کو جاری رہنے دیا گیا تو اس سے ہمارے مقصد کو انتہائی نقصان پہنچے گا اس لئے میں نے الگ ہو جانے اور سارے اختیارات جنرل ایوب خان کے سپرد کر دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں جنرل ایوب خان اور ان کے ساتھیوں کے لئے بہترین کامیابی کا دعاگو ہوں۔"

"پاکستان پائندہ باد"

صدارت سے برطرفی کے بعد ملک چھوڑ کر اپنی بیگم کے ہمراہ لندن چلے گئے۔ حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے 1969ء میں انتقال کر گئے۔ ان کی وصیت کے مطابق انہیں ایران کے شہر تہران میں شاہی قبرستان میں دفن کیا گیا۔

چودھری محمد علی

چودھری محمد علی 15 اپریل 1905ء کو منگل انبیاء تحصیل نکودر ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے اسلامیہ کالج لاہور سے فارغ ہونے کے بعد 1927ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم - ایس - سی کی ڈگری حاصل کی۔ اسلامیہ کالج لاہور سے بطور لیکچرار آف کیمسٹری ملازمت کا آغاز کیا۔ 1928ء میں انڈین آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس سروس میں شمولیت کی۔ 1932ء میں ریاست بہاولپور کے اکاؤنٹینٹ جنرل مقرر ہوئے - 1936ء میں دوبارہ حکومت ہند سے وابستہ ہوگئے۔ قیام پاکستان سے پہلے سیکرٹری جنرل چنے گئے -

11 اگست 1955ء تا 12 ستمبر 1956ء پاکستان کے وزیراعظم رہے۔ وہ پاکستان کے چوتھے وزیراعظم رہے۔ چودھری محمد علی نے اپنی کابینہ میں ان افراد کو شامل کیا۔

چودھری محمد علی	وزیر اعظم، دفاع، امور خارجہ و دولت مشترکہ، مشترکہ مالیات، امور اقتصادیات،
2- ڈاکٹر خان صاحب	مواصلات، ریاستیں و سرحدی علاقے
3- اے کے فضل الحق	امور داخلہ، تعلیم
4- حبیب ابراہیم رحمت اللہ	تجارت، صنعت
5- کرنل سید عابد حسین	امور کشمیر و تعلیم
6- کامنی کمار دتہ	قانون، صحت
7- پیر علی محمد راشدی	اطلاعات و نشریات
8- نور الحق چودھری	محنت، تعمیرات اقلیتی امور
9- عبد الطیف بسواس	خوراک و زراعت
10- ابراہیم اسماعیل چندریگر	قانون
11- سید امجد علی	مالیات، اقتصادی امور
12- ایم آر کیانی	مواصلات
13- حمید الحق چودھری	امور خارجہ، دولت مشترکہ
14- عبد الستار پیرزادہ	امور داخلہ و تعلیم

وزرائے مملکت

1- سردار امیر اعظم خان — برائے مہاجرین و آباد کاری و پارلیمانی امور
2- لطیف الرحمٰن — برائے مالیات
3- آکشے کمار داس — برائے اقتصادی امور

انہوں نے اپنے دور اقتدار میں آئین سازی کو اولین ترجیح دی۔ ان کا تیار کردہ مسودہ آئین 8 جنوری 1956ء کو آئین ساز اسمبلی میں پیش کیا گیا۔ اسمبلی نے 29 فروری 1956ء کو اسے حتمی طور پر منظور کیا اور 2 مارچ 1956 کو گورنر جنرل نے اس کی توثیق کی۔

پاکستان کے پہلے آئین کے تحت صدر ملک کا انتظامی اور علامتی سربراہ تھا۔ اس کا انتخاب قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے اراکین کے اکثریتی ووٹ سے ہوتا تھا۔ صدر کے لئے کم از کم چالیس برس کا ایسا مسلمان شہری ہونا ضروری تھا جو قومی اسمبلی کا رکن بننے کا اہل ہو۔ صدر کے عہدے کی مدت 5 سال تھی اور وہ دو دفعہ سے زیادہ اس عہدے پر فائز نہیں رہ سکتا تھا۔

صدر کو سنگین جرم یا آئین کی خلاف ورزی کی صورت میں اس کے عہدے سے الگ (Impeach) کیا جا سکتا تھا۔ اس مقصد کے لئے دیئے جانے والے نوٹس پر قومی اسمبلی سے ایک تہائی اراکین کے دستخط ضروری تھے۔ نوٹس کے بعد چودہ روز گزرنے پر صدر کے خلاف تحریک عدم اعتماد پیش کی جا سکتی تھی جس کی منظوری کے لئے دو تہائی اراکین قومی اسمبلی کی حمایت ضروری تھی۔ تحریک کی منظوری کی صورت میں صدر کو اپنا عہدہ چھوڑنا لازمی تھا۔

صدر کا سب سے اہم فریضہ یہ تھا کہ قومی اسمبلی میں اکثریتی جماعت کے لیڈر کی بطور وزیراعظم نامزدگی کرے۔ اس کے علاوہ گورنروں، سپریم کورٹ کے ججوں، آڈیٹر جنرل اور ایڈووکیٹ جنرل کی نامزدگی بھی صدر کے ذمہ تھی۔ صدر قومی یکجہتی اور صوبوں میں مفاہمت کے فروغ کے لئے بین الصوبائی کونسل بھی تشکیل دے سکتا تھا۔

صدر کو قومی اسمبلی کا اجلاس بلانے، ملتوی کرنے اور قومی اسمبلی کو توڑنے کا

اختیار حاصل تھا صدر مالیاتی بلوں کے سوا، قومی اسمبلی میں منظور ہونے والے کسی بھی بل کی منظوری دینے سے انکار کر سکتا تھا تاہم اسمبلی دو تہائی اکثریت سے صدر کے فیصلے کو رد کر سکتی تھی۔ فیڈرل کورٹ اور فیڈرل پبلک سروس کمیشن سے متعلق بل صدر کی پیشگی اجازت کے بغیر پیش نہیں کئے جا سکتے تھے۔ صدر آرڈیننس بھی جاری کر سکتا تھا۔ صدر کو معاف کرنے، سزا ختم کرنے اور سزا میں کمی کرنے کا اختیار بھی حاصل تھا۔ اخراجات سے متعلق کوئی بھی مالیاتی بل صدر کی منظوری کے بغیر اسمبلی میں پیش نہیں کیا جا سکتا تھا۔

اگر صدر کو یہ یقین ہو جائے کہ کسی اندرونی، اقتصادی یا بیرونی خطرے سے ملکی سلامتی مخدوش ہو گئی ہے تو وہ ملک میں ہنگامی صورت حال نافذ کر سکتا تھا اور ہنگامی صورت حال کے دوران کسی بھی صوبے میں تمام انتظامی اختیارات حاصل کر سکتا تھا اور بنیادی حقوق معطل کر سکتا تھا۔

اس آئین کے تحت وزیر اعظم اختیارات کا مرکز تھا جو کہ عوامی امنگوں اور جذبات کی ترجمانی کرتا تھا۔ اس کا انتخاب عوام براہ راست کرتے تھے اور وہ ان کے سامنے ہی جواب دہ ہوتا تھا۔ چنانچہ صدر وزیراعظم کے مشورے کے بغیر اپنے اختیارات استعمال نہیں کر سکتا تھا وزیراعظم کی شخصیت کو آئین میں ایسے مرکز کی حیثیت حاصل تھی جس کے گرد تمام کاروبار مملکت گردش کرتا تھا۔

آئین کے تحت وزیر اعظم اپنی کابینہ خود تشکیل دیتا تھا۔ کابینہ اجتماعی طور پر قومی اسمبلی کے سامنے جواب دہ تھی کسی غیر اسمبلی رکن کو وزیر مقرر کیا جا سکتا تھا مگر اس کے لئے اپنی تقرری کے چھ ماہ کے اندر اندر قومی اسمبلی کا رکن منتخب ہونا لازمی تھا۔ آئین میں اسمبلی کی برطرفی کی صورت میں کابینہ کے برقرار رہنے کی گنجائش بھی موجود تھی۔

آئین کے مطابق وزیراعظم اس امر کا پابند تھا کہ وہ صدر کی طرف سے طلب کی جانے والی معلومات صدر کو فراہم کرے اور اگر صدر ضروری سمجھے تو اس معاملے کو کابینہ کے سامنے پیش کرے جس پر وزیراعظم کی طرف سے غور و خوض کے بغیر کوئی فیصلہ دیا گیا ہو۔

قومی اسمبلی 300 اراکین پر مشتمل تھی۔ ہر صوبے میں سے ایک سو پچاس اراکین لئے جاتے تھے۔ اس طرح آئین میں مساوات (parity) کا اصول برقرار رکھا گیا تھا۔ آئین میں آئندہ صرف دس برسوں کے لئے خواتین کے لئے دس نشستیں مخصوص کی گئی تھیں جنہیں دونوں صوبوں میں مساوی تقسیم کیا گیا تھا۔ قومی اسمبلی کو وفاقی نقطہ نظر سے تین فہرستوں یعنی وفاقی' صوبائی اور مشترکہ فہرستوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ قومی اسمبلی کو وفاقی فہرست پر مکمل اختیار حاصل تھا جبکہ مشترکہ امور کے سلسلے میں صوبائی اور قومی اسمبلی دونوں قانون سازی کر سکتی تھیں۔ وفاقی اور صوبائی قانون میں تضاد کی صورت میں وفاقی قانون کو بالادستی حاصل تھی۔ آئین کے مطابق صوبائی اسمبلی قومی اسمبلی سے اپنے لئے قانون سازی کی درخواست بھی کر سکتی تھی۔ قومی اسمبلی کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ کسی ملک کے ساتھ معاہدہ پر عمل درآمد کے لئے قانون بنا سکے۔ قومی اسمبلی ان علاقوں کے لئے کسی بھی مسئلے سے متعلق قانون بنا سکتی تھی جن میں ایمرجنسی کا نفاذ کیا گیا ہو۔

قومی اسمبلی کو ملک کے مالیات پر مکمل اختیار حاصل تھا اور اس کی طرف سے کوئی ایکٹ منظور کئے بغیر نہ تو کوئی مصارف کئے جا سکتے تھے اور نہ ہی ٹیکسوں کا نفاذ ممکن تھا۔ مالی اقدامات پر بل پیش کرنے کا اختیار صرف وزراء کو حاصل تھا۔ قومی اسمبلی کی طرف سے بجٹ کی توثیق لازمی تھی۔

گورنر کو صدر نامزد کرتا تھا اور وہ صدر کی صوابدید سے اپنے عہدہ پر برقرار رہ سکتا تھا۔ صوبے میں گورنر اکثریتی پارٹی کے لیڈر کو وزیر اعلیٰ نامزد کر سکتا تھا۔

قانون سازی کے میدان میں گورنر کے فرائض قومی اسمبلی کے حوالے سے صدر کے فرائض سے مماثلت رکھتے تھے یعنی گورنر کو قانون سازی کے میدان میں تقریباً وہی اختیارات حاصل تھے جو صدر کو مرکز میں حاصل تھے۔

صوبائی اسمبلی گورنر اور صوبائی مقننہ پر مشتمل تھی۔ 300 اراکین تھے۔ 10 نشستیں خواتین کے لئے مخصوص کی گئی تھیں۔ صوبائی اسمبلی کو صوبائی فہرست اور مشترکہ فہرست میں درج امور کے بارے میں قانون سازی کا اختیار حاصل تھا۔ وفاقی اور مالیاتی اور انتظامی معاملات میں اس کے دیگر اختیارات قومی اسمبلی کے اختیارات

سے مماثل تھے۔

آئین کے تحت چیف جسٹس کی تقرری یا برطرفی صدر کرتا تھا جبکہ باقی ججوں کی تقرری یا برطرفی چیف جسٹس کے مشورے سے کی جاتی تھی۔ کسی جج کو صرف صدر ہی برطرف کر سکتا تھا جس کے لئے اسے قومی اسمبلی سے خطاب کے بعد 23 اراکین کی تائید حاصل کرنا ضروری تھی۔

سپریم کوٹ کو مرکزی حکومت اور کسی صوبائی حکومت یا خود صوبوں کے درمیان کسی تنازعے کی صورت میں سماعت کا اختیار حاصل تھا بشرطیکہ یہ تنازعہ آئین کی کسی شق کی توضیع سے متعلق ہو۔ ہائی کورٹ یا کسی اور عدالت کے فیصلوں کے خلاف اپیلوں کی سماعت سپریم کورٹ کی ذمہ داری تھی۔ علاوہ ازیں صدر قومی اسمبلی کے کسی بھی معاملے کو، جس میں قانون کی توضیع درکار ہو' عدالت کی رائے حاصل کرنے کے لئے' سپریم کورٹ کے سامنے پیش کر سکتا تھا ماتحت عدالتیں سپریم کورٹ کے فیصلے کی پابند تھیں۔ سپریم کورٹ عدل کے نفاذ کے لئے معلومات ' ہدایات اور فیصلے جاری کر سکتی تھی۔

ہر صوبے میں چیف جسٹس اور دوسرے ججوں پر مشتمل ایک ہائی کورٹ قائم کی گئی تھی۔ جس کے جج کی نامزدگی صدر سپریم کورٹ کے چیف جسٹس اور متعلقہ صوبے کے گورنر سے مشورے کے بعد کی جاتی تھی۔

ہائی کورٹ کو بنیادی حقوق سے متعلق مقدمات کی سماعت کا اختیار حاصل تھا۔ اپیلیٹ اور ماتحت عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیلوں کی سماعت کااختیار بھی تھا۔ ضلعی سیشن اور عدالتوں کی انتظامی نگرانی بھی ہائی کورٹ کی ذمہ داری تھی۔

1956ء کے آئین کا خلاصہ

ہر گاہ کہ پوری کائنات پر حاکمیت اللہ تعالٰی کی ہے اور اختیار حکمرانی مقدس امانت ہے جو پاکستان کے لوگ ان حدود کے اندر رہتے ہوئے استعمال کریں گے جو اللہ تعالٰی نے مقرر کر دی ہیں

ہر گاہ کہ پاکستان کے بانی قائد اعظم محمد علی جناح نے اعلان کیا تھا کہ "

پاکستان جمہوری ریاست ہوگی جو عدل و عمرانی کے اسلامی اصولوں پر مبنی ہوگی"۔ لہٰذا دستور ساز اسمبلی نے پاکستانی عوام کی نمائندگی کرتے ہوئے طے کیا ہے کہ پاکستان کی آزاد خود مختار ریاست کے لئے دستور بنائے جس میں ریاست اپنے حقوق و اختیارات لوگوں کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے استعمال کرے۔

جمہوریت' حریت' مساوات' رواداری اور عدل و عمرانی کے اصولوں کو جیسا کہ اسلام نے ان کی تشریح کی ہے پوری طرح ملحوظ رکھا جائے گا۔

پاکستان کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی زندگی اسلامی تعلیمات اور تقاضوں کے مطابق بسر کریں جیسا کہ قرآن پاک اور سنت رسولؐ میں بیان کیا گیا ہے۔

اقلیتوں کو اپنے عقیدہ و مذہب پر عمل کرنے اور اپنی ثقافت کو ترقی دینے کی آزادی ہوگی۔

جملہ بنیادی حقوق کی آزادی' قانون و اخلاق کی حدود کے اندر عدلیہ کی آزادی کی ضمانت دی گئی۔

پہلا حصہ اسلامی جمہوریہ

دوسرا حصہ دفعہ نمبر4

اس حصہ میں دستور میں بیان کردہ بنیادی حقوق سے متصادی تمام قوانین ورسوم کالعدم تصور ہوں گے۔ایسا کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا جو کسی حق کو ساقط کرتا ہو۔

دفعہ نمبر5

تمام شہری قانون کے سامنے یکساں تصور ہوں گے اور تحفظ کے حقدار ہوں گے۔ کسی شخص کی جان اور آزادی کو قانون کے بغیر سلب نہیں کیا جا سکے گا۔

دفعہ نمبر6

کسی شخص کو کسی ایسے فعل پر سزا نہ دی جائے گی جو ارتکاب جرم

کے وقت جرم تصور نہیں ہوتا تھا نہ اس سزا سے زائد سزادی جائے گی۔ جوارتکاب جرم کے وقت مقرر تھی۔

دفعہ نمبر8

آزادی معقول حدود کے اندر۔ آزادی اظہار رائے کا حق ہوگا۔

دفعہ نمبر9

اسلحہ کے بغیر، معقول اخلاقی حدود کے اندر آزادی اجتماع کا حق ہوگا۔

دفعہ نمبر10

معقول اخلاقی حدود میں جماعت سازی کا حق ہوگا۔

دفعہ نمبر11

عوامی مفاد میں کسی معقول پابندی کے سوا ہر شخص کو نقل و حرکت تحصیل و تصرف جائیداد کی آزادی ہوگی۔

دفعہ نمبر13

کسی شخص کو کسی درسگاہ میں اپنے مذہب کے علاوہ دوسرے مذہب یا عبادت میں شریک نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ نمبر15

عوامی ضرورت کے علاوہ کسی کی جائیداد قانون کے بغیر حاصل نہیں کی جائے گی

دفعہ نمبر16

کسی شخص کو غلام نہیں بنایا جائے گا۔ ہر قسم کی بیگار ممنوع ہوگی۔

دفعہ نمبر17

ملازمتوں میں بھرتی مذہب، نسل، صنف، رہائش اور پیدائش کی بنا پر کی جائے گی بشرطیکہ کوئی شخص ملازمت کا اہل ہو۔

دفعہ نمبر20

چھوت چھات کی تمیز کو جرم قرار دیا جائے گا۔

دفعہ نمبر22
بنیادی حقوق کی تنسیخ کا سپریم کورٹ کو حق ہوگا۔

تیسرا حصہ

دفعہ نمبر24
ریاست مسلم ممالک میں اتحاد کو مستحکم کرنے،امن و سلامتی اور تمام اقوام سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی کوشش کرے گی۔

دفعہ نمبر25
مسلمانوں کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی قرآن و سنت کے مطابق گزارنے کے قابل بنانے کے لئے اقدامات کئے جائیں گے۔اور کوشش کی جائیگی کہ انہیں ایسی سہولتیں میسر ہوں کہ وہ قرآن و سنت کے مطابق زندگی کا منشا سمجھ سکیں۔ قرآن پاک کی تعلیمات لازمی ہوں اتحاد کو مضبوط بنایا جائے گا۔ اسلامی اخلاق کو فروغ حاصل ہوگا اور مساجد' زکوٰۃ' اوقاف کی تنظیم کا مناسب انتظام ہوگا۔

دفعہ نمبر26
ریاست علاقائی'گروہی' نسلی' قبائلی اور فرقہ وارانہ تعصبات کی حوصلہ شکنی کرے گی۔

دفعہ نمبر28
ریاست اس بات کی پوری کوشش کرے گی کہ اسپیشل علاقوں،پسماندہ اقوام اور شیڈولڈ کاسٹس کی تعلیمی اور اقتصادی حالت کو خاص طور پر فروغ دینے کے لیے اقدامات کرے جہالت دور کرنے اور کم از کم مدت میں مفت پرائمری تعلیم کا انتظام کرے۔ منصفانہ اور انسانیت پرور شرائط کا انتظام کرے نیز یہ کہ عورتوں اور بچوں کو ان کی عمر اور صنف کے لئے ضرر رساں کام پر نہ لگایا جائے ملازم خواتین کو زچگی کی سہولتیں مہیا کی جائیں۔ مختلف علاقوں کے لوگوں کو تعلیم و تربیت اور صنعتی ترقی کے ذریعے ہر قسم کے قومی کاموں میں حصہ لینے کے قابل بنایا جائے۔ قحبہ گری' جواء اور ضرر رساں ادویہ (نشہ آور اشیاء) کا

استعمال بند کیا جائے اور غیر مسلموں کی مذہبی اغراض اور طبی ضرورتوں کے سوا شراب کا استعمال بند کیا جائے۔

دفعہ نمبر29

ریاست اس بات کی کوشش کرے گی کہ بلاتمیز ذات پات تمام لوگوں کی بہبود کا انتظام کرے۔ عام لوگوں کا معیار زندگی بلند کرے اور ذرائع پیداوار اور دولت کو عام لوگوں کے مفاد کے خلاف چند ہاتھوں میں مرتکز ہونے سے روکے اور آجر اور اجیر' مالک اور مزارع کے حقوق میں منصفانہ توازن قائم کرے۔ ملک کو حاصل ذرائع کی حد تک شہریوں کے لئے کام اور روزگار کی سہولتیں مہیا کرے اور آرام کے اوقات کا بھی انتظام کرے۔ لازمی سوشل انشورنس کے ذریعے ملازمین (سرکاری و غیر سرکاری) کے لئے سوشل سیکورٹی کا انتظام کرے۔ بلاتمیز مذہب و ملت ذات پات ایسے تمام شہریوں کو بنیادی ضروریات زندگی' خوراک'لباس ،مکان ،تعلیم اور علاج مہیا کرے جو اپاہج'بیمار'بیکار ہونے کی وجہ سے مستقل یا عارضی طور پر کمانے کے قابل نہ ہوں۔ معاوضوں کے تفاوت کو معقول حد تک کم کرے اور رجوہ کو جس قدر جلد ممکن ہو بند کرے۔

دفعہ نمبر30

ریاست جس قدر جلد ممکن ہو عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کرے گی

دفعہ نمبر31

پاکستان کے تمام حصوں کے رہنے والے فوجی خدمت کے قابل بنائے جائیں گے۔

چوتھا حصہ

دفعہ نمبر32

پاکستان کا ایک صدر ہوگا جسے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے ممبران منتخب کریں گے صدر مسلمان اور چالیس سال سے زائد عمر کا ہوگا۔

دفعہ نمبر35

دستور کی خلاف ورزی یا کسی بدعمالی کے لئے صدر کو اپروچ کیا جا سکے گا۔

دفعہ نمبر37

صدر کابینہ کے مشورے کا پابند ہوگا ماسوائے ان امور کے جن کو وہ اپنی منشاء سے سرانجام دے سکتا ہے۔ صدر اسمبلی میں سے ایسے رکن کو وزیراعظم نامزد کرے گا جس کے ساتھ اراکین کی اکثریت ہو اور وہ پھر اپنی کابینہ تجویز کرے گا۔

دفعہ 43-44

پارلیمنٹ کو قومی اسمبلی کہا جائے گا اس کے تین سو اراکین ہوں گے نصف مغربی پاکستان سے اور نصف مشرقی پاکستان سے لیے جائیں گے۔دس سال تک دس نشستیں عورتوں کے لئے مخصوص ہونگی۔ پانچ مغربی پاکستان سے اور پانچ مشرقی پاکستان سے۔سال میں پارلیمنٹ کے دو اجلاس ہوں گے کورس چالیس ارکان کا ہوگا۔ صدر آرڈی نینس جاری کر سکے گا اور انہیں توثیق یا ترمیم کے لئے اسمبلی میں پیش کیا جائے گا۔

دفعہ نمبر70

گورنر کا تقرر صدر کابینہ کے مشورے سے کرے گا اس کی عمر بھی چالیس سال سے کم نہیں ہوگی اس کا تقرر بھی پانچ سال کے لئے ہوگا۔

دفعہ نمبر71

صوبائی کابینہ اسی طرح قائم ہوگی جیسے مرکزی کابینہ۔

دفعہ نمبر77

صوبائی اسمبلی کے ارکان کی تعداد تین سو ہوگی دس نشستیں ان کے علاوہ خواتین کے لئے مخصوص ہوں گی۔

14 اکتوبر 1956ء تک پنجاب کی نشستیں کی کل تعداد کا5 / 2 ہوں گی۔
دفعہ نمبر79
کوئی شخص بیک وقت دونوں اسمبلیوں کا ممبر نہیں بن سکے گا۔
دفعہ نمبر102
گورنر کے جاری کردہ آرڈیننس اسمبلی میں توثیق یا ترمیم یا تنسیخ کے لئے پیش کئے جائیں گے۔
دفعہ نمبر107
پارلیمنٹ کی طرف سے صوبوں کی مرضی کے بغیر کی گئی قانون سازی پر ہر صوبائی اسمبلی اپنی مرضی سے اس قانون میں ردوبدل' ترمیم و تنسیخ کر سکے گی۔
دفعہ نمبر107
بین الاقوامی معاہدات وغیرہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے پارلیمنٹ کو صوبائی فہرست میں مذکور معاملات میں صوبائی گورنر کے مشورہ قانون سازی کا اختیار ہوگا'
دفعہ نمبر109
صوبائی مقننہ کو ایسے تمام معاملات میں قانون سازی کا اختیار ہوگا' جن معاملات کا تذکرہ ضمیمہ نمبر5میں نہیں کیا گیا۔
دفعہ نمبر110
(2) متوری فہرست میں مذکور معاملات پر پارلیمنٹ کی جانب سے بنائے گئے قانون کی موجودگی میں اگر صوبائی اسمبلی اسی سلسلہ میں قانون بنا کر صدر کی منظوری حاصل کر لے تو یہ قانون صوبائی حدود میں پارلیمنٹ کے قانون سے برتر تصور ہوگا۔
دفعہ نمبر119
کوئی صوبہ بین الصوبائی تجارت پر کوئی پابندی نہیں لگا سکے گا البتہ صحت عامہ کے نقطہ نظر سے قانون سازی ہو سکے گی' لیکن ایسے قانون

کی منظوری صدر سے حاصل کرنا ہوگی۔

دفعہ نمبر121

آڈیٹر جنرل پاکستان کسی دوسری ملازمت میں سے بھی لیا جا سکے گا اور اس کو منصب سے ہٹانے کے لئے وہی طریقہ ہوگا' جو ہائی کورٹ کے جج کے لئے مقرر ہے۔

دفعہ نمبر124

اڈیٹر جنرل کی قومی سطح کی رپورٹ قومی اسمبلی میں اور صوبائی امور کے بارے میں رپورٹ صوبائی اسمبلی میں پیش ہوگی۔

دفعہ نمبر125

مرکز کے فرائض میں یہ داخل ہوگا کہ صوبوں کی بیرونی حملوں سے حفاظت کرے اور یہ دیکھے کہ صوبائی حکومت دستور کے مطابق چلائی جارہی ہے۔

دفعہ نمبر126

صوبے پارلیمنٹ کے منظور کردہ قوانین کی تکمیل کے ذمہ دار ہوں گے۔ مرکز کے احکام کے بارے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کریں گے۔

دفعہ نمبر126

(2) مرکزی حکومت صوبوں کو ایسی ہدایات جاری کر سکے گی جو اس کے قوانین کی تکمیل کے سلسلے میں ضروری ہوں۔ وہ قومی اور فوجی اہمیت کے ذرائع رسل کی تعمیر ریلوے کی حفاظت کے انتظامات امن و امان کے قیام کے متعلق صوبائی انتظامیہ کو ہدایات دے سکے گی۔

دفعہ نمبر129

مرکزی حکومت اور صوبائی حکومت کے درمیان ایسے تنازعات کے لئے جو سپریم کورٹ کے دائرہ اختیار میں نہ ہوں حکومت کے رجوع کرنے پر چیف جسٹس پاکستان تصفیہ کے لئے ٹربیونل مقرر کرے گا۔

آٹھواں حصہ دفعہ نمبر 137

(1) ایک الیکشن کمیشن قائم ہوگا جس کا چیف الیکشن کمشنر چیئرمین ہوگا۔ جن کا تقرر صدر اپنی منشا سے کرے گا۔ الیکشن کمشنروں کی شرائط ملازمت پارلیمنٹ طے کرے گی۔

(2) چیف الیکشن کمشنر کو ہائی کورٹ کے جج کی طرح علیحدہ کیا جا سکے گا، لیکن دوسرے الیکشن کمشنروں کی علیحدگی کے لئے چیف الیکشن کمشنر کا مشورہ ضروری ہوگا۔

(3) چیف الیکشن کمشنر اور دوسرے الیکشن کمشنروں کی میعاد ملازمت پانچ سال ہوگی۔ عمر کی حد 65سال ہوگی۔

(4) چیف الیکشن کمشنر کی میعاد ختم ہونے کے بعد دوسری بار بھی مقرر کیا جا سکے گا، لیکن کسی اور سرکاری منصب پر تقرر نہیں کیا جا سکے گا۔ الیکشن کمش نر بھی میعاد ختم ہونے پر دوبارہ مقرر کئے جا سکتے ہیں۔ عہدہ بالا پر بھی تقرر ہو سکتا ہے لیکن پاکستان کی کسی دوسری سرکاری ملازمت میں نہیں لئے جا سکتے۔

دفعہ نمبر 139

مرکزی اور صوبائی انتظامیہ کا یہ فرض ہوگا کہ وہ الیکشن کمشنر کی مدد کرے۔

دفعہ نمبر 140

الیکشن کمیشن کے فرائض میں فہرست رائے دہندگان تیار کرنا اور ہر سال اس پر نظر ثانی کرنا۔ اور قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کرانا شامل ہے۔

دفعہ نمبر 141

جب اسمبلیاں توڑ دی جائیں تو چھ ماہ کے اندر انتخابات کرانے ہوں گے ضمنی انتخابات کے لئے تین ماہ کی حد مقرر کی گئی ہے۔

دفعہ نمبر142

صدر اپنے اختیار تمیزی سے حد بندی کمیشن مقرر کرے گا اس کمیشن کا چیئرمین ہائی کورٹ کا کوئی جج ہوگا۔ دوسرے دو ارکان اسمبلی کے ارکان نہیں ہوں گے۔ حد بندی کے فیصلے کو کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکے گا۔

دفعہ نمبر143

پاکستانی شہری جو 21 سال سے کم عمر کا نہ ہو' دماغی توازن خراب نہ ہو ووٹ ڈالنے کا حقدار ہوگا۔

دفعہ نمبر144

دستور کے مطابق پارلیمنٹ حد بندی ' فہرستوں کی تیاری اور ان پر اعتراضات۔ انتخابات اور انتخابی عذر داریاں ' تنازعات اور شکوک انتخابی بدعنوانیوں اور جرائم مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کی تشکیل کے متعلق امور' پر قانون بنا سکے گی لیکن ایسا کوئی قانون الیکشن کمیشن کے اختیارات پر اثر انداز نہ ہوگا۔

دفعہ نمبر146

اسمبلیوں کے انتخاب پر کوئی اعتراض' سوائے انتخابی عذرداری کے نہ ہوگا۔

نواں حصہ

دفعہ نمبر149

چیف جسٹس پاکستان کا تقرر صدر کرے گا اور پھر چیف جسٹس کے مشورے سے بقیہ ججوں کا تقرر کرے گا۔ ججوں کی تقرری کے لئے ضروری ہوگا کہ ایسے شخص کو جج مقرر کیا جائے جو پاکستان کا شہری ہو۔ پانچ سال تک کسی ہائی کورٹ کا جج رہا ہو یا پندرہ سال کسی ہائی کورٹ کا وکیل رہا ہو ججوں کی عمر کی حد 65سال ہوگی۔

دفعہ نمبر151

کسی جج کو برطرف کرنے کے لئے صدر اس وقت اقدام کرے گا جب

قومی اسمبلی کے 3 / 1 ارکان کی طرف سے نوٹس دیا جائے۔اور قومی اسمبلی کے 3 / 2 حاضر ارکان تائید کریں۔ یہ 3 / 2 حاضر ارکان کل ارکان کی اکثریت سے کم نہ ہوں۔ یا قومی اسمبلی کی طرف سے صدر کی خدمت میں محضر نامہ پیش ہو۔ کسی ثابت شدہ بدعنوانی یادماغی یا جسمانی خرابی کی بناء پر بھی جج کو برطرف کیا جا سکتا ہے۔

دفعات: 156 سے 159

سپریم کورٹ کے اورجنل اور اپیل کے اختیارات سے متعلق ہیں۔

دفعہ نمبر163

سپریم کوٹ کو ہدایات ، احکام ، پروانہ امر جو بھی مناسب ہو جاری کرنے کے اختیارات ہیں اور یہ احکام پورے پاکستان میں نافذ العمل ہوں گے۔

دفعہ نمبر173

سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے جج مستعفٰی ہو سکیں گے۔

دفعہ نمبر174

کسی سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کے جج کو گورنر مقرر نہیں کیا جا سکے گا۔

دفعہ نمبر175

ماسوائے دفعہ 151 کے کسی جج کا کردار کسی اسمبلی میں زیر بحث نہیں لایا جا سکے گا۔

دسواں حصہ

دفعہ نمبر181، 182

کسی مستقل سول ملازم کو جواب دہی کا نوٹس دیئے بغیر ملازمت سے برطرف نہیں کیا جا سکے گا۔برطرفی گورنر یا صدر کے حکم سے ہو تو نظر ثانی کے لئے درخواست کا حق ہوگا۔

دفعہ نمبر189

پبلک سروس کمیشن کے چیئرمین اور ممبران کا تقرر صدر مرکز میں اور

گورنر صوبے میں اپنے اختیار تمیزی سے کرے گا۔ کم از کم نصف
ارکان ایسے ہوں گے جو 15 سال تک سرکاری ملازمت میں رہے ہوں
- مدت تقرری پانچ سال ہوگی۔ چیئرمین کو کسی دوسری سرکاری
ملازمت میں نہیں لیا جائے گا۔

دفعہ نمبر 190

مرکزی اور صوبائی کمیشن اپنی اپنی رپورٹیں صدر اور گورنر کو پیش
کریں گے اور ان رپورٹوں کو قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں پیش کیا
جائے گا۔

گیارہواں حصہ دفعہ نمبر 191 تا 196
ہنگامی حالات سے متعلق ہیں

بارہواں حصہ دفعہ 197

صدر اسلامی تحقیقات اور اعلیٰ تعلیمات کا ایک ادارہ قائم کرے گا۔
جو مسلم معاشرے کی صحیح اسلامی بنیادوں پر تعمیر نو کرنے میں مدد دے
گا۔پارلیمنٹ اس مقصد اور ادارے کے اخراجات کے لئے خصوصی
ٹیکس صرف مسلمانوں پر لگا سکے گی۔

دفعہ نمبر 198

(1) کوئی قانون قرآن و سنت میں مذکور اسلامی احکام کے خلاف
نہیں بنایا جا سکے گا اور موجودہ قوانین کو بھی قرآن و سنت کے
مطابق بنانے کے لئے ایک سال کے اندر صدر ایک کمیشن مقرر
کرے گا۔ جو یہ سفارشات کرے گا کہ وہ کونسی تدابیر ہوں جن
سے موجودہ قوانین کو اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے اور ایسی
تدابیر کو کس تدریج کے ساتھ عمل میں لایا جائے۔ یہ کمیشن اپنی
آخری رپورٹ 5سال کے اندر اندر پیش کرے گا اور کوئی عبوری
رپورٹ اس دوران میں بھی پیش کر سکے گا۔ رپورٹ خواہ عبوری

ہو موصول ہونے پر چھ ماہ کے اندر اندر قومی اسمبلی میں پیش کی
جائے گی اور اسمبلی اس رپورٹ پر غور کرنے کے بعد قانون سازی
کرے گی۔

دفعہ نمبر108

صدر کی طرف سے فوجی یا عوامی خدمات کے اعتراف کے سوا ریاست
کی طرف سے کوئی خطابات یا اعزاز نہیں دیئے جائیں گے۔ پاکستان کا
کوئی شہری صدر کی اجازت کے بغیر کسی غیر ملک کا خطاب یا اعزاز
قبول نہیں کرے گا۔

دفعہ نمبر214

پاکستان کی سرکاری زبانیں اردو اور بنگالی ہوں گی۔

دفعہ نمبر216

دستور میں ترمیم کل ارکان کی اکثریت اور حاضر ارکان کی 3 / 2
اکثریت سے ہو سکے گی۔

انکے دور حکومت میں 13 ستمبر 1955 ء کو کابل میں پورے اعزاز کے ساتھ پاکستانی
پرچم لہرایا گیا۔ 23 ستمبر 1955ء کوپاکستان کو معاہدہ سنٹو میں شامل کیا گیا۔ 3 ستمبر 1955ء
کو پاکستانی دستور نے ون یونٹ بل منظور کیا۔ 16 اکتوبر 1955ء کو مغربی پاکستان کا صوبہ
معرض وجود میں آیا 4 نومبر 1955ء کو واشنگٹن میں نہری پانی کے عبوری معاہدے پر
دستخط ہوئے۔ 10 نومبر 1955ء کو ہالینڈ کے ساتھ وارسک پراجیکٹ کی تعمیر کے سلسلے
میں معاہدہ پر دستخط ہوئے۔ 18 نومبر 1955ء کو نوشہرہ میں کاغذ کے کارخانے نے کام
شروع کیا۔ 21 دسمبر 1955ء کو پاکستان اور ترکی کے درمیان ویزہ ختم کرنے کا معاہدہ
ہوا۔ 28 دسمبر 1955ء کو نئی درآمدی پالیسی کا اعلان کیا گیا۔ یکم جنوری 1956ء کو سوڈان
کی آزادی کو تسلیم کیا گیا۔ 15 جنوری 1956ء کو حیدر آباد میں سیمنٹ کے کارخانے کا
افتتاح کیا گیا۔ 29 جنوری 1956ء کو اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری ڈاگ ھیمرشولڈ مسئلہ
کشمیر پر بات کرنے کے لئے پاکستان آئے۔ 17 فروری 1956ء کو پاکستان کے پہلے پانچ
سالہ منصوبہ کا اعلان کیا گیا۔ 23 فروری 1956ء کو پاکستان کو اسلامی جمہوریہ قرار دیا -

29 فروری 1956ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے دستوری بل کی منظوری دی۔ اور 2 مارچ 1956ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے 23 مارچ 1956ء کو پاکستان کا یوم جمہوریہ منانے کا فیصلہ کیا گیا۔ 5 جولائی 1956ء کو لندن میں کشمیر کے مسئلے پر پاک بھارت وزرائے اعظم کے مابین گفتگو ہوئی۔ 17 جولائی 1956ء کو پاکستان نے قبرص کے مسئلے پر ترکی کی حمایت کا اعلان کیا۔ 10 اگست 1956ء کو زرعی کانفرنس کا کراچی میں افتتاح کیا گیا۔ 20 اگست 1956ء کو صحت کانفرنس کا افتتاح کیا گیا۔ 8 ستمبر 1956ء کو وہ وزارت عظمیٰ اور مسلم لیگ سے مستعفی ہوگئے۔

24 نومبر 1957ء کو لاہور میں ان کی رہائش گاہ پر مغربی پاکستان کے سرکردہ سیاسی راہنماؤں کے ایک اجتماع میں ایک نئی سیاسی جماعت کے قیام کا فیصلہ کیا گیا جسے بعد میں نظام اسلام پارٹی کا نام دیا گیا۔ چودھری محمد علی اس کے کنوینر مقرر ہوئے جبکہ دوسرے سرکردہ لیڈروں میں میاں عبدالباری' مسٹر نسیم حسن ، ڈاکٹر عبدالودود' مولانا عبدالستار نیازی' مولانا ظفر اللہ ، سید جی شاہ' مولانا فضل کریم' سردار عبدالجبار کنور' شفیق اللہ اور ملک ظفر خاں شامل تھے۔اکتوبر 1958ء کے مارشل لاء کے بعد 1962ء میں سیاسی جماعتوں کو بحال کیا گیا تو نظام اسلام پارٹی نے لاہور میں 13 جنوری 1963ء کو دو روزہ کنونشن طلب کیا اس کنونشن کے اختتام پر جو قرار دادیں منظور کی گئیں ان میں کہا گیا تھا کہ ملک میں فرد واحد کو اختیارات سونپنے کا کوئی جواز نہیں۔ بنیادی حقوق کی بحالی براہ راست ہو اور معاشی تفاوت دور کی جائے۔

نظام اسلامی پارٹی کے صدر چودھری محمد علی نے 26 مارچ 1963ء کو کراچی میں آئین میں مندرجہ ذیل پانچ ترمیم تجویز کیں۔

1- آئین میں آزادی تحریر و تقریر اور آزادی اجتماع کی نہ صرف ضمانت دی جائے بلکہ 1956ء کے آئین کی طرح ان حقوق کے لیے عدالت سے رجوع کا بھی اختیار دیا جائے۔

2- بالغ رائے دہی کی بنیاد پر قانون ساز اسمبلیوں کے براہ راست انتخابات منعقد کرائے جائیں اگر صدر کو انتظامی سربراہ کے اختیار دیئے جائیں تو اس کا بھی عوام بلاواسطہ انتخاب کریں۔

3- قانون ساز اداروں کو قانون سازی اور تخمینہ سازی کے وہ مسلمہ حقوق حاصل ہوں جو دنیا بھر کی اسمبلیوں کو حاصل ہیں۔

4- عدلیہ کی آزادی کی آئین میں ضمانت دی جائے اور عدلیہ کو عوام کے بنیادی حقوق کا نگران بنایا جائے۔

5- آئین اسلامی ہو اور اس میں ایسی دفعہ رکھی جائے کہ موجودہ قوانین کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالا جائے گا اور آئندہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق قوانین بنائے جائیں گے۔

1968ء میں اس پارٹی کو پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی میں شامل کر دیا گیا۔

چودھری محمد علی طویل عرصہ بیمار رہنے کے بعد دسمبر 1980ء کو اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے - ان کی خدمات کو مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی کتاب "انڈیا ونز فریڈم" میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

حسین شہید سہروردی

8 دسمبر 1893ء کو مغربی بنگال کے شہرمدناپور میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم کلکتہ کے مدرسہ عالیہ میں مکمل کرنے کے بعد سینٹ زیویرز کالج کلکتہ میں داخل ہوئے۔ بی۔ ایس۔ سی کرنے کے بعد آکسفورڈ چلے گئے وہاں سے ایم۔ اے اور بی۔ سی۔ ایل کی ڈگریاں اعزاز کے ساتھ حاصل کیں۔ لندن سے وطن واپس آکر کلکتہ میں پریکٹس شروع کی جلد ہی ملک کے نامور وکلاء میں شامل ہوگئے۔ کلکتہ کی تقریباً تمام انجمنوں سے وابستہ رہے تحریک خلافت کے زمانے میں کلکتہ کی خلافت کمیٹی کے سیکرٹری مقرر ہوئے۔ کلکتہ کے ڈپٹی میئر رہے۔ 1921ء سے 1947ء تک بنگال کی صوبائی اسمبلی کے رکن رہے غیر منقسم بنگال کی کابینہ میں تجارت' لیبر' مالیات' صحت' دیہات سدھار اور خوراک کے محکمے مختلف اوقات میں سنبھالے 1946ء میں بنگال کے وزیر اعلیٰ بنے۔ صوبائی مسلم لیگ کے سیکرٹری رہے۔ 1949ء میں عوامی مسلم لیگ کی بنیاد رکھی اور اسی کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے رکن چنے گئے۔ 20 دسمبر 1954ء کو وزیر نامزد ہوئے۔ اگست 1955ء میں مسلم لیگ اور متحدہ محاذ کی مشترکہ وزارت قائم ہوئی تو حزب اختلاف کے لیڈر بنے 12 ستمبر 1956ء کو وزارت عظمیٰ کے عہدے پر پاکستان کے پانچویں وزیر اعظم کی حیثیت سے فائز ہوئے۔

ان کی کابینہ میں مندرجہ ذیل شخصیات شامل تھیں۔

1- حسین شہید سہروری	وزیر اعظم دفاع' امور کشمیر ریاستیں' سرحدی علاقے' مہاجرین آباد کاری' قانون' تعلیم و صحت
2- ملک فیروز خان نون	خارجہ امور' دولت مشترکہ
3- ابو المنصور احمد	تجارت و صنعت
4- سید امجد علی	خزانہ
5- محمد عبدالخالق	محنت و تعمیرات
6- میر غلام علی تالپور	امور داخلہ

7- اے ایچ دلدار احمد	خوراک و زراعت
8- سردار امیر اعظم خان	اطلاعات و نشریات' پارلیمانی امور' قانون
9- میاں جعفر شاہ	مواصلات
10- ظہیر الدین لال میا	تعلیم صحت و اقلیتی امور

وزرائے مملکت

1- آر۔ آر۔ منڈل	اقتصادی امور
2- عبد العلیم	مالیات
3- حاجی مولا بخش سومرو	آبادکاری
4- نور الرحمن	تجارت
5- محمد اکبر خان بگٹی	

ان کے دور میں اقتدار میں 29 اکتوبر 1956ء کو پاکستان اور ایران کی سرحدوں کی تعنیاتی کا سمجھوتہ طے پایا۔ یکم جنوری 1957ء کو کشمیر کے مسئلے کو رسمی طور پر اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں پیش کیا گیا۔ 2 فروری 1957ء کو گدو بیراج کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ 21 فروری 1957ء کو روس نے مسئلہ کشمیر پر ویٹو کا حق استعمال کیا۔ 25 فروری 1957ء کو قومی اسمبلی نے پاکستان کی خارجہ پالیسی کی توثیق کی۔ 19 مئی 1957ء کو پاکستان اور ایران کے درمیان فضائی معاہدے پر دستخط ہوئے۔ 28 جولائی 1957ء کو پاکستان اور چین کے درمیان دوستی کے معاہدہ پر دستخط ہوئے۔ 23 اگست 1957ء کو قومی مالیاتی کمیشن قائم کیا گیا۔ یکم ستمبر 1957ء کو کوئٹہ ریڈیو کا افتتاح ہوا اور 2 ستمبر 1957ء کو یورینیم دھات دریافت ہوئی۔ 5 ستمبر 1957ء کو انسٹی ٹیوٹ آف پرنسپل کالج کا افتتاح ہوا۔

گیارہ ماہ بعد عوامی لیگ اور ری پبلکن پارٹی میں پھوٹ پڑنے کی وجہ سے سیاسی بحران پیدا ہو گیا اور وہ وزارت عظمیٰ کے عہدے سے الگ ہو گئے۔ حسین شہید سہروردی کا انتقال 5 دسمبر 1963ء کو بیروت کے ایک ہوٹل میں ہوا اور ان کو ڈھاکہ میں سپرد خاک کیا گیا۔

اسماعیل ابراہیم چندریگر

آئی۔ آئی چندریگر 1897ء میں احمد آباد میں پیدا ہوئے بمبئی یونیورسٹی سے بی۔اے اور ایل۔ ایل۔ بی کیا۔ 1920ء میں احمد آباد میں وکالت شروع کی۔ 1924ء تا 1927 احمد آباد کے دیہاتی علاقے سے بمبئی مجلس قانون ساز کے رکن بنے۔ 1938ء میں مسلم لیگ اسمبلی پارٹی کے ڈپٹی لیڈر منتخب ہوئے۔ 1940ء تا 1945ء بمبئی مسلم لیگ کے صدر رہے۔ 1946 سے 1947ء تک عبوری وزارت میں مسلم لیگ کے نمائندے رہے۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد وزیر تجارت و صحت مقرر ہوئے۔ 1948ء میں کابل میں پاکستان کے سفیر رہے صوبہ سرحد کے پانچویں گورنر کی حیثیت سے فروری 1950 میں نامزد ہوئے اور نومبر1951ء تک اس عہدے پر فائز رہے 24 نومبر 1951ء میں صوبہ پنجاب کے تیسرے گورنر مقرر ہوئے اور 2 مئی 1953ء تک اس عہدے پر کام کرتے رہے۔ 31 اگست 1955ء تا 27 اگست 1957ء وزیر قانون رہے۔

11 اکتوبر 1957ء کو وزیر اعظم حسین شہید سہروردی مستعفی ہو گئے تو اس وقت کے صدر پاکستان نے مسلم لیگ۔ ری پبلکن پارٹی اور کرشک سرامک پارٹی کے لیڈروں سے مذاکرات کر کے انہیں 17 اکتوبر 1957 کو نئی حکومت قائم کرنے کی دعوت دی۔ لیکن انہوں نے اس دعوت کو معذرت کے ساتھ رد کر دیا۔ معذرت کی وجہ مسلم لیگ اور ری پبلکن پارٹی میں طریق انتخاب کے سوال پر بنیادی اختلافات پیدا ہو چکے تھے ملک کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے ری پبلکن پارٹی نے جداگانہ طریق انتخاب کی حمایت کی جس کے نتیجہ میں انہوں نے ری پبلکن پارٹی کے ساتھ مل کر مخلوط حکومت قائم کی مخلوط کابینہ کی تفصیل درج ذیل ہے۔ اس کابینہ نے 18 اکتوبر 1957ء کو حلف اٹھایا۔

1- آئی۔ آئی چندریگر	وزیر اعظم	(مسلم لیگ)
2- میاں ممتاز محمد خان دولتانہ	وزیر دفاع	(مسلم لیگ)
3- یوسف ہارون	وزیر امور کشمیر اور پارلیمانی امور	(مسلم لیگ)

4-	فضل الرحمان	وزیر تجارت و قانون	(مسلم لیگ)
5-	عبداللطیف بسواس	وزیر خوراک و زراعت	(کرشک سرامک پارٹی)
6-	مصباح الدین	وزیر مواصلات	(کرشک سرامک پارٹی)
7-	لطف الرحمان	وزیر صحت و تعلیم	(کرشک سرامک پارٹی)
8-	فرید احمد	وزیر محنت	(کرشک سرامک پارٹی)
9-	فیروز خان نون	وزیر امور خارجہ	(ری پبلکن پارٹی)
10-	امجد علی	وزیر خزانہ	(ری پبلکن پارٹی)
11-	مظفر علی قزلباش	وزیر صنعت	(ری پبلکن پارٹی)
12-	غلام علی تالپور	وزیر داخلہ	(ری پبلکن پارٹی)
13-	میاں جعفر شاہ	وزیر اطلاعات و نشریات، ریاستیں، قبائلی علاقے	(ری پبلکن پارٹی)
14-	عبدالعلیم	وزیر آباد کاری	(ری پبلکن پارٹی)

وزارت عظمٰی کا عہدہ سنبھالنے کے فوراً بعد قوم کے نام اپنے پیغام میں خارجہ پالیسی کا اعلان کیا اور کہا کہ

1- ہم ایک آزاد خارجہ پالیسی کے تحت عالمی امن اور بین الاقوامی انصاف حاصل کرنے کے لئے اقوام متحدہ کے منشور کی سختی سے پابندی کریں گے۔

2- بغداد اور سیٹو کے معاہدوں کا بدستور ساتھ دیتے رہیں گے۔

3- اسلامی قدروں کی نشوونما اور تمام اسلامی ملکوں سے برادرانہ تعلقات قائم کریں گے۔

4- نو آبادیاتی نظام اور سامراجیت کی خواہ کسی شکل میں کیوں نہ ہو مخالفت کریں گے۔

5- کشمیر اور نہری پانی کے تنازعات جتنی جلدی حل ہوں اتنی ہی جلدی پاکستان اور بھارت کے تعلقات دوستانہ اور پائیدار بنیاد پر قائم ہو سکیں گے۔

ان کے دور اقتدار میں یکم نومبر 1957ء کو مغربی پاکستان روڈ ٹرانسپورٹ بورڈ اور 3

دسمبر 1957ء کو کراچی ڈیویلپمنٹ اتھارٹی کا قیام عمل میں آیا۔ 11 دسمبر 1957ء کو اصولی اختلافات کی بنا پر خود ہی مستعفی ہو گئے۔ 26 ستمبر 1960ء کو کراچی میں انتقال کر گئے۔

ملک فیروز خان نون

7 مئی 1893ء کو موضع ہمو کا ضلع خوشاب میں پیدا ہوئے ان کے والد کا نام نواب سر محمد حیات نون تھا ان کا خاندان نسلاً" راجپوت بھٹی ہے۔ اور ان کے آباؤ اجداد نے مشہور صوفی بزرگ حضرت بابا فریدؒ (پاک پتن) کے ہاتھوں اسلام قبول کیا تھا۔

ابتدائی تعلیم کا سلسلہ 1902ء میں پبلک سکول بھیرہ سے شروع کیا۔ 1905ء میں ایچی سن کالج لاہور میں داخل ہوئے اور 1912ء میں فارغ التحصیل ہو کر انگلینڈ چلے گئے اکتوبر 1913ء میں ویڈھم کالج آکسفورڈ میں داخل ہوئے۔ ان کے ٹیوٹر وارڈن ویلز تھے۔ 1916ء میں تاریخ کے مضمون میں بی - اے کی ڈگری لی۔ 1917ء میں بیرسٹری کی تعلیم مکمل کی اور اسی سال ستمبر میں ہندوستان واپس آگئے۔ جنوری 1918ء میں ضلع کچہری سرگودھا میں وکالت شروع کی۔ 1920ء کے انتخابات میں حصہ لیا اور ضلع شاہ پور کی تحصیل بھلوال سے لاہور کی لیجسلیٹو کونسل کے رکن منتخب ہوئے۔ 1925ء میں دوسری بار ووٹوں کی خاصی بڑی تعداد سے کامیاب ہوئے۔ اکتوبر 1931ء کے انتخابات میں بلا مقابلہ منتخب ہوئے۔ جنوری 1921ء سے جنوری 1927ء تک ہائی کورٹ میں پریکٹس کی۔ یکم جولائی 1927ء کو دیہی آبادی کے مفادات کی نمائندگی کی خاطر وزراء کی کونسل کے لئے منتخب ہوئے۔ اس وقت وہ ہندوستان کے سب سے کم عمر وزیر تھے۔ وہ سولہ سال صوبائی اسمبلی کے ممبر اور دس سال سے زائد وزیر رہے۔ جون 1936ء سے ستمبر 1941ء تک لندن میں ہائی کمشنر کے عہدے پر فائز رہے۔ اس دوران جنیوا میں 1938ء اور 1939ء بین الاقوامی ادارہ کے اجلاسوں میں ہندوستان کے وفد کے قائد رہے۔ ستمبر 1941ء سے ستمبر 1945ء تک وائسرائے کی کابینہ کے رکن رہے۔ ان کی دوسری شادی محترمہ وقار النساء سے 1945ء میں بمبئی میں سر رحمت اللہ کے مکان پر ہوئی۔ وقار النساء نے ڈھاکہ میں ایک گرلز سکول قائم کیا۔ اسی طرز کا سکول راولپنڈی میں بھی کھولا جو اب بھی وقار النساء کالج کے نام سے مشہور ہے۔ ستمبر 1945ء میں وزیر دفاع کے عہدے سے مستعفی ہو کر لاہور آئے یہاں مسلم لیگیوں نے شاندار استقبال

کیا نومبر 1946ء کے انتخابات میں راولپنڈی شہر کے انتخابی حلقہ سے کامیاب ہوئے۔ نومبر 1947ء میں آئین ساز اسمبلی کے انتخاب میں رکن منتخب ہوئے۔ اور قائداعظم محمد علی جناح کی ہدایت پر مشرق وسطیٰ کا دورہ کیا۔ 1949ء میں اکیفے کے اجلاس سنگا پور میں پاکستانی وفد کی قیادت کی۔ اپریل 1950ء میں مشرقی پاکستان کے گورنر بنے ان کی گورنری کے زمانہ میں بڑے بڑے مالکان اراضی سے زمین واپس لینے کا قانون منظور ہوا۔ اپریل 1953ء میں پنجاب کے وزیراعلیٰ بنے۔ 1955ء میں مسلم لیگ سے اخراج پر ری پبلکن پارٹی میں شامل ہو کر حزب اختلاف میں چلے گئے۔ حسین شہید سہروردی کی دعوت پر وزیر خارجہ بنے - 1956ء میں پاکستانی وفد کے قائد کی حیثیت سے سلامتی کونسل میں گئے جہاں کشمیر اسمبلی کے لئے انتخاب کی تجویز دس ووٹوں سے منظور ہوئی 1957ء میں اسماعیل چندریگر کابینہ میں بھی بطور وزیر خارجہ کام کرتے رہے اسماعیل چندریگر کے استعفیٰ دینے پر 16 دسمبر 1957ء کو وزارت عظمیٰ کے عہدہ پر فائز ہوئے ان کی کابینہ میں مندرجہ ذیل ارکان شامل تھے۔

1- محمد فیروز خان نون	وزیراعظم، امور خارجہ، دولت مشترکہ ریاستیں سرحدی علاقے، دفاع و اقتصادی، کشمیر، قانون
2- سید امجد علی	مالیات
3- مظفر علی قزلباش	صنعت و تجارت
4- میر غلام علی تالپور	داخلہ، بجلی و آبپاشی
5- میاں جعفر شاہ	خوراک و زراعت
6- عبدالعلیم	محنت، تعمیرات، اقلیتی امور
7- رمیز الدین احمد	مواصلات
8- کامنی کمار دتہ	صحت و تعلیم
9- حاجی مولا بخش سومرو	مہاجرین بحالیات
10- بی کے داس	تعلیم
11- محفوظ الحق	صحت

12- سردار عبدالرشید — تجارت، صنعت
13- سردار امیر اعظم خاں — اقتصادی پارلیمانی امور
14- محمد ایوب کھوڑو — دفاع
15- ظہیر الدین احمد — قائم مقام وزیر تجارت

وزرائے مملکت

1- اے کے داس — خزانہ
2- خاں جلال الدین خاں — وزیر داخلہ
3- امجد نواز گردیزی — زراعت و خوراک
4- حمید الحق چودھری — خزانہ، (قائم مقام)
5- دلدار احمد — ----
6- نور الرحمٰن — -----
7- پیٹر پال — ----
8- عبدالرحمٰن — ----
9- علمدار حسین شاہ — ----
10- عبدالسلام — -----
11- محمد اکبر بگٹی — ----
12- آغا عبدالحمید — ناظم گوادر

ان کے دور حکومت میں 20 دسمبر 1957ء کو معدنیات کی کارپوریشن کا قیام عمل میں آیا 23 دسمبر 1957ء کو درآمدی پالیسی کا اعلان ہوا۔ 29 دسمبر 1957ء کو سیکورٹی آرڈیننس کو بحال رکھنے کا فیصلہ کیا گیا 31 دسمبر 1957ء کو مغربی پاکستان اسمبلی کے لئے خاص علاقوں کے نمائندوں کے انتخابات کے قواعد کا اعلان کیا گیا' 6 فروری 1958ء کو پاکستان اور ایران کے سولہ سالہ پرانے سرحدی تنازعات کے معاہدے پر دستخط ہوئے۔ 16 فروری کو پاک سویڈیش انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کا قیام عمل میں آیا 19 جولائی 1958ء کو عام انتخابات فروری 1959ء تک ملتوی کر دیئے گئے۔ 6 ستمبر 1958ء کو

قومی اسمبلی میں عوامی نمائندگی کا ترمیمی بل 1958ء منظور ہوا 11 ستمبر 1958ء کو نئی دہلی میں ایک معاہدہ ہوا جس کے تحت مشرقی پاکستان کے سرحدی تنازعات طے کئے گئے۔ پاکستان کو اس معاہدہ کے تحت 11 مربع میل کا علاقہ بھارت سے زیادہ ملا 1958ء میں گوادر کی منتقلی نہایت خوش اسلوبی سے روبہ عمل آئی۔ جس میں دو ہزار چار سو مربع میل کا علاقہ پاکستان کو واپس ملا۔

وہ وزارت عظمیٰ کے عہدہ پر دس مہینے متمکن رہے۔ 7 اکتوبر 1958ء کی رات کو صدر سکندر مرزا کی جانب سے جو انہیں خط ملا وہ اس طرح تھا۔

ایوان صدر کراچی
7 اکتوبر 1958ء

مائی ڈیئر فیروز!

میں بڑے غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس ملک میں استحکام اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس کی ذمہ داریاں میں خود نہ سنبھال لوں۔ اور انتظامیہ کو اپنے ہاتھ میں نہ لے لوں۔ 3 مارچ 1956ء کا آئین نہ صرف یہ کہ ناقابل عمل ہے۔ بلکہ پاکستان کی سالمیت اور اس کے استحکام کے لئے خطرناک بھی ہے۔ اگر ہم اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہمیں پاکستان سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔

لہٰذا مملکت کے سربراہ کی حیثیت سے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آئین منسوخ کر دوں۔ تمام اختیارات خود سنبھال لوں۔ اسمبلیوں، مرکزی پارلیمنٹ اور مرکزی اور صوبائی کابینہ کو توڑ دوں۔ مجھے صرف اتنا افسوس ہے کہ یہ فیصلہ مجھے آپ کی وزارت عظمیٰ کے زمانے میں کرنا پڑا ہے۔ جس وقت آپ کو یہ خط ملے گا مارشل لاء نافذ ہو گیا ہوگا اور جنرل ایوب جنہیں میں نے مارشل لاء کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا ہے۔ اپنے اختیارات سنبھال چکے ہوں گے۔

آپ کے لئے ذاتی طور پر میرے دل میں بڑا احترام ہے اور آپ کی.........

آپ کے لئے ذاتی طور پر میرے دل میں بڑا احترام ہے اور آپ کی ذاتی خوشی اور فلاح کے لئے جو کچھ بھی ضروری ہوا میں بے تامل کروں گا۔

آپ کا مخلص

سکندر مرزا

ان کا انتقال 1970ء میں ہوا۔انہوں نے مندرجہ ذیل کتابیں لکھیں۔

1- کینیڈا
2- ہندوستان
3- احمقوں سے حصول عقل
4- چشم دید
5- آپ بیتی (سوانح عمری)

فیلڈ مارشل محمد ایوب خان

محمد ایوب خان 14 مئی 1907ء کو ریحانہ ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں تعلیم پائی ملٹری اکیڈیمی سینڈھرسٹ میں فوجی تربیت حاصل کی 1928ء میں فوج میں کمیشن حاصل کیا اور 14 پنجاب رجمنٹ سے وابستہ ہوئے - وہ 14 پنجاب رجمنٹ کے کرنل کمانڈنٹ رہے جنگ عظیم دوم میں انہوں نے برما کے محاذ پر خدمات انجام دیں۔ اس وقت وہ بٹالین کمانڈر تھے بعد میں انہیں کرنل بنا دیا گیا۔ 1947ء میں سروسز سلیکشن بورڈ کے صدر بنے۔

وزیرستان میں گاراوائی بریگیڈ کی کمان سنبھالی۔ مشرقی پاکستان میں فوج کی کمان ان کے سپرد کی گئی۔ 1948ء میں میجر جنرل بنے اور ایسٹ پاکستان ڈویژن کے پہلے کمانڈر مقرر ہوئے۔ 1950ء میں وہ پاکستان آرمی کے ایڈ جوائنٹ مقرر ہوئے۔ 17 جون 1951 کو وہ پاک فوج کے پہلے مسلمان کمانڈر انچیف بنے 1954ء میں وزیر دفاع بنے اور 1956ء تک اس عہدے پر کام کیا۔ 23 مارچ 1957ء کو انہیں "ہلال جرات" کا اعزاز ملا۔ 7 اکتوبر 1958ء کو انہیں سپریم کمانڈر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بنا دیا گیا 23 مارچ 1962ء کو انھیں "نشان پاکستان" کا اعزاز دیا گیا۔ 24 دسمبر 1963ء کو پاکستان مسلم لیگ کے صدر نامزد ہوئے۔

7 اکتوبر 1958ء کو صدر پاکستان میجر جنرل سکندر مرزا نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر کے 1956ء کے آئین کی تنسیخی کا اعلان کیا مرکزی اور صوبائی حکومتیں، قومی اور صوبائی اسمبلیاں، اور سیاسی جماعتیں سب ختم کر دی گئیں۔ صدر سکندر مرزا نے بری فوج کے کمانڈر انچیف جنرل محمد ایوب خان کو چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا اور پاکستان کی مسلح افواج کی کمان خود سنبھال لی۔

صدر نے قوم کو مطمئن اور پر سکون رہنے کی ہدایت کرتے ہوئے کہا کہ

"میں گزشتہ دو سال سے بڑی تشویش کے ساتھ یہ دیکھتا رہا ہوں کہ اقتدار حاصل کرنے کے لئے سنگدلانہ جدوجہد جاری ہے۔ وطن پرست، محنتی، دیانتدار اور سیدھے سادے عوام سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جا

رہی ہے اور سیاستدان عوام سے غلط فائدہ اٹھانے کے لئے انہیں اسلام کے نام پر دھوکا دیتے رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ بعض دیانتدار شخصیتیں ایسی کاروائیوں سے مستثنیٰ بھی ہیں۔ لیکن ان کی تعداد قلیل ہے اس لئے وہ ملک پر اثر انداز نہیں ہوئیں بعض لوگوں کی قابل مذمت سرگرمیوں کے باعث ملک میں گھٹیا قسم کی ڈکٹیٹر شپ قائم ہو گئی ہے"۔

8 اکتوبر 1958ء کو مارشل لاء کے نفاذ کی وجوہات پر روشنی ڈالتے ہوئے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ایوب خان نے کہا۔

"ملک مکمل تباہی کے خطرے سے دوچار تھا اور اس کی سالمیت تک خطرے میں پڑ چکی تھی اگر ہم موجودہ افراتفری اور بے راہ روی کو اس طرح جاری رہنے دیتے تو تاریخ ہمیں کبھی معاف نہ کرتی۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ بے راہ روی بعض خود غرض اشخاص کے افعال و حرکات کا نتیجہ تھی جنہوں نے سیاسی راہنمائی کے بھیس میں راہزنی کا شیوہ اختیار کر رکھا تھا اور اپنی ذاتی اغراض پر ملک کے مفاد کو بے دریغ قربان کر رہے تھے۔ ان میں بعض ایسے تھے جو یہ سمجھتے تھے کہ وہ جو کچھ بھی کریں انہیں اس کا حق حاصل ہے کیونکہ وہ پاکستان قائم کرنے کے دعویدار تھے۔ اور بعض ایسے تھے جو پاکستان کے تخیل ہی کے خلاف تھے۔ وہ اعلانیہ پاکستان کو توڑنے کی تدبیریں کرتے تھے۔ یا ایسی باتیں کرتے تھے جن سے پاکستان کے مسائل زیادہ سے زیادہ الجھ جائیں ادھر پاکستان کی بے عزم اور کمزور حکومتیں یہ سب کچھ نہایت بزدلانہ طریق پر خاموشی سے دیکھ رہی تھیں۔ حالات خراب سے خراب تر اور بد سے بد تر ہوتے رہے اور نظم و ضبط اور حکومت کا وقار خاک میں ملتا رہا لیکن وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے"۔

24 اکتوبر 1958ء کو اس وقت کے صدر پاکستان سکندر مرزا نے بارہ اراکین پر مشتمل مرکزی کابینہ تشکیل دی۔ جس میں سپریم کمانڈر اینڈ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ایوب خان کو وزیر اعظم پاکستان نامزد کیا گیا اور وزیر دفاع و وزیر امور کشمیر کے محکمے بھی ان کے سپرد کیے گئے کابینہ میں جن افراد کو شامل کیا گیا ان کے نام اور

محکمے اس طرح تھے۔

1- جنرل محمد ایوب خان	وزیراعظم، ناظم مارشل لاء، وزیر دفاع اور امور کشمیر
2- منظور قادر	وزیر امور خارجہ
3- لیفٹیننٹ جنرل محمد اعظم خان	وزیر بحالیات
4- ایف۔ایم۔خان	وزیر مواصلات
5- لیفٹیننٹ جنرل ڈبلیو۔ اے برکی	وزیر صحت اور سماجی بہبود
6- حبیب الرحمٰن	وزیر تعلیم، اطلاعات و نشریات
7- ابوالقاسم خان	وزیر صنعت، تعمیرات آبپاشی اور بجلی
8- لیفٹیننٹ جنرل کے۔ایم شیخ	وزیر داخلہ
9- ذوالفقار علی بھٹو	وزیر تجارت
10- محمد ابراہیم	وزیر قانون
11- ایم شعیب	وزیر خزانہ
12- حفیظ الرحمٰن	وزیر خوراک و زراعت

وہ صرف تین دن یعنی 24 اکتوبر 1958ء سے 27 اکتوبر 1958ء تک وزیراعظم رہے۔ 28 اکتوبر 1958ء کو بحیثیت صدر حلف اٹھایا اور نئے آئین کے لئے آئین کمیشن قائم کیا۔ کابینہ کو از سر نو ترتیب دیا اور ان اشخاص کو اپنی کابینہ میں شامل کیا۔

صدر	جنرل محمد ایوب خاں

وزراء

1- لیفٹیننٹ جنرل محمد اعظم خان	بحالیات اور آباد کاری
2- لیفٹیننٹ جنرل واجد علی برکی	سماجی بہبود و صحت
3- منظور قادر	امور خارجہ
4- محمد ابراہیم	قانون

5- لیفٹیننٹ جنرل کے۔ایم شیخ — امور داخلہ
6- محمد شعیب — خزانہ
7- ابوالقاسم خان — صنعت
8- خان ایف۔ایم خان — مواصلات
9- حبیب الرحمٰن — تعلیم
10- ذوالفقار علی بھٹو — تجارت، اطلاعات
11- محمد حفیظ الرحمٰن — خوراک و زراعت

پارلیمانی نظام کے فیل ہو جانے کے بعد انہوں نے صدارتی طرز حکومت کو اہمیت دی۔ اور اسی بنا پر 1959ء میں مشرقی اور مغربی پاکستان میں حق رائے دہی بالغان کی بنیاد پر 80 ہزار اراکین کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ اس نظام میں دونوں صوبوں کو مساوی نمائندگی دی گئی۔ 14 فروری 1960ء کو انہی ارکان میں سے 95.6 فیصد ارکان سے اعتماد کا ووٹ لے کر آئندہ پانچ سال کے لئے ملک کے صدر بنے۔ 1960ء کے صدارتی حکم کے تحت کابینہ اس طرح تشکیل دی گئی

صدر — فیلڈ مارشل محمد ایوب خان

وزراء

1- لیفٹیننٹ جنرل محمد اعظم خاں — بحالیات، زراعت، خوراک اور آبپاشی
2- منظور قادر — امور خارجہ
3- لیفٹیننٹ جنرل واجد علی برکی — سماجی بہبود و صحت
4- محمد ابراہیم — قانون
5- لیفٹیننٹ جنرل کے۔ایم شیخ — امور داخلہ
6- محمد شعیب — خزانہ
7- ابوالقاسم خان — صنعت و بجلی
8- خان ایف۔ایم خان — مواصلات

9- حبیب الرحمٰن	تعلیم
10- ذوالفقار علی بھٹو	اطلاعات' سیاحت' ایندھن اور بجلی
11- محمد حفیظ الرحمٰن	تجارت و زراعت
12- اختر حسین	اطلاعات و کشمیر
13- ذاکر حسین	داخلہ
14- عبدالقادر	خزانہ
15- محمد منیر	قانون

1962ء کا آئین

جسٹس شہاب الدین کی سربراہی میں مقرر کردہ آئینی کمیشن کی رپورٹ 6 مئی 1961ء کی روشنی میں نیا آئین تیار کیا گیا۔ یہ آئین یکم مارچ 1962ء کو نافذ العمل ہوا۔ اس آئین کے تحت ملک کے انتظامی سربراہ کو "صدر" کا نام دیا گیا جو ملک کے انتظام کا واحد ذمہ دار تھا۔ پاکستان کا ہروہ 35 سالہ مسلمان شہری جو قومی اسمبلی کا رکن بننے کا مجاز ہو صدر کے عہدے کے لئے انتخاب لڑ سکتا تھا۔ بنیادی جمہوریتوں کے 80 ہزار اراکین جنہیں بعد میں بڑھا کر ایک لاکھ بیس ہزار کر دیا گیا تھا جن کا انتخاب بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ہوتا تھا صدر کا انتخاب کرتے تھے صدر کو صرف قومی اسمبلی ہی برطرف کر سکتی تھی۔ اسے آئینی طور پر گورنروں' وزیروں مختلف انتظامی کمیشنوں کے اراکین کی تقرری اور تمام اعلیٰ عہدوں پر تقرری اور برطرفی کے حتمی اختیارات حاصل تھے۔ صدر پاکستان دفاعی افواج کا سربراہ تھا صدر کو قانون سازی کے براہ راست اختیارات حاصل تھے۔ وہ آرڈیننس جاری کرنے کا مجاز تھا صدر کو قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کرنے اور ملتوی کرنے اور اسے توڑنے کا اختیار بھی حاصل تھا۔ تاہم اسمبلی توڑنے کی صورت میں اسے اپنا عہدہ بھی چھوڑنا پڑتا تھا۔ صدر ایمرجنسی کے دوران ملک میں ہنگامی حالت کے نفاذ کا آرڈیننس جاری کر سکتا تھا۔ آئین میں صدر ہی اختیارات کا سرچشمہ اور مرکز تھا۔ صدر وزراء کو نامزد اور برطرف کر سکتا تھا اور

وزراء صرف صدر کو جواب دہ تھے۔ وزراء قومی اسمبلی کی کاروائی میں حصہ لے سکتے تھے مگر انہیں ووٹ کا حق حاصل نہیں تھا۔ صدر کا ان کے فیصلوں سے متفق ہونا بھی ضروری نہیں تھا۔

نئے آئین کے تحت مرکزی مقننہ صدر اور قومی اسمبلی پر مشتمل تھی قومی اسمبلی کے اراکین کی تعداد 156 تھی خواتین کے لئے 6 نشستیں مختص کی گئی تھیں۔ تمام نشستوں کو ملک کے دونوں حصوں میں برابر تقسیم کیا گیا تھا۔ بعد ازاں ایک آئینی ترمیم کے ذریعہ قومی اسمبلی کے اراکین کی تعداد 156 سے بڑھا کر 218 کر دی گئی۔ ان میں سے دو سو اراکین منتخب ہوتے جبکہ دس اراکین کی نامزدگی ملک کے دانشوروں میں سے کی جاتی۔ بقیہ آٹھ نشستیں خواتین کے لئے مخصوص تھیں اسمبلی کی عمومی مدت کار پانچ سال تھی۔

قومی اسمبلی ملک کے وفاقی امور کے بارے میں قانون سازی کی بلا شرکت غیر مجاز تھی۔ امتناعی نظر بندی سے متعلق کسی بھی قانون سازی سے پہلے صدر کی اجازت ضروری تھی ٹیکسوں کے نفاذ کا اختیار مرکزی مقننہ کو حاصل تھا۔ آئین میں ترمیم کے لئے قومی اسمبلی دو تہائی اکثریت کے ساتھ "ترمیمی بل" منظور کر سکتی تھی۔ لیکن اگر صدر اسے ویٹو کر دے تو قومی اسمبلی اسے تین چوتھائی اکثریت سے پاس کر سکتی تھی۔ اس کے باوجود اگر صدر چاہے تو متعلقہ معاملے کو بنیادی جمہوریتوں کے اراکین کے سامنے پیش کر سکتا تھا۔ ان اراکین کی اکثریت کی منظوری کے بعد آئین میں صدر کی رضامندی کے بغیر بھی ترمیم ہو سکتی تھی۔

صوبائی حکومتوں کا انحصار بڑی حد تک صدر پر تھا۔ گورنر جو کہ صوبے کا انتظامی سربراہ تھا صدر کی طرف سے نامزد کیا جاتا تھا۔ صدر گورنر کو کسی وقت بھی برطرف کر سکتا تھا۔

گورنر کو صوبے میں بقیہ وہی' انتظامی' قانونی' مالیاتی' اور دیگر اختیارات حاصل تھے جو مرکزی حکومت میں صدر کے پاس تھے۔ تاہم گورنر اپنے تمام اعمال کے لئے صدر کے سامنے جواب دہ تھا۔

صوبائی مقننہ متعلقہ گورنر اور صوبائی اسمبلی پر مشتمل ہوتی تھی۔ ہر صوبائی اسمبلی

کی 150 نشستیں اور خواتین کے لئے پانچ خصوصی نشستیں رکھی گئی تھیں۔ بعد میں کی جانے والی ایک آئینی ترمیم کے تحت صوبائی اسمبلی کے اراکین کی تعداد 150 سے بڑھا کر 218 کر دی گئی اس میں سے دس نشستیں حکومت کی طرف سے نامزد شدہ دانشوروں کے لئے مخصوص تھیں۔ اسمبلی کی مدت کار پانچ سال تھی گورنر یا متعلقہ اسمبلی کے سپیکر کی سفارش پر صوبائی اسمبلی کو قومی اسمبلی اور صدر کی رضامندی سے توڑا جا سکتا تھا - قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے ضوابط کار' سپیکر کے فرائض اور قانون سازی کا طریقہ ایک دوسرے سے مماثل تھے۔ صوبائی اسمبلی کے حوالے سے صوبوں میں گورنر کا کردار وہی تھا جو مرکز میں قومی اسمبلی کے حوالے سے صدر کا تھا -

8 جون 1962ء کو مارشل لاء اٹھا لیا گیا سیاسی جماعتیں بحال ہو گئیں - مارشل لاء عدالتیں ختم ہو گئیں اور مارشل لاء کے ضابطے منسوخ کر دیئے گئے۔ صدر ایوب خان نے نئے آئین کی روشنی میں حلف اٹھایا اور اپنی کابینہ کے ان افراد سے 13 جون 1962ء کو حلف لیا۔

صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان

وزراء

1- محمد منیر	قانون و پارلیمانی امور
2- محمد علی بوگرہ	امور خارجہ
3- عبدالقادر	خزانہ
4- عبدالمنعم	صحت
5- حبیب اللہ خاں	امور کشمیر' داخلہ
6- وحید الزمان	تجارت، صحت
7- ذوالفقار علی بھٹو	وزیر صنعت، قدرتی وسائل امور خارجہ
8- عبدالصبور خان	مواصلات
9-اے کے ایم فضل القادر چودھری	تعلیم، خوراک و زراعت

10- شیخ خورشید احمد	قانون و پارلیمانی امور
11- رانا عبدالحمید	صحت، لیبر، سماجی بہبود
12- محمد شعیب	خزانہ
13- اے ٹی ایم مصطفیٰ	تعلیم
14- عبداللہ المحمود	صنعت و قدرتی وسائل
15- عبدالوحید خاں	اطلاعات و نشریات
16- الحاج عبد اللہ ظہیرالدین لال میا	صحت

19 اگست 1964ء کو مسلم لیگ مجلس عاملہ نے انہیں آئندہ صدارتی انتخاب کے لئے اپنا امیدوار بنایا جبکہ حزب مخالف کی جماعتوں نے 17 ستمبر 1964ء کو محترمہ فاطمہ جناح کو اپنا صدارتی امیدوار چن کر ان کے مد مقابل کھڑا کیا۔ 25 ستمبر 1964ء کو سپریم کورٹ نے جماعت اسلامی پر سے پابندی ختم کر دی 19 اکتوبر کو مولانا سید ابولاعلیٰ مودودی اور جماعت اسلامی کے 43 دوسرے راہنما رہا کر دیئے گئے 22 اکتوبر 1964ء کو نیا الیکشن کمیشن قائم کیا جو درج ذیل اراکین پر مشتمل تھا۔

جی - معین الدین	چیف الیکشن کمیشن
جسٹس ایم۔ آر - خان	مشرقی پاکستان ہائی کورٹ
جسٹس محمد اقبال	مغربی پاکستان ہائی کورٹ

انہوں نے 26 اکتوبر 1964ء کو اپنے انتخابی منشور کے مندرجہ ذیل 23 نکات پیش کئے۔

1- ملک کے وسائل سے مکمل ترین استعفادہ کیا جائے گا۔

2- ملکی دولت کی وسیع ترین اور منصفانہ ترین تقسیم کی تدبیر کرنی ہوگی۔

3- عام آدمی کی آمدنی میں اضافہ کے لئے ہر ممکن ذریعے سے کام لینا ہوگا تاکہ غریب اور امیر کے درمیان تفاوت کم ہو سکے۔

4- ٹیکسوں کو اس طرح عائد کرنا کہ ہر ایک پر صرف منصفانہ اور متوازن

بار پڑے۔

5 - اجارہ داریاں اور کاروباری زنجیریں ختم کی جائیں گی۔

6 - مالیہ کے نظام میں معقولیت کی خاطر ایسی اصلاحات کرنی ہوں گی کہ چھوٹے زمینداروں کے ساتھ انصاف کا معاملہ ہو۔

7 - مشرقی پاکستان میں سیلابوں کا سدباب کیا جائے گا اور سیلاب سے متاثر لوگوں کو دوبارہ آباد کرنے کی تمام مناسب سہولتیں دی جائیں گی۔

8 - مغربی پاکستان میں سیم اور تھور پر قابو پانے کی ہر تدبیر اختیار کی جائے گی اور متاثر شدہ زمین کی بحالی کے لئے ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔

9 - عوام کی اشیائے صرف کی قیمتوں میں استحکام پیدا کیا جائے گا۔ اور جہاں تک ہو سکے گا افراط زر کی روک تھام کی جائے گی۔

10 - بے گھر لوگوں کے بسانے اور بہتر اقامتی سہولتوں کی بہم رسانی کے عملی اقدامات کئے جائیں گے۔

11 - غیر ضروری افزائش نسل کا تدارک، تاکہ عوام کے بڑھتے ہوئے معیار زندگی کو نقصان نہ پہنچے۔

12 - انتظامی معاملات میں مقامی لوگوں کو شامل کرنا ہوگا اور انتظامی امور کی ذمہ داری بنیادی جمہوریتوں کو بتدریج منتقل کر دی جائے گی۔

13 - دیہی تعمیراتی پروگرام کو مالی اور عملی اعتبار سے وسیع تر کیا جائے گا۔

14 - ایک ایسا مستحکم دیہی معاشرہ تشکیل دیا جائے گا جو اپنی ضروریات خود پوری کر سکے۔

15 - تیسرے پنجسالہ منصوبے کے خاکے کے مطابق ملک بھر میں زیادہ سے زیادہ تعلیمی سہولتیں مہیا کی جائیں گی۔

16 - پریس کے لئے ایک ضابطہ اخلاق تیار کیا جائے گا اور اخبارات ہی میں ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے گا۔ جس سے اخبارات خود اپنا عمل اس ضابطے کے تابع کر سکیں گے۔

17 - انتظامیہ کے ہر شعبے میں بدعنوانی' رشوت ستانی اور دوسری خرابیوں کا

قلع قمع کرنے کے لئے مزید اقدامات کئے جائیں گے اور سرکاری محکموں میں کارکردگی کو بہتر سے بہتر بنایا جائے گا۔

18 - ملک کے دونوں حصوں کے درمیان' ہر ممکن طریقے سے مساوات کے حصول کے لئے موثر کارروائی کی جائے گی جیسا کہ آئین کی رو سے لازم ہے اور اس بات کا بھی خیال رکھا جائے گا کہ مغربی پاکستان کے مختلف علاقوں کی ترقی کو ایک واحد اور ناقابل تقسیم یونٹ کی حیثیت سے فروغ دیا جائے تاکہ ملک بھر کی ترقی توازن کے ساتھ ہو سکے۔

-19 ثقافتی ہم آہنگی اور تخلیقی فکر کی نشو و نما کے لئے زیادہ سے زیادہ سہولتیں مہیا کی جائیں گی۔

20 - مسلم قومیت کے بنیادی مسلک کی ترویج کی جائے گی تاکہ اسے مضبوط بنیاد پر دوسرے مسلم ممالک کے درمیان بخوبی اشتراک عمل کیا جا سکے۔

21 - آزادی کی ہر تحریک کی حمایت کی جائے گی اور ایسی قوموں اور آبادیوں کی ہر ممکن امداد کی جائے گی جو کسی قسم کے سیاسی غلبے کا شکار ہوں۔

22 - جموں و کشمیر کے عوام کو حق خود اختیاری دلانے کی مسلسل جدوجہد کی جائے گی اور اقوام متحدہ کی قرار دادوں کے مطالبے جموں و کشمیر کے عوام کو حق خود ارادیت استعمال کرنے کا پورا موقع دلانے کی مسلسل کوشش کی جائے گی نیز کشمیری مجاہدین کی بھی دل سے حمایت کی جائے گی۔

23 - پاکستان کی اقلیتوں کو مکمل تحفظ دیا جائے گا اور ان کو مساوی مواقع مساوی حقوق اور مساوی مراعات دی جائیں گی۔

2 جنوری 1965ء کو چیف الیکشن کمشنر جی معین الدین نے صدارتی انتخابات کے نتائج کا اعلان کرتے ہوئے ایوب خان کو کامیاب قرار دیا۔ انتخابات میں کل پاکستان بنیاد پر انہیں 65 فیصد سے زیادہ اور مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح کو 34 فیصد ووٹ ملے مغربی پاکستان سے انہیں 28939 اور محترمہ جناح کو 10257 ووٹ ملے جب کہ مشرقی پاکستان سے انہیں 21012 اور مادر ملت کو 18434 ووٹ ملے۔

محترمہ فاطمہ جناح کے علاوہ ایوب خاں کے مقابلہ میں کے ایم کمال اور میاں بشیر

احمد نے بھی صدارتی انتخابات میں حصہ لیا کے ایم کمال کو مجموعی طور پر 183 ووٹ (مشرقی پاکستان93 اور مغربی پاکستان 90) اور میاں بشیر احمد کو 65 ووٹ (مغربی پاکستان 54اور مشرقی پاکستان سے 11) ملے۔

24 مارچ 1965ء کو محمد ایوب خان نے صدر کے عہدہ کا حلف اٹھایا اور نئی کابینہ تشکیل دی۔

صدر　　فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں

وزراء

وزیر	محکمہ
1- ذوالفقار علی بھٹو	امور خارجہ
2- محمد شعیب	خزانہ
3- عبدالصبور خاں	مواصلات
4- خواجہ شہاب الدین	اطلاعات و نشریات
5- ایس ایم ظفر	قانون و پارلیمانی امور
6- قاضی انوار الحق	تعلیم، صحت اور سماجی بہبود
7- الطاف حسین	صنعت و قدرتی وسائل
8- غلام فاروق	تجارت
9- چودھری علی اکبر	داخلہ و امور کشمیر
10- شمس الضحیٰ	خوراک، وزراعت
11- شریف الدین پیرزادہ	خارجہ امور
12- این ایم عقیلی	خزانہ
13- عبدالغفور خاں ہوتی	تجارت
14- ارشد حسین	امور خارجہ
15- اجمل علی چودھری	صنعت و قدرتی وسائل
16- اے آر خاں	دفاع، امور کشمیر، داخلہ

6 ستمبر 1965ء پیر کی رات کے آخری پہر بھارت اور پاک فوج کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ ریڈیو پاکستان سے نیوز کاسٹر شکیل احمد نے جنگ کی اطلاع دی۔ صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے کہا کہ "لا الہ الا اللہ" کا ورد کرتے ہوئے دشمن کو فنا کر دو" اس معرکہ میں پاکستانی افواج کے کمانڈر انچیف جنرل محمد موسیٰ تھے۔ مرکزی دارالحکومت میں ہوائی حملے کا پہلا سائرن 7 ستمبر کی شام کو سوا سات بجے بجایا گیا۔

صدر پاکستان فیلڈ مارشل جنرل محمد ایوب خان نے 6 ستمبر 1965ء کو بھارت کے اچانک اور بغیر الٹی میٹم حملہ کرنے پر نہایت غم و غصے کا اظہار کرتے ہوئے ہنگامی حالت کا اعلان کیا اور قوم کو ایک پر جوش تقریر کے ذریعے اس مشکل وقت میں دشمن کے خلاف ڈٹ جانے کا عزم دیا۔ انہوں نے قوم سے ساڑھے بارہ بجے دوپہر انگریزی میں خطاب کیا اور دوسرے دن دو بجے اردو میں خطاب کیا یہ تقریر الطاف حسین گوہر نے لکھی تھی۔ صدر ایوب نے قوم سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میرے عزیز ہم وطنو! دس کروڑ پاکستانی شہریوں کے لئے آزمائش کی گھڑی آپہنچی ہے آج صبح لاہور کے محاذ پر بھارتی فوجوں نے پاکستانی علاقے پر حملہ کیا انہوں نے بڑے ہی بزدلانہ طریق سے وزیر آباد میں کھڑی ہوئی ایک مسافر گاڑی پر طیاروں سے گولیاں برسائیں یہ بھارت کی ان جارحانہ سرگرمیوں کے سلسلے کی ایک سنگین کڑی ہے جن میں وہ گزشتہ پانچ ماہ سے مصروف ہے یہ سلسلہ مئی میں بھارت کی جانب سے حد متارکہ جنگ کی خلاف ورزی اور کارگل سیکٹر میں ہماری تین چوکیوں پر بھارت کے قبضہ کرنے سے شروع ہوا تھا اقوام متحدہ کی مداخلت پر بھارت نے عارضی طور پر ان چوکیوں کو خالی کر دیا' لیکن اگست 1965ء میں ان پر دوبارہ قبضہ کر لیا اس جارحانہ حملے کے دوران بھارتی فوج نے ٹیٹوال سیکٹر میں پاکستان کی چوکیوں پر قبضہ کرنے کے لئے بڑی اور پوری قوت کے ساتھ اوڑی پونچھ کے علاقے میں پیش قدمی کی اس نے خط متارکہ جنگ پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ پاکستان میں موضع اعوان شریف پر بھی بمباری کی یہ بات واضح ہے کہ ہم نے بھارت کی تمام تر اشتعال انگیزی کے باوجود جو ضبط سے کام لیا ہے

اسے بھارت نے غلط سمجھا ہے۔ بھارتی حملے کو روکنے کے لئے آزاد کشمیر کی فوجوں کو بھمبر سیکٹر میں پیش قدمی کرنی پڑی۔ بھارت نے اپنی فضائیہ جنگ میں جھونک دی اس طرح ایک سنگین بحران پیدا کر دیا اب وقت آگیا ہے کہ ہم انہیں دندان شکن جواب دیں جو سامراجیت میں بھارت کی مہم جوئی کو ختم کر دے گا۔ دشمن کا پہلا مقابلہ کرنے کے لئے لاہور کے جن بہادر لوگوں کو منتخب کیا گیا ہے تاریخ میں انہیں ان بہادروں کا مقام حاصل ہو گا جنہوں نے دشمن کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکی۔

پاکستان کے دس کروڑ عوام جن کے دل لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آواز پر دھڑکتے ہیں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک بھارت کی توپیں ہمیشہ کے لئے خاموش نہیں ہو جاتیں۔ بھارتی حکمرانوں کو یہ پتہ نہیں کہ انہوں نے کس قوم کو للکارا ہے۔ تیار ہو جاؤ ضرب لگانے کے لئے کاری ضربیں لگانے کے لئے کیوں کہ جس بلا نے تمہاری سرحدوں پر اپنا سایہ ڈالا ہے اس کی تباہی یقینی ہے باضابطہ جنگ شروع ہونے پر مردانہ وار آگے بڑھو اور دشمن پر ٹوٹ پڑو خدا تمہارا حامی و ناصر ہو۔

"پاکستان پائندہ باد"

اس جنگ میں پاکستان نے بھارت کے 1617 مربع میل کے رقبے پر قبضہ کیا جب کہ بھارت نے پاکستان کے 447 مربع میل کے رقبہ پر قبضہ کیا۔ مشرقی پنجاب کو پندرہ کروڑ روپے کا نقصان ہوا۔ بھارت کے 516 ٹینک جب کہ پاکستان کے 35 ٹینک تباہ ہوئے۔ بھارت کے 7000 فوجی مارے گئے جب کہ پاکستان کے 830 مجاہد کام آئے۔ پاکستان نے بھارت کے تقریباً 1000 فوجی قید کر لئے بھارت نے پاکستان کے 717 مجاہد قید کئے۔ انڈین ایئر فورس کا پانچواں حصہ یعنی 115 طیارے تباہ ہوئے جب کہ پاکستان کے صرف 10 طیارے تباہ ہوئے۔ 10 جنوری 1966ء کو بھارت کے وزیراعظم لال بہادر شاستری اور روسی وزیراعظم الیکس کو سیگن کی موجودگی میں تاشقند (روس) کے مقام پر ایک سمجھوتے پر دستخط ہوئے۔ جس میں طے پایا کہ۔

1- دونوں ممالک کے ہائی کمشنر اپنے اپنے عہدوں کا از سر نو چارج لیں گے اور

سفارتی مشن دوبارہ معمول کے مطابق کام شروع کر دیں گے۔

2- دونوں ممالک کی افواج 25 فروری تک ان مورچوں پر واپس چلی جائیں گی جن پر وہ 5 اگست 1965ء تک متعین تھیں۔

3- آئندہ باہمی جھگڑے فوجی بل بوتے پر نہیں بلکہ پر امن طریقوں سے حل ہوں گے۔

4- دونوں ممالک کے مابین اقتصادی، تجارتی اور ثقافتی تعلقات بحال کرنے کے سلسلے میں اقدامات کئے جائیں گے اور دونوں ملکوں کے مابین مواصلات کا سلسلہ دوبارہ بحال کیا جائے گا۔

5- جنگی قیدیوں کی واپسی کے سلسلے میں ہدایات جاری کی جائیں گی۔

6- دونوں ملکوں کے مابین اب تک جو معاہدے ہوئے ہیں ان پر عمل درآمد کیا جائے گا۔

7- دونوں ممالک اپنے اپنے ہاں ایسی فضا پیدا کریں گے کہ ایک ملک کے لوگوں کا ترک وطن کر کے دوسرے ملک میں جانا بند ہو جائے۔

8- دونوں ممالک اپنے اپنے ہاں سے لوگوں کے اخراج کے متعلق مسائل اور ان کی جائیدادوں کی واپسی کے معاملے پر باہمی غور و خوض جاری رکھیں گے۔

9- دونوں ملک ایک دوسرے کے خلاف پراپیگنڈہ بند کر دیں گے۔

10- ایسے معاملات پر غور کرنے کے لئے جن کا تعلق براہ راست ایک دوسرے کے ممالک سے ہو وہ اعلیٰ سطح پر یا دوسری سطحوں پر کانفرنسیں منعقد کر کے فیصلے کریں گے۔

11- دونوں ممالک کی حکومتیں ایسے ادارے قائم کریں گی جو دونوں ممالک کے باہمی تعلقات کے متعلق باقاعدہ اپنی اپنی حکومت کو رپورٹ مہیا کریں تاکہ یہ فیصلہ کیا جا سکے کہ باہمی تعلقات سدھارنے کے لئے مزید کیا کیا اقدامات کئے جا سکتے ہیں۔

12- ایک دوسرے کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کی جائے گی۔

اعلان تاشقند کی روشنی میں 29 جنوری 1966ء کو دونوں ملکوں کی فوجوں کی واپسی

کے سمجھوتے کے آخری مسودے پر دستخط ہوئے۔

نومبر 1968ء میں ملک میں ہڑتالیں اور ہنگامے شروع ہو گئے - حکومت نے عوام کے جان و مال کی حفاظت کی کوشش کی - محمد ایوب خان نے 21 فروری 1969ء کی تقریر میں کہا کہ "میں اگلے صدارتی انتخابات میں امیدوار نہیں ہوں گا"۔ لیکن عوام پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ مزید ہنگامے ہونے لگے آخر کار انہوں نے مخالف راہنماؤں کو ملکی مسائل کا حل تلاش کرنے کے لئے نوابزادہ نصراللہ خان کے ذریعہ جو جمہوری مجلس عمل کے کنوینر تھے مدعو کیالیکن ذوالفقار علی بھٹو مولانا عبدالحمید خان بھاشانی اور جنرل (ریٹائرڈ) محمد اعظم نے اس کانفرنس میں شمولیت سے انکار کر دیا۔ بہرحال 13 مارچ 1969ء کو ہونے والی اس کانفرنس میں پارلیمانی نظام کا قیام اور حق بالغ رائے دہی پر انتخابات کے انعقاد کے مطالبے کو اتفاق رائے سے تسلیم کر لیا گیا اور کہا کہ باقی مسائل عوام کی منتخب پارلیمنٹ طے کرے گی۔

اس کانفرنس کے فیصلوں کو پائے تکمیل تک پہنچانے کے لئے ملک میں پاک بھارت جنگ کے بعد نافذ کی گئی ہنگامی حالت کو ختم کر دیا گیا۔ یونیورسٹی آرڈیننس منسوخ کر کے تمام نظربند طلباء کو رہا کر دیا گیا۔ کم تنخواہ پانے والے ملازمین کو عبوری امداد دی گئی۔ جمہوری مجلس عمل کو غیر مشروط دعوت دی گئی۔ مجلس عمل کے علاوہ دوسرے آزاد راہنماؤں کو بھی گول میز کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی اور مجلس عمل کا یہ مطالبہ منظور کر لیا گیا کہ آئین میں بنیادی تبدیلیوں جیسے اہم مسائل کے علاوہ دوسرے مسائل بھی کانفرنس میں زیر غور لائے جائیں گے۔ تلا سازش کیس میں ملوث عوامی لیگ (چھ نکاتی) کے راہنما شیخ مجیب پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو اور چونتیس دیگر اراکین اسمبلی کو رہا کر دیا گیا اور اخبارات پر عائد شدہ پابندیوں کو نرم کر دیا گیا۔ وزیر قانون ایس۔ ایم۔ ظفر نے 20 مارچ 1969ء کو کانفرنس کے حوالے سے آئین میں جن مجوزہ ترامیم کا اعلان کیا وہ یہ تھیں۔

1- قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات براہ راست بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ہوں گے۔

2- صدارتی طرز حکومت کی بجائے پارلیمانی طرز حکومت، صوبائی خود مختاری

سمیت رائج کیا جائے گا۔

3- مرکز صوبوں سے متعلقہ امور کے بارے میں قانون نہیں بنائے گا۔

4- صوبے یا مرکز کی ایک دوسرے کے معاملات میں دخل اندازی کے تنازعہ میں عدالتی فیصلہ طلب کیا جائے گا۔

5- مجلس قانون ساز کو بالادستی حاصل ہو گی۔ وزیراعظم اپنے اختیارات اس سے حاصل کرے گا۔ وزیراعظم انتظامیہ کا سربراہ ہو گا۔

6- صدر مملکت کی حیثیت علامتی سربراہ کی ہو گی اور وزیراعظم کے مشورے پر عمل کرے گا۔

7- اسمبلیوں کو زیادہ وسیع مالی اختیارات حاصل ہوں گے وہ رقوم جو خرچ ہو چکی ہیں اور زیر عمل منصوبوں کے اخراجات کی قسطیں اس سے مستثنیٰ ہوں گی۔

8- وزیراسمبلیوں کی نشستوں کے اراکین میں سے لئے جائیں گے - وزیر بننے کے بعد وہ اپنی نشست سے محروم نہیں ہوں گے - کابینہ کی ذمہ داری مشترکہ ہوگی۔

9- اسمبلیوں کی نشستوں کی تعداد بڑھا دی جائے گی خواتین کے لئے نشستیں مخصوص ہوں گی۔

10- صدر کا انتخاب تینوں اسمبلیوں کے مشترکہ اجلاس میں کیا جائے گا۔(تاہم اس ضمن میں آخری فیصلہ نہ ہو سکا -)

11-گورنروں کا تقرر صدر مملکت وزیراعظم کے مشورے سے کریں گے۔

1968ء کے آخر میں ملک میں ان کے خلاف سیاسی مظاہرے شدت اختیار کر گئے لہٰذا وہ 25 مارچ 1969ء کو رخصت پر چلے گئے اور چارج جنرل آغا محمد یحییٰ خان کو سونپ گئے۔ انہوں نے اپنے دور اقتدار میں مندرجہ ذیل اقدامات کئے۔

1- ایوب خان نے ایبڈو کا قانون نافذ کیا اس کے تحت 65 سیاستدانوں پر ملکی سیاست کرنے پر پابندی عائد کر دی گئی۔ یہ قانون 25 مارچ 1959ء تا 31 دسمبر 1966ء نافذ العمل رہا۔

2- یوڈو ایک مشن تھا جس کا مقصد بدعنوان سرکاری ملازمین کی چھان بین کرنا تھا۔ اس کے تحت 350 افسران اور 1300 ملازمین کو ریٹائر یا برطرف کر دیا گیا یہ حکم "پبلک افسر ڈسکوا لیفکیشن آرڈر" کے نام سے پہنچانا گیا۔

3- امپورٹ لائسنس کی خرید و فروخت پر پابندی لگا دی گئی کیونکہ اس سے سیاسی لیڈر دولت کما کر ملک کو نقصان پہنچا رہے تھے۔

4- قیام پاکستان کے وقت تقریباً ایک کروڑ افراد ہجرت کر کے پاکستان پہنچے تھے گیارہ سالوں میں ان میں سے صرف بیس لاکھ کو مکان ملے اور اسی لاکھ بے گھر رہ گئے تھے' اس مسئلے کو انہوں نے بڑی حد تک حل کیا۔

5- کیونکہ پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور اس کی زیادہ تر آمدنی کا انحصار زراعت پر ہے اس لئے زرعی اصلاحات نافذ کی گئیں۔

6- اقتصادی حالت کو بہتر بنایا گیا معاشرتی نظام کو بہتر بنانے کے لئے اقتصادی اصلاحات نافذ کی گئیں۔

7- متروکہ جائیداوں کی بازیابی کے لئے 28 نومبر 1958ء کو حکومت نے مارشل لاء کا نیا ضابطہ نافذ کیا جس کے تحت جھوٹے دعوے دائر کروانے والوں کے لئے سات سال قید اور جائیداد کی ضبطی کا حکم دیا گیا۔

8- 1960ء میں ہندوستان کے ساتھ پانی کا مسئلہ حل کیا۔

9- اسلام آباد کو پاکستان کا دارالحکومت بنایا گیا۔

10-ان کے دور حکومت میں وقف آرڈیننس جاری کیا گیا۔

ان کے دور حکومت میں زندگی کے ہر شعبے میں ترقی ہوئی۔ ملکی ترقی کے لئے ان کے مندرجہ ذیل اقدامات قابل تحسین ہیں۔

1- 24 فروری 1959ء کو نئے دار الحکومت اسلام آباد کا نام رکھا گیا۔

ہیں۔

2- 3 مارچ 1959ء کو تونسہ بیراج کا افتتاع کیا گیا۔

3- 14 مارچ 1959ء کو درج ذیل نئے اعزازات کا اعلان کیا گیا۔ تمغہ پاکستان' ہلال شجاعت' ستارہ جرات' تمغہ جرات' اور ستارہ خدمت۔

4- 31 جولائی 1960ء کو مزار قائداعظم کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔
5- یکم اگست 1959ء کو کورنگی کالونی کا افتتاح کیا گیا جس میں 4000 کوارٹرز کی تعمیر کی گئی۔
6- 19 ستمبر 1960ء کو پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم بھارت سے نہری پانی کا سمجھوتہ کیا گیا۔ جس کے تحت راوی' بیاس اور ستلج بھارت اور چناب' جہلم اور سندھ پاکستان کی ملکیت بنے۔
7- 2 اکتوبر 1959ء کو پاکستان بھر کے طلباء کے لئے یونیفارم لازمی قرار دی گئی۔
8- 26 اکتوبر 1959ء کو بنیادی جمہورتیوں کا حکم جاری کیا گیا۔
9- 22 نومبر 1959ء کو پاکستان میں آکسیجن گیس کی تیاری کے پہلے کارخانے کا افتتاح کیا گیا۔
10- یکم جنوری 1961ء کو اعشاریہ سکوں کا نظام جاری کیا گیا۔
11- 7 جنوری 1961ء کو عصمت فروشی کے انسداد کا آرڈیننس جاری کیا گیا۔

12- 27 جنوری 1961ء کو واسک ڈیم کا افتتاح کیا۔
13- 2 مارچ 1961ء کو مسلم خاندانی قوانین کا آرڈیننس جاری کیا۔
14- 24 مارچ 1961ء کو فلم سنسر بورڈ کے قیام کا اعلان کیا گیا۔
15- 20 ستمبر 1961ء کو تیل اور گیس کی کارپویشن کا آرڈننس جاری کیا گیا۔

16- 21 اکتوبر 1961ء کو ایٹمی تحقیقاتی اور تربیتی مرکز کا افتتاح کیا۔
17- 20 فروری 1962ء کو رویت ہلال کمیٹی تشکیل دی گئی۔
18- 6 مئی 1962ء کو 2 کروڑ روپیہ کی لاگت سے بننے والے سکھر اور روڑی کے درمیان ریلوے پل "ایوب برج" کا افتتاح کیا گیا۔
19- 17 مئی 1962ء کو 100 فٹ اونچے اور 700 فٹ چوڑے راول ڈیم کا افتتاح کیا گیا۔

20- کشمور سے دس میل دور گدو بیراج کا افتتاح یکم مارچ 1963ء کو کیا گیا۔

21- 20 مارچ کو پاک چین معاہدہ کیا گیا جس سے پاکستان کو 200 مربع میل کا علاقہ ملا۔

22- 15 اپریل 1963ء کو کراچی میں پاکستان کے پہلے تیل بردار سمندری جہاز کی تعمیر مکمل ہوئی۔

23- 17 مارچ 1964ء کو ملتان میں کیمیاوی کھاد تیار کرنے کے کارخانے کا افتتاح کیا۔

24- 26 نومبر 1964ء کو لاہور ٹیلی ویژن اسٹیشن کا افتتاح کیا۔

25- 21 فروری 1965ء کو نیشنل آئل ملز لمیٹڈ کا افتتاح کیا گیا۔

26- 31 مئی 1965ء کو ایٹمی توانائی کمیشن کے قیام کا آرڈیننس جاری کیا گیا۔

27- 3 دسمبر 1965ء کو میڈیکل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

28- 21 جون 1966ء کو اسلام آباد یونیورسٹی کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

29- 23 نومبر 1967ء کو منگلا ڈیم کا افتتاح کیا۔

30- 15 جنوری 1967ء کو راولپنڈی میں اور 2 نومبر 1967ء کو کراچی ٹیلویژن سٹیشنوں کا افتتاح کیا گیا۔

31- 4 نومبر 1968ء کو تربیلا ڈیم کی کھدائی کا افتتاح کیا گیا۔

32- 9 نومبر 1969ء کو ٹانڈہ ڈیم کا افتتاح کیا۔

صدارت سے علیحدگی کے بعد انہوں نے سیاست سے کنارہ کشی کر لی اور 20 اپریل 1974ء کو اسلام آباد میں انتقال فرما گئے ۔انھیں ان کے آبائی گاؤں ریحانہ میں دفن کیا گیا۔

آغا محمد یحییٰ خان

1917ء میں پیدا ہوئے۔ پنجاب یونیورسٹی سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ 1938ء میں فوج میں کمیشن ملا۔ کمیشن ملنے پر وہ سیکنڈ بٹالین وورسٹر رجمنٹ سے منسلک ہو گئے اور ان کی یونٹ کو شمال مغربی سرحدی صوبہ میں متعین کر دیا گیا۔
دوسری جنگ عظیم میں مصر، قبرص، اٹلی، عراق اور سوڈان کے محاذوں پر جنگ میں حصہ لیا۔ جنگ کے اختتام پر وطن واپس آئے اور سٹاف کالج کوئٹہ سے 1946ء میں گریجویشن مکمل کی۔ 1947ء میں قیام پاکستان کے موقع پر وہ سٹاف کالج کوئٹہ میں واحد مسلمان انسٹرکٹر تھے اور کالج کی تمام ذمہ داری ان کو سونپی گئی۔ اکتوبر 1947ء میں لیفٹیننٹ کرنل بنے۔ 1951ء میں بریگیڈیئر کے عہدے پر ترقی ملی۔ 1957ء میں پاکستان آرمی میں چیف آف جنرل سٹاف مقرر ہوئے۔ 1960میں کیپٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے چیئرمین بنے۔ 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں چھمب جوڑیاں کے محاذ پر رہے مارچ 1966ء میں لیفٹیننٹ جنرل بنے۔ ستمبر 1966ء میں پاکستان آرمی کے کمانڈر انچیف کے عہدے پر ترقی پائی 25 مارچ 1969ء کو صدر ایوب کے مستعفی ہونے پر پاکستان کے چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر بنے اور صدر مملکت کا عہدہ سنبھالا اور اس وقت وزارت اطلاعات و نشریات نے جو پریس نوٹ جاری کیا اس کا متن یہ ہے۔

”چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر کو مملکت اور انتظامیہ کے سربراہ کی حیثیت سے جو گوناں گوں فرائض انجام دینے پڑتے ہیں ان کی ادائیگی کے لئے یہ ضروری ہے کہ انہیں ایسا عہدہ حاصل ہو۔ جس کے ذریعہ وہ ان فرائض کو ملک کے مروجہ قوانین اور بین الاقوامی طریقوں اور روایات کے مطابق انجام دے سکے۔ بین الاقوامی امور میں صرف صدر اس امر کا مجاز ہوتا ہے کہ وہ بعض دستاویزات وصول کرے یا جاری کرے اور غیر ممالک میں مملکت کی طرف فرائض کی انجام دہی کے لئے نمائندوں کا تقرر کرے غیر ممالک سے ہونے والے سمجھوتوں اور معاہدوں کی توثیق اور غیر ممالک کے سفارتی نمائندوں کے کاغذات بھی صرف صدر ہی وصول کر سکتا ہے۔

ملکی اور بین الاقوامی امور کے ان تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ چیف مارشل ایڈ منسٹریٹر جو پاکستان میں سربراہ مملکت اور انتظامیہ کے سربراہ کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہے ہیں اس وقت تک جب تک عوام کے منتخب نمائندے ملک کا دستور تیار کریں صدر مملکت کا عہدہ سنبھال لیں"

25مارچ 1969ء کو اپنی کابینہ کا اعلان کیا جو کہ حسب ذیل تھی۔

نام	عہدہ اور محکمہ
1- ڈاکٹر اے - ایم - ملک	وزیر صحت، محنت، سماجی بہبود و خاندانی منصوبہ بندی
2- سردار عبدالرشید	وزیر داخلہ، کشمیر، ریاستی و سرحدی امور
3- اے۔ کے - ایم حفیظ الدین	وزیر صنعت و قدرتی وسائل
4- نواب مظفر علی قزلباش	وزیر خزانہ
5- محمد شمس الحق	وزیر تعلیم و سائنسی تحقیق
6- نوابزادہ شیر علی خان	وزیر اطلاعات و نشریات
7- احسان الحق	وزیر تجارت
8- محمود اے - ہارون	وزیر زراعت و تعمیرات
9- اے۔ آر کارنیلس	وزیر قانون و پارلیمانی امور
10- واجد علی چودھری	

صدر جنرل آغا محمد یحیٰی خان ۔نے 14 اپریل 1969ء کو 1962ء کے منسوخ شدہ آئین کو عارضی طور پر چند شرائط کے ساتھ بحال کرتے ہوئے ایک حکم جاری کیا جس کا متن درج ذیل ہے۔

I- یہ حکم عارضی آئین کا حکم کہلائے گا اور حکم فوری طور پر نافذ العمل ہو گا اسے 25 مارچ 1969ء کو مارشل لاء کے نفاذ کے اعلان کے وقت سے نافذ سمجھا جائے گا اور اس کا اطلاق پورے پاکستان پر ہوگا۔

II- یہ حکم 25 مارچ 1969ء کے اعلان میں اضافہ ہوگا کوئی اس کی تنقیص

نہیں کرے گا اس حکم کو اس اعلان کے ساتھ اور اس کی روشنی میں ہی پڑھا جائے گا۔

III- (1) 8 جون 1962ء کو نافذ ہونے والا اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین مارشل لاء کے اعلان کے ذریعہ کالعدم قرار دیئے جانے کے باوجود مملکت پاکستان کا انتظام حتی الوسع اس آئین کے مطابق چلایا جائے گا۔ سوائے اس صورت کے جس کا ذکر اس حکم میں کیا گیا ہے۔

(2) ناظم اعلیٰ مارشل لاء پاکستان کے صدر ہوں گے انہیں آئندہ صدر کہا جائے گا وہ اس آئین یا کسی دوسرے قانون کے تحت صدر کو حاصل ہونے والے تمام اختیارات استعمال کریں گے۔

(3) آئین کے حصہ دوم باب اول میں بنیادی حقوق کے پیرا گراف نمبر 2، 4، 5، 7، 8، 9، 13، 14 اور 17 کالعدم رہیں گے۔ اور ان حقوق کے نفاذ سے متعلق تمام زیر سماعت مقدمات ختم سمجھے جائیں گے۔

(4) مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ نائب ناظم اعلیٰ یا ان میں سے کسی کے تفویض کردہ اختیارات کی حامل مارشل لاء اتھارٹی کے خلاف کوئی عدالت یا ٹربیونل کسی قسم کا کوئی فیصلہ ڈگری رٹ یا حکم جاری نہیں کر سکے گی۔

IV- (1) صدر یا کسی صوبائی گورنر کی طرف سے جاری ہونے والے آرڈیننس پر آئین میں درج شدہ میعاد کی تاریخ عائد نہیں ہوگی۔

(2) شق نمبر 1 کا اطلاق اس آرڈیننس پر بھی ہوگا جو مارشل لاء کے اعلان سے قبل نافذ ہو۔

V- کوئی بھی عدالت ٹربیونل یا اتھارٹی مندرجہ ذیل پر نہ اعتراض کر سکتی ہے اور نہ ہی اعتراض کرنے کی اجازت دے سکتی ہے۔

(ا) مارشل لاء کے نفاذ کا اعلان

(ب) مارشل لاء کے کسی ضابطے یا مارشل لاء کے کسی آرڈر کے

مطابق جاری ہونے والا کوئی حکم

(ج) کسی خصوصی فوجی عدالت یا سرسری سماعت کی فوجی عدالت کا فیصلہ سزا یا حکم۔

VI- (1) فوجداری مقدمات کے سلسلہ میں کسی ہائی کورٹ کے فیصلہ حکم یا سزا کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل نہیں کی جا سکے گی۔ سوائے مندرجہ ذیل صورتوں میں۔

(ا) ہائیکورٹ نے اپیل کردہ ملزم کے بری ہونے کے حکم کو الٹ کر اسے سزائے موت یا عمر قید کی سزا سنائی ہو۔

(ب) کسی ماتحت عدالت سے مقدمہ واپس لے کر اپنی عدالت میں سماعت کے لئے طلب کر لیا ہو اور ایسے مقدمہ میں ملزم کو سزا دی ہو۔

(ج) ہائیکورٹ اس بات کی تصدیق کرے کہ اس مقدمہ میں قانونی نکات کا تصفیہ درپیش ہے جس میں آئین کی وضاحت ضروری ہے۔

(د) ہائیکورٹ کی توہین عدالت پر کسی شخص کو کوئی سزا دی ہو

شق نمبر 1 میں بیان کی ہوئی صورتوں کے علاوہ سپریم کورٹ، ہائی کورٹ اور دوسری تمام عدالتیں اور ٹریبونل انہیں اختیارات اور دائرہ اختیارات کے حامل ہوں گے جو انہیں مارشل لاء کے نفاذ کے اعلان سے قبل حاصل تھے۔

VII (1) اس حکم یا کسی قانون کی کوئی بات ناظم مارشل لاء یا ان سے حاصل شدہ اختیارات کی بنیاد پر کسی شخص کے بنائے ہوئے ضابطے پر عمل درآمد میں حائل نہیں ہوگی اور جہاں دفعہ 4 کے تحت مرتب کردہ آرڈیننس یا کوئی اور قانون ایسے ضابطے سے متصادم ہوگا تو فوقیت مارشل لاء کے ضابطے ہی کو حاصل ہوگی۔

(2) کسی بھی قانون کی کسی بھی دفعہ کے تحت کسی نظربند کو مشاورتی بورڈ کے سامنے پیش کرنے کی پابندی غیر موثر ہوگی۔

VIII صدر ملکی معاملات چلانے کے لئے ضروری سمجھیں گے تو حکم کے ذریعے دفعات نافذ کر سکیں گے جن میں آئینی دفعات بھی شامل ہیں۔

18 اپریل 1969ء کو صدر مملکت جنرل محمد یحییٰ خان نے جنرل مظفرالدین کو مشرقی پاکستان اور جنرل عتیق الرحمٰن کو مغربی پاکستان کا گورنر مقرر کیا۔ یہ گورنر مارشل لاء ایڈمنسٹریر بھی تھے۔ 28جولائی 1969ء کو ملک میں نئے انتخابات کرانے کے سلسلے میں جسٹس عبدالستار کو چیف الیکشن کمشنر مقرر کیا گیا 29جولائی 1969ء کو سوات' دیر اور چترال کو ضم کرنے کا اعلان کیا۔ اور 15اگست 1969ء کو ان علاقوں پر مشتمل مالا کنڈ ڈویژن قائم کیا گیا۔ 22 ستمبر کو رباط میں اسلامی ممالک کے سربراہوں کے اجلاس میں شرکت کی 28 نومبر1969ء کو ایک نشری تقریر میں کہا کہ

"ملک میں عام انتخابات ایک آدمی ایک ووٹ کی بنیاد پر 5 اکتوبر 1970ء کو ہوں گے۔ قومی اسمبلی جب دستور ساز کا کام مکمل کر لے گی تو اس کے بعد صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات منعقد کرائے جائیں گے۔ اسمبلی کو اپنے پہلے اجلاس سے 120 دن کے اندر اندر دستور ساز کا کام مکمل کرنا ہوگا اگر وہ یہ کام مقررہ مدت کے اندر پورا نہ کر سکے گی تو اسے توڑ دیا جائے گا"

یکم جنوری 1970ء کو سیاسی سرگرمیوں کو بحال کر دیا گیا۔ 22 جنوری 1970ء کو کراچی میں فولاد سازی کے کارخانے کے لئے روسی حکومت سے معاہدہ پر دستخط کئے گئے 24 جنوری 1970ء کو سجاول کے قریب چار کروڑ روپیہ سے بننے والے 3220فٹ لمبے پل کا افتتاح کیا گیا 11 فروری 1970ء کو قائد اعظم اکیڈمی قائم کی گئی۔ 28اپریل 1970ء کو حیدر آباد میں سپرہائی وے کا افتتاح کیا۔ 15 ستمبر1970ء کو چیف الیکشن کمشنر جسٹس عبدالستار نے بالغ حق رائے دہی اور ایک آدمی ایک ووٹ کی بنیاد پر قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے لئے انتخابی پروگرام کا اعلان کیا مشرقی پاکستان میں سیلاب آنے کی وجہ سے 5اکتوبر 1970ء کی بجائے اعلان کے مطابق قومی اسمبلی کے انتخابات کے لئے 7 دسمبر اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے لئے 17دسمبر1970ء کی تاریخ مقرر کی گئیں۔ 7 دسمبر اور 17 دسمبر کو علی الترتیب قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات منعقد ہوئے تو عوامی لیگ اور پیپلزپارٹی کو اکثریت حاصل ہوئی۔ پیپلز پارٹی نے روٹی

کپڑا اور مکان کا نعرہ لگا کر اور عوامی لیگ نے چھ نکات کا نعرہ لگا کر انتخابات میں حصہ لیا تھا مولانا عبدالحمید بھاشانی نے انتخابات کا بائی کاٹ کیا۔ ہر اس شخص کو انتخاب لڑنے کا حق دیا گیا جو پاکستان کا باشندہ ہو اور اس کی عمر 25 سال سے کم نہ ہو اور صوبے یا مرکز کے زیر انتظام قبائلی علاقوں کے جس حلقہ انتخاب سے وہ کھڑا ہو اس کی انتخابی فہرست میں اس کا نام درج ہو۔ اس شخص کو انتخاب لڑنے کا اہل قرار نہیں دیا گیا جس کے دماغ میں فتور تھا اور کسی عدالت مجاز نے اسے اس حالت میں مبتلا قرار دے دیا تھا یا وہ دیوالیہ تھا اور اسے دیوالیہ ہوئے دس سال نہ گزرے تھے یا اسے کسی عدالت سے کسی جرم سے دو سال سے زائد سزا ہو چکی تھی اور اسے قید ہوئے پانچ سال کی مدت یا اگر کسی شخص کے معاملہ صدر کی جانب سے مدت کم کر دی گئی تھی لیکن ابھی گزاری نہ تھی اگست 1969ء کے بعد کسی وقت بھی وہ صدر کی مجلس وزراء کا رکن رہا تھا اور اسے وزیر کا عہدہ چھوڑے دو سال کی مدت نہ گزری تھی۔ وہ شخص بھی انتخابات میں حصہ نہیں لے سکا جو سرکاری ملازم تھا۔ یا گزشتہ پانچ برس کے دوران میں اپنی ملازمت سے برطرف کیا جا چکا تھا جس کی بیوی یا خاوند سرکاری ملازم تھے۔ ہائی کورٹ سپریم کورٹ کے جج کا کنٹرولر جنرل' آرڈیٹر جنرل' اٹارنی جنرل اور ایڈووکیٹ جنرل بھی حصہ نہیں لے سکے۔ کوئی شخص بھی ایک سے زیادہ نشستوں سے انتخاب میں حصہ لے سکتا تھا۔ بشرطیکہ منتخب ہونے کے بعد پندرہ دن کے اندر اسے الیکشن کمیشن کو اپنی نشست سے مطلع کرے۔ نیز اسمبلی کے پہلے اجلاس کے ایک ہفتہ کے اندر اس کے لئے رکنیت کا حلف بھی لینا ضروری تھا۔ ورنہ رکنیت ختم تصور ہوجاتی۔ سرکاری ٹھیکیدار جو حکومت کو مال فراہم کرتے تھے کسی اسمبلی کی رکنیت کے اہل نہیں مانے گئے۔

قومی اسمبلی میں 313 نشستیں مقرر کی گئیں - ان میں سے 13 نشستیں خواتین کے لئے تھیں۔ انہیں عمومی نشستوں پر بھی انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت دی گئی تھی

- صوبہ وار حسب ذیل تھی۔

قومی اسمبلی	عمومی	برائے خواتین	کل
پنجاب	82	3	85

سندھ	27	1	28
سرحد	18	1	19
بلوچستان	4	1	5
مشرقی پاکستان	162	7	169
قبائلی علاقے	7	7	7
کل میزان	300	13	313

صوبائی اسمبلیاں	عمومی	خواتین	کل
مشرقی پاکستان	300	10	310
پنجاب	180	6	186
سندھ	60	2	42
بلوچستان	40	2	42
سرحد	20	1	21
میزان	600	21	621

عام انتخابات کرانے اور ون یونٹ کو توڑنے کے سلسلے میں 28 مارچ 1970ء کی نشری تقریر میں قوم سے خطاب کرتے ہوئے یحییٰ خان نے کہا

1- ملک کا نام اسلامی جمہوری پاکستان ہوگا اس کا آئین اسلامی جمہوری اور وفاقی ہوگا۔

2- قومی اسمبلی میں 313 نشستیں ہوں گی ان میں 13 نشستیں خواتین کی بھی شامل ہیں۔

3- آئینی ڈھانچہ 30 مارچ 1970ء کو شائع کر دیا جائے گا۔

4- نئے صوبے یکم جولائی 1970ء سے کام شروع کریں گے۔

5- 1961ء کی مردم شماری کی بنیاد پر مختلف صوبوں کی نشستیں مقرر کی جائیں گی۔

6- صوبائی انتخابات 22 اکتوبر سے پہلے منعقد ہوں گے۔۔بعد میں 17دسمبر

1970ء تک ملتوی کر دیئے گئے)

7- اسلامی نظریے کا تحفظ کیا جائے گا۔

8- اسلامی جمہوریہ پاکستان کی علاقائی یک جہتی کو برقرار رکھا جائے گا۔

9- آئین میں مناسب وقفہ سے انتخابات میں بنیادی حقوق کی دفعات شامل کی جائیں گی۔

10- وفاقی حکومت میں زیادہ سے زیادہ صوبائی خود مختاری حاصل ہوگی۔

11- اقتصادی عدم مساوات مقررہ مدت کے اندر ختم کی جائے گی۔

12- انتخابات میں حکومت قطعی غیر جانبدار ہوگی۔

13- صوبہ وار صوبائی اسمبلیوں کی نشستوں کی تعداد یہ ہوگی۔

i) مشرقی پاکستان	عمومی	300	خواتین	10
ii) پنجاب	عمومی	180	خواتین	6
iii) سندھ	عمومی	60	خواتین	2
iv) بلوچستان	عمومی	20	خواتین	1
v) صوبہ سرحد	عمومی	40	خواتین	2

یکم جولائی 1970ء کو درج ذیل گورنر مقرر کئے گئے۔

1- لیفٹیننٹ جنرل عتیق الرحمان	پنجاب
2- لیفٹیننٹ جنرل رحمان گل	سندھ
3- لیفٹیننٹ جنرل ریاض حسین	بلوچستان
4- لیفٹیننٹ جنرل خواجہ محمد اظہر خان	شمال مغربی سرحدی صوبہ

7 دسمبر 1970ء کو قومی اسمبلی کے انتخابات مکمل ہوئے انتخابات میں عوامی لیگ نے 151 اور پیپلز پارٹی نے 81 نشستیں جیت کر علی الترتیب مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ کونسل لیگ نے 7 قیوم لیگ نے 9، آزاد ارکان نے 16، جمعیت العلماء اسلام نے 7، جماعت اسلامی نے 4 کنونشن مسلم لیگ نے 2 اور جمہوری پارٹی نے ایک نشست حاصل کی۔ قومی اور صوبائی سطح پر پارٹی وار پوزیشن درج ذیل رہی۔

قومی اسمبلی

پاکستان	صوبہ پنجاب	صوبہ سندھ	صوبہ بلوچستان	صوبہ سرحد	صوبہ مشرقی پاکستان
عوامی لیگ	---	---	---	---	151
پاکستان پیپلز پارٹی	62	18	1---	---	
کونسل مسلم لیگ	7	---	---	---	---
قیوم لیگ	1	1	---	7	---
کنونشن	2	----	----	---	---
جمیعت العلماء اسلام					
ہزاروی (گروپ)	---	---	1	6	---
جمیعت علماء پاکستان	4	---3	---	---	
(نمپ ولی گروپ)	---	---	3	3	---
جماعت اسلامی	1	2	---	1	---
جمہوری پارٹی	---	---	---	---	1
آزاد	5	3	---	7	1
میزان	82	27	4	25	153

صوبائی اسمبلی

عوام لیگ	---	---	---	---	629
پیپلز پارٹی	113	32	---	3	---
کونسل مسلم لیگ	15	4	---	1	---
قیوم لیگ	6	5	2	10	---

کونشن مسلم لیگ	6	---	---	2	---
جمعیت العلمائے اسلام	2	---	3	4	
جمعیت العلمائے پاکستان	4	7	---	---	---
نیپ ولی گروپ	---	---	8	13	1
جماعت اسلامی	1	1	---	1	1
جمہوری پارٹی	4	---	---	---	2
متفرق	1	21	---	1	---
آزاد	28	10	5	6	5

انتخابات کی تکمیل کے بعد 13 فروری 1971ء کو اور پھر 7 مارچ 1971ء کو ڈھاکہ میں قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کیا گیا۔ جو بعد میں ملتوی کر دیا گیا۔ مشرقی پاکستان کا آئینی بحران حل کرنے کے لئے 3 مارچ 1971ء کو ایک کانفرس طلب کی گئی۔ جس میں شیخ مجیب الرحمٰن اور نورالامین نے شرکت سے انکار کر دیا۔ 6 مارچ 1971ء کو لیفٹیننٹ جنرل ٹکا خاں کو مشرقی پاکستان کا گورنر مقرر کیا گیا۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے 7 مارچ 1971ء کے اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے لئے مارشل لاء کا خاتمہ' اقتدار کی منتقلی' فوجوں کی واپسی اور مشرقی پاکستان میں فائرنگ کی تحقیقات کی شرائط پیش کیں۔ 15مارچ کو یحیٰی خان' مجیب الرحمٰن سے مذاکرات کے لئے ڈھاکہ گئے۔ اور 21 مارچ 1971ء تک یہ مذاکرات چلتے رہے۔ 22 مارچ 1971ء کو شیخ مجیب الرحمٰن اور ذوالفقار علی بھٹو کے مشیروں کے درمیان مذاکرات ہوتے رہے۔ 26 مارچ 1971ء کو یحیٰی خان نے پورے ملک میں سیاسی سرگرمیوں پر پابندی عائد کرکے شیخ مجیب الرحمٰن کو غدار قرار دیکر گرفتار کر لیا۔ 31مارچ 1971ء کو بھارتی لوک سبھا نے مداخلت کی قرارداد منظور کی۔ 15اگست 1971ء کو پاکستان نے مشرقی پاکستان کی صورتحال پر قرطاس ابیض شائع کیا۔ جس کے مطابق اسوقت تک ایک لاکھ افراد موت کے گھاٹ اتارے جاچکے تھے۔ 21اگست 1971ء کو حکومت مشرقی پاکستان نے صوبہ میں رضا کار فورس بھرتی کرنے کا آرڈیننس جاری کیا۔ 31اگست 1971ء کو ڈاکٹر ایم اے مالک کو مشرقی پاکستان کا گورنر اور جنرل نیازی کو مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا گیا۔ 14 ستمبر کو بھارتی فوج نے

مشرقی پاکستان پر پہلا حملہ کیا جس میں 60افراد ہلاک ہوئے۔ 17 ستمبر1971ء کو ایک اور حملہ کیا گیا جس میں 78افراد ہلاک ہوئے۔ 16اکتوبر 1971ء کو قاتلانہ حملہ میں مشرقی پاکستان کے سابق گورنر عبدالنعم خان جان بحق ہوئے۔ 22 نومبر1971ء کو بھارت نے باضابطہ پور پر مشرقی پاکستان پر بھرپور حملہ کیا۔

22 نومبر1971ء کو پاکستان اور بھارت کے مابین پہلی بڑی جھڑپ ہوئی۔ اس میں جیسور' چٹاگانگ اور سلہٹ میں گھسان کا رن پڑا۔ اس روز پاکستان کے 18 فوجی شہید اور 56 زخمی ہوئے جب کہ بھارت کے 189 فوجی ہلاک 500 زخمی اور 18 ٹینک تباہ ہوئے۔ 23 نومبر1971ء کو پاکستان میں ہنگامی حالات کا اعلان کیا گیا بھارت نے پاکستان کے جیسور سیکٹرچواگاچھا پر قبضہ کر لیا اس میں بھارت کو اپنے دو طیاروں سے ہاتھ دھونا پڑے۔ پاکستان کی طرف سے اقوام متحدہ کو بھارتی حملے سے آگاہ کیا گیا۔ پاکستان میں موجودہ چین کے سفیرچانگ نے چین کی طرف سے پاکستان کو بھرپور حمایت کا یقین دلایا 24 نومبر 1971ء کو بھارتی فوج نے ضلع دیناج پور میں ہلی کے مقام پر زبردست حملے کئے اس روز ڈیفنس آف پاکستان آرڈیننس اور ڈیفنس آف پاکستان رولز مجریہ 1971ء فوری طور پر نافذ کئے گئے۔ 25 نومبر1971ء کو بیلونیا کے مقام پر پاک فوج نے بھارتی فوج کو شدید نقصان سے دو چار کیا۔ اور توپاڑہ کے مقام پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ مراکش اور ترکی نے پاکستان کی مدد کا یقین دلایا۔ 28 نومبر1971ء کو مشرقی پاکستان کے مختلف مقامات پر بار بار حملے کئے گئے 29 نومبر1971ء کو اقوام متحدہ کے سیکرٹری کے نام ایک مراسلہ میں لکھا گیا کہ مشرقی پاکستان کے سرحدی علاقے پر اقوام متحدہ کے مبصرین متعین کئے جائیں۔ 30 نومبر1971ء کو نائیجریا کے صدر یعقوبو گوون نے پاکستان اور بھارت سے جنگ بندی کی درخواست کی۔ بھارت نے پاکستان کو دھمکی دی کہ مشرقی پاکستان سے اپنی فوجیں ہٹالے۔ 2 دسمبر1971ء کو لیبیا کے صدر معمرالقذافی نے پاکستان کو اپنی حمایت کا یقین دلایا کچھ مقامات پر دشمن نے پیش قدمی کی لیکن پاک فوج دشمن کے سامنے ڈٹی رہی۔3 دسمبر 1971ء کو مشرقی پاکستان میں مختلف محاذوں پر جنگ جاری رہی جنگ کا دائرہ مغربی پاکستان تک بڑھا دیا گیا۔ پاک فضائیہ نے بھارت کے 180 طیارے مار گرائے۔5 دسمبر1971ء کو صورت حال میں کوئی رد بدل نہیں

ہوئی۔ جنگ جاری رہی دونوں طرف سے آگ برابر برستی رہی بھارت کا پلہ بھاری رہا۔ 6 دسمبر 1971ء کو پاک بھارت جنگ بندی کے لئے روس نے سلامتی کونسل میں دوسری مرتبہ ویٹو استعمال کیا۔ پاکستانی افواج مقبوضہ کشمیر کے علاقہ میں 15 میل تک اندر چلی گئیں 7 دسمبر 1971ء کو کومیلا اور جیسور پر بھارتی حملے شدید ہو گئے اور بھارتی افواج نے مزید پیش قدمی کی۔ اس روز پاکستان میں چھمب والا اور راجستھان کے محاذوں پر شدید جنگ میں بھارت کے 75 ٹینک تباہ ہو گئے 9 دسمبر 1971ء کو اچانک حالات نے انگڑائی لی۔ بھارت کو برہمن باڑیا اور کشتیا میں شدید مالی و جانی نقصان سے دو چار ہونا پڑا۔ اس گھمسان کے رن میں بھارت کی تین بٹالین فوج ماری گئی 10 دسمبر 1971ء کو اقوام متحدہ نے جو جنگ بندی اور فوجیں ہٹانے کی قرار داد پیش کی تھی وہ پاکستان نے منظور کرلی۔

11 دسمبر 1971ء کو بھارت نے اقوام متحدہ کی قرار داد کو نامنظور کر دیا۔ پاک فوج نے بھارت کا بحری جہاز بحیرہ عرب میں تباہ کر دیا۔ 13 دسمبر 1971ء کو امریکہ کے صدر نکسن نے بھارت کو جنگ بندی کے لئے کہا 13دسمبر 1971ء کو مشرقی پاکستان میں کمانڈر جنرل نیازی نے کہا کہ "بھارتی فوج ان کی لاش پر سے گزر کر ہی ڈھاکا پر قبضہ کر سکتی ہے" ذوالفقار علی بھٹو نے سلامتی کونسل کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "بھارت کو برصغیر کا چودھری نہیں بننے دیا جائے گا - پاکستان سلامتی کونسل میں بھیک مانگنے کے لئے نہیں آیا ہم مشرقی پاکستان کے لئے آخری دم تک لڑیں گے اور وہاں کا ہر آدمی اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دے گا۔" 14 دسمبر 1971ء کو روس نے تیسری بار جنگ بندی قرار داد کو ویٹو کیا یہ قرار داد امریکہ نے پیش کی تھی 15 دسمبر 1971ء کو پاکستان کے نائب وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو سلامتی کونسل کے اجلاس سے واک آؤٹ کر گئے اور انھوں نے قرار داد پھاڑ پھینکی اس روز پاکستان کے 18 افراد شہید اور 80 زخمی ہوئے 16 دسمبر 1971ء کو مشرقی پاکستان میں پاکستان کے جنرل امیر عبداللہ خاں نیازی اور بھارت کے جنرل جگ جیت سنگھ اروڑا کے مابین سمجھوتہ پاجانے پر جنگ بند ہو گئی۔ بھارتی فوج ڈھاکہ میں داخل ہو گئی۔ بھارتی وزیراعظم اندراگاندھی نے کہا کہ "تمام بھارتی فوجیں مغربی پاکستان کے تمام محاذوں پر یک طرفہ

طور پر جنگ بند کر دیں گی۔ یہی وہ دن تھا جس دن جنرل اروڑا کے سامنے ریس کورس گراؤنڈ مشرقی پاکستان کی شکست کے کاغذات پر جنرل امیر عبداللہ خاں نیازی نے دستخط کیے۔ اور اپنا ریوالور اور پیٹی جنرل اروڑا کے حوالے کی 16 دسمبر 1971ء کو سقوط ڈھاکہ کی جو دستاویز تحریر کی گئی اس کا متن یہ ہے

"پاکستان ایسٹرن کمان نے مشرقی محاذ پر ہندوستان اور بنگلہ دیش کی فوجوں کے جنرل آفیسر کمانڈنگ لیفٹیننٹ جنرل جگ جیت سنگھ اروڑا کے سامنے ہتھیار ڈالنا منظور کر لیا ہے اس سپر اندازی کا اطلاق موجودہ پاکستان کی تمام مسلح افواج پر ہوگا جن میں پاکستان کی بری فضائی اور بحری افواج، نیم عسکری تنظیمات اور سول آرمڈ فورسز شامل ہیں۔ افواج کی جو نفری جس مقام پر موجود ہے۔ اسی مقام پر لیفٹیننٹ جنرل جگ جیت سنگھ اروڑا کی زیر کمان باقاعدہ انڈین آرمی کے قریب ترین دستوں کے سامنے ہتھیار ڈالے گی اس دستاویز پر دستخط ثبت ہونے کے فوراً" بعد پاکستان کی ایسٹرن کمان لیفٹیننٹ جنرل جگ جیت سنگھ اروڑا کے احکام کے تحت آجائے گی۔ دستاویز سقوط کی دفعات کے معانی یا توجیحات میں کوئی شبہ پیدا ہونے کی صورت میں لیفٹیننٹ جنرل جگ جیت سنگھ اروڑا کا فیصلہ آخری ہوگا۔

لیفٹیننٹ جنرل جگ جیت سنگھ اروڑا یہ ضمانت دیتے ہیں کہ جو سپاہی ہتھیار ڈالیں گے ان سے عزت و احترام کا وہی سلوک کیا جائے گا جس کے وہ جنیوا کنونشن کی دفعات کی رو سے مستحق ہیں نیز پاکستان کی جو فوجی اور نیم فوجی نفری ہتھیار ڈالے گی ان کی سلامتی اور بہبود کی ضمانت بھی دی جاتی ہے - لیفٹیننٹ جنرل جگ جیت سنگھ اروڑا کی فوج غیر ملکی باشندوں نسلی اقلیتوں اور مغربی پاکستان کے باشندوں کی حفاظت کرے گے۔

، سقوط ڈھاکہ کے کئی اسباب تھے۔ ان میں ہندوؤں کی مستحکم مالی حالت تعلیمی اداروں اور تمام دوسرے شعبوں پر اجارہ داری دونوں حصوں میں ثقافتی معاشی، تعلیمی اور لسانی نقادت کے پرچار کا بڑا دخل تھا۔ بنگالی سیاستدانوں کی منفی سیاست، مرکز پر بے جا حملے اور مغربی پاکستان کے سیاستدانوں کی ہوس اقتدار نے بھی ملک کو دو لخت

کیا - شیخ مجیب الرحمٰن کی باغیانہ سوچ نے بیرونی طاقتوں کو موقعہ فراہم کیا کہ وہ مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کریں۔ پاک بھارت جنگ میں دوستوں نے مدد نہ کی اور دشمنوں نے جن میں روس جیسی سپر پاور شامل تھی بھارت کا بھرپور ساتھ دیا۔

سقوط ڈھاکہ کے اعلان کے فوراً بعد مغربی پاکستان میں زبردست ہنگامے شروع ہو گئے۔ عوام سڑکوں پر نکل آئے۔ عوام کو مطمئن کرنے کے لئے 17 دسمبر 1971ء کو متحدہ پارٹی کے سربراہ نورالامین کو وزارت عظمیٰ اور پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کو نائب وزیراعظم نامزد کیا گیا۔ سقوط ڈھاکہ کے بعد 20 دسمبر 1971ء کو یحییٰ خان نے اقتدار پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کو منتقل کر دیا اور خود پشاور منتقل ہو گئے 1980ء میں بیماری کے دوران انتقال کر گئے اور اسی شہر میں دفن ہوئے۔

نورالامین

نورالامین 1897ء میں ضلع کومیلا کے ایک گاؤں چترا میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) کے مشہور شہر میمن سنگھ میں حاصل کی۔ کلکتہ یونیورسٹی سے 1924ء میں قانون کی ڈگری حاصل کی۔ اور میمن سنگھ میں وکالت شروع کی۔ 1937ء میں مسلم لیگ کے رکن بنے۔ میمن سنگھ ڈسٹرکٹ بورڈ کے صدر رہے۔ 1942ء میں بنگال لیجسلیٹو کونسل کے اور 1942ء میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر بنگال لیجسلیٹو اسمبلی کے سپیکر چنے گئے۔ قیام پاکستان کے بعد 1947ء میں مشرقی پاکستان (موجودہ بنگالہ دیش) کی کابینہ میں وزیر سول سپلائی رہے۔

ستمبر 1948ء تا مارچ 1954ء صوبہ مشرقی پاکستان کے وزیراعلیٰ رہے اور مارچ 1954ء یعنی چھ سال تک اس عہدے پر فائز رہے۔ 1960ء میں اقوام متحدہ کے اقتصادی اور سماجی کونسل کے اجلاس میں پاکستان کی نمائندگی کی۔ 9 مارچ 1964ء کو نیشنل ڈیماکریٹیک فرنٹ کے چیرمین بنے۔ مئی 1965ء میں مومن شاہی کے حلقہ سے قومی اسمبلی کے رکن چنے گئے۔ 13 جون 1969ء کو حزب اختلاف کے لیڈر منتخب ہوئے۔ 28 ستمبر 1969ء کو پاکستان ڈیماکریٹیک پارٹی کے لیڈر بنے 15 نومبر 1971ء کو یونائیٹڈ کنونشن کے صدر منتخب ہوئے 21 نومبر 1971ء کو جب بھارت نے مشرقی پاکستان پر حملہ کیا تو یحیٰی خان نے ان کو عبوری دور کے لئے وزیراعظم نامزد کیا اور ان کے ساتھ ذوالفقار علی بھٹو کو نائب وزیراعظم اور وزیرخارجہ بنایا وہ 7 دسمبر 1971ء تا 20 دسمبر 1971ء پاکستان کے نویں (نامزد) وزیراعظم رہے۔

20 دسمبر 1971ء کو نائب صدر بنے اور اگست 1973ء کو نئے آئین کے نفاذ تک نائب صدر کے عہدے پر اپنی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ 14 اپریل 1974ء کو قومی اسمبلی کے اختتامی اجلاس کی صدارت کی وہ پاکستان جمہوری پارٹی کے پہلے سربراہ رہے

پاکستان کے دو ٹکڑے ہو جانے کا ان کو بے انتہا صدمہ ہوا۔ اس موقعہ پر انہوں نے کہا کہ

"کاش! اللہ مجھے پاکستان کے اس المیہ سے پہلے ہی اس دنیا سے اٹھا لیتا۔" انہوں نے 12 اکتوبر 1974ء کو رحلت فرمائی - ان کی نماز جنازہ 13 اکتوبر 1974ء کو جی۔ ایچ کیو۔ گراؤنڈ راولپنڈی میں ادا کی گئی۔ اور انہیں مزار قائداعظم کے احاطہ میں سردار عبدالرب نشتر کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

انہوں نے اپنے تین بیٹے سوگوار چھوڑے جن کے نام یہ ہیں۔

1- روح الامین 2- نورالامین 3- محبوب الامین۔

ذوالفقار علی بھٹو

ذوالفقار علی بھٹو 5 جنوری 1928ء کو لاڑکانہ (سندھ) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام سر شاہنواز بھٹو اور والدہ کا نام لیڈی خورشید تھا۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم لاڑکانہ سے حاصل کی اور پھر بمبئی چلے گئے۔ بھٹو خاندان کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے۔
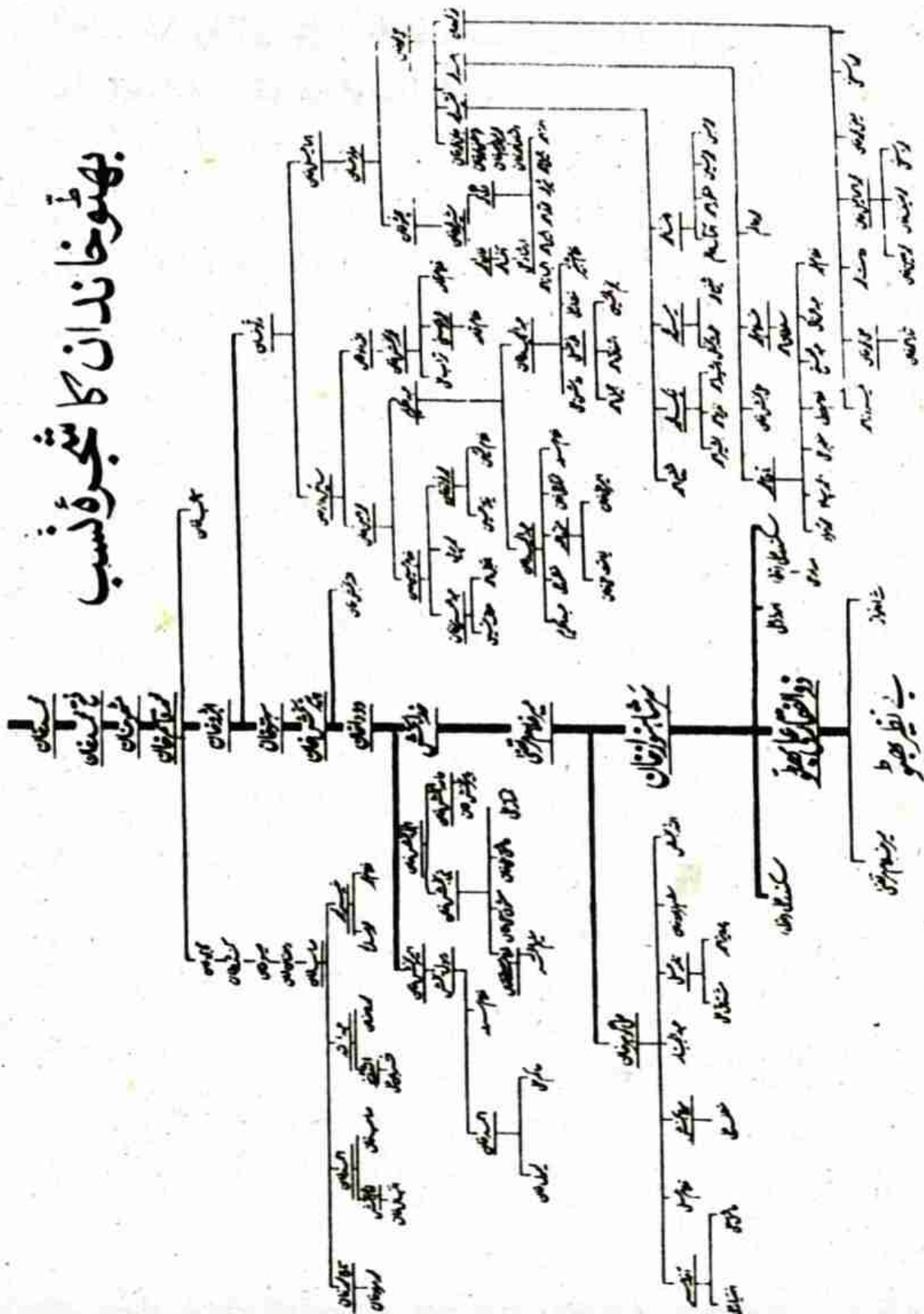
بمبئی کے ایک سکول سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ بھٹو نے زمانہ طالب علمی میں قائداعظم کے نام ایک خط لکھا جس کا متن یہ ہے۔

چارلس ول ہوٹل مسوری

26 اپریل 1945ء

جناب والا!

سرحد میں جو سیاسی صورت حال پیدا ہوئی ہے اس نے مجھے اتنا مضطرب اور مشتعل کر دیا ہے کہ میں نے اپنے قائد کو خط لکھنے کی جرات کی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دور کے مسلمان اپنے سپاہیانہ اوصاف کھو رہے ہیں۔

مسلمانوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ نہ تو ہندوؤں سے ہمارا اتحاد ہو سکتا ہے اور نہ کبھی ہوگا۔ وہ ہمارے قرآن پاک اور ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بدترین دشمن ہیں ہمیں اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ آپ ہمارے قائد ہیں۔

جناب والا!

آپ نے ہمیں ایک پلیٹ فارم اور ایک پرچم تلے جمع کیا ہے اور ہر مسلمان کا نعرہ یہ ہے کہ پاکستان کی طرف بڑھے چلو' ہمارا مقصد پاکستان ہے - ہمارا مقدر پاکستان ہے۔ ہمارے پاس آپ جیسا باصلاحیت قائد ہے اور ہمیں کوئی اپنی منزل کی طرف بڑھنے سے نہیں روک سکتا۔ ہم ایک قوم ہیں اور ہندوستان ایک برصغیر ہے لہٰذا ہمیں آبادی کے لحاظ سے اپنا حق اور حصہ ملنا چاہیے۔

شیخ محمد عبداللہ اور ڈاکٹر خاں صاحب جیسے دوسرے لوگ اپنے آپ کو کیسے مسلمان کہہ سکتے ہیں حالانکہ وہ کانگریس کے جال میں پھنس چکے ہیں اس کی پالیسی پر آنکھیں بند کر کے عمل پیرا ہیں۔ جب میں لیگ کے خلاف ان کی احمقانہ اور مہمل تقریریں پڑھتا ہوں تو مجھے شدید ذہنی اذیت ہوتی

ہے کہ یہ لوگ واقعی اتنے ہی نادان ہیں یا حب الوطنی کا تصور ان کے نزدیک نہیں ہے۔

ایک چھوڑ لاکھوں شیخ عبداللہ اگر ہمیں یہ باور کرانا چاہیں کہ ہمارا مقصد غلط ہے تو بھی منہ کی کھائیں گے کیونکہ ان کو یہ احساس نہیں کہ آپ نے ہمارے اندر جذبہ آزادی پیدا کیا ہے اور ہمیں آپ پر ناز ہے۔

چونکہ میں سکول میں پڑھتا ہوں اس لئے اپنے پاک وطن کے قیام میں مدد دینے کے قابل تو نہیں ہوں لیکن وقت آئے گا جب میں پاکستان کے لئے اپنی جان تک قربان کردوں گا۔ میرا تعلق صوبہ سندھ سے ہے بلاشبہ اس وقت صوبہ سندھ دوسرا صوبہ ہے جس کے حالات پریشانی کے موجب ہیں لیکن انشاء اللہ وہ دن جلد ہی آئے گا جب سندھ کے حالات ساز گار ہوں گے اور یہ ہمارے پاکستان میں ایک اہم کردار ادا کرے گا۔

جناب والا!

مجھے معلوم ہے کہ آپ بہت مصروف ہیں اور ہو سکتا ہے کہ آپ سکول کے ایک لڑکے کی طرف سے لکھے ہوئے اس خط کو پڑھنے کے لئے وقت بھی نہ نکال سکیں چہ جائیکہ اس کا جواب دیں۔

اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں بہت احمقانہ بات کر رہا ہوں تو از راہ کرم مجھے معاف فرمائیں لیکن ان لوگوں کی جو حقیقت و عمل سے بے گانہ ہیں جاہلانہ تقریروں کو پڑھنے کے بعد ہی میں آپ کو خط لکھنے پر مجبور ہو گیا۔

میں آپ کا ایک پیروکار

ذوالفقار علی بھٹو

بی۔اے برکلے یونیورسٹی (کیلی فورنیا) سے کیا۔ باقی تعلیم آکسفورڈ یونیورسٹی لندن میں مکمل کی۔ 1952ء میں فلسفہ قانون میں ایم۔ اے آنرز کیا اور 1953ء میں لنکن

ان یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری لی۔ فارغ التحصیل ہونے پر ساؤتھ میٹن یونیورسٹی میں بین الاقوامی قانون کے لیکچرار مقرر ہوئے کچھ عرصہ بعد پاکستان واپس چلے آئے۔ اور سندھ مسلم لاء کالج کراچی میں بین الاقوامی قانون کی تعلیم دینے لگے۔

ذوالفقار علی بھٹو کی پہلی شادی بھٹو خاندان کی لڑکی امیر بیگم سے ہوئی۔ شادی کے وقت ان کی عمر صرف بارہ سال تھیں اور امیر بیگم نو سال کی تھی۔ شادی کے بعد بھٹو مدرسہ جانے لگے۔ دوسری شادی 1951ء میں نصرت کے ساتھ ہوئی۔ وہ اس وقت نیشنل گارڈ کی خواتین شاخ میں آفیسر تھیں۔ ان کا خاندان ایرانی ہے اور ان کے والد ایک تاجر تھے۔

21 جون 1953ء کو بھٹو کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جس کا نام بے نظیر بھٹو رکھا گیا۔ ان کے ایک سال بعد میر مرتضٰی پیدا ہوئے صنم بھٹو 1957ء میں پیدا ہوئیں۔ سب سے چھوٹے بیٹے شاہ نواز 1958ء میں پیدا ہوئے۔

1957ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں پاکستان کی نمائندگی کی - 1958ء میں پاکستان میں مارشل لاء کا نفاذ عمل میں آیا۔ تو صدر ایوب خان کی کابینہ میں وزیر تجارت بنے اور اسی سال جنیوا میں سمندر سے متعلق قانون کے بارے میں منعقدہ اقوام متحدہ کانفرنس میں پاکستانی وفد کی رہنمائی کی۔ 1959ء اور 1960ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں پاکستانی وفد کے چیئرمین کی حیثیت سے گئے - 1960ء میں روس کا دورہ کیا 1962ء اور 1963ء میں مسئلہ جموں و کشمیر پر بھارت سے مذاکرات کرنے کے لئے ایک وفد لے کر گئے 23 جنوری 1963ء کو محمد علی بوگرا کے انتقال کے بعد وزیر خارجہ بنے 1963ء سے 1965ء تک اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں اور سلامتی کونسل کے کئی اہم اجلاس میں پاکستانی وفد کی رہنمائی کی پاک بھارت جنگ چھڑ جانے کے بعد

جناب صدر!

اتنی رات گئے سلامتی کونسل کا اجلاس منعقد کرنے پر میں آپ کا اور تمام ارکان کا شکر گزار ہوں۔ یہ اجلاس جس مسئلے پر غور کرنے کے لئے طلب

کیا گیا ہے نہ صرف پاکستانی عوام کے لئے بلکہ برصغیر پاک و ہند' پورے
ایشیا اور پوری دنیا کے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے اور آپ نے اس مسئلے
کے پیش نظر آدھی رات کو اجلاس طلب کر کے ہمارے ساتھ جس ہمدردی
کا مظاہرہ کیا ہے اس کے لئے میں خلوص دل سے آپ اور سب ارکان کا
شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں - میں کونسل کے مستقل ارکان کا بھی
ممنون ہوں' جنہوں نے رات کے اس حصے میں اجلاس میں شرکت کے لئے
تکلیف گوارا کی۔ میں آپ سے گذارشات کرنے کے لئے پاکستان سے
یہاں حاضر ہوا ہوں اور میں نے یہ اجلاس بلانے کی درخواست کی تھی۔
اس وقت ہم ایک انتہائی نازک ترین مسئلے سے دوچار ہیں' جس پر غور کرنا
اشد ضروری ہے۔ میں سیکرٹری جنرل کا ممنون ہوں' جو پاکستان اور بھارت
کے درمیان ایک بامقصد سمجھوتہ کرانے کے لئے کوشش کر رہے ہیں ہم
ان کی تمام مساعی سے آگاہ ہیں اور اس کے لئے ان کے اور سلامتی کونسل
کے شکر گزار ہیں' جنہوں نے اس معاملے میں ہمدردی اور دلچسپی کا اظہار
کیا۔ انہوں نے ایک ایسی جنگ میں ہم سے ہمدردی اور لگاؤ کا اظہار کیا
ہے' جو ہماری مرضی کے بغیر ایک عیار حملہ آور نے سوچ سمجھے منصوبے
کے تحت ہم پر مسلط کی ہے۔

پاکستان ایک چھوٹا ملک ہے۔ آپ ذرا دنیا کے نقشے پر نظر ڈالیں -
آپ کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ اس نقشے میں ہمارا وجود کتنا ہے اور نقشے
ہی سے آپ ہمارے وسائل اور ایک بڑے حملہ آور کا مقابلہ کرنے کے
لئے ہماری قوت کا بھی آسانی سے اندازہ لگا سکیں گے۔

ہمیں ایک بڑے عفریت کا سامنا ہے۔ ایک ایسے جارح ملک کا جو بار
بار جارحیت کا ارتکاب کرتا رہا ہے۔ ہم نے آزادی کے بعد سے اب تک
سترہ سال بھارت کی جارحانہ کارروائیوں کا سامنا کیا ہے۔ اس نے جوناگڑھ
پر قبضہ کر لیا' ماتا اور مانگرول کو طاقت کے ذریعے ہڑپ کر لیا۔ اس نے
حیدر آباد پر فوج کشی کر کے اس ریاست کو ہتھیا لیا اور یہ گوا پر فوجی طاقت

سے غاصبانہ قبضہ کر چکا ہے۔ اس نے اپنے جارحانہ عزائم کے ذریعے ایسے حالات پیدا کئے جن میں چین بھارت کی فوجوں میں تصادم ہو گیا اور اب بھارت نے پاکستان پر حملہ کیا ہے۔ آپ جانتے ہیں بھارتی لیڈر پاکستان کو اپنا اولین دشمن قرار دیتے ہیں۔

جناب والا!

پاکستان ایک ایسا ملک ہے جسے بھارت کی ہر پالیسی کا پہلا اور بنیادی ہدف سمجھنا چاہیے۔ سترہ سال سے ہم دیکھ رہے ہیں اور اس بات کو بخوبی سمجھتے ہیں کہ بھارت پاکستان کو ختم کرنے کا تہیہ کر چکا ہے۔ آپ اس بات سے باخبر ہوں گے کہ پاکستان کے قیام کا مقصد ہی یہ تھا کہ برصغیر کی دو قوموں ہندو اور مسلمان کے درمیان آئے دن کے تنازعات اور بدامنی کو ختم کیا جائے۔ سات سو سال تک برصغیر میں ان دونوں قوموں کی کشمکش جاری رہی اور ہم ہندو قوم کے ساتھ جو اکثریت میں تھی، امن کے ساتھ رہنے کی کوشش کرتے رہے۔ لیکن یہ کوشش کامیاب نہ ہوئی اور ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ اس دائمی کشمکش کا حل اور برصغیر میں قیام امن کا راستہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ ہم اپنے لئے ایک الگ وطن حاصل کر لیں، خواہ وہ رقبے اور وسائل میں چھوٹا ہو۔ لیکن اس قابل ہو کہ امن کے ساتھ زندہ رہ سکے اور ایک بڑے پڑوسی ملک کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم رکھ سکے۔ برصغیر میں قیام امن کی یہ خواہش ہی قیام پاکستان کا بنیادی اصول اور محرک تھی۔ یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ یورپ میں بھی کئی اقوام کو ایک دوسرے کے ساتھ دوستانہ اور قریبی تعلقات قائم رکھنے کے لئے اس قسم کی تقسیم اور علیحدگی اختیار کرنی پڑی ہے۔ مثال کے طور پر اسی مقصد کے لئے ناروے اور سویڈن نے ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کی ہمیں یقین تھا، مسلمانوں کا علیحدہ وطن پاکستان قائم ہو جانے کے بعد برصغیر میں امن قائم ہو جائے گا اور پاکستان اور بھارت کے عوام دوستی کے ساتھ اچھے ہمسایوں کی طرح زندگی بسر کریں گے۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں ، کیا یہ قدرت کا قانون ہے کہ افریقہ اور ایشیا کے لوگ بھوکے پس ماندہ اور مفلوک الحال رہیں۔ کیا یہ ہمارا مقدر ہو چکا ہے کہ ہم ہمیشہ بدحال اور پس ماندہ رہیں - ہرگز نہیں، ہم پس ماندگی اور افلاس کی ان دیواروں کو توڑ دینا چاہتے ہیں۔ ہم اپنے عوام کے لئے ایک بہتر مستقبل تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ ہماری آئندہ نسلیں خوشحال ، اطمینان اور عزت کی زندگی بسر کریں۔ افریقہ اور ایشیا کے لیڈر آج اسی جدوجہد میں مصروف ہیں وہ پس ماندگی اور افلاس کو ختم کر دینا چاہتے ہیں اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اپنی تمام قوتوں اور صلاحیتوں کو مفید اور تعمیری کاموں میں استعمال کرنا چاہتے ہیں۔

پاکستان جیسے چھوٹے ملک کے لئے خاص طور پر سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ تمام وسائل ترقیاتی کاموں میں استعمال ہوں۔ ہم تضاد اور لڑائی سے ہر قیمت پر بچنا چاہتے ہیں۔ ہم جنگ کا تصور بھی نہیں کر سکتے ۔ ہم عوام کی تباہی و بربادی کے ہر امکان کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ ہم بھارت کے عوام کی بھی قدر کرتے ہیں اور ان کا بھلا چاہتے ہیں۔ آخر چند سال پہلے تک ہم ایک ہی ملک کے باشندے تھے۔ یہ تو صرف چند وجوہات تھیں، جن کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں، جن کی وجہ سے ہمیں بھارت کے عوام سے علیحدگی اختیار کرنا پڑی لیکن اس علیحدگی سے ہمارا مدعا یہی تھا کہ دونوں ملکوں کے عوام اچھے پڑوسیوں کی طرح ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں۔ امن اور صلح صفائی کے ساتھ زندگی بسر کریں اور اپنے ملک کی ترقی کے لئے، سکون کے ساتھ کام کر سکیں - پاکستان کے قیام کا بنیادی اصول یہ تھا کہ جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہ پاکستان کا حصہ ہوں گے۔ بھارتی لیڈروں نے اس بنیادی نظریئے کو تسلیم کر لیا تھا اس بنیاد ہی پر پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے ساتھ ہی بھارتی لیڈروں نے اعتراف اور اقرار کر لیا کہ دونوں قوموں کے الگ اور آزاد وطن ہوں گے اور دونوں قومیں اس طرح امن کے ساتھ اچھے پڑوسیوں کی طرح زندگی بسر

کریں گی۔ آج بھی ہم ان سے اس بنیادی بات کے سوا اور کچھ نہیں مانگتے۔

آج ہم ایک ایسی جنگ لڑ رہے ہیں، جو بھارت نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہم پر مسلط کی ہے - یہ 45 کروڑ آبادی کے ایک طاقتور ملک کی طرف سے دس کروڑ آبادی کے ملک پر جارحانہ حملہ ہے۔ یہ ایک بہت بڑی قوم کی طرف سے، جو ہوس ملک گیری کا شکار ہے۔ ایک چھوٹے پڑوسی ملک کو ختم کرنے کے لئے ایک کھلا جارحانہ اقدام ہے۔

یہ ایسا ہے جیسے جرمنی یا فرانس نے ڈنمارک پر حملہ کر دیا ہو، یوں سمجھئے کہ جنوبی امریکہ کی کسی چھوٹی سی ریاست پر ارجنٹائن یا برازیل نے اپنی فوجیں چڑھا دی ہوں، بلکہ زیادہ واضح طور پر یہ تصویر کھینچئے کہ امریکہ جیسی طاقت کسی چھوٹے ملک پر فوج کشی کر دے۔ ہم ہرگز یہ نہیں چاہتے کہ ہمیں ختم کر دیا جائے۔ ہم بھی زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ پاکستان کے عوام زندہ رہیں۔ اپنے ملک میں ترقی حاصل کریں، خوشحالی کی زندگی بسر کر سکیں۔ لیکن آج بھارت اپنی تمام قوت کے ساتھ ہم پر حملہ آور ہو گیا ہے۔

بھارت کا طاقتور فضائی بیڑا ہمارے شہروں پر اندھادھند بمباری کر رہا ہے ہم اس کا مقابلہ کریں گے۔ ہم اپنی عزت، اپنے ناموس اور اپنے وطن کا ہر قیمت پر دفاع کریں گے۔ ہم نے جنگ شروع نہیں کی۔ دوسری طاقت نے ہم پر حملہ کیا ہے۔ ہمیں اپنے وطن کو بچانا ہے۔ اس حقیقت کے باوجود کہ ہمارا ملک بہت چھوٹا ہے۔ ہمارے وسائل محدود ہیں۔ ہمیں دشمن کا مقابلہ کرنا ہے، اپنے وطن کا دفاع کرنا ہے اور لڑنا ہے۔

ہم لڑتے رہیں گے اس لئے کہ ہم حق پر ہیں۔ ہم ایک اصول کی خاطر لڑ رہے ہیں - ہم اپنے اس عہد کے لئے لڑ رہے ہیں جو حق خودارادیت کے لئے ہم نے کیا ہے ہم ہر صورت میں حق خودارادیت پر عقیدہ رکھتے ہیں اور آج ہم ہی نہیں ایشیا اور افریقہ کی ہر قوم اس معاملہ

میں متفق ہے۔ حق خودارادیت کا یہ اصول جس کے لئے ہم لڑ رہے ہیں ایک ایسی متحرک قوت ہے جسے اب کوئی قوت شکست نہیں دے سکتی اور ہم یہ جنگ لڑتے رہیں گے' پورے عزم کے ساتھ یہ جنگ جاری رکھیں گے اور دنیا کی جو طاقتیں بھی ہمارے خلاف صف آرا ہو رہی ہیں ان سب کا مقابلہ کریں گے۔

سیکرٹری جنرل نے اس معاملے میں مفید تجاویز پیش کی ہیں۔ ہم ان کے ممنون ہیں۔ ہم صرف سیکرٹری جنرل کی حیثیت سے ہی ان کی قدر نہیں کرتے بلکہ انہیں ہم ایشیا کا عظیم مدبر سمجھتے ہیں - وہ پاکستان اور بھارت کے ایک عظیم ہمسایہ ملک برما کے لیڈر ہیں اور ہم برما کے ایک مدبر اور سیکرٹری جنرل دونوں حیثیتوں میں ان سے تعاون کریں گے۔ راولپنڈی میں ان سے بات چیت کے دوران ہم نے انہیں بتا دیا تھا کہ ہم امن چاہتے ہیں' ہم جنگ نہیں چاہتے ' ہم تباہی و بربادی نہیں چاہتے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جنگ بندی مستقل ہونی چاہیے۔ اس سے ایسا امن قائم ہونا چاہئے جس سے بھارت اور پاکستان آئندہ کے لئے اچھے ہمسایوں کی طرح زندگی بسر کرنے کے قابل ہو جائیں - ہم بھارت کے پڑوسی ہیں اور اچھے ہمسایوں کی طرح رہنا چاہتے ہیں۔ ہم روز روز کے جھگڑوں سے تنگ ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ جھگڑے ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں۔

جناب والا!

میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ پاکستان ایک چھوٹا ملک ہے اور ہماری خارجہ پالیسی کا بنیادی اصول یہ ہے کہ تمام قوموں اور خاص طور پر ہمسایہ ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کئے جائیں اور بھارت تو ہمارا سب سے قریبی ہمسایہ ہے - قدرتی بات ہے کہ ہم سب سے پہلے بھارت کے ساتھ دوستانہ تعلقات چاہتے ہیں - اگر ہم بھارت سے دوستانہ تعلقات قائم نہ کر سکے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہمسایہ ممالک اور دوسرے ممالک سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے لئے ہماری تمام کوششیں رائیگاں ہیں۔

ہم نے بھارت کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے لئے ایک مرتبہ نہیں کئی بار کوششیں کیں ہیں۔ کتنی ہی بار ہم نے اس معاملے میں پہل کی - بھارتی نمائندہ یہاں موجود ہے وہ اس بات کی گواہی دے گا - یہ ہیں تاریخی حقائق جنہیں جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ یہ بات ایک مرتبہ نہیں بارہا ثابت ہو چکی ہے کہ ہم بھارت سے دوستانہ تعلقات چاہتے ہیں اور امن سے رہنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ دوستی اور امن آبرومندانہ بنیادوں پر ہونا چاہیے اور بھارت کو بھی اعتراف کر لینا چاہیے کہ یہ امن اور دوستی ان وعدوں کی بنیاد ہو سکتی ہے جو خود بھارت نے پاکستان، کشمیری عوام اور پوری دنیا کے ساتھ کر رکھے ہیں۔

بھارت کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ ریاست جموں و کشمیر بھارت کا حصہ ہے۔ یہ بات طے ہو چکی ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ کشمیر ایک متنازعہ علاقہ ہے۔ کشمیر نہ اس وقت بھارت کا حصہ ہے اور نہ کبھی بھارت کا حصہ رہا ہے۔ اگر یہ کسی ملک کا حصہ ہے تو بھارت کی بجائے پاکستان کا ہو گا۔ بھارت خواہ کچھ بھی کہتا رہے' یہ حقیقت ہے کہ کشمیری عوام پاکستانی قوم کا حصہ ہیں۔ اور ہمارا گوشت پوست ہیں -مذہبی' ثقافتی' جغرافیائی' تاریخی ہر اعتبار سے کشمیری عوام پاکستانی قوم کا حصہ ہیں۔

کشمیری عوام کے حق خودارادیت کے لئے اور اپنے دفاع کے لئے ہم ایک ہزار سال تک بھی لڑنے کے لئے تیار ہیں۔ میں ایک سال پہلے بھی سلامتی کونسل کو یہ بات بتا چکا ہوں کیا آپ کو یاد ہے کہ اس ادارے نے اپنی تمام طاقت اپنی تمام دانش مندی کے باوجود گذشتہ سال اسی کشمیر کے مسئلے پر ایک قرار داد منظور کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس وقت اس سلامتی کونسل کا یہ خیال تھا کہ کشمیر کا مسئلہ اٹھا کر گویا ہم ایک مردہ گھوڑے کو یہاں گھسیٹ لائے ہیں اور ہم اپنے ملک کے لئے پراپیگنڈہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دنیا کو یہ بات جان لینی چاہیے کہ پاکستان کے دس کروڑ عوام اپنے عہد اور اپنے وعدوں کو ہرگز فراموش نہیں کریں

گے۔ بھارت چاہے اپنے تمام عہد و اقرار اور اپنے وعدے بھلادے ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ ہم چھوٹا ملک ہونے کے باوجود، اپنے محدود وسائل کے باوجود آخری دم تک جدوجہد جاری رکھیں گے۔ ہم اپنے دفاع کے لئے اپنے وقار اور اپنی آبرو کے لئے لڑتے رہیں گے۔ ہم حملہ آور نہیں ہیں، ہم پر حملہ کیا گیا ہے۔ سلامتی کونسل کا فرض تھا کہ وہ یہ اعلان کرتی کہ جنگ میں حملہ آور کون ہے اور یہ بھی بتاتی کہ کس ملک کو جارحانہ کارروائی کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

میں یہاں ان ملکوں کے نمائندوں کی تقریروں کا ذکر نہیں کرتا جو سرے سے کوئی ملک ہی نہیں ہیں۔ میں ان لوگوں کی بات کر رہا ہوں جو انصاف اور سچائی پر ایمان رکھتے ہیں تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ اس سے پہلے بھی جنگیں لڑی گئی ہیں اور قوموں نے انصاف اور سچائی کے لئے قربانیاں دی ہیں۔ میں یہاں سلامتی کونسل کا ذکر کر رہا ہوں، جس نے سچائی اور انصاف کی حمایت کی ہے ہم اس حد تک اس کے شکر گزار ہیں۔

بالآخر حق و انصاف کی فتح ہوگی اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ جموں و کشمیر کے عوام کو بھی ان کا حق مل کر رہے گا۔ ان پچاس لاکھ افراد کو یہ حق ملنا چاہئے کہ وہ اپنے مستقبل کا خود فیصلہ کریں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ حق خودارادیت جس کا نعرہ آج پورے افریقہ اور ایشیا میں گونج رہا ہے۔ ساری دنیا کے لئے تسلیم کیا جائے اور جموں و کشمیر کے لوگ ہی اس سے محروم رہیں۔ کیا وہ بھارتی معاشرے کے اصولوں کے مطابق اچھوت ہیں؟ آخر انہوں نے کیا قصور کیا ہے کہ ان کو حق خودارادیت نہ دیا جائے اور انہیں اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے سے محروم رکھا جائے۔

بھارت آج ساری دنیا سے الگ تھلگ ہو چکا ہے۔ اس وسعت اور طاقت کے باوجود آج دنیا میں کوئی نہیں جو کھل کر اس کی حمایت کر سکے۔ پورا افریقہ اور ایشیا کشمیری عوام کے حق خودارادیت کا حامی ہے۔ کاسابلانکا

میں عرب ملکوں کے سربراہوں نے کشمیری عوام کے حق خودارادیت کی حمایت کا اعلان کیا ہے۔ یورپی اقوام کشمیریوں کے حق کی حمایت کر چکی ہے۔ وزیرخارجہ مسٹرڈین رسک کہتے ہیں کہ کشمیر کا مسئلہ استصواب کے ذریعے طے ہونا چاہئے ایک طرف پوری دنیا حق کی حمایت کا اعلان کر رہی ہے اور دوسری طرف بھارت کی خوفناک جنگی طاقت ہے جو ہوس ملک گیری کے تحت اپنے وعدوں اور اپنے عہدو اقرار کو نظرانداز کرتے ہوئے کشمیری عوام کے جذبہ حریت کو کچلنے پر آمادہ ہے۔ یاد رکھیے عوام کے عزم اور ان کے جزبہ حریت کو کبھی کچلا نہیں جا سکتا۔ میں آپ کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ آج فائر بندی ہو سکتی ہے۔ لیکن پاکستان کے دس کروڑ عوام کبھی اپنے اصولوں ، اپنے ایمان اور اپنے وعدوں کو پامال نہیں ہونے دیں گے اور اس مقصد کے لئے وہ بڑی سے بڑی قربانی دینے سے گریز نہیں کریں گے۔

جناب والا!

اپنی ان معروضات کے بعد میں آپ کے سامنے صدر پاکستان کا تار پڑھ کر سنانا چاہتا ہوں جو ابھی مجھے راولپنڈی سے موصول ہوا ہے تار کا متن یہ ہے۔

سلامتی کونسل نے 20 ستمبر کو جو قرارداد منظور کی ہے۔ پاکستان اسے ناقابل اطمینان تصور کرتا ہے۔ تاہم عالمی امن کی بقا کے لئے اور سلامتی کونسل کو ایک ایسا طریق کار طے کرنے کی مہلت دینے کے لئے جس کے تحت اس تنازعہ کو جو موجودہ جنگ کا بنیادی سبب ہے یعنی "جموں و کشمیر کا تنازعہ" میں نے پاکستان کی فوج کو حکم دے دیا ہے کہ وہ آج مغربی پاکستان کے وقت کے مطابق 12 بج کر 5 منٹ پر فائیرنگ بند کر دے - اس وقت کے بعد سے وہ دشمن کی فوجوں پر کوئی گولی نہ چلائیں گی۔ الا یہ کہ کوئی دشمن کی طرف سے ان پر گولی چلائی جائے۔ یہ حکم اس بات سے مشروط ہے کہ بھارتی حکومت بھی اپنی فوجوں کو اسی قسم کا حکم جاری کرے اور جموں و کشمیر کے تنازعے کو جلد حل کیا جائے۔ کشمیری عوام کی مرضی کے

مطابق جیسا کہ سلامتی کونسل کی قراردادوں میں تجویز کیا گیا تھا اور جیسا کہ ہندوستان نے منظور کیا تھا۔

حال ہی میں 15 اپریل اور 18 اپریل کو حکومت انڈونیشیا اور فلپائن نے بھی مسئلہ کشمیر کا حل چاہا ہے۔ کشمیری عوام کی مرضی کے مطابق، انڈونیشیا کے دس کروڑ باشندوں نے ایک مشترکہ اعلان میں جس پر پاکستان اور انڈونیشیا دونوں کے وزیرخارجہ کے دستخط تھے 15 اپریل کو افسوس ظاہر کیا اور کہا کہ

"ہندو پاکستان کا کشمیر پر تنازعہ اور تمام خطہ کے امن و تحفظ کے لئے ایک خطرہ ہے۔ دونوں کو اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ کشمیری عوام کے بنیادی حقوق کا معاملہ ہے۔ نیز اس سے ہندو پاکستان کے باہمی تعلقات خراب ہو رہے ہیں، جس کا اثر افریقہ، ایشیائی اتحاد پر پڑ رہا ہے۔ دونوں وزرائے خارجہ چنانچہ اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ اس تنازعہ کو جلد از جلد حل کیا جائے۔ کشمیری عوام کی مرضی کے مطابق اور ان تمام شرائط کے مطابق جو سلامتی کونسل کی قراردادوں میں موجود ہیں اور جنہیں ہندوستان اور پاکستان دونوں نے تسلیم کر لیا تھا"۔

فلپائن اور پاکستان کے وزرائے خارجہ کے مشترکہ اعلان کے یہ الفاظ ہیں:۔

"فلپائن کے سیکرٹری برائے امور خارجہ اور پاکستان کے وزیر امور خارجہ اس بات پر متفق ہیں کہ مسئلہ کشمیر، کشمیری عوام کے بنیادی حقوق کا معاملہ ہے اور اس تنازعہ سے ہندوستان اور پاکستان میں دوستانہ تعلقات میں رکاوٹ پڑ رہی ہے اور افریقہ، ایشیا کے اتحاد پر برا اثر پڑ رہا ہے۔ دونوں وزیر ہم خیال ہیں کہ اس مسئلہ کو جلد حل کیا جائے۔ کشمیری عوام کی مرضی کے مطابق، جیسا کہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قراردادوں میں تجویز کیا گیا تھا اور جنہیں ہندوستان اور پاکستان دونوں نے تسلیم کر لیا تھا"

افریقہ اور ایشیا کی کئی اور اقوام بھی ہیں، جنہوں نے پچھلے چند ہفتوں

مطابق جیسا کہ سلامتی کونسل کی قراردادوں میں تجویز کیا گیا تھا اور جیسا کہ ہندوستان نے منظور کیا تھا۔

حال ہی میں 15 اپریل اور 18 اپریل کو حکومت انڈونیشیا اور فلپائن نے بھی مسئلہ کشمیر کا حل چاہا ہے۔ کشمیری عوام کی مرضی کے مطابق، انڈونیشیا کے دس کروڑ باشندوں نے ایک مشترکہ اعلان میں جس پر پاکستان اور انڈونیشیا دونوں کے وزیرخارجہ کے دستخط تھے 15 اپریل کو افسوس ظاہر کیا اور کہا کہ

"ہندو پاکستان کا کشمیر پر تنازعہ اور تمام خطہ کے امن و تحفظ کے لئے ایک خطرہ ہے۔ دونوں کو اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ کشمیری عوام کے بنیادی حقوق کا معاملہ ہے۔ نیز اس سے ہندو پاکستان کے باہمی تعلقات خراب ہو رہے ہیں، جس کا اثر افریقہ، ایشیائی اتحاد پر پڑ رہا ہے۔ دونوں وزرائے خارجہ چنانچہ اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ اس تنازعہ کو جلد از جلد حل کیا جائے۔ کشمیری عوام کی مرضی کے مطابق اور ان تمام شرائط کے مطابق جو سلامتی کونسل کی قراردادوں میں موجود ہیں اور جنہیں ہندوستان اور پاکستان دونوں نے تسلیم کر لیا تھا"۔

فلپائن اور پاکستان کے وزرائے خارجہ کے مشترکہ اعلان کے یہ الفاظ ہیں:۔

"فلپائن کے سیکرٹری برائے امور خارجہ اور پاکستان کے وزیر امور خارجہ اس بات پر متفق ہیں کہ مسئلہ کشمیر، کشمیری عوام کے بنیادی حقوق کا معاملہ ہے اور اس تنازعہ سے ہندوستان اور پاکستان میں دوستانہ تعلقات میں رکاوٹ پڑ رہی ہے اور افریقہ، ایشیا کے اتحاد پر برا اثر پڑ رہا ہے۔ دونوں وزیر ہم خیال ہیں کہ اس مسئلہ کو جلد حل کیا جائے۔ کشمیری عوام کی مرضی کے مطابق، جیسا کہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قراردادوں میں تجویز کیا گیا تھا اور جنہیں ہندوستان اور پاکستان دونوں نے تسلیم کر لیا تھا"

افریقہ اور ایشیا کی کئی اور اقوام بھی ہیں، جنہوں نے پچھلے چند ہفتوں

میں ایک کشمیری لیڈروں پر مشتمل وفد کا خیر مقدم کیا اور مسئلہ کشمیر کے حل کی فوری ضرورت پر زور دیا جو بقول ان کے حق خودارادیت کے اصول کے مطابق ہونا چاہئے۔ جیسا کہ ہندوستان پاکستان اور اقوام متحدہ کشمیری عوام کی ضمانت دے چکے ہیں۔ ان اقوام کے نام یہ ہیں۔

مراکش ، آئی وری کوسٹ، نائیجیریا، سیرالیونا، گنی، سینگال، سوڈان، الجزائر، صومالیہ، ترکی، ایران، شام، اردن، لبنان اور سعودی عرب وغیرہ۔

اس ضمن میں میں صدر بورقیبہ کا 19 مارچ کا بیان نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں، جو انہوں نے اس کشمیری وفد سے ملنے کے بعد دیا جس نے افریقہ اور ایشیا کا پچھلے مہینے دورہ کیا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:۔

"مجھے اپنا موقف یاد ہے جو میں نے چند سال ہوئے اس مسئلہ پر اختیار کیا تھا۔ میرے موقف کی بنیاد اس ہمدردی پر نہیں تھی جو ایک مسلمان کو دوسرے کے ساتھ ہوتی ہے بلکہ اس دلی تعظیم پر جو میرے دل میں انسان کے مقام اور انسانی حقوق کے لئے ہے، مجھے یہ بھی یاد ہے کہ میں نے اعلانیہ ہندوستان کی مخالفت کی تھی۔ اس بات پر کہ اس نے سلامتی کونسل کی قراردادوں کے مطابق استصواب رائے کروانے سے انکار کر دیا - میرا موقف یہ نہیں ہے کہ میں ایک فریق کی دوسرے کے مقابلے میں حمایت کر رہا ہوں - مسلمان کی ہندو کے خلاف یا پاکستان کی بھارت کے خلاف - میں نے یہ واضح کر دیا ہے کہ ہمارا موقف تو ان فیصلوں کے مطابق ہے، جو سلامتی کونسل نے کئے ہیں" - ہم نے بھارت کے وزیراعظم سے خط و کتابت کے دوران یہ امر واضح کر دیا ہے کہ ہم اس بارے میں بھارت کی حمایت نہیں کر سکتے اور ہم اس فیصلے پر جمے ہوئے ہیں"۔

الجزائر کے صدر بن بیلا نے بھی اس انداز میں فرمایا ہے۔

"مسئلہ کشمیر ہمیشہ ہماری نظر میں رہا ہے اور ہم اپنا موقف واضح کر چکے ہیں یعنی یہ کہ کشمیری عوام کو حق خودارادیت اختیاری دیا جائے اور سلامتی کونسل کی قراردادوں پر عمل ہونا چاہیے"

ان تمام ممالک اور دوسروں نے بھی کشمیری عوام کو اپنی حمایت کا یقین دلایا ہے چنانچہ ہندوستان کی اس شدید قوم پرستی اور سامراجیت کے خلاف جدوجہد کرنے میں کشمیری عوام کو ایشیا اور افریقہ کی ان تمام اقوام کی پشت پناہی حاصل ہے' جو سامراجیت کے خلاف ہیں۔ بلکہ جنوبی امریکہ کی اقوام بھی"۔

اس کے باوجود بھارت کے وزیراعظم نے اپنی پارلیمینٹ میں 13 اپریل کو یہ بیان دینا مناسب سمجھا کہ مسئلہ کشمیر کبھی کا حل ہو چکا ہوتا۔ اگر پاکستان کو مغربی ممالک کی مدد حاصل نہ ہوتی۔

یہ کوتاہ نظری واقعی افسوسناک ہے۔ کیا میں وزیراعظم کو یاد دلانے کی جسارت کر سکتا ہوں کہ مسئلہ کشمیر کبھی کا حل ہو چکا ہوتا ، اگر بھارت بین الاقوامی انصاف کے اصولوں کی خلاف ورزی نہ کرتا اور اپنے پکے وعدوں اور بین الاقوامی وعدوں کو نہ توڑتا۔ اگر مسئلہ کشمیر آج بھی زندہ ہے' باوجود اس تشدد کے جو کشمیری عوام کے ساتھ سترہ سال روا رکھا گیا ہے تو اس کی وجہ کشمیری عوام کی ناقابل شکست ہمت اور ان کا عزم بالجزم ہے کہ اپنے حقوق حاصل کر کے ہی رہیں گے۔

سلامتی کونسل کے ممبران نے حق خود اختیاری کی حمایت کی ہے جو یو این سی آئی پی کی دو قراردادوں میں بیان کیا گیا ہے۔ ہندوستان اور پاکستان بھی ان قراردادوں میں فریقین کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان قراردادوں میں عملدر آمد کروانے کی ضمانت دینے کے بعد بھارت اب ان ذمہ داریوں سے روگردانی کر رہا ہے اور مسئلہ کشمیر کے وجود تک سے انکاری ہے اور اب وزیراعظم ہند مظلوم صورت بنا کر افسوس کر رہے ہیں کہ سلامتی کونسل اور خاص کر اس کے مغربی ممبر کیوں نہیں ان ہی کی طرح ملک پلٹ دیتے۔

بھارت کے وزیراعظم کو یہ گمان دل سے نکال دینا چاہئے کہ مسئلہ کشمیر کبھی کا ان کی مرضی کے مطابق طے ہو چکا ہوتا۔ اگر مغربی ممالک پاکستان کی حمایت نہ کرتے۔ ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ نہ صرف مغرب بلکہ ایشیا

افریقہ اور جنوبی امریکہ کی اقوام نے کشمیری عوام کے مطالبے کی تائید کی ہے اور یو این او سی آئی پی کی قراردادوں پر عمل کرنے کی تائید کی ہے تا کہ یہ تنازعہ پر امن اور منصفانہ طریقے پر طے ہو جائے۔

جناب صدر!

میں نے اب تک اپنی تقریر میں ان نئے پہلوؤں سے بحث کی ہے جو مسئلہ کشمیر میں داخل ہو گئے ہیں۔ یعنی کشمیری عوام کی بھارتی قبضہ کے خلاف بغاوت اور وہ بڑھتی ہوئی عالمگیر ہمدردی اور حمایت جو کشمیری عوام کو حاصل ہوتی جا رہی ہے۔ خاص کر ایشیا اور افریقہ کی حکومتوں اور عوام سے اس مسئلہ کی پر امن اور منصفانہ حل کی تلاش میں، جس کے لئے انہیں اپنا حق خود اختیاری استعمال کرنا لازمی ہے اور اس حق کے دلانے کی ہندوستان اور پاکستان اور اقوام متحدہ خود ضمانت لے چکے ہیں۔

میں شیخ عبداللہ اور مرزا افضل بیگ کے بیانات نقل کر چکا ہوں حق خود اختیاری کے بارے میں اور استصواب رائے کے بارے میں اور الحاق کے بارے میں اور ان طریقوں کے بارے میں جن کا اختیار کرنا ضروری ہے تاکہ ہندو پاکستان کے درمیان یہ تنازعہ کشمیری عوام کی مرضی کے مطابق حل ہو۔ میں نے بھارت کے کئی نامور اشخاص کی آراء بھی نقل کی ہیں جو امن پسند اور صلح جو ہیں۔

لیکن بھارتی حکومت کا، وقت کے ان تقاضوں کے سامنے کیا رد عمل رہا ہے۔ کیا اس نے کوشش کی ہے کہ حالات کا از سرنو جائزہ لے اور اپنی پالیسی پر نظر ثانی کرے تاکہ کوئی مفاہمت اور مصالحت کا راستہ نکلے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ایسے کوئی آثار نہیں ہیں۔ 12 اپریل کو بھارتی پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے بھارتی وزیراعظم نے شیخ عبداللہ کے بیانات کو محض "افسوسناک" کہہ کر رد کر دیا۔ مسٹر لال بہادر شاستری نے بھی پارلیمنٹ میں وہی بات دہرانی مناسب سمجھی کہ "کشمیر کا الحاق ہندوستان کے ساتھ اٹل ہے" مسٹر شاستری نے شیخ عبداللہ کو دھمکی دی کہ اگر

انہوں نے ان خیالات کی خلاف ورزی کی تو نتائج بہت برے ہوں گے۔
بھارت کے وزیر امور داخلہ مسٹر نندا نے عالمانہ انداز میں فرمایا:۔
"تاریخ کے بعض حقائق اٹل ہوتے ہیں ' ریاست جموں و کشمیر کا بھارت کے ساتھ الحاق بھی بھارتی تاریخ کی ایک حقیقت ہے اس کا پلٹنا اب ممکن نہیں"

(بحوالہ ہندوستان ٹائمز' 16 اپریل 65 19ء)

مقبوضہ کشمیر کے کٹھ پتلی "وزیراعظم" مسٹر جی ایم صادق نے بھی اس ڈرانے دھمکانے کی مہم میں پیچھے رہنا مناسب نہ سمجھا اور 16 اپریل کو بڑی شان سے فرمایا:۔
"ابھی تک کوئی ایسا جادو گر پیدا نہیں ہوا جو بس پھونک دے اور ہماری حکومت اور فوجیں غائب ہو جائیں۔"
انہوں نے وہی بات دہرائی کہ کشمیر اس طرح بھارت کا حصہ ہے جیسے بمبئ ' کلکتہ اور مدراس -

(ٹائمز آف انڈیا بمبئی 17 اپریل 1965ء)

کشمیر کا بھارت کے ساتھ الحاق کے منصوبوں کے بارے میں مسٹر صادق نے 19 اپریل 1965ء کو کہا کہ اس بدنام بل کے ملتوی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جس کی رو سے لفظ "صدر ریاست" اور وزیراعظم جموں و کشمیر کو بدل کر "گورنر" اور "وزیراعلیٰ" کر دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ یہ بل ضرور بالضرور ریاستی اسمبلی کے اگلے اجلاس میں زیر غور لایا جائے گا۔

(ہندوستان ٹائمز 19اپریل 1965ء)

20 اپریل 1965ء کو اس کٹھ پتلی وزیراعظم نے پھر بھارت کے دارالحکومت میں بھارتی آئین کی دفعہ 370 کو منسوخ کرنے کی تجویز کی تاکہ کشمیر کا پوری طرح سے بھارت سے الحاق ہو جائے۔ (ٹائمز آف انڈیا 21 اپریل)

15 اپریل 1965ء کو بھارت کے وزیر امور داخلہ ٹڈ نندا نے بھارتی پارلیمنٹ میں کہا کہ جموں و کشمیر سے بھارت کا الحاق مکمل، پختہ اور اٹل ہے اور حکومت کی یہ پالیسی بدلی جائے گی۔ محض اس لئے کہ کسی نے کہیں کچھ کیا ہے۔

29 اپریل 1965ء کو بھارت کے وزیر خزانہ مسٹر شنم اچاریہ نے یہ دلچسپ بیان دیا' جس سے ان کے خیالات کا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ حکومت کشمیر کی سیاسی حیثیت پر نظر ثانی کرے اور یہ کہ کشمیر کے بھارت کے ساتھ الحاق کے بنیادی معاملات طے ہو گئے ہیں صرف جزیات رہتی ہیں۔

گو یقین نہیں آتا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان بھارتی وزراء کو یاد دہانی کروانا ضروری ہے کہ پاکستان کا تنازعہ کشمیر کے الحاق کی جزیات کے بارے میں نہیں ہے اور نہ ہی سلامتی کونسل میں ان جزیات پر پریشان ہے۔ پاکستان کے درمیان بین الاقوامی معاہدے جو کشمیر کے بارے میں ہیں وہ ان جزیات کے بارے میں نہیں ہیں۔ کشمیر کے عوام نے واضح کر دیا ہے کہ وہ جو جدوجہد کر رہے ہیں وہ اس لئے نہیں کہ یہ جزیات کیسے طے ہوں کشمیر اور پاکستان کے عوام اور اقوام متحدہ سے یا پاکستان سے یوں کیا جائے کہ کشمیری عوام کی مرضی کے عین مطابق ہو اور اس مرضی کو غیر جانبدارانہ طریقے پر دریافت کیا جائے۔

جناب صدر!

اس خاص موقع پر کشمیری عوام کے مفاد' برصغیر کے مفاد بلکہ ایشیا کے مفاد کا تقاضا یہ ہے کہ سلامتی کونسل ہر وہ قدم اٹھائے جو اس تنازعہ کے فوری اور منصفانہ اور باعزت حل کو اور قریب لا سکے۔

بھارت کا دعویٰ ہے کہ کشمیری عوام پہلے ہی الحاق کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کر چکے ہیں ہمارا کہنا ہے کہ کشمیری عوام کو ابھی اپنا حق خود اختیاری استعمال کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ ہم مصر ہیں کہ انہیں ابھی

ابھی فیصلہ کرنا ہے کہ بھارت سے الحاق کریں یا پاکستان سے، اس لئے ہم تجویز پیش کرتے ہیں کہ شیخ عبداللہ کو سلامتی کونسل کے سامنے پیش ہونے کی دعوت دی جائے۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ اس غرض سے کارروائی کے "عارضی اصول نمبر 39" کے تحت مناسب اقدام اٹھائے جائیں۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ ایسی معلومات بہم پہنچا سکیں گے جو اس مسئلے کے حل میں ممد و معاون ثابت ہو سکے گی - اس اصول کے تحت بعض اشخاص کو کونسل میں مدعو کرنے کا سلسلہ پہلے ہی شروع کیا جا چکا ہے اور اس کی نظیر موجود ہے۔

ایسا کرنے پر کونسل پر کوئی قانونی یا آئینی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ مجھے امید ہے کہ میری اس تجویز پر ہمدردی سے غور کیا جائے گا۔

جناب صدر!

میں اس موقع پر پاکستان کے عوام کی طرف سے بھارت کے عوام تک ایک پیغام پہنچانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ :-

"سولہ سال سے ہم بحث و مباحثہ کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ شاید اقوام کے طویل تاریخ میں ایسے تاریک دور آہی جاتے ہیں۔ ان کا اختتام بھی ہونا لازمی ہے۔ داناؤں نے یہ حقیقت بار بار بیان کی ہے۔ تلخ و تند برکھا کا بھی ایک وقت ہوتا ہے اور صلح و آشتی کا بھی ایک وقت ہوتا ہے۔ سولہ سال سے کشمیر کو اس کے بنیادی حق سے محروم کیا جا رہا ہے کہ وہ بھی ہندوستان پاکستان کی اس آزادی میں شامل ہو جو ان دونوں ممالک کو حاصل ہوئی ہے۔ اب ان حالات کو جاری رکھنے کا زمانہ ختم ہو گیا۔ بھارت اپنی مجروح انا کو کب تک سینے سے لگائے رہے گا؟ اور ایک موہوم قومی افتخار کی آڑ کب تک لے گا؟ زمانے کی ایک روح اور ایک تقاضہ ہے، جس سے انحراف ممکن نہیں اور یہ تقاضہ ہے آزادی اور خود اختیاری کا - اب تلافی معاملات کا وقت آگیا ہے۔ وہ گھڑی آپہنچی جب کشمیری عوام کی بیڑیاں ٹوٹنی ہوں گی۔ وہ وقت آگیا ہے جب دانائی و فراست سے بیداد کی داد ہو گئی اور

عہد کا ایفا ہو گا وقت آہی گیا کہ ہندوستان اور پاکستان کے تعلقات کو عدل و انصاف ، صلح و آشتی، محبت اور مروت کی بنیادوں پر قائم کیا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ قدرت کے پر اسرار کرشموں سے وقت نے یہ کروٹ لی ہے کہ ہندو پاکستان کو ایک نادر موقع حاصل ہے۔ ہمسائیگی اور دوستی کا ایک نیا دور شروع کرنے کا اور تعمیری جدوجہد کرنے کا ، کشمیر ان تعلقات کی استواری میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر ہم اس مسئلہ کو ان اصولوں کے مطابق طے کر لیں جن کو ہم باقاعدہ تسلیم کر چکے ہیں اور جن کی ضمانت ہم نے کشمیری عوام کو دی ہے تو ہم امن و انسانیت کی بلندیوں تک جا پہنچیں گے۔ اس کے برعکس ، اگر ہم مخاصمت بغض عداوت میں پھنسے رہے تو تنفر اور تنازعہ کا سلسلہ اور بھی طویل ہوتا جائے گا۔ انسانی معاملات میں ایک مدوجذر ہے اور جو بہاؤ کے ساتھ تیز نکلا اس کا بیڑا پار ہو گیا۔ وہ موقع اب ہمیں حاصل ہے وہ وقت آگیا ہے جب فیصلہ ہو جائے گا آیا ہندوستان اور پاکستان اپنے جھگڑے کو منصفانہ طور پر طے کر کے کامیاب اور ارجمند ہوں گے۔ یا باہمی کشیدگی کے باعث اس وسعت پذیر اور ہمت آزما دنیا میں کوئے مراد کھو بیٹھیں گے۔"

پاکستان پائندہ با!

10 جنوری 1966ء میں روس کے شہر تاشقند میں پاکستان اور بھارت کے مابین جو "معاہدہ تاشقند" طے پایا اس پر صدر ایوب خان سے ان کے اختلافات پیدا ہوگئے لہٰذا صدر ایوب خان نے انہیں وزارت خارجہ سے برطرف کر دیا۔ برطرفی کے بعد 16 ستمبر کو انہوں نے پیپلز پارٹی کے قیام کا اعلان کیا۔ ایوب خان کے خلاف سیاسی سرگرمیوں میں ملوث ہونے کی وجہ سے نومبر 1968ء میں ڈیفنس آف پاکستان رولز کے تحت میں گرفتار ہوئے۔ گرفتاری کے خلاف ملک میں وسیع پیمانے پر ہنگامے شروع ہو گئے۔ لہٰذا انہیں تین ماہ بعد 14 فروری 1969ء رہا کر دیا گیا۔

لاہور 30 نومبر 1967ء اور یکم دسمبر 1967ء کو ڈاکٹر مبشر حسن کی رہائش گاہ پر سیاسی رہنماؤں کا ایک کنونشن بلایا گیا اور اس میں پاکستان پیپلز پارٹی کی بنیاد رکھی گئی

اس اجلاس میں جس میں چند قراردادیں منظور کی گئیں جن میں محترمہ فاطمہ جناح اور پاک افواج کو خراج عقیدت پیش کیا گیا بر سراقتدار پارٹی کی مخالفت کی گئی۔ مسئلہ کشمیر کے حل کو بھارت کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کے لئے پہلی شرط قرار دیا گیا۔ ریاست آسام سے اچھے روابط قائم کرنے - سیٹو اور سینٹو جیسے معاہدوں سے کنارا کشی کرنے۔ ملک کے دفاع کو مستحکم بنانے۔ زمیندارانہ استحصال کے خاتمہ۔ صنعتکاروں کو خصوصی مراعات دینے۔ ڈیفنس آف پاکستان رولز کو واپس لیتے عوامی حقوق کی بحالی کے لئے اپوزیشن جماعتوں کو متحد ہو ہونے کر یمنل لاء ایکٹ کو منسوخ کیا کرنے پاکستان کے کونے کونے میں یکساں طور پر قانون نافذ کرنے - آزاد جموں و کشمیر میں جمہوریت کو بحال کرنے اور ان کے علاوہ آزادی اور تعلیم وغیرہ کی قرار دادیں منظور کی گئیں اور -

تاسیسی اجلاس میں پارٹی کا نام پاکستان پیپلزپارٹی تجویز کیا گیا۔ دستاویز نمبر 2 کے مطابق پرچم کے لئے اجلاس نے مندرجہ ذیل تجاویز منظور کیں۔

1- پرچم تین برابر کے عمودی حصوں - لال' سیاہ اور سبز رنگ کا ہو گا۔

2- ہلال اور پانچ کونہ ستارہ سیاہ حصہ میں ہوگا اور ہلال کے سرے باہر کی جانب ہوں گے۔

اسی اجلاس میں پیپلزپارٹی نے قوم کو چار نعرے دیئے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) اسلام ہمارا دین ہے۔ (ii) جمہوریت ہماری سیاست ہے۔

(ii) سوشلزم ہماری معیشت ہے۔(iv) طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں۔

ذوالفقار علی بھٹو پارٹی کے چیئرمین اور مسٹر جے - اے - رحیم جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ عوام کو روٹی کپڑا اور مکان کا وعدہ دیا گیا۔

پارٹی کے قیام پر 1967ء میں اس کا منشور جاری کیا گیا تھا 1970ء اور پھر 1977ء کے عام انتخابات میں اس میں ترمیم و اضافہ کیا گیا اس منشور میں سیاسی' سماجی اور اقتصادی امور کے متعلق پیپلزپارٹی کے فلسفے کے وضاحت کے علاوہ ان شعبوں کی نشاندہی کی گئی جن میں خاص اصلاحات کے نفاذ کا اعلان کیا گیا - ملی جلی معیشت اور قومی ملکیت میں لئے گئے شعبوں کے ساتھ ساتھ نجی شعبے کے وجود کو بھی تسلیم کرنے کا اعلان کیا گیا۔ منشور میں کہا گیا کہ:۔

1- نجی شعبہ پیداوار کے ان شعبوں میں انفرادی پہل کے موقع فراہم کرے گا جن میں چھوٹے ہم کار موثر کردار ادا کرسکتے ہیں۔
2- اجارہ داری کے حالات کو ختم کیا جائے گا تاکہ نجی سرمایہ کار تجارتی مقابلے کے قواعدہ و ضوابط کے مطابق کام کرسکیں۔
3- دیہی اور شہری علاقوں میں صارفین کے لئے کواپریٹو سٹورز قائم کئے جائیں گے۔
4- دستکاریوں کی حوصلہ افزائی کرنے کے لئے فنی ادارے قائم کئے جائیں گے۔
5- تمام سامان کی تیاری میں خواہ وہ سرکاری شعبے میں ہو یا نجی شعبے میں معیار کے اصولوں کی سختی سے پابندی کی جائے گی۔
6- دولت کی پیداوار کے سب سے اہم تمام ذرائع سرکاری شعبے کے لئے مخصوص کئے جائیں گے۔
7- سرکاری شعبے میں تمام کلیدی صنعتیں ہوں گی۔ نیز نئی صنعتیں بھی قائم کی جائیں گی۔
8- تمام بڑی بڑی صنعتوں کو قومی تحویل مین لے لیا جائے گا۔
9- تمام بینکوں کو قومی ملکیت میں لے لیا جائے گا۔ بچتوں کو اکٹھا کرنے کے لئے سرکاری سرمایہ کاری کی کارپوریشن کا نظام قائم کیا جائے گا۔ کسی بھی قومی ادارے میں براہ راست سرمایہ کاری ممکن نہ ہوگی۔
10- غیر مساوی اور غیر مستعدانہ ٹیکیشن کے نظام میں فوری اصلاحات نافذ کی جائیں گی نیز ٹیکس کے ڈھانچے میں انقلابی تبدیلیاں لائی جائیں گی - کوئی ایسا ٹیکس عائد نہیں کیا جائے گا جس کی وصولی پر لاگت غیر معقول حد تک زیادہ ہو -
11- تمام بیمہ کمپنیوں کو قومی ملکیت میں لے لیا جائے گا۔
12- کھیتی باڑی کا جدید اور اجتماعی نظام رائج کیا جائے گا۔
13- ملک میں جاگیرداری نظام کو ختم کر دیا جائے گا۔ زرعی جاگیروں کے سائز

کو حد ملکیت کے ذریعہ محدود کر دیا جائے گا اس سلسلے میں آبپاشی والی زمین کی حد ملکیت 150ایکڑ مقرر کی جائے گی۔

زرعی لگان کی ادائیگی کی ذمہ داری جزوی یا کلی طور پر زمیندار کے بجائے مزارع کے ذمہ منتقل نہیں کی جائے گی۔

14- سرکاری فارموں ، سماجی امداد باہمی کے فارموں اور نجی فارموں کی شکل میں مویشیوں کے باڑے اور ڈیری فارم قائم کئے جائیں گے نیز معیاری مرغی خانے بھی قائم کئے جائیں گے۔

15- سیم اور تھور کی لعنت کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

16- نہ صرف بجلی کی فراہمی اور بڑے پیمانے پر تیاری بلکہ قوت کی فراہمی کے دیگر ذرائع بھی ایٹمی پاور، گیس، تیل اور کوئلہ کی بڑے پیمانے پر تیاری بھی سرکاری شعبے کے تحت ہوگی۔

17- معدنی دولت استعفادہ سرکاری شعبہ میں ہوگا۔

18- تعلیمی اداروں کو قومی ملکیت میں لیا جائے گا۔ اور تعلیمی مقاصد کو نئے سرے سے متعین کیا جائے گا۔

میٹرک تک تعلیم مفت ہوگی اور پرائمری تعلیم لازمی اور مفت ہوگی۔ طلباء کو تکنیکی امور میں بھی مہارت دی جائے گی یونیورسٹی آرڈی نینس کو ختم کر دیا جائے گا۔

19- اوسط عمر میں اضافہ کر کے موجودہ 33 برس کی بجائے ساٹھ برس کر دی جائے گی۔ علاوہ اور ذیلی علاقائی منصوبہ بندی کے ذریعے پانچ ہزار آبادی کی ہر اکائی کے لئے صحت کی سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔

20- سوشلسٹ نظم و نسق کے لئے ایک مختلف ڈھانچے کی ضرورت ہوگی۔

21- سول نوعیت کے اعزازات اور تمغے واپس لے لئے جائیں گے۔

22- جیلوں کے نظام کی اصلاح کی جائے گی۔

23- پارٹی کوئی ایسا قانون نہیں بنائے گی جو قرآن و سنت کے منافی ہوگا۔

24- پاکستان کے تمام شہری قطع نظر اپنے مذہبی عقید ، نسل اور رنگ ، قانون

کی نظر میں مساویانہ سیاسی حقوق اور تحفظ حاصل کر سکیں گے۔ اور اسی طرح وہ سرکاری عہدوں پر بھی متمکن ہو سکیں گے اور ان کے خلاف ملازمتوں کے سلسلے میں کسی صورت میں بھی امتیاز نہیں برتا جائے گا۔

25- بیرون ملک رہائش پذیر باشندوں کے حقوق کا تحفظ کیا جائے گا۔

26- صنعت کے تمام شعبوں میں ٹریڈ یونینوں کی ترقی اور ٹریڈ یونینوں کے حقوق کو فروغ دیا جائے گا۔ مزدوروں کے حقوق کے تحفظ کے لئے کم سے کم ضرورت کے طور پر عالمی ادارہ محنت کے معیار نافذ کئے جائیں گے۔ کارکنوں کو ان کے کام کے نزدیک رہائشی سہولتیں دی جائیں گی۔

27- کارکنوں کو ان کے گھروں سے کام پر لانے اور لے جانے کے لئے ٹرانسپورٹ کی سہولت کے علاوہ انہیں با تنخواہ چھٹیاں دی جائیں گی۔ فلاح وبہبود کے لئے انہیں ہسپتالوں اور طبی اداروں میں مفت طبی امداد دی جائے گی۔ کارکنوں کو بڑھاپے میں پنشن یافتہ اراکین کے لئے ہوم کھولے جائیں گے۔ کارکنوں کے بچوں کو تعلیمی سہولتیں بھی دی جائیں گی۔

28- بلدیاتی انتخابات کا اہتمام کیا جائے گا۔

29- قبائلی علاقوں کے عوام کو بھی تمام بنیادی ضروریات فراہم کی جائیں گی۔

30- ملک بھر میں قومی رجسٹریشن کا قانون نافذ کیا جائے گا۔

31- صحیح معنوں میں ایک ترقی پسند آئین بنایا جائے گا۔

32- خواتین کو مردوں کے برابر مساوی حقوق حاصل ہوں گے۔

33- پارلیمنٹ، میونسپلٹیوں اور تمام بلدیاتی اداروں میں انتخاب کے لئے مردوں اور عورتوں کی ووٹ دینے کی کم سے کم عمر اٹھارہ برس ہوگی۔

دفاعی نظام کی خامیوں کو دور کیا جائے گا۔ قومی ضروریات کے لئے اسلحہ ساز فیکٹریاں قائم کی جائیں گی۔ ملک کے تمام خطوں میں عوامی فوج تیار کی جائے گی۔

34- ایک آزاد اور غیر جانبدار خارجہ حکمت عملی بنائی جائے گی۔ سیٹو اور

میرے عزیز ہم وطنو!

پیارے دوستو' طالب علموں' مزدورو' کسانو' نوجوانو' پاکستان کے لئے لڑنے والو اور اپنے ساتھیوں کے کام کرنے والو!۔ میں پاکستان کی تاریخ کے اہم اور فیصلہ کن مرحلے پر آیا ہوں۔ ہم اپنی قومی زندگی کے بدترین بحران سے دو چار ہیں۔ ہمیں ٹکڑے جمع کرنا ہیں بہت چھوٹے ٹکڑے، لیکن ہم نیا پاکستان بنائیں گے۔ ایک خوشحال' ترقی پسند' استحصال سے آزاد پاکستان' وہ پاکستان جس کے لئے قائداعظمؒ نے کوشش کی تھی۔ جس پاکستان کے لئے برصغیر کے مسلمانوں نے اپنی جانوں اور عزتوں کی قربانیاں دی تھیں۔ وہ پاکستان بنے گا۔ اسے ہر حال میں بننا ہے - یہ میرا ایمان ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کے تعاون سے افہام و تفہیم سے اور صبر سے ہم ایک مضبوط اور عظیم پاکستان بنائیں گے۔

مجھے اس میں کوئی شک نہیں۔ میں لکھی ہوئی تقریر بھی پڑھ سکتا ہوں۔ لیکن میں آپ سے براہ راست باتیں کرنا چاہتا ہوں مجھے آپ کے تعاون کی ضرورت ہے میں غلطی کر سکتا ہوں لیکن آپ کے تعاون اور آپ کی مدد ہو تو میں کوہ ہمالیہ سے بھی بلند ہوں' لیکن مجھے آپ کا تعاون ضرور حاصل ہونا چاہیے آپ مجھے وقت دیں میرے پیارے ہم وطنو! میں اپنی پوری کوشش کروں گا۔ جب سے میں ملک واپس آیا ہوں مسلسل کام کر رہا ہوں' اسی لئے میں اس اہم تقریر کو پہلے سے نہیں لکھ سکا۔ مجھے براہ راست آپ سے بات کرنی چاہیے۔ اس لئے میں کئی معاملات پر بات کروں گا۔ اس وقت کچھ اہم نکات میرے سامنے ہیں۔ میں آپ کو غیر ضروری تکلیف نہیں دوں گا۔ میں ہر وقت ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر نہیں آؤں گا' لیکن جب ضروری ہوگا ہو سکتا ہے اچانک ایسا ہو اور معمول کے پروگرام رک جائیں۔ میں آپ کو اسی وقت تکلیف دوں گا جب ضروری ہوگا اس کا مطلب ہے کہ مجھے آپ کی رضامندی چاہیے اور اہم فیصلوں کی آپ سے منظوری حاصل کرنا ہے۔ میں آپ سے منظوری کے بغیر ایک

قدم بھی نہیں اٹھاؤں گا میں وقت ضائع نہیں کروں گا ایک ایک منٹ اہم ہے اور وقت پہلے ہی ہم سے بہت آگے جا چکا ہے۔

میں اردو میں تقریر کرنا پسند کرتا، لیکن مجھے امید ہے کہ میری تقریر کا ترجمہ آپ کو جلد ہی سنایا جائے گا - میں عام جلسوں میں اردو میں تقریریں کرتا ہوں اور اب بھی ضروری ہوا تو میں تقریر کے دوران اردو کے الفاظ استعمال کروں گا۔ لیکن چونکہ یہ میری پہلی تقریر ہے جسے ساری دنیا سن رہی ہے اس لئے میں انگریزی میں بول رہا ہوں۔ انگریزی ہماری زبان نہیں ہے لیکن ہم نے اس کی جگہ دوسری زبان لانے کا کوئی اقدام نہیں کیا یہ معاملات بعد میں طے ہو سکتے ہیں۔ میں آج غیر ملکی زبان انگریزی میں تقریر کر رہا ہوں مجھے اس پر افسوس ہے۔ دنیا سن رہی ہے' دنیا پاکستان کی طرف دیکھ رہی ہے لیکن یہی ایک وجہ نہیں ہے میں اردو اچھی طرح نہیں بول سکتا - میں عوام کی زبان بولتا ہوں' وہ میری بات سمجھتے ہیں۔ بعض اوقات وہ میری غلطیوں پر ہنستے ہیں اور مذاق اڑاتے ہیں۔ میں اردو روانی سے نہیں بول سکتا لیکن میں اسے بہتر بنالوں گا اور آپ سے قومی زبان میں باتیں کروں گا لیکن آج مجھے انگریزی بولنے پر معاف کر دیں۔ میں پہلی بات کے طور پر آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ کاش آج میں زندہ نہ ہوتا! میں جو کہہ رہا ہوں اس کا مطلب بھی یہی ہے لیکن یہ بات اس لئے نہیں کہہ رہا کہ میرے سامنے مشکل کام ہے بلکہ اس کی وجہ کچھ حالات اور ان کے نتائج ہیں۔

مجھے نہیں پتہ تھا کہ میں اپنی زندگی میں یہ دن بھی دیکھوں گا اور بھارتی وزیرجنگ جگ جیون رام کی باتیں سنوں گا جو وہ آج کر رہا ہے لیکن جگ جیون رام کو پتہ ہونا چاہیے کہ یہ انجام نہیں آغاز ہے اسے اپنی عارضی فوجی کامیابی پر بغلیں نہیں بجانی چاہئیں ، برصغیر کی پوری تاریخ میں اس وقت سے جب مسلمانوں نے یہاں قدم رکھے تھے جب محمد بن قاسم یہاں آیا تھا، مسلمانوں کو شکست نہیں ہوئی' بعض نتائج ہمارے حق میں نہ

ہوں، نتائج ہمارے حق میں نہیں نکلے...... لیکن اس سے ہمیں سبق ملا ہے، اس سے ہمیں سمجھ آئے گی اور ہم عوام کے تعاون اور اعتماد سے نیا دور شروع کریں گے'

میرے بھائیو، بہنو اور دوستو!

میں آپ سے کھل کر باتیں کروں گا۔ میں آپ کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے بات کروں گا۔ میں کسی بڑی خواہش اور تلخی کے بغیر بات کر رہا ہوں۔ ماضی اور مستقبل خدا کا ہے لیکن میں ایک عظیم نظریہ پر یقین رکھنے والے پاکستانی کی طرح کھلے دل سے بات کر رہا ہوں - میرے سامنے ایک عظیم عقیدہ ہے۔ قوم نے اس نازک گھڑی میں مجھے بلایا ہے اور صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے عہدے دیئے ہیں۔ یہ انتظام مختلف ہے' کیونکہ میں عوام کا منتخب نمائندہ ہوں۔

میں اکٹھے مل کر رہنے کے لئے مشرقی پاکستان کے رہنماؤں سے بات چیت کے لئے تیار ہوں۔ لیکن مشرقی پاکستان سے بھارتی فوجوں کی واپسی پیشگی شرط ہے ہمیں مستقبل کے انتظامات طے کرنے کے لئے بات چیت کا موقع ملنا چاہئے ہم ایک پاکستان کے اندر منصفانہ سیاسی سمجھوتہ کے لئے تیار ہیں۔ یہ ایسا سمجھوتہ ہوگا۔ جیسا دو بھائیوں کے درمیان ہوتا ہے' تاہم بات چیت ہمارے وطن کی سرزمین سے بھارتی فوجوں کی واپسی کے بعد ہی شروع ہو سکتی ہے۔ مشرقی پاکستان کو پاکستان سے الگ نہیں کیا جا سکتا وہاں کے عوام نے برصغیر کے تقسیم کی تحریک کے دوران دلیرانہ کردار انجام دیا اور پاکستان کے لئے محبت کا اظہار کیا مجھے یقین ہے کہ مشرقی پاکستان کے عوام پاکستان میں رہنا چاہتے ہیں۔ بھارت کو اپنی عارضی فوجی کامیابی پر بغلیں نہیں بجانی چاہئیں کیونکہ فوجی کامیابی دیرپا نہیں ہوتی۔

میں اپنے معاشرے کو پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ پہل عوام کریں، میں چاہتا ہوں کہ عوام آزاد ماحول میں سانس لیں۔ گھٹن ختم ہو جائے۔ میں جانتا ہوں کہ آمریت کے کیا معنی ہوتے ہیں اور آمریت

کس طرح بنیادی امور کے بارے میں فیصلے صرف اپنے مفاد کے مطابق کرتی ہے۔ مگر مہذب ملکوں میں جمہوریت ہے۔ پاکستان میں یا تو ہر ادارے کو تباہ کر دیا گیا ہے یا اس کے وجود کو خطرے میں ڈال دیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج ہمیں اس صورتحال کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔ ہمیں دوبارہ جمہوریت قائم کرنا ہے۔ ہمیں دوبارہ جمہوری ادارے قائم کرنا ہے۔ ہمیں دوبارہ عوام کا اعتماد بحال کرنا ہے۔ ہمیں مستقبل کی امید قائم کرنا ہے ہمیں ایک ایسی صورتحال دوبارہ پیدا کرنا ہے، جس میں ایک عام آدمی، ایک غریب آدمی مجھ سے یہ کہہ سکے کہ تم جہنم میں جاؤ۔ میں تم پر اعتماد نہیں رکھتا۔ میں تمہیں پسند نہیں کرتا۔ ہمیں ایک ایسی حکومت قائم کرنا جو جوابدہ ہو - جوابدہ ہوئے بغیر آپ کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ اس لئے خدا کے لئے میرے اس قول پر یقین کیجئے کہ میں ملک میں جمہوریت بحال کرنے کی گہری خواہش رکھتا ہوں پاکستانی عوام کو آئین دینا چاہتا ہوں میں عوام کو قانون کی حکمرانی واپس دینا چاہتا ہوں۔ میں یہ سب کچھ کرنے کا عزم رکھتا ہوں۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ عوام پر کسی ایک شخص کی اپنی مرضی کے سیاہ بادل چھائے رہیں - اس کی ہم نے بہت بھاری قیمت ادا کی ہے اور ہم آئندہ دکھ نہیں جھیل سکتے لیکن چونکہ ہمیں آج ایسی افسوسناک صورتحال کا سامنا ہے اس لئے آپ کو مجھے کچھ مہلت اور کچھ وقت دینا ہوگا، تاکہ اس سمت کی طرف آگے بڑھ سکوں۔ مگر میں قوم کی قیمت پر کوئی مہلت نہیں چاہتا۔ میں نے قوم سے بعض وعدے کئے ہیں۔ یہ وعدے پورے کئے جائیں گے اور ان میں سے ایک وعدہ جمہوریت کی بحالی کا ہے چنانچہ جمہوریت بحال ہوگی اور عوام کو آئین دیا جائے گا۔ میں یہ سب سکیمیں نہیں دے رہا رہوں۔ میں سکیمیں دینے کے لئے قوم سے ہر چوتھے مہینے خطاب کرنا نہیں چاہتا۔ میں نہیں چاہتا کہ یکے بعد دیگرے سکیمیں دیتا رہوں۔ میں آپ سے صرف اس وقت مخاطب ہوں گا جب اس کی ضرورت محسوس کروں گا اور جب میں ملک میں جمہوریت کی بحالی کی طرف

سفر کا آغاز کروں گا اور یہ مرحلہ بہت جلد آنے والا ہے۔ اس وقت میری
اور میرے دوستوں کی دلوں کی دھڑکنیں اپنے مشرقی پاکستانی بھائیوں اور
مشرقی پاکستان کے عوام کے ساتھ ہیں۔ مشرقی پاکستان، پاکستان کا ناقابل تنسیخ
حصہ ہے۔ مشرقی پاکستان کے دلیر عوام نے تخلیق پاکستان میں عظیم کردار ادا
کیا ہے ان کی جدوجہد کے بغیر پاکستان قائم نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ ہمارے ملک
کی اکثریت ہیں اور مجھے اس امر کا بھرپور احساس ہے کہ وہ ہمارے ساتھ
رہنا چاہتے ہیں۔ میں ان سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر وہ ہم سے خفا ہیں
تو ہمیں معاف کر دیں مگر ہمیں فراموش نہ کریں۔ میں اپنی بہادر اور دلیر
مسلح افواج سے جنہوں نے مشرقی پاکستان میں جنگ لڑی ہے کہنا چاہتا ہوں
جیسا کہ آپ ماضی میں دلیر رہے ہیں۔ خدا کے لئے موجودہ مشکلات کو
برداشت کر لیجئے۔ ہماری راتوں کی نیندیں اچاٹ ہیں۔ ہم اس وقت تک
ایک لمحہ کے لئے بھی چین نہیں لے سکتے۔ جب تک ہم آپ کو آپ کی
عزت اور وقار واپس نہیں دلا دیتے - آپ کے رشتے ناطے یہاں ہیں۔ آپ
کے رشتہ دار یہاں ان مقامات میں رہتے ہیں جہاں میری جماعت نے بھاری
اکثریت سے ووٹ حاصل کئے ہیں۔ آپ ہم سے بہت قریب ہیں۔ اگرچہ
آپ کے اور ہمارے درمیان ان لوگوں کے مقابلے میں جو آج ہمارے
قریب ہیں، لمبے فاصلے حائل ہیں۔ ہمت نہ ہاریئے - ہمارے دل اور ہماری
روحیں آپ کے ساتھ ہیں اور یہ محض خالی اور کھوکھلے الفاظ نہیں ہیں۔
آپ بہادر لوگ ہیں - آپ جرات مند لوگ ہیں۔ ہم آپ کے ساتھ رہیں
گے۔ خدا کے لئے یہ نہ سوچئے کہ ہم نے آپ کو چھوڑ دیا ہے ہم آپ کے
ساتھ ہیں ساتھ رہیں گے۔ اگر آپ کو جھکنا پڑے تو پھر ہم سب کو بھی
جھکنا پڑے گا۔ ہم سب ایک دوسرے کے ساتھ جھکیں گے۔ سوال ہی پیدا
نہیں ہوتا کہ اکیلے آپ کو جھکنا پڑے - خدا کے لئے ثابت قدم رہیے۔ خدا
کے لئے میرے الفاظ یاد رکھئے اور یہ بات اپنے دلوں پر نقش کر لیجئے کہ ہم
وہ سب کچھ کریں گے۔ جو ہمارے امکان میں ہے -میں نے ابھی ملک کی

سربراہی سنبھالی ہے مگر میں یہ اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ ملک میں معمول کے مطابق حالات آبرومندانہ طریقے پر بحال ہوں اور یہ کہ آپ کو رسوا نہیں ہونا پڑے گا۔ آپ کی رسوائی ہماری رسوائی ہوگی اور یہ ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ان نتائج کو حاصل کرنے کی کوشش میں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں جانے دیں گے۔ میں وہ باتیں ظاہر کرنا نہیں چاہتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے دوسرے لوگوں کو اشارے مل سکتے ہیں۔

اب میں ان لوگوں سے مخاطب ہوتا ہوں جو نظریہ پاکستان پر ثابت قدم رہے ہیں۔ ان کو میرا پیغام ہے ڈٹے رہو اور دلیری سے مقابلہ کرو اس لئے کہ ہر گزرنے والے دن کے ساتھ ساتھ آخری فتح نظریہ پاکستان کو حاصل ہوگی - مشرقی پاکستان میں بھارت کی موجودگی کا احساس ہمیں ہر لمحہ رہتا ہے اور آپ یہ دیکھیں گے کہ نظریہ پاکستان ایک سچائی اور مسلم بنگال امنگوں کا عکاس ہے۔ مسلم بنگال ہمیشہ پاکستان کا حصہ رہے گا۔ برصغیر کو ہندوؤں کے تسلط کے ہاتھوں دوسرے تمام علاقوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ مصائب جھیلنے پڑے ہیں - مسلم بنگال کا کردار ہمیشہ زندہ رہے گا اور ہم یہ دیکھیں گے کہ مسلم بنگال پاکستان کا ایک حصہ رہتا ہے۔ اب میں مشرقی اور مغربی پاکستان کی باہمی تعلقات کی طرف آتا ہوں اور یہاں میں کہتا ہوں کہ بہت سی غلطیاں ہوئی ہیں یہ غلطیاں کب ہوئیں اور کس سے سرزد ہوئی ہیں۔ میں اس مرحلے پر اس معاملے کو نہیں چھیڑ سکتا لیکن اگر غلطیاں ہوئی ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کی سزا ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی صورت میں دی جائے اور ایک دوسرا ملک فوجی طاقت استعمال کر کے ملک کو تباہ کر دے۔ اس کی مثال تاریخ کے کسی دور میں نہیں ملتی - غلطیوں کی تلافی اور ازالہ کے لئے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے ایک موقع دیا جائے تاکہ میں بنگال کے لیڈروں اور عوام سے مل سکوں اور مغربی اور مشرقی پاکستان کے درمیانی بیرونی مداخلت کے بغیر اور غیر ملکی تسلط اور قبضے کے بغیر باہمی

مصالحت کرا سکوں۔ سمجھوتہ دو بھائیوں کے درمیان ہونا چاہئے۔ جو گذشتہ چوبیس برس سے ایک دوسرے کے ساتھ رہے ہیں اور بعض خاص حالات میں آنے والے تمام وقتوں اور زمانوں تک ایک دوسرے کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔

مگر اس کے لئے ہمیں ایک موقع ضرور دینا چاہئے تاکہ مصالحت کے بارے میں ہمارے درمیان ایک اور متحدہ پاکستان کے ڈھانچے میں بات چیت ہو سکے اور یہ کہتے ہوئے میں کہتا ہوں کہ مستقبل کے انتظامات کے بارے میں قطعی غیر مشروط بات چیت کا طریق کار طے کرنے کے لئے ہم پوری طرح تیار ہیں مگر اس سلسلہ کی واحد شرط یہ ہے کہ یہ سب ایک اور متحدہ پاکستان کے ڈھانچے میں ہونا چاہئے۔ یہ ایک بہت بڑا ڈھیلا ڈھالہ انتظام بھی پاکستان کے تصور کے اندر ہونا چاہیے اور ہمیں اس کا ایک موقع ملنا چاہیے تاکہ بیرونی مداخلت کے بغیر اور یقیناً بھارت کے قبضے کے بغیر مشرقی اور مغربی پاکستان کے رہنماؤں کے درمیان سمجھوتا ہونا چاہیے۔ جب تک بھارتی فوجیں میرے وطن کی سرزمین کے ایک حصے پر قابض ہیں' میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ بھارت کو میرے وطن کی سرزمین سے نکلنا ہوگا۔ ہماری طرف سے دھاگے کا سرا پکڑنے سے پہلے بھارتی فوجوں کو مشرقی پاکستان خالی کر دینا ہوگا' صرف یہی ایک شرط ہے۔ بھارت دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے مشرقی پاکستان پر قبضہ نہیں کیا ہے بلکہ وہ مشرقی پاکستان کا آزادی دہندہ ہے اس لئے دھاگے کا سرا پکڑنے سے پہلے مشرقی پاکستان پر بھارت کا قبضہ ہر حال میں ختم کیا جانا چاہیے۔

دنیا کے ایک سو چار ملکوں نے پاکستان کے موقف کی حمایت کی ہے۔

میرے عزیز ہم وطنو! آپ یہ نہ سمجھئے کہ ہم ہار گئے ہیں۔ ہم جیتے ہیں یہ اس لئے کہ ایک سیاسی فتح ایک جنگی فتح کے مقابلے میں ہمیشہ عظیم تر ہوتی ہے جنگی فتوحات آتی جاتی رہتیں ہیں جرمن، ماسکو کے دروازوں تک پہنچ چکے تھے۔ جاپانیوں نے منچوریا پر قبضہ کر لیا تھا۔ غیر ملکی قبضوں کے بارے

میں اور بھی بہت کچھ کہہ سکتا ہوں غیر ملکی جنگی کارروائی کوئی دیرپا حیثیت نہیں رکھتی۔ ایک سیاسی فیصلہ ہی جو انصاف پر مبنی ہو' دیرپا فیصلہ ہوتا ہے دنیا کے ایک سو چار ملکوں نے پاکستان کی حمایت کی ہے اور یہ ایک بین الاقوامی استصواب رائے ہے۔ یہ ایک بین الاقوامی الیکشن ہے۔ بھارت دسمبر 1970ء کے انتخابات کی باتیں کرتا ہے' میں اپنے ملک کے دسمبر 1970ء کے انتخابات پر شرمسار نہیں ہوں اس لئے کہ میری جماعت ملک کے اس بازو کی فتح مند جماعت کی صورت میں ابھری ہے۔ اس لئے دسمبر 1970ء کے انتخابات میں ہمارے مفادات وابستہ ہیں لیکن اگر بھارت دسمبر 1970ء کے انتخابات کے نتائج سے متعلق مشرقی پاکستان کے عوام کے دیئے ہوئے فیصلہ کو درہم برہم بنانے کی نیت سے پاکستان پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ بین الاقوامی انتخابات کو قابل توجہ نہیں سمجھتا۔

بھارت نے مشرقی پاکستان کے انتخابات کو ایک بہانہ بنایا ہے اور بے گھر افراد کے مسائل کی باتیں کر رہا ہے اور اس کے نتیجہ کے طور پر اس نے میرے ملک پر حملہ کیا ہے۔ ہم نے یہ کبھی نہیں کہا کہ ہم بے گھر افراد کو واپس لینا نہیں چاہتے۔ بلکہ ہم نے کہا ہے کہ بے گھر افراد کی تعداد کتنی ہی کیوں نہ ہو۔ ہم اپنے شہریوں کو واپس لینے کے لئے تیار ہیں۔ مگر اب بھارت ان بے گھر افراد کو اپنی توپوں' اپنی سنگینوں اور اپنے ٹینکوں پر سوار کرا کے واپس لا رہا ہے۔

میرے مشرقی پاکستانی بھائیو!

مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ بھارت اس طرح اور بہت سے لوگوں کو واپس لائے گا اور آپ دیکھیں گے کہ ہر گزرنے والے دن کے ساتھ کیا صورتیں سامنے آتی ہیں۔ بھارت ایک فوجی حکومت سے بات کرنا نہیں چاہتا اور مسئلہ کا فوجی حل نہیں چاہتا۔ مگر کیا بھارت نے جو کچھ آج مشرقی پاکستان پر مسلط کیا ہے وہ ایک سیاسی حل ہے؟ بھارت نے کہا کہ مسئلہ کا صرف سیاسی حل ہو سکتا ہے مگر اس نے ایک جنگی نتیجہ اخذ کیا ہے۔ اگر

داخلی طور پر ہم خود فوجی حل مسلط کرنے میں ناکام ہوئے ہیں تو اسی طرح بھارت بھی بیرونی طور پر فوجی حل مسلط کرنے میں ناکام ہوگا۔ مشرقی پاکستان میں ناکامی بھارت کا مقدر بن چکی ہے۔ بھارت ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتا۔ بھارت جانتا ہے کہ پاکستانی عوام کے جذبے پر کسی صورت میں بھی کوئی سمجھوتہ نہیں کیا جا سکتا یا انہیں کسی صورت میں بھی عارضی جنگی فتح سے مغلوب نہیں کیا جا سکتا۔ بھارت کو اس حقیقت پر بہت ناز نہیں کرنا چاہیے کہ وہ عیاری کے ساتھ طاقت استعمال کر کے پاکستان کے مشرقی بازو پر فوجی دباؤ ڈالنے میں کامیاب ہوگیا ہے۔ ہم لڑیں گے اور ہم اپنی عزت نفس اور وقار اور پاکستان کی سالمیت کی خاطر برابر لڑتے رہیں گے۔ یہ کوئی پہلا موقع نہیں ہے کہ ہمیں ایسا کرنا پڑا ہے۔ بھارت کے سامنے راستہ کھلا ہوا ہے بھارت کے سامنے راستہ یہ ہے کہ یا تو وہ انصاف برابری اور مساوات کے تقاضوں اور اصولوں کو تسلیم کرلے یا پھر ایک ناقابل تسخیر دشمن کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جائے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ پاکستانی عوام کے جذبے استقامت اور جرات کو ہرگز مغلوب نہیں کیا جا سکتا۔ خواہ عارضی طور پر کیسی ہی صورت حال کیوں نہ پیدا ہوئی ہو۔ اس لئے ہم ایک پاکستان کو زندہ اور برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ ہم ایک باعزت سمجھوتہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ایک منصفانہ انتظام کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ہم اب انتظام چاہتے ہیں جس کی بنیاد ملک کے دونوں بازوؤں کے عوام کی مرضی پر ہو مگر شرط یہ ہے کہ ایسا ہر انتظام خود ہمیں اپنے طور پر کرنے کی اجازت ہونی چاہئے۔

ہم آئین بنانے کی طرف بھی آگے بڑھیں گے ہم ملک کو قانون کی حکمرانی دینا چاہتے ہیں۔ مگر یہ آئین میرا آئین نہیں ہوگا۔ اس لئے میں عوام کا ایک منتخب نمائندہ ہوں۔ میں پاکستانی عوام کا خدمتگار ہوں۔ میں پاکستانی عوام کو جانتا ہوں۔ میں ان کے تمام احساسات سے واقف ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ ان کے دلوں میں کیا ہے میں جانتا ہوں کہ وہ کیا چاہتے

؟ - میں کھوکھلے وعدے نہیں کر رہا ہوں۔
میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بہنو!
میں آپ کو ایک ایسا آئین دوں گا۔ جو آپ کی ضروریات اور آپ کی خواہشات کے مطابق ہوگا اور یہ بہت جلد کیا جائے گا۔ مگر براہ کرم مجھے کچھ وقت دیجئے تاکہ میں بعض ابتدائی نوعیت کے داخلی مسائل حل کر سکوں اور بیرونی صورت حال سے بھی نپٹ سکوں۔ احتساب نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں بہت برے دن دیکھنے پڑے ہیں۔ ہم نے جنگ نہیں ہاری ہے۔ ہم ناکام نہیں ہوئے ہیں۔ ہم کو ناکام بنایا گیا ہے۔ اس پر ہمارے سپاہیوں کو ہمارے عوام کو ہر گز شرمندہ نہیں ہونا چاہئے۔ ہمارے فوجیوں نے بہت بہادری سے جنگ لڑی ہے۔ ہمارے عوام نے دلیری سے جنگ لڑی ہے۔ ہم اس انتظام کے باعث ناکام ہوئے ہیں - ہم جرات اور حوصلہ مندی کی کمی کے باعث ناکام نہیں ہوئے۔ ہمارے فوجیوں اور عوام کو جو کچھ مشرقی پاکستان میں دیکھنا پڑا ہے اس کے آگے ڈنکرک کی کوئی حیثیت نہیں ہے

مغربی پریس ہمارا مخالف رہا ہے۔ پریس ہمارے خلاف لکھ رہا ہے مگر ہمیں اس سے خوف زدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ فتح بہرحال ہماری ہوگی۔ سچ تو یہ ہے کہ پاکستانی دنیا کا بہترین جنگجو سپاہی ہے اور جب میں یہ کہتا ہوں تو یہ صرف ذوالفقار علی بھٹو کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ یہ ایک ممتاز غیر ملکی فوجی جنرل کے الفاظ ہیں۔ ایک عظیم برطانوی فوجی جنرل جس نے کہا ہے کہ ”دنیا بھر میں آج تک پیدل فوج کا کوئی سپاہی پاکستانی سپاہی سے بہتر نہیں دیکھا“ اس لئے آپ ہر گز ہر گز دل نہ چھوڑیئے میں مسلح افواج میں اپنے نوجوان دوستوں سے اپیل کرتا ہوں - میں نوجوانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ ہم اس دن کو بدل دیں گے - ہم انتقام لیں گے اور ہم دیکھیں گے کہ ہمیں آج جس عارضی ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے اس کو کامیابی میں بدل دیا جائے اور اگر بھارت درحقیقت انتقام کی راہ پر چلنا چاہتا ہے اگر بھارت انصاف اور برابری پاکستان کے حقوق اور برصغیر کے

حقوق کی بنیاد پر تعاون اور مفاہمت نہیں چاہتا تو ہم بھی انتقام لیں گے۔
پوری قوم کو جھوٹ پر زندہ رکھا گیا ہے دھوکا دیتے رہنا روز مرہ کا معمول بنایا گیا ہے۔ ہم کو گمراہ کیا گیا ہے اس وقت میں اس معاملہ کی تہہ میں نہیں جا رہا ہوں۔ میں اس سوال کو چھیڑنا بھی نہیں چاہتا اور اگر ضروری ہوا تو میں اس سے گریز کرنا پسند کروں گا - مگر آپ کو یقین دلاتا ہوں - میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ کے سامنے ہمیشہ سچ بولوں گا اور تمام حقائق یا تو ریڈیو کے ذریعہ سے یا عوام سے رابطہ کے ذریعے آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ میں عوام کے ساتھ اپنا رابطہ ہرگز نہیں توڑوں گا۔ میں یہ تمام معاملات آپ کی منظوری کے لئے آپ کے سامنے پیش کروں گا - ہو سکتا ہے کہ آپ میرے فیصلوں سے اتفاق نہ کریں - مگر میں یہ کوشش کروں گا کہ ان معاملات کی آپ کے سامنے وضاحت کرتا رہوں - میں چاہتا ہوں کہ آپ ان معاملات کو سمجھیں اور اس لئے میں اس مشن پر بہت جلد عمل شروع کرنے والا ہوں اور چونکہ ملک میں سیاسی خلاء موجود رہا ہے اور اس خلاء کی وجہ سے ہمیں بہت دکھ اٹھانے پڑے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے ملک کا ایک بڑا حصہ غیر ملکی قبضے میں چلا گیا ہے اور ہمیں مشرقی پاکستان میں شرمناک طریقے پر ہتھیار ڈالنے پڑے ہیں۔ اگر مشرقی پاکستان کی داخلی صورتحال کو سیدھے خطوط پر ڈالا گیا ہوتا تو میں نہیں سمجھتا کہ آج ہمیں یہ دن دیکھنا پڑتا۔ اس سلسلے میں میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ جب تک یہ ذمہ داریاں میرے سپرد ہیں - اس وقت تک اس راہ میں تیزی سے آگے بڑھتا رہوں گا۔

سماجی اور اقتصادی انصاف کی طرف میں ضرورت کے مطابق تیز رفتاری سے اقدام کروں گا اور یہ دیکھوں گا کہ عام آدمی پر سے بوجھ ہٹا دیا جائے۔ ناہمواریاں دور کر دی جائیں۔ رشوت' اقربانوازی اور بدانتظامی کو دور کرنے کے لئے بھی تیزی سے اقدام کروں گا اور میں جو کچھ کہتا ہوں اس پر عمل بھی کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ ماضی میں ہم اسی قسم کے

الفاظ غیر ذمہ داری کے ساتھ استعمال کرتے رہے ہیں لیکن میں رشوت کے
خلاف سخت کارروائی کروں گا۔ میں بیوروکریسی کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ اپنا
کام کرے۔ اپنے فرائض ادا کرے - میں چوبیں گھنٹے تک لگاتار کام کرنے
والا آدمی ہوں اور میں توقع رکھتا ہوں کہ بیوروکریسی بھی ایسا ہی کرے گی۔
اب بی پارٹیاں ختم ہو جانی چاہیں - میں بیوروکریسی کا مخالف نہیں ہوں۔
بیوروکریسی کی ہمیں بھی ضرورت ہے مگر ہم عوام کی خدمت کے لئے ایک
آزاد خیال اور ولولہ انگیز بیوروکریسی چاہتے ہیں ہمیں ایسی بیوروکریسی کی
کوئی ضرورت نہیں ہے جو برطانیہ کی قائم کی ہوئی روائتوں اور نظریات کی
پیروی کرتی ہو۔ برطانیہ والے غیر ملکی تھے۔ مگر پاکستان کی بیوروکریسی غیر
ملکیوں پر مشتمل نہیں ہے اور جب میں بیوروکریسی کا ذکر کرتا ہوں تو میری
اس سے مراد صرف اسلام آباد میں کام کرنے والا سیکرٹریٹ نہیں ہے۔ اس
سے میری مراد ہر وہ بیوروکریٹ ہے خواہ کسی بھی جگہ کیوں نہ ہو۔ میں پہلے
سے اعلان کئے بغیر اچانک دورے کروں گا۔ ہو سکتا ہے کہ چترال میں
اتروں ، میرپور خاص میں اتروں یا لائل پور میں اس لئے بیوروکریٹوں کو
جان لینا چاہئے کہ میں کسی وقت بھی کسی جگہ پہنچ سکتا ہوں اور یہ بھی دیکھنا
چاہتا ہوں کہ بیوروکریسی عوام کی صحیح خدمت کر رہی ہے۔ میں رشوت اور
بدعنوانیوں کو ختم ہوتے دیکھنا چاہتا ہوں اور جس وقت تک پاکستانی عوام کی
طرف سے اس عہدے پر موجود ہوں میں اس کی کوشش کرتا رہوں گا اور
یہ کسی کے خلاف انتقام کے طور پر نہیں کیا جا رہا ہے۔ ماضی میں جس
بیوروکریٹ نے میرے ساتھ بدسلوکی کی یا ایسی باتیں کیں ، جو اصولوں کے
منافی ہوں تو میں انہیں معاف کرتا ہوں - ہم ایک نئے باب کا آغاز کر رہے
ہیں اور میں توقع رکھتا ہوں کہ بیوروکریسی بھی اس حد تک ہمارے ساتھ
تعاون کرے گی۔ جس کا تعلق ملک کے مفاد سے ہے۔ اس سلسلے میں چند
باتیں پولیس کے بارے میں بھی کہنا چاہتا ہوں۔ پولیس کو بہت برا بھلا کہا
جاتا ہے۔ پولیس بدنام رہی ہے جو صرف جزوی طور پر درست ہے۔ مگر

جزوی طور پر جائز نہیں ہے۔ پولیس کے لئے ان کے بچوں کی تعلیم کے لئے ان کی رہائش کے معاملات اور دوسرے متعلقہ امور کو درست کیا جائے اور پولیس کو سہولتیں مہیا کی جائیں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ کوئی پولیس والا اس وقت تک دیانتدار نہیں ہو سکتا جس کو صرف ایک سو روپے تنخواہ ملے ۔ مگر اختیارات بہت زیادہ ہوں ہم مناسب وقت پر اس مسئلے پر توجہ دیں گے۔

ہم بیوروکریسی کے مسائل پر بھی توجہ دیں گے۔ ہم دیانتدار ذہن اور پاکستان کی خدمت کرنے کے جذبے سے سرشار بیوروکریسیوں کا احترام کریں گے۔ وہ پاکستان کے معزز شہری ہوں گے مگر ہم کو موقع پرستوں کی ضرورت نہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ راشی افراد قوم کے تانے بانے کو تباہ کر دیں۔ اسی طرح میں پولیس سے بھی کہتا ہوں کہ جس عنصر کی وجہ سے آپ کو راشی بنا دیا گیا ہے ۔ ہم اس کو درست کرنے کی کوشش کریں گے مگر آپ کو بھی اپنا ظلم ختم کرنا ہوگا۔ پولیس کو اپنا جبر و تشدد ختم کر دینا ہوگا اور آپ کو بھی یہ دیکھنا ہوگا کہ ملک کا ہر شہری خواہ کتنا ہی غریب کیوں نہ ہو برابر کا باعزت شہری ہے۔ پہلا کام یہ ہے کہ عام آدمی کو تحفظ کی ضمانت دلائی جائے۔ عام آدمی کی عزت کی جائے۔ عام آدمی کو غریب آدمی کو کاشتکار کو کسان کو مزدور کو بہت رسوا کیا گیا ہے ۔ پوری قوم کو رسوا کیا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ پچھلے چوبیس برسوں سے عام آدمی کو رسوا کیا جاتا رہا ہے۔ اگر چوبیس برسوں سے عام آدمی کو رسوا نہ کیا جاتا تو آج پاکستانی قوم ایک رسوا قوم نہ ہوتی۔ میں اس رسوائی کا خاتمہ چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ملک کے ہر شہری اور ہر فرد کو اہم سمجھا جائے۔ میں نہیں چاہتا کہ عام آدمی سفارش کے ذریعے انصاف حاصل کرے میں کسی صورت میں بھی کوئی سفارش قبول نہیں کروں گا۔ میں اپنے رشتہ داروں کو یہ کہنے کی اجازت نہیں دوں گا کہ وہ کہہ سکیں کہ وہ مسٹر بھٹو کے رشتہ دار ہیں۔ میرا کسی سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ میرا کوئی خاندان نہیں ہے میرا

خاندان پاکستانی عوام ہیں۔ میرا نہ کوئی خاندان ہے اور نہ کوئی رشتہ دار نہ
کوئی شخص میرے رشتہ دار کے ذریعے مجھ سے سفارش کرا سکے گا چونکہ
پاکستانی عوام ہی میرا خاندان ہیں اس لئے میں ہرگز کسی کے آگے نہیں
جھکوں گا۔ حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ میرا چچا زاد بھائی اپنے حق کے طور پر
ایک ممتاز اور جوہر قابل ہے اور یہ الگ بات ہے کہ چونکہ وہ جیل جا چکا
ہے اس لئے اس کو عوام کی خدمت کرنے کا حق حاصل ہے وہ بہت ذہین
بھی ہے وہ آکسفورڈ میں تعلیم پا چکا ہے - اسی طرح میرے اپنے بچے اور
بیوی خاندان اور میری بیوی سمجھتی ہے کہ میری پوزیشن سے فائدہ اٹھا سکتے
ہیں تو وہ زبردست غلطی پر ہیں۔ اس لئے کہ میں سفارش کی صورت میں
انہیں جوابدہ قرار دوں گا - میں کسی طرف سے کوئی سفارش قبول نہیں
کروں گا۔ میں کسی قسم کی بدعنوانی پسند نہیں کرتا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ایسی
باتیں ناممکن ہیں مگر یہ باتیں ناممکن نہیں ہیں۔ کوئی چیز ناممکن نہیں ہے میں
عوام سے اور اپنی پارٹی سے تعاون حاصل کرنے کی توقع رکھتا ہوں تاکہ میں
ان معاملات کے بارے میں سخت کارروائی اختیار کر سکوں نہیں دوں گا کہ
وہ کہہ سکیں کہ وہ مسٹر بھٹو کے رشتہ دار ہیں۔ میرا کسی سے کوئی رشتہ نہیں
ہے۔ میرا کوئی خاندان نہیں ہے میرا خاندان پاکستانی عوام ہیں۔ میرا نہ کوئی
خاندان ہے اور نہ کوئی رشتہ دار نہ کوئی شخص میرے رشتہ دار کے ذریعے
مجھ سے سفارش کرا سکے گا چونکہ پاکستانی عوام ہی میرا خاندان ہیں اس لئے
میں ہرگز کسی کے آگے نہیں جھکوں گا۔ حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ میرا چچا
زاد بھائی اپنے حق کے طور پر ایک ممتاز اور جوہر قابل ہے اور یہ الگ
بات ہے کہ چونکہ وہ جیل جا چکا ہے اس لئے اس کو عوام کی خدمت کرنے
کا حق حاصل ہے وہ بہت ذہین بھی ہے وہ آکسفورڈ میں تعلیم پا چکا ہے -
اسی طرح میرے اپنے بچے اور بیوی خاندان اور میری بیوی سمجھتی ہے کہ
میری پوزیشن سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں تو وہ زبردست غلطی پر ہیں۔ اس لئے
کہ میں سفارش کی صورت میں انہیں جوابدہ قرار دوں گا - میں کسی طرف

سے کوئی سفارش قبول نہیں کروں گا۔ میں کسی قسم کی بدعنوانی پسند نہیں کرتا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ایسی باتیں ناممکن ہیں مگر یہ باتیں ناممکن نہیں ہیں۔ کوئی چیز ناممکن نہیں ہے میں عوام سے اور اپنی پارٹی سے تعاون حاصل کرنے کی توقع رکھتا ہوں تاکہ میں ان معاملات کے بارے میں سخت کارروائی اختیار کر سکوں۔

مگر بنیادی مسئلہ اقتصادی نظام کا ہے۔ سماجی اور اقتصادی نظام جو تبدیلی اور ترمیم چاہتا ہے۔ ہم سماجی اور اقتصادی نظام کو سدھارنا چاہتے ہیں۔ مگر اس کے لئے کچھ وقت درکار ہے روم ایک دن میں تعمیر نہیں ہوا تھا مگر کسی شخص کو بھی غیر ضروری پریشانی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔ اس لئے ہم عوام کی خدمت کرنے کے جذبے سے سرشار ہیں۔ وہ لوگ جو صاحب ثروت ہیں - باوسائل ہیں انہیں قوم کے لئے اپنا حصہ ادا کرنا چاہئے۔ ہم صرف پیداوار جاری رکھنا اور بڑھانا چاہتے ہیں - میں اس امر کی ضمانت دلاتا ہوں کہ کسی کارخانے میں کوئی لاک آوٹ نہیں ہوگا اور میں اس امر کی نگرانی کروں گا کہ مزدوروں کے ساتھ کسی قسم کی بدسلوکی نہ کی جائے۔ میں دیکھوں گا کہ بیروزگاری میں غیر ضروری اضافہ نہ ہونے پائے۔ میں صنعت کاروں کے طبقے سے اپیل نہیں کروں گا۔ میں صنعت کاروں سے کہتا ہوں کہ لاک آوٹ مت کرو۔ مزدوروں کو بیروزگار نہ کرو۔ مزدور ہی ہمارے آقا ہیں۔ میں مزدور طبقہ سے کہوں گا۔ براہ کرم تھوڑا سا صبر کیجئے۔ ہم قومی وسائل آپ کی تحویل میں دینے کی ہر ممکن کوشش کریں گے - اس لئے کہ دولت کی ضرورت نہیں۔ وہ تمام لوگ جو اپنے ہاتھوں سے محنت کرتے، جو ہل چلاتے، بیج بوتے اور فصل کاٹتے ہیں۔ انہیں ہرگز خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ ان سب کا آپ کا پاکستان تو آج ہی معرض وجودِ میں آیا ہے جو اپنا پسینہ بہاتے ہیں جو ہل چلاتے ہیں انہیں خوف زدہ نہیں ہونا چاہئے اور اس کا اطلاق معاشرے کے ہر طبقے اور ہر جزو پر ہوتا ہے میں کسانوں سے یہ بھی کہتا ہوں کہ قوم کی ریڑھ کی ہڈی

آپ ہیں۔ وڈیرے اور زمیندار آپ کو اراضی سے بے دخل نہیں کر سکیں گے آپ کو اپنے حقوق ملیں گے۔

میں زرعی اصلاحات نافذ کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں اور میں پہلی فرصت میں زرعی اصلاحات نافذ کرنا چاہتا ہوں۔ اس کا دوسرا مرحلہ نمائندہ نوعیت کا ہوگا۔ جب جمہوریت بحال ہو جائے گی اور یہ اس لئے کہ زرعی اصلاحات کی حد مقرر کرنا عوام کے منتخب نمائندوں کا کام ہے مگر پہلے مرحلے میں ایسی زرعی اصلاحات نافذ کروں گا۔ جو انتہائی ضروری ہوں گی اور جس کے لئے ہمیں کسی مباحثے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور یہ زرعی اصلاحات بھی بہت اہم اور نمایاں ہوں گی جو کوئی اصلاحات کو بے فائدہ بنانے کی کوشش کرے گا اس کو سزا ملے گی۔ سخت سزا ملے گی۔ پہلے مرحلے میں کی جانے والی زرعی اصلاحات میں کسی قسم کی رکاوٹ برداشت نہیں کروں گا۔

میں پہلے مرحلے پر لیبر اصلاحات بھی کرنا چاہتا ہوں۔ مزدوروں کے حقوق کے بارے میں یہ اصلاحات اور زرعی اصلاحات نافذ ہونے والی ہیں۔ یہ بہت جلد نافذ ہوں گی۔ مجھے تھوڑا سا وقت دیجئے مگر اس کے ساتھ میں زمینداروں اور صنعت کاروں سے کہتا ہوں کہ انہیں یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ آسمان زمین پر آگرے گا۔ آسمان کبھی زمین پر نہیں گرتا۔ پیداوار میں کسی قسم کی کمی نہیں پیدا ہونی چاہئے۔ خواہ یہ کمی زرعی شعبے میں ہو یا صنعتی شعبے میں اور اگر اصلاحات کو ناکام بنانے کی غرض سے صنعتی یا زرعی پیداوار میں کسی طرح کی کمی پیدا ہوئی تو ایسی صورت میں عوام کے نام پر کارخانے اور زمینیں قومی ملکیت میں لے لوں گا۔ املاک اور جائیداد سرکاری تحویل میں لے لوں گا۔ میں ان سب کی طرف سے تعاون کی توقع رکھتا ہوں۔ میں ان لوگوں کی طرف سے بھی تعاون حاصل کرنے کی توقع رکھتا ہوں۔ جن کے بارے میں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ وہ اصلاحات کو ناکام بنا سکتے ہیں اور اگر اصلاحات کو ناکام بنانے کی کوشش کی گئی تو ایسی کوشش

کرنے والوں کو اس کی بہت بھاری قیمت ادا کرنی ہوگی۔

دوسری بات سرمائے کی پاکستان سے بیرونی ملکوں میں پرواز کے متعلق ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جو سرمایہ پاکستان سے باہر منتقل کر دیا گیا ہے وہ جو پاکستان کا سرمایہ ہے جو پاکستانی عوام کا خون پسینہ ہے - اس کو ہر قیمت پر پاکستان واپس لانا چاہیے۔ چند دنوں کے اندر واپس لانا چاہیے - میں سرمائے کی منتقلی کے بارے میں بعض احکام جاری کرنے والا ہوں لیکن اگر ملک سے باہر گیا ہوا سرمایہ رضاکارانہ طور پر واپس نہ لایا گیا تو اس سلسلے میں جو کارروائی کروں گا اس پر مجھ کو موردِ الزام نہ ٹھہرایا جائے۔ ایک ملک کے تمام ایسے لوگوں سے جنہوں نے اس غریب ملک پاکستان کا خون بیرون ملک منتقل کر دیا ہے - پاکستان کا خون واپس لے آنے کی اپیل کرتا ہوں۔ اس لئے کہ عوام کو اس خون کی ضرورت ہے۔ اس خون کی افواج کو ضرورت ہے۔ پاکستان کا یہ سرمایہ واپس لانا ہوگا۔ ورنہ بصورت دیگر میں کسی شخص کو کسی فرد کو پاکستان سے باہر جانے کی اجازت نہیں دوں گا۔ میں ان لوگوں کے افراد خاندان کے خلاف کارروائی کروں گا جنہوں نے سرمایہ پاکستان سے باہر بھیجا ہے۔ یہ رقم پاکستان کی ہے آپ کو یہ سرمایہ پاکستان واپس لانا ہوگا۔ ورنہ میں سرمائے کو باہر جانے کی اجازت نہیں دوں گا۔ میں رضاکارانہ طور پر اس سرمائے کی واپسی کے لئے مہلت دیتا ہوں۔ میں اس کے لئے چھ ماہ یا تین ماہ کے لئے کمیٹیاں اور کمیشن قائم نہیں کروں گا۔ میں ان لوگوں کو جانتا ہوں - جن کا سرمایہ بیرونی ملکوں میں ہے میں انہیں جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اس سرمائے کو واپس لایا جا سکتا ہے۔ اس سرمائے کو عزت کے ساتھ واپس لے آیئے، واپس لایئے۔ مسلح افواج کی ضروریات کے لئے جس کو ٹینکوں کی ضرورت ہے۔ مسلح افواج کو دوبارہ بحال کرنا ہے۔ مسلح افواج نے پاکستان کی خود مختاری اور سالمیت کی حفاظت کی خاطر اپنی جانیں قربان کی ہیں۔ اس لئے سرمایہ واپس آنا چاہیے اب میں طلبہ سے مخاطب ہوں۔ ان طلبہ سے جنہوں نے مجھ کو ذمہ داری کی

پوزیشن تک پہنچایا ہے۔ پاکستانی عوام نے مجھ کو ذمہ دارانہ پوزیشن تک پہنچایا ہے، مگر اس سلسلے میں سب سے پہلے طلبہ آگے بڑھے تھے جہاں تک مجھے یاد ہے ایشیا اور افریقہ کا کوئی لیڈر جو ذمہ داری کی پوزیشن پر پہنچا ہے ایسا نہیں ہے جس کو بڑی طاقتوں کی سازشوں کا نشانہ بنایا گیا۔ خود مجھے بھی دو بڑی طاقتوں کی سازش کا نشانہ بنایا گیا تھا مگر مجھے اس عہدے تک پاکستانی عوام نے پہنچایا ہے اور میں آپ کا ممنون ہوں۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ میرے طلبہ میرے بچے ہیں۔ میں طلبہ برادری سے کہتا ہوں کہ ہم آپ کی اندرونی سیاست میں مداخلت نہیں کریں گے۔ طلبہ برادری میں میری کوئی پارٹی نہیں ہے۔ میں طلبہ برادری کو پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتا ہوں۔ خواہ طلبہ کی کوئی جماعت الیکشن جیتے - میں پاکستان کی ہر یونیورسٹی میں جاؤں گا مگر براہ کرم مجھے تھوڑا سا وقت دیجئے۔ مجھے بہت سی غلط فہمیاں دور کرنا ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پریس اور دوسری قوتوں نے میرے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کی ہیں۔ طلبہ سے یہ کہتا ہوں کہ میں تعلیمی میدان میں بہت سی اصلاحات نافذ کرنا چاہتا ہوں۔ بہت سی اصلاحات اور میں آپ کو آپ کی قسمت کا مالک بنانا چاہتا ہوں۔ مگر یہ پاکستان کی تقدیر بھی ہے اس لئے میں متوقع ہوں کہ آپ بھی اسی جذبے اور احساس ذمہ داری کے ساتھ مجھ سے تعاون کریں گے - جہاں تک صوبوں کا تعلق ہے آپ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ اس عارضی دور میں کسی سکیم کی اجازت نہیں دوں گا۔ مجھے کچھ وقت دیجئے میں سب کچھ کروں گا۔ اس دوران میں کابینہ بناؤں گا اور اس میں ان افراد کو شامل کروں گا جن کے متعلق سمجھتا ہوں کہ وہ اپنے فرائض بہترین طریقے سے انجام دینے کے اہل ہیں۔ یہ ایک عارضی کابینہ ہو گی۔ اس وقت ہر چیز عارضی ہے اور اگر کسی شخص کے ذمے کوئی ذمہ داری سونپی جاتی ہے تو اسے اس سے غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ یہ سب کچھ انتظامیہ میں ہوگا، افسر شاہی میں ہوگا اور دوسری جگہوں پر ہوگا۔ یہ ایک قومی بحران ہے۔ یہ ہماری بقا کا بحران ہے

اور کسی شخص کو ایک عہدے سے دوسرے عہدے پر تبدیل کر دیا جاتا ہے تو اس کے جذبات بھی مجروح نہیں ہونے چاہیں، کیونکہ تمام نے ایک دوسرے کا مقام سنبھالنا ہے۔ کیا کوئی میرا مقام نہیں سنبھال سکتا؟ اور کیا ہم سب کو باہر نہیں نکلنا؟ ہم سب کو باہر نکلنا ہے - براہ کرم غلط فہمیوں میں مبتلا نہ ہوں۔ میں تمام غلط کاروں میں سے محض کسی ایک کے خلاف اقدام نہیں کروں گا۔ میں حقائق کی بنیاد پر ہر وہ اقدام کروں گا جو پاکستان کے لئے ضروری ہوگا۔ اس لئے ضرورتوں کے مطابق اقدامات کئے جائیں گے۔ میں یہ سب کچھ وقتی طور پر کہہ رہا ہوں یہاں میں مسلح افواج کے بارے میں بھی کچھ کہنا چاہوں گا۔ مسلح افواج کو جاننا چاہیے کہ میں ہمیشہ سے ان کا مداح سرا رہا ہوں - میں نے ماضی میں وزیر خارجہ اور وزیر کی حیثیت سے ہمیشہ ان کے لئے کام کیا ہے۔ میں نے مسلح افواج کو مضبوط بنانے کے لئے بھی کردار ادا کیا ہے۔ مسلح افواج نے ہر موقع پر بہادرانہ انداز میں ملک کا دفاع کیا ہے لیکن اس سلسلے میں بعض اقدامات ضروری ہیں میں یہ بات نے دلی سے نہیں خلوص دل سے کر رہا ہوں۔ میں پہلے ہی بعض اقدامات کر چکا ہوں۔ جس کا نفاذ فی الفور ہوگا اور وہ یہ ہیں کہ فوراً" کچھ جرنیل ریٹائر کر دیئے گئے ہیں - سابق صدر پہلے ہی ریٹائر ہو چکے ہیں۔ انہوں نے مجھے آج بتایا ہے کہ وہ ریٹائر ہو گئے ہیں۔ اس لئے سابق صدر جنرل آغا یحییٰ خان کا مسلح افواج سے اب کوئی تعلق نہیں رہا اور اب جنرل عبدالحمید خان، جنرل ایس جی ایم ایم پیرزادہ، جنرل عمر، جنرل خداداد خان، جنرل کیانی اور جنرل مٹھا بھی ریٹائر ہو گئے ہیں۔ یہ اقدام عوام اور مسلح افواج کی خواہش پر کیا گیا ہے یہ میرا ذاتی فیصلہ نہیں۔ ان میں سے بعض کو میں نے دیکھا تک نہیں لیکن میں نے صلاح مشورے کئے ہیں اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ عوام اور مسلح افواج کی خواہش ہے۔ میں عوام کا خادم ہوں میں عوام کے فیصلوں اور مسلح افواج کے جذبات کو سلام کہتا ہوں - یہ جرنیل ریٹائر ہو چکے ہیں اور اب یہ مزید خدمات انجام نہیں دے سکتے - انہیں باعزت اور

پروقار طریقے سے ریٹائر کیا گیا ہے اور ان کی جگہ پر کرنے کے لئے پہلے ہی انتظامات مکمل کئے جا چکے ہیں۔

میرے پیارے جوانو

میرے پیارے افسرو اور میرے پیارے بھائیو آپ بہادری سے لڑے ہیں' آپ کو متفکر نہیں ہونا چاہئے آپ کو شرمندگی نہیں محسوس کرنی چاہئے۔ ہم ایک نظام کے ستائے ہوئے ہیں۔ ہم اس نظام کو ختم کر دیں گے۔ میں آپ سے براہ راست رابطہ قائم کروں گا۔ میں اس وقت ہر چیز کی طرف توجہ نہیں دے سکتا لیکن اس نازک مرحلے پر صدر اور چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر کی حیثیت سے میں دفاع اور امور خارجہ کے محکمے اپنے پاس رکھوں گا۔ میں دوسری وزارتیں جلد ضرورت ہوئی تو تقسیم کر دوں گا تاکہ دوسرے لوگ میری مدد کر سکیں۔ ہم باہم مل کر آپ کی مشکلات کو دور کر سکیں گے۔ اس وقت آپ کے جذبات مجروح ہیں۔ آپ کے ذہن مشتعل ہیں۔ آج آپ انتظام چاہتے ہیں لیکن براہ کرم تھوڑی دیر انتظار کر لیں۔ ہم باہم مل کر بیٹھ کر ایک سکیم بنائیں گے جو قومی وقار کے عین مطابق ہوگی۔ ہمارے درمیان کوئی اختلاف نہیں' عوام اور مسلح افواج ایک ہیں۔ مشکلات اس لئے پیدا ہوئیں کہ عوام اور مسلح افواج کو تقسیم کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ مسلح افواج عوام میں سے ہی ہوتی ہیں اور عوام ہی مسلح افواج کی تشکیل کرتے ہیں۔ اس لئے ہم عوام اور مسلح افواج کو ایک کریں گے - ان میں خیر سگالی پیدا کریں گے۔ لیکن مجھے آپ کے تعاون کی ضرورت ہے۔ مجھے آپ کی ہمدردی کی ضرورت ہے۔ مجھے آپ کی افہام و تفہیم کی ضرورت ہے اور مجھے یقین ہے کہ ذمہ داری کے احساس کے تحت یہ سب کچھ قبول کیا جائے گا۔ اگر کسی فرد کو ذمہ داریاں سونپی جائیں گی تو اسے انہیں قبول کرنا ہوگا۔ اس سلسلے میں اسے دلائل دینے کی ضرورت نہیں - کیونکہ میں لوگوں کی تلاش میں ہوں جو مجھے پسند نہ بھی کرتے ہوں اور جو میرے خلاف کہتے رہے ہوں میں قومی اہمیت کے فیصلے کر رہا ہوں -

ہونہار لوگوں کے متعلق فیصلے مجھے پاکستان کے اندر قابل لوگوں کی ضرورت ہے۔ مجھے پاکستان کے باہر قابل لوگوں کی ضرورت ہے۔ میں پاکستان کے قابل لوگوں کو ذمہ داریاں سونپنا چاہتا ہوں جس کی بنیاد سفارش نہیں ہوگی اور میں قابل لوگوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ میری مدد کریں۔ کیونکہ میں اس وقت فیصلے کر رہا ہوں اور میں یہ سب کچھ خود نہیں کر سکتا۔ میں چاہتا ہوں آپ سب آگے آئیں اور میری مدد کریں۔ اس طرح سے ہم پہاڑ عبور کر سکتے ہیں اور حملہ آوروں کا مقابلہ کر سکتے ہیں ہم تمام مصائب پر قابو پا سکتے ہیں۔

یہ میرا پہلا فیصلہ ہے اور میرے خیال میں میرا یہ فیصلہ مسلح افواج، نوجوان افسروں اور عام لوگوں کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ ہر چیز عارضی ہے۔ میری اپنی پوزیشن بھی عارضی ہے۔ تمام انتظام عارضی ہیں۔ میں نے جنرل گل حسن سے کہا ہے کہ وہ پاکستانی فوج کے قائم مقام کمانڈر انچیف کا عہدہ سنبھال لیں اور وہ فوری طور پر اپنا یہ عہدہ سنبھالیں گے۔ وہ سیدھے اپنے کام پر جائیں گے اور دن رات کام کریں گے۔ وہ ایک سپاہی ہیں۔ ایک پیشہ ور سپاہی، میرا خیال نہیں کہ وہ سیاست میں ملوث ہیں اور میرا خیال ہے کہ مسلح افواج میں ان کا احترام کیا جاتا ہے اور ان کی حمایت کی جاتی ہے۔ میں نے جو فیصلہ کیا ہے اس کے بارے میں کسی شخص کو غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ یہ عارضی انتظامات ہیں اور مستقل انتظامات بعد میں اس وقت کئے جائیں گے جب مجھے ان معاملات پر گہرے غور و فکر اور بات چیت کرنے کا موقع ملے گا۔ لیکن یہ فیصلے بہرحال بیحد ضروری تھے۔ اس لئے میں نے یہ فیصلے کئے ہیں۔ لیکن جنرل گل حسن لیفٹیننٹ جنرل ہی رہیں گے۔ ہم غیر ضروری ترقیاں نہیں دیں گے۔ ہم ایک غریب ملک ہیں۔ ہم غیر ضروری طور پر لوگوں کو موٹا نہیں کریں گے۔ ہمیں یہ دن کیوں دیکھنے پڑے، اس کی وجوبات میں سے ایک یہ ہے کہ ہم عیاشی میں پڑ گئے۔ اس لئے مجھے ڈر ہے کہ جنرل

گل حسن لیفٹیننٹ جنرل کے عہدے پر ہی فائز رہیں گے۔ انہیں یہ توقع نہیں کرنی چاہیے کہ انہیں اس عارضی انتظام کی وجہ سے جنرل کے عہدہ پر ترقی مل جائے گی۔ مجھے توقع ہے کہ پاکستانی فوج کے کمانڈر انچیف لیفٹیننٹ جنرل گل حسن اعتماد پیدا کریں گے اور پاکستانی عوام اور حکومت پاکستان کی خدمت کریں گے۔ مجھے ان پر مکمل اعتماد ہے لیکن ہمیں یہ توقع بھی کرنی چاہئے کہ وہ ملک کے لئے بہت اہم خدمات انجام دیں گے۔ وہ فوج کی نئے خطوط پر تنظیم نو کریں گے آزاد عوام فوج کے خطوط پر اسے مرتب کریں گے۔

میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ نیشنل عوامی پارٹی پر سے پابندی اٹھا رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ اس سلسلے میں بہت سی غلط فہمیاں اور تنازعات موجود ہیں لیکن میں نے یہ قدم اچھی نیت سے اٹھایا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ سب محب وطن ہیں اور ہم سب پاکستان کی خدمت کرنا چاہتے ہیں - اس لئے میں نیپ پر سے پابندی اٹھا رہا ہوں اوز میں نیپ کے رہنماؤں کو بہت جلد بلواؤں گا - انہیں ملنے کی درخواست کروں گا۔ مجھے افسوس ہے کہ لفظ بلوانا استعمال کر رہا ہوں۔ میرے پاس ان کے خلاف کچھ نہیں۔ مجھ پر یقین کیجئے کہ قومی سطح پر میں یک طرفہ فیصلے نہیں کروں گا۔ اگر ہم پر یہ ذمہ داری عائد نہیں ہوتی تو یہ سیاسیات کے خلاف ہوگا۔ کسی سیاسی رہنما اور سیاسی پارٹی کو یہ خوف نہیں ہونا چاہیے کہ ہم کوئی یک طرفہ فیصلہ کر رہے ہیں - میں ان تمام سے مشورے کروں گا۔ لیکن اگر کوئی غیر ضروری شرارت کی گئی تو مجھے خطرہ ہے کہ وہ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں اور پھر انہیں تیزی سے رد عمل کا اظہار کرنا پڑے گا لیکن اس سے پہلے میں ان تمام سے ملوں گا اور ان سے بات چیت کروں گا۔

خارجہ پالیسی نئے سرے سے مرتب کی جائے گی - قدرتی طور پر نئی خارجہ پالیسی آزاد ہوگی اور اس کا مقصد پاکستان کے اعلیٰ مفادات کا حصول ہوگا۔ ہم تمام بڑی طاقتوں سے بہتر تعلقات کے خواہاں ہیں۔ ہم ایک ایسی

خارجہ پالیسی چاہتے ہیں جو مثبت ہو۔ میں اس نازک موضوع پر زیادہ نہیں کہنا چاہتا لیکن اتنا ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ ہم مثبت خارجہ پالیسی چاہتے ہیں۔ مشرقی پاکستان میں جو ضمنی انتخابات ہونے تھے۔ وہ ناقابل قبول اور عوام کی توہین ہیں۔ میں ان ضمنی انتخابات کے نتائج کو کالعدم قرار دیتا ہوں۔ میں مشرقی پاکستان کے دو رہنماؤں مسٹر نوالامین اور چکمہ قبیلے کے سربراہ سے جو اس وقت ملک سے باہر ہیں بات چیت کروں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ جلدی وطن واپس آجائیں تاکہ ہم صلاح مشورے کر سکیں۔ مشرقی پاکستان کے صرف یہ دو ہی منتخب رہنما ہیں جو دسمبر 1970ء کے انتخابات میں کامیاب ہوئے تھے۔

آخر میں یہ عہد کرتا ہوں پکا عہد کرتا ہوں کہ میں اپنی تمام تر قوت آپ کی خدمت کرنے پر صرف کروں گا۔ میں آپ کی خدمت کروں گا۔ چاہئے اس کی وجہ سے میں قتل ہی کیوں نہ ہو جاؤں - میں جانتا ہوں کہ پاکستان کے عوام کیا چاہتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ رہا ہوں۔ میں انہی میں سے ہوں۔ جناب مجھ پر بھروسہ کیجئے - اس لئے کہ مجھے آپ پر مکمل بھروسہ ہے - میں جانتا ہوں کہ آپ کے تعاون سے ہم ہمالیہ کے پار بھی دیکھ سکتے ہیں لیکن آپ کے تعاون کے بغیر میں کچھ بھی نہیں مجھ سے کوئی کام بندوق یا گولی سے نہیں کرایا جا سکتا۔ میں آپ کے دلوں میں رہنا چاہتا ہوں - میں آپ کو کبھی دھوکا نہیں دوں گا۔ میں عوام کے ساتھ رہوں گا۔ ہم مل کر خوشحال اور بڑے پاکستان کی طرف بڑھیں گے - ہم ایسا کریں گے۔ اس لئے کہ ہم اسلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ جو خدا کا آخری پیغام ہے۔ اسلام نے دنیا کو بھائی چارے' مساوات اور اخوت کا درس دیا ہے۔ اسلامی سوشلزم کی بنیاد اسلام اور اس کی سماجی ترقی کے تصور پر ہے جس کا انحصار اخوت، مساوات اور قوت برداشت اور ایک دوسرے کے ساتھ رہنے پر ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہم کامیاب و کامران ہوں گے۔ مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں۔

میرے بھائیو اور بہنو!

اس دکھ اور درد کے لمحے میں اپنے ذہنوں میں کسی شک و شبہ کو جگہ نہ دیجئے اٹھ کھڑے ہوئے اور دنیا کا سامنا کیجئے۔ یہ دنیا بڑی تلخ ہے۔ لیکن ہمیں تلخ حقیقت کا سامنا کرنا ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم کامیاب ہوں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ پاکستان عظیم مقصد کے حصول کے لئے ایک بڑے آئیڈیل کے لئے بنا تھا ایسے آئیڈیل کے لئے جو کبھی فنا نہیں ہو سکتا۔ یہ آئیڈیل ہمیشہ رہے گا۔ آیئے ہم مل کر عہد کریں۔ یہ عہد میرا ہی نہیں آپ کا بھی ہے۔ ہم اس صورت حال کو ختم کریں گے۔ چاہے یہ کام ہمارے بچوں ہی کو کیوں نہ کرنا پڑے۔

پاکستان زندہ باد

20 دسمبر 1971ء کو بھٹو نے اپنی جو کابینہ تشکیل دی وہ اس طرح تھی۔

صدر:- ذوالفقار علی بھٹو

نائب صدر: نور الامین

وزراء

1- جے اے رحیم	پیداوار، صدارتی امور، تجارت
2- محمد علی قصوری	قانون، پارلیمانی امور۔
3- جسٹس فیض اللہ کہندی	اسٹیبلشمنٹ
4- غلام مصطفیٰ جتوئی	سیاسی امور اور مواصلات
5- معراج خالد	خوراک و زراعت
6- عبدالحفیظ پیرزادہ	تعلیم، صوبائی رابطہ و قانون و پارلیمانی امور
7- رانا محمد حنیف	محنت تعمیرات اور لوکل باڈیز پارلیمانی امور
8- راجا تری دیو رائے	اقلیتی امور و سیاحت
9- شیخ محمد رشید	صحت، سماجی بہبود اور خاندانی منصوبہ بندی

11- مولانا کوثر نیازی　　　　اطلاعات، نشریات، حج، اوقاف

12- خان عبدالقیوم خاں　　　　داخلہ، قبائلی علاقہ جات

بھٹو دور حکومت میں جو خارجہ پالیسی واضح کی گئی اس کے مقاصد حسب ذیل تھے۔

1- پاکستان کے مستقبل پر دوستوں کے اعتماد کی بحالی اور اس سلسلے میں ملک کے اندر مایوسی کی فضا کو ختم کر کے قوم کے حوصلے کی تعمیر۔

2- قومی رجحانات کی روشنی میں تمام بڑی طاقتوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات کو بحال کرنا اور برقرار رکھنا۔

3- 1971ء کی جنگ کے اثرات کو ختم کرنا اور بھارت کے ساتھ بلکہ برابری کی بنیاد پر آبرو مندانہ امن قائم کرنا

4- بنگلہ دیش کے حکام کے ساتھ کوئی تصفیہ کرنا۔

5- بیرونی اقتصادی امداد کی بحالی جو نہ صرف ہماری فوری ضرورتوں کے لئے درکار ہے بلکہ مستقبل کی ترقی کے لئے بھی بڑی ضروری ہے۔

6- پاکستان کی ساکھ جو مغربی دنیا میں بطور خاص سابق آمرانہ حکومت کے مجنونانہ اور غیر ذمہ دارانہ اقدامات کی وجہ سے بری طرح مجروح ہوئی ہے اسے بھی بحال کرنا۔

اس خارجہ پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے بھٹو حکومت نے دولت مشترکہ سے علیحدگی اور عوامی جمہوریہ کوریا، مشرقی جرمنی، عوامی جمہوریہ ویت نام اور نیشنل یونین آف کمبوڈیا کے شہزادہ سہانوک کی عوامی حکومت کو تسلیم کرنے کا اعلان کیا اور سیٹو سے علیحدگی اختیار کر لی۔

17 اپریل 1972ء کو مستقل آئین کی تیاری کے سلسلے میں میاں محمود علی قصوری کی سربراہی میں ایک 25 رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی اس کمیٹی کو ہدایت کی گئی کہ وہ یکم اگست 1972ء تک آئین کا مسودہ اسمبلی میں پیش کرے۔ اس ضمن میں قرارداد سیاسی امور کے وزیر غلام مصطفیٰ جتوئی نے پیش کی کمیٹی کے ارکان کے نام یہ ہیں۔

1- محمود علی قصوری　　　　2- ممتاز علی بھٹو

3- غلام مصطفیٰ جتوئی
4- سید قائم علی شاہ
5- عبدالحفیظ پیرزادہ
6- ڈاکٹر مسز اشرف خاتون
7- غلام مصطفیٰ کھر
8- ڈاکٹر غلام حسین
9- بیگم نسیم جہاں
10- ڈاکٹر مبشر حسن
11- ملک محمد اختر
12-ملک معراج خالد
13- مولانا کوثر نیازی
14- خورشید حسن میر
15- شیخ محمد رشید
16- مولانا مفتی محمود
17 -میر غوث بخش خان بزنجو
18 - امیر زادہ خان
19- عبدالقیوم خان
20 - محمد حنیف خان
21- پروفیسر غفور احمد
22- شاہ احمد نورانی
23- نعمت اللہ خاں شنواری
24- سردار شوکت حیات خان
25- میاں ممتاز دولتانہ

21 اپریل 1972ء کو ملک میں عبوری آئین نافذ کیا گیا اور صدر مملکت نے از سرنو اپنی کابینہ سے حلف لیا کابینہ کے ارکان کے نام یہ ہیں۔

1- غلام مصطفیٰ جتوئی	سیاسی امور' مواصلات
2- جے اے رحیم	صدارتی امور' پیداوار' تجارت
3- خان عبدالقیوم خاں	داخلہ ' ریاستیں ' سرحدی علاقے اور کشمیر
4- ڈاکٹر مبشر حسن	خزانہ' منصوبہ بندی اور ترقیات
5- حیات محمد خاں شیرپاؤ	ایندھن ، بجلی اور قدرتی وسائل
6- عبدالحفیظ پیرزادہ	تعلیم' صوبائی رابطہ ' قانون اور پارلیمانی امور
7- مولانا کوثر نیازی	اطلاعات و اوقاف و حج
8- میاں محمود علی قصوری	قانون و پارلیمانی امور
9- رانا محمد حنیف	محنت و تعمیرات
10- شیخ محمد رشید	صحت و سماجی بہبود
11- راجا تری دیورائے	اقلیتی و سیاسی امور

12- خورشید حسن میر	ایڈمنسٹریشن
13- غوث بخش رئیسانی	خوراک و زراعت

وزرائے مملکت

1- معراج محمد خالد	قومی امور
2- محمد اکبر خاں	قومی سلامتی
3- میجر جنرل جمالدار	قومی امور
4- عزیز احمد	دفاع و امور خارجہ
5- محمود علی	جیل خانہ جات و بیرون ملک پاکستانی امور

28 اکتوبر 1972ء کو آئین سازی کے لئے اسلام آباد میں پارلیمانی پارٹیوں کے لیڈروں کے درمیان ایک سمجھوتہ ہوا۔ جس میں ذوالفقار علی بھٹو' خان عبدالقیوم خاں ، سردار غوث بخش بزنجو' ارباب سکندر خان خلیل' مولانا مفتی محمود احمد اور احمد شاہ نورانی وغیرہ نے شرکت کی طے شدہ بنیادی اصول درج ذیل تھے۔

1- ملک میں وفاقی پارلیمانی نظام قائم کیا جائے گا۔
2- ریاست کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہوگا۔
3- پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا۔
4- ملک کا صدر مسلمان ہوگا۔
5- تمام اختیارات وزیراعظم کے پاس ہوں گے۔
6- کوئی قانون قرآن و سنت کے منافی نہیں بنایا جائے گا۔
7- شہریوں کو بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے گی۔
8- عدلیہ انتظامیہ کے اثر سے آزاد ہوگی۔
9- وزیراعظم صدر کو کسی وقت بھی پارلیمنٹ توڑنے کا مشورہ دے سکے گا۔ اور صدر وزیراعظم کے مشورے کا پابند ہوگا۔

10- چاروں صوبوں سے سینٹ کے چودہ چودہ ارکان لئے جائیں گے - 22 ارکان وفاقی علاقے اور اسلام آباد سے لئے جائیں گے۔
11- قومی اسمبلی کے ارکان کی تعداد 210 ہوگی جس میں 10 خواتین ہوں گی۔
12- شہریوں کو جلد از جلد امتناعی نظربندی کے خلاف تحفظ فراہم کیا جائے گا۔
13- اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔
14- آئین میں ترمیم کرنے کے لئے قومی اسمبلی کے دو تہائی ارکان کی نمائندگی ضروری ہوگی۔

وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ نے 31 دسمبر 1972ء کو مستقل آئین کا مسودہ بل کی شکل میں پیش کیا جو 280 دفعات پر مشتمل تھا۔ 6 اپریل 1973ء کو 128 ارکان میں سے 125 نے اس پر بحث کی۔ 12اپریل 1973ء کو 128 ارکان میں سے 125 ارکان نے اس آئین کے مسودہ پر دستخط کئے جبکہ 3 ارکان نے رائے شماری میں حصہ نہ لیا۔

1973ء کے آئین کے تحت سربراہ مملکت بطور صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان کی یکجہتی کی ترجمانی کرتا ہے اس کا مسلمان ہونا ضروری ہے اور اسے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں (سینٹ اور قومی اسمبلی) کی مشترکہ نشست میں اکثریت ووٹ کے ساتھ منتخب کیا جاتا ہے۔ صدر کے عہدے کی مدت 5 سال ہے - آئین کی دفعہ 44 کے مطابق کوئی شخص صدر کے عہدے پر مسلسل دو دفعہ سے زیادہ فائز نہیں رہ سکتا۔ آئین کے مطابق صدر کو درج ذیل وجوہات کی بناء پر ہٹایا جا سکتا ہے

1- جسمانی یا دماغی نا اہلی
2- آئین کی خلاف ورزی
3- سنگین جرم (Misconduct)

صدر کو ہٹانے کے لئے درخواست پارلیمنٹ کے دونوں میں سے کسی ایوان میں الزامات کی فہرست کے ساتھ ایک تہائی اراکین پیش کر سکتے ہیں۔

آئین میں اس امر کے لئے خاص طور پر شق رکھی گئی ہے کہ صدر کے جاری کردہ ہر

حکم پر وزیراعظم کے دستخط ہونا ضروری ہیں۔ اس طرح 1973ء کے آئین نے صدر کو مکمل طور پر بے اختیار بنا دیا۔ صدر کی اس بے اختیاری کے پس منظر میں 1985ء میں کچھ ترمیم کر کے صدر کو چند اہم اختیارات دیئے گئے تاکہ صدر اور وزراعظم کے اختیارات میں توازن پیدا کیا جا سکے ہے۔ صدر صرف وزیراعظم کے مشورے پر قومی اسمبلی توڑنے کا مجاز ہے۔ وزیراعظم کی طرف سے اسمبلی کو توڑنے کے مشورے کو قبول نہ کرنے کی صورت میں اسمبلی اس کے مشورے سے 48 گھنٹے کے بعد خود بخود ٹوٹ جاتی ہے - 1985ء میں 8 ویں ترمیم کے بعد اب صدر کو بھی یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ بعض شرائط کے تابع اسمبلی کو توڑ کر 90 ایام کے اندر انتخابات کروا سکتا ہے -

آئین کے مطابق صدر کو پارلیمنٹ کے منظور کردہ ہر بل کی 7 دن کے اندر منظوری دینا ہوتی ہے۔ اگر صدر اس عرصے میں کسی بل کی توثیق نہ کرے تو یہ تصور کر لیا جاتا ہے کہ اسے صدر کی منظوری حاصل ہو گئی ہے اور وہ بل قانون بن جاتا ہے۔ 8 ویں ترمیم کے بعد صورت قدرے مختلف ہو گئی ہے - اگر کسی خاص امر کے بارے میں اس حوالے سے اختلاف رائے ہو کہ آیا وہ قانون سازی کی وفاقی فہرست کے حصہ سے متعلق ہے یا نہیں تو صدر کا فیصلہ حتمی ہوتا ہے۔

صدر گورنروں اٹارنی جنرل، چیف الیکشن کمشنر اور بری، بحری اور فضائی افواج کے چیف آف سٹاف کی تقرری کرتا ہے وہ مسلح افواج کا سربراہ بھی ہوتا ہے۔ صدر مخصوص حالات میں ملک میں ایمرجنسی نافذ کر سکتا ہے۔ تاہم ایمرجنسی کے نفاذ کے بعد تین دن کے اندر اندر اس کی منظوری پارلیمنٹ کے ایک مشترکہ اجلاس میں لی جانی ضروری ہے۔ کسی صوبائی حکومت کی ناکامی کی صورت میں صدر خود اس صوبے کے اختیارات سنبھال سکتا ہے یا متعلقہ صوبے کے گورنر کو ہدایت کر سکتا ہے کہ وہ اس کی طرف سے اختیارات استعمال کر سکتا ہے۔ صدر ایک علیحدہ حکم کے ذریعے صوبے کی اسمبلی کے اختیارات استعمال کرے۔ صدر اور اپنے فرائض پارلیمنٹ کو بھی منتقل کر سکتا ہے۔

آئین پاکستان کی دفعہ 90 کے تحت وفاقی حکومت وزیراعظم اور اس کی کابینہ کے اراکین پر مشتمل ہوتی ہے ملک کا انتظامی سربراہ وزیراعظم ہوتا ہے۔ وزیراعظم اور

حکم پر وزیر اعظم کے دستخط ہونا ضروری ہیں۔ اس طرح 1973ء کے آئین نے صدر کو مکمل طور پر بے اختیار بنا دیا۔ صدر کی اس بے اختیاری کے پس منظر میں 1985ء میں کچھ ترمیم کر کے صدر کو چند اہم اختیارات دیئے گئے تاکہ صدر اور وزراعظم کے اختیارات میں توازن پیدا کیا جا سکے ہے۔ صدر صرف وزیر اعظم کے مشورے پر قومی اسمبلی توڑنے کا مجاز ہے۔ وزیر اعظم کی طرف سے اسمبلی کو توڑنے کے مشورے کو قبول نہ کرنے کی صورت میں اسمبلی اس کے مشورے سے 48 گھنٹے کے بعد خود بخود ٹوٹ جاتی ہے - 1985ء میں 8 ویں ترمیم کے بعد اب صدر کو بھی یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ بعض شرائط کے تابع اسمبلی کو توڑ کر 90 ایام کے اندر انتخابات کروا سکتا ہے -

آئین کے مطابق صدر کو پارلیمنٹ کے منظور کردہ ہر بل کی 7 دن کے اندر منظوری دینا ہوتی ہے۔ اگر صدر اس عرصے میں کسی بل کی توثیق نہ کرے تو یہ تصور کر لیا جاتا ہے کہ اسے صدر کی منظوری حاصل ہو گئی ہے اور وہ بل قانون بن جاتا ہے۔ 8 ویں ترمیم کے بعد صورت قدرے مختلف ہو گئی ہے - اگر کسی خاص امر کے بارے میں اس حوالے سے اختلاف رائے ہو کہ آیا وہ قانون سازی کی وفاقی فہرست کے حصہ سے متعلق ہے یا نہیں تو صدر کا فیصلہ حتمی ہوتا ہے۔

صدر گورنروں اٹارنی جنرل' چیف الیکشن کمشنر اور بری' بحری اور فضائی افواج کے چیف آف سٹاف کی تقرری کرتا ہے وہ مسلح افواج کا سربراہ بھی ہوتا ہے۔ صدر مخصوص حالات میں ملک میں ایمرجنسی نافذ کر سکتا ہے۔ تاہم ایمرجنسی کے نفاذ کے بعد تین دن کے اندر اندر اس کی منظوری پارلیمنٹ کے ایک مشترکہ اجلاس میں لی جانی ضروری ہے۔ کسی صوبائی حکومت کی ناکامی کی صورت میں صدر خود اس صوبے کے اختیارات سنبھال سکتا ہے یا متعلقہ صوبے کے گورنر کو ہدایت کر سکتا ہے کہ وہ اس کی طرف سے اختیارات استعمال کر سکتا ہے۔ صدر ایک علیحدہ حکم کے ذریعے صوبے کی اسمبلی کے اختیارات استعمال کرے۔ صدر اور اپنے فرائض پارلیمنٹ کو بھی منتقل کر سکتا ہے۔

آئین پاکستان کی دفعہ 90 کے تحت وفاقی حکومت وزیر اعظم اور اس کی کابینہ کے اراکین پر مشتمل ہوتی ہے ملک کا انتظامی سربراہ وزیر اعظم ہوتا ہے۔ وزیر اعظم اور

اس کی کابینہ اجتماعی طور پر قومی اسمبلی کے سامنے جواب دہ ہوتی ہے انتخابات کے تین روز بعد وزیراعظم کا انتخاب قومی اسمبلی کے اراکین ووٹ کے ذریعہ کرتے ہیں۔
وزیراعظم کو وزراء کی تقرری اور برطرفی کا اختیار حاصل ہے۔ آئین کے تحت وزیراعظم جب بھی چاہے اپنی کابینہ کے کسی بھی وزیر کو ہٹا سکتا ہے۔
وزیراعظم صدر کو اپنا استعفیٰ پیش کر سکتا ہے۔ وزیراعظم کا استعفیٰ اس کی کابینہ کے تمام وزراء کے مستعفی ہونے کے مترادف ہوتا ہے تاہم وہ اپنی کابینہ کے کسی وزیر کو اس وقت تک وزیراعظم کا عہدہ سنبھالنے کی ہدایت کر سکتا ہے جب تک قومی اسمبلی نیا وزیراعظم نہ چن لے۔
1973ء کے آئین کے مطابق پاکستان کی قومی اسمبلی 200 اراکین پر مشتمل تھی -(اب اسمبلی کے اراکین کی تعداد 207 کردی گئی ہے۔) یہ اراکین براہ راست بالغ رائے دہی کی بنیاد پر منتخب ہوتے ہیں۔ پارلیمنٹ کا رکن بننے کے لئے امیدوار کے لئے ضروری ہے کہ وہ -

1- پاکستان کا شہری ہو۔
2- اس کی عمر 25 سال سے کم نہ ہو اور اس کا نام اسمبلی کے لئے تیار کی جانے والی انتخابی فہرستوں میں سے کسی ووٹر کے طور پر درج ہو۔

قومی اسمبلی میں تمام صوبوں، وفاقی دارالحکومت اور وفاق کے زیر انتظام آنے والے قبائلی علاقوں کے لئے نشتیں مخصوص کی گئی ہیں۔ قومی اسمبلی میں دس سال کے عرصے یا دوسرے عام انتخاب کے انعقاد تک جو بھی بعد میں ہو خواتین کے لئے دس نشتیں مخصوص کی گئی تھیں ان دس نشتوں کو صوبوں میں آبادی کے مطابق تقسیم کیا گیا تھا۔ اب خواتین کی نشتوں کی تعداد بیس کر دی گئی ہے۔ دس اقلیتوں کے لئے ہیں۔ قومی اسمبلی کے اراکین اپنے اپنے صوبے کے لئے خواتین اراکین کا انتخاب کرتے ہیں۔ قبائلی اور وفاق کے زیر انتظام علاقوں کی نمائندگی کے لئے انتخاب کے طریقہ کار کا تعین صدر پر چھوڑ دیا گیا ہے۔
1973ء کے آئین میں قومی اسمبلی کی مدت کار پانچ سال مقرر کی گئی ہے بشرطیکہ اسے پہلے نہ توڑ دیا جائے اس مدت کار کا آغاز قومی اسمبلی کے پہلے اجلاس سے ہو جاتا

ہے اور قومی اسمبلی 5 سال کے بعد خود بخود کالعدم تصور ہوتی ہے۔
آئین میں سال میں قومی اسمبلی کے کم از کم دو اجلاسوں کا انعقاد لازمی قرار دیا گیا ہے۔
آئین کے مطابق ان دو اجلاس کا درمیانی وقفہ 120 ایام سے بڑھنا نہیں چاہئے۔
آئین میں یہ پابندی بھی عائد کی گئی ہے کہ اسمبلی ایک سال میں کم از کم 130 دن کام کرے گی۔
آئین پاکستان کی دفعہ 53 کے تحت عام انتخابات کے انعقاد کے بعد قومی اسمبلی اپنے اراکین میں سے سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کا چناؤ کرتی ہے۔ سپیکر ڈپٹی سپیکر کا عہدہ خالی ہونے پر اسمبلی ان عہدوں کو پر کرنے کے لئے فوری طور پر اپنا اجلاس کرتی ہے اگر سپیکر اسمبلی میں اپنی نشست کھودے تو اسے سپیکر کا عہدہ بھی چھوڑنا پڑتا ہے۔
اسمبلی کل اراکین کی اکثریت کے ساتھ سپیکر کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک بھی منظور کر سکتی ہے۔
آئین کے دفعہ 53 کی شق 8 کے تحت اسمبلی کے ٹوٹنے کی صورت میں سپیکر اپنا عہدہ اس وقت تک برقرار رکھتا ہے جب تک نئی اسمبلی اس کا جانشین نہیں چن لیتی۔
سپیکر کا اہم ترین فریضہ اسمبلی کے اجلاسوں کی صدارت کرنا اور ایوان میں نظم و ضبط اور امن و امان کا خیال رکھنا ہوتا ہے۔ کوئی بھی رکن اسمبلی سپیکر کی اجازت کے بغیر نہ تو ایوان میں تقریر کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی سوال یا تحریک التواء پیش کر سکتا ہے علاوہ ازیں ایوان میں تقریر کرنے والے ہر رکن کے لئے ضروری ہے کہ وہ سپیکر سے مخاطب ہو اور اس کی معرفت اپنی بات کرے کسی بل کے مالیاتی ہونے یا نہ ہونے کے ضمن میں سپیکر کا فیصلہ حتمی ہوتا ہے۔
پارلیمنٹ کے ایوان بالا کو سینٹ کا نام دیا گیا ہے۔ سینٹ 36 اراکین پر مشتمل ہے اور اس میں پاکستان کے چاروں صوبوں، قبائلی علاقوں اور وفاقی دارالحکومت کو نمائندگی دی گئی ہے ترمیم کے بعد سینٹ کی نشستیں بڑھا کر 87 کر دی گئی ہیں۔ گورنر، سپیکر اور وزیر کے لئے مسلمان ہونا ضروری نہیں گورنر اپنے صوبے میں کم و بیش وہی فرائض انجام دیتا ہے جو آئین نے مرکز میں صدر کے سپرد کئے ہیں۔ اس کی حیثیت

صوبے کے علامتی سربراہ کی ہوتی ہے - اور وہ آئین کی دفعہ 105 کے تحت وزیراعلیٰ کے مشورے کے مطابق کام کرتا ہے۔ صوبائی اسمبلی توڑنے کا مشورہ ملنے پر 48 گھنٹوں کے اندر اس مشورے پر عمل کرنا ہوتا ہے آئین کے دفعہ 116 کے تحت گورنر صوبائی اسمبلی میں منظور ہونے والے بلوں کی سات دن کے اندر اندر منظوری دیتا ہے تاہم اگر وہ ایسا نہ کرے تو مذکورہ مدت گزرنے کے بعد یہ بل خود بخود گورنر سے منظور شدہ تصور ہوتے ہیں گورنر آرڈی نینس جاری کرنے کا مجاز ہے اگر اس کے جاری کئے گئے آرڈی نینس کو تین ماہ کے اندر صوبائی اسمبلی کی منظوری حاصل نہ ہو تو متعلقہ آرڈی نینس کی قانونی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔

گورنر صوبے کے ایڈووکیٹ جنرل کی تقرری کرتا ہے جو اس کے صوابدید کے تحت اپنے عہدے پر فائز رہتا ہے ملک کا صدر ہائیکورٹ کے ججوں کی تقرری متعلقہ گورنروں کے مشورے سے کرتا ہے۔

پاکستان چار صوبوں پر مشتمل ہے ہر صوبے کی اپنی صوبائی اسمبلی ہے مختلف صوبائی اسمبلیوں کے اراکین کی تعداد درج ذیل ہے۔

بلوچستان	40
سرحد	80
پنجاب	240
سندھ	100

صوبائی اسمبلیوں کے اراکین کا انتخاب بالغ رائے دہی کی بنیاد پر براہ راست ووٹوں سے کیا جاتا ہے اسمبلی میں اقلیتوں کو بھی نمائندگی دی گئی ہے مختلف صوبائی اسمبلیوں میں عیسائیوں، ہندوؤں، سکھوں، بدھ مذہب کے پیروکاروں اور پارسیوں اور احمدیوں کے لئے مخصوص نشستوں کی تعداد درج ذیل ہے۔

صوبہ بلوچستان	3
صوبہ سرحد	3
صوبہ پنجاب	8
صوبہ سندھ	9

علاوہ ازیں دس سال کے لئے یا دوسرے عام انتخابات کے انعقاد تک ان میں سے جو بھی بعد میں ہو' ہر صوبائی اسمبلی میں خواتین کے لئے 5 فیصد نشستیں مختص کی گئی ہیں۔ خواتین کی ان نشستوں کے انتخاب کے لئے صوبائی اسمبلی کے اراکین ووٹ ڈالتے ہیں۔ چنانچہ خواتین کے لئے پنجاب میں 12' سندھ 5' سرحد میں 4' اور بلوچستان میں 2 نشستیں مخصوص ہیں۔

آئین کے تحت ہر صوبائی اسمبلی کی مدت پانچ سال ہوتی ہے جو اس کے پہلے اجلاس کے روز سے شروع ہوتی ہیں - پانچ سال کا عرصہ گزرنے کے بعد صوبائی اسمبلی خود بخود کالعدم قرار پاتی ہے ہر صوبائی اسمبلی اپنے پہلے اجلاس میں ایک سپیکر اور ایک ڈپٹی سپیکر منتخب کرتی ہے۔

صوبائی اسمبلی کے لئے لازمی ہے کہ وہ ایک سال میں مجموعی طور پر کم از کم 130 دن کام کرے اور کم از کم دو اجلاس منعقد کرے۔ ان دو اجلاسوں کے دوران 120 دن سے زائد کا وقفہ نہیں ہونا چاہیے۔

اگر اسمبلی کے کل اراکین کی ایک چوتھائی تعداد اسمبلی کا اجلاس بلانے کا مطالبہ کرے تو سپیکر کے لئے لازمی ہوگا کہ وہ چودہ دن کے اندر اسمبلی کا اجلاس طلب کرے۔ اسمبلی کے فیصلے اکثریتی رائے سے کئے جاتے ہیں۔

صوبائی اسمبلیوں کے اراکین کو وہی حقوق اور تحفظات حاصل ہیں جو قومی اسمبلی کے اراکین کو دیئے گئے ہیں کوئی بل اس وقت تک مالیاتی بل نہیں کہلا سکتا جب تک وہ درج ذیل امور سے متعلق نہ ہوں۔

1- ٹیکسوں کا نفاذ' ان کی شرح میں کمی یا ٹیکسوں سے متعلق کسی ضابطے میں تبدیلی -

2- کسی قرضے یا تمسک کا اجراء یا اس میں ترمیم ' جو صوبائی حکومت کے وظائف میں شامل ہو۔

3- صوبائی اجتماعی فنڈ کی نگرانی اور اس میں سے ادائیگیاں اور وصولیاں۔

4- صوبائی اجتماعی فنڈ میں سے مطالبہ زر یا ایسے کسی مطالبے میں تبدیلی۔

5- صوبائی حساب عامہ کی نگرانی اور اس کی ادائیگیاں اور وصولیاں۔

6- مذکورہ بالا امور سے متعلق کوئی اور معاملہ۔

کسی بل کے بارے میں اختلاف رائے پیدا ہونے کی صورت میں اس کے مالیاتی بل ہونے یا نہ ہونے کے ضمن میں سپیکر کا فیصلہ حتمی ہوتا ہے۔

اسمبلی کو مطالبات زر میں تخفیف یا اضافے کا اختیار حاصل ہے نیز وہ کسی مطالبہ زر کو مسترد یا اپنی اصل شکل میں منظور کر سکتا ہے۔

صوبائی اسمبلی صوبے کی انتظامیہ سرانجام دیتی ہے اسمبلی درج ذیل طریقوں سے انتظامیہ پر اپنا کنٹرول قائم رکھتی ہے۔

1- سوالات

2- قراردادیں

3- تحاریک التواء

4- تحاریک عدم اعتماد

بعد میں 1973ء کے آئین میں اہم ترامیم کی گئیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

پہلی ترمیم

ا۔ مشرقی پاکستان کو مملکت کے علاقے سے خذف کر دیا گیا۔

ب۔ پاکستان کے دونوں کے دونوں ایوانوں کے اجلاس کے دنوں کی کل تعداد میں ردو بدل۔

ج۔ سیاسی جماعت بندی کے متعلق نئے ضوابط کا اجراء۔

دوسری ترمیم

مسلمانوں کی تعریف اور قادیانیوں کو علیحدہ اقلیت قرار دینا۔

تیسری ترمیم

ا۔ آئین میں ترمیم کا تیسرا بل فروری 1975ء میں پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا جس کی رو سے ہنگامی حالات سے متعلق آئین کی شقوں میں ردو بدل کیا

گیا۔

ب۔ امتناعی نظربندی کے قوانین میں تبدیلی۔

چوتھی ترمیم

ا۔ قومی اسمبلی کے لئے غیر مسلم اقلیتوں کی نشستوں میں اضافہ۔

ب۔ امتناعی نظربندی کے قوانین میں مزید رد و بدل۔

پانچویں ترمیم

ا۔ صوبائی گورنروں کے تقرر اور عہدہ کی میعاد اور ریٹائرمنٹ کی شرائط میں تبدیلی۔

ب۔ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے عہدے کی میعاد اور ریٹائرمنٹ کی شرائط میں تبدیلی۔

ج۔ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے عہدے کی میعاد اور ریٹائرمنٹ کی شرائط میں تبدیلی۔

د۔ امتناعی نظربندی کے سلسلے میں ہائی کورٹ کے دائرہ اختیار میں مزید کمی۔

ر۔ ہائی کورٹ کے ججوں کی تبدیلی میعاد' عہدہ اور ریٹائرمنٹ کے قوانین میں رد و بدل۔

س۔ عدلیہ اور مقننہ میں علیحدگی کرنے کی معیاد میں اضافہ۔

چھٹی ترمیم

ا۔ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کی ریٹارمنٹ کی عمر میں تبدیلی۔

ب۔ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس صاحبان کی ریٹائرمنٹ کی عمر میں تبدیلی۔

ساتویں ترمیم

ا۔ صدر کی طرف سے ریفرنڈم کا انعقاد اور اس کا طریقہ کار۔

ب۔ فوجی کارروائی کی صورت میں ہائی کورٹ کے دائرہ اختیارات میں کمی۔

28 جون 1972ء تا 3 جولائی 1972ء پاکستان کے صدر ذوالفقار علی بھٹو اور بھارت کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کے مابین طویل بات چیت کے بعد ایک معاہدہ طے پایا جسے "شملہ معاہدہ" کا نام دیا گیا ا اس کی رو سے بھارت نے پاکستان کی 93 ہزار فوج کے علاوہ مغربی پاکستان کا 5 ہزار مربع میل کا علاقہ بھی پاکستان کو واپس کر دیا اس طرح 28 اگست 1973ء کو پاکستان اور بھارت کے مابین ایک اور معاہدہ طے پایا جس کی رو سے پاکستانی قیدیوں کو رہا کر دیا گیا اس طرح ان کی کوشش سے دونوں ملکوں میں جھگڑوں اور تصادم کی کیفیت میں کمی واقع ہوئی اور دوستانہ و مفاہمانہ تعلقات کو کچھ فروغ ملا۔

ان کے دور میں یکم جولائی 1973ء کو عوامی رجسٹریشن کی سکیم نیشنل رجسٹریشن ایکٹ مجریہ 1973ء کے تحت وجود میں آئی۔ شناختی کارڈ بننے سے بہت سی برائیوں اور دھوکا دہی کا دھندہ بند ہو گیا۔ یہ سکیم انتخابات کے دوران ووٹروں کی شناخت کے کام کو آسان بنانے' عدالتوں میں شہادت دینے' پاسپورٹ حاصل کرنے' ڈرائیونگ اور اسلحہ لائسنس کے حصول اور سرکاری ملازمت وغیرہ کے لئے بہت مددگار ثابت ہوئی۔ راولپنڈی' اسلام آباد' کوئٹہ' کراچی' لاہور اور پشاور میں اس کے صوبائی رجسٹریشن دفاتر قائم کئے گئے۔ اب بھی اسی سکیم کے تحت پاکستان کے شہریوں کو شناختی کارڈ جاری کئے جاتے ہیں۔ اب تک پاکستان کی تقریباً دو تہائی سے زائد آبادی شناختی کارڈ حاصل کر چکی ہے۔

14 اگست 1973ء کو ملک میں مستقل آئین نافذ کیا گیا جس کے تحت 15 سال کے بعد پارلیمانی نظام حکومت بحال کر دیا گیا۔اس آئین کے تحت مندرجہ ذیل کابینہ نے حلف اٹھایا۔

وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو

وزراء

1- جے اے رحیم صدارتی امور' پیداوار و تجارت

2- عبدالقیوم خاں	داخلہ، ریاستیں علاقے اور کشمیر
3- ڈاکٹر مبشر	خزانہ، منصوبہ بندی اور ترقیات
4- حیات محمد خاں شیرپاؤ	ایندھن، بجلی، قدرتی وسائل
5- شیخ محمد رشید	صحت و سماجی بہبود
6- غلام مصطفیٰ جتوئی	سیاسی امور، مواصلات
7- عبدالحفیظ پیرزادہ	تعلیم، صوبائی رابطہ قانون اور پارلیمانی امور
8- مولانا کوثر نیازی	اطلاعات، اوقاف و حج
9- سردار غوث بخش رئیسانی	خوراک و زراعت
10- رانا محمد حنیف	محنت و تعمیرات
11- راجا تری دیورائے	اقلیتی و سیاسی امور
12- خورشید حسن میر	ایڈمنسٹریشن

انہوں نے اپنے دور حکومت میں بہت سی اصلاحات نافذ کیں جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

1- اقتصادی اصلاحات کا حکم جنوری 1972ء میں جاری کیا اس کی رو سے 20 صنعتوں کے بورڈ آف ڈائریکٹر اور مینجنگ ایجنسیاں برخاست کر دی گئیں۔

2- یکم مارچ 1972ء کو زرعی اصلاحات کے نفاذ کا اعلان کیا۔ اس اعلان کی رو سے انفرادی ملکیت کی حد آبپاشی اراضی کی صورت میں 50 ایکڑ اور غیر آبپاشی اراضی میں 300 ایکڑ مقرر کی گئی۔ جن سرکاری ملازمین کے پاس 100 ایکڑ سے زائد اراضی تھی وہ ضبط کر لی گئی۔

3- نئی تعلیمی اصلاحات 15 مارچ 1972ء کو نافذ کی گئیں۔ جس کے تحت دسویں جماعت تک تعلیم کو مفت کر دیا گیا۔

4- صدارتی حکم مجریہ 19 مارچ 1972ء کے ذریعے بیمہ کمپنیوں کو قومی ملکیت میں لے لیا اور نومبر 1972ء میں سٹیٹ لائف انشورنس کارپوریشن وجود میں آئی۔

5- 12 اپریل 1972ء کو پولیس کی کارکردگی بہتر بنانے کے لئے اصلاحات کا

اعلان کیا۔

6- 31 بنیادی صنعتوں اور تجارتی بینکوں کو قومی تحویل میں لے لیا گیا۔ 15 صنعتی اداروں کے لائسنس منسوخ کر دیئے گئے۔

7- 23 اگست 1972ء کو مزدوروں کے لئے سہولتوں کا اعلان کیا گیا۔ جس میں ان کے بچوں کے لئے تعلیم مفت، پنشن اور علاج معالجے کی سہولتیں شامل تھیں۔

8- سرداری نظام کو 8 اپریل 1976ء میں ختم کر دیا گیا۔

9- اسی دور میں روس نے پاکستان میں سٹیل ملز قائم کی۔ 31 دسمبر 1973ء کو اس کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ فیکٹری 30 مربع کلومیٹر پر محیط ہے اور کراچی کے شمال مشرق میں 35 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اس سے ملک میں بے روز گاری کے خاتمے میں بہت مدد ملی اور ملکی ترقی میں بھی اہم فرض انجام دے رہی ہے۔

10- 21 مارچ 1973ء کو پاکستان کی سمندری حدود میں پچاس بحری میل تک اضافہ کیا گیا۔ جس سے مچھلیوں کی پیداوار میں بھی اضافہ ہوا۔

11- 1976ء میں جہیز جیسی لعنت پر پابندی عائد کر دی گئی۔ اور تحائف پر بھی پابندی لگا دی گئی۔

12- دسمبر 1974ء کو قادیانیوں اور احمدیوں کو اقلیت قرار دے دیا گیا۔

13- 3 جولائی 1973ء کو "اغلاط سے پاک قرآن مجید کی اشاعت" کے نام سے بھٹو حکومت نے ایک قانون منظور کیا گیا۔

14- بھٹو دور میں ہی پہلی وزارت مذہبی امور قائم ہوئی اور اس کے سربراہ مولانا کوثر نیازی مقرر ہوئے۔

15- فروری 1974ء میں لاہور میں اسلامی ممالک کے سربراہوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس سے عالم اسلام کو بڑی تقویت ملی۔

16- شراب جیسی حرام چیز پر مکمل پابندی عائد کر دی گئی۔

17- یکم جولائی 1977ء کو اتوار کی بجائے جمعہ کی ہفتہ وار تعطیل کا اعلان کیا

گیا۔

بھٹو دور حکومت میں پاکستان میں اسلامی سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کے سیکرٹری جنرل تنکو عبدالرحمان مقرر ہوئے۔ یہ کانفرنس 22 فروری تا 24 فروری 1974ء لاہور میں منعقد ہوئی اس کی صدارت ذوالفقار علی بھٹو نے کی۔ اس میں 37 اسلامی ممالک کے سربراہوں نے شرکت کی۔ اس کا مقصد عالم اسلام میں اتحاد تعاون اور اسلامی ممالک سے غربت' بھوک' افلاس اور جہالت کا خاتمہ تھا۔ اس کانفرنس کے اختتام پر باہمی طور پر ایک اعلان کیا گیا جسے "اعلان لاہور" کا نام دیا گیا۔ اس اعلان کا متن یہ تھا۔

اسلامی ملکوں کے سربراہ اور مختلف تنظیموں کے نمائندے اعلان کرتے ہیں کہ۔

1- مشترکہ عقیدہ تمام اسلامی ممالک کے عوام کے درمیان اٹوٹ رشتہ ہے۔ اسلامی ملکوں کے عوام کی یک جہتی کی بنیاد دوسری انسانی برادریوں کے خلاف جارحیت یا نسلی اور ثقافتی امتیازات نہیں بلکہ یہ مساوات' اخوت' انسانی وقار امتیازات اور استحصال سے آزاد اور ظلم و استبداد اور ناانصافیوں کے خلاف مثبت اصولوں پر مبنی ہے۔

2- ہم ایشیا' افریقہ اور لاطینی امریکہ کی معاشی اور اقتصادی ترقی کی مشترکہ جدوجہد اور پوری دنیا کی اقوام کی خوشحالی کی کوششوں کی حمایت کا اعلان کرتے ہیں۔

3- ہم انصاف کی بنیاد پر عالمی امن کے قیام کی کوششوں اور دوسرے عقیدوں کے ساتھ اسلام کے اصولوں کے مطابق خوشگوار تعلقات قائم رکھنے کے جذبے کا اظہار کرتے ہیں۔

4- ہم مسلمان ملکوں کے درمیان اتحاد برقرار رکھنے اور اسے فروغ دینے کا عزم کرتے ہیں۔ ہم یہ بھی عزم کرتے ہیں کہ ایک دوسرے کی خود مختاری اور علاقائی یک جہتی کا احترام کیا جائے گا۔

5- ہم اکتوبر 1973ء کی عرب اسرائیل جنگ میں سرحدی ملکوں اور فلسطینی مزاحمت کے دلیرانہ کردار کی حمایت کرتے ہیں۔

6- ہم اسلامی سیکرٹریٹ کی سرگرمیوں کو سراہتے ہیں جنہیں اسلامی ملکوں کی مشترکہ کوششوں سے فروغ ملا۔

7- ہم مشرق وسطیٰ کی صورت حال پر غور کرنے کے بعد اعلان کرتے ہیں کہ عربوں کی جد و جہد ان تمام ممالک کی جد و جہد ہے جو جارحیت اور طاقت سے علاقے یا دوسرے فوائد حاصل کرنے کے خلاف ہیں۔ ہم اپنے تمام وسائل کے ذریعے عرب ممالک کے مقبوضہ علاقوں کی بازیابی کے لئے ان کی مکمل حمایت کریں گے۔ بیت المقدس الہامی مذاہب کے درمیان سنگم کی حیثیت رکھتا ہے۔ 1300 سال سے زائد عرصے تک مسلمانوں نے اسے امانت کے طور پر رکھا ہے۔"

اسلامی سربراہی کانفرنس کی یاد میں لاہور میں واپڈا ہاؤس کے سامنے ایک مینار تعمیر کیا گیا جس کا نام "سیمنٹ مینار" رکھا گیا۔ اس میں زیر زمین نوادرات بھی رکھی گئیں ہیں۔

ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ حضورؐ خدا کے آخری نبی ہیں آپؐ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ آپؐ پر نبوت ختم ہے۔ لیکن احمدیوں اور قادیانیوں میں سے غلام احمد نے کہا کہ "میں نبی ہوں" مسلمان اس بات کو کبھی گوارہ نہیں کر سکتے۔ لہٰذا احمدیوں اور قادیانیوں کے مقابلے میں غلامان مصطفیٰؐ نے سر پر کفن باندھ لیا۔ 22 مئی 1974ء کو ربوہ ریلوے اسٹیشن سے یہ آگ بھڑکی اور دیکھتے دیکھتے پورے ملک میں پھیل گئی۔ 5 جون 1974ء کو یہ مسئلہ عدالت میں پیش ہوا۔ اس مسئلہ پر قومی اسمبلی میں دو قرار دادیں پیش کی گئیں پہلی قرار داد 2 جون 1974ء کو عبدالحفیظ پیر زادہ نے پیش کی اور دوسری رکن قومی اسمبلی مولانا شاہ احمد نورانی نے پیش کی۔ایک طویل بحث و مباحث کے بعد 7 ستمبر 1974ء کو قومی اسمبلی نے اس تاریخی فیصلہ پر مہر تصدیق کر کے احمدیوں اور قادیانیوں کو اقلیت قرار دے دیا۔

1977ء کے انتخابات میں حزب اختلاف (پاکستانی قومی اتحاد) نے ان پر الزام لگایا کہ انتخابات میں دھاندلی ہوئی ہے چنانچہ ان کے خلاف پاکستان قومی اتحاد نے ملک گیر تحریک چلائی ملک میں خانہ جنگی کا خطرہ لاحق ہو گیا۔ لہٰذا 5 جولائی 1977ء کو جنرل محمد

ضیاء الحق نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا اور بھٹو کو معزول کر دیا گیا اس کے بعد ستمبر 1977ء میں انہیں نواب محمد احمد خان کے قتل کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ 18 مارچ 1978ء کو ہائی کورٹ نے انہیں سزائے موت کا حکم سنایا۔ پندرہ روز بعد انہوں نے ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کی سپریم کورٹ نے ہائی کورٹ کے فیصلے کی توثیق کر دی جس کے نتیجے میں 4 اپریل 1979ء کو بھٹو کو پھانسی دے دی گئی انہیں ان کے آبائی گاؤں گڑھی شاہ (لاڑکانہ) میں سپرد خاک کیا گیا۔

ذوالفقار علی بھٹو نے کئی کتابیں لکھیں جن میں مشہور کتابیں یہ ہیں۔

1- دی پولیٹیکل سچویشن ان پاکستان

2- پاکستان اینڈ دی الائنسز

3- پاکستان آف دی پیپل

4- متھ آف انڈی پنڈنس

5- پیس کیپنگ بائی دی یو این

6- دی لاء آف دی سیز فائر

7- دی گریٹ ٹریجڈی

چودھری فضل الٰہی

چودھری فضل الٰہی 1904ء میں بمقام مرالہ ضلع گجرات میں پیدا ہوئے بی۔ ایس۔ سی زرعی یونیورسٹی فیصل آباد سے کی۔ زرعی یونیورسٹی سے فارغ ہو کر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں داخلہ لیا۔ 1928ء میں ایم۔ اے اکنامکس اور ایل۔ ایل۔ بی کے امتحانات پاس کئے۔ گجرات میں وکالت شروع کی۔

1944ء میں ضلعی مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے 1946ء میں پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ تحریک پاکستان میں حصے لینے کی وجہ سے قید و بند کی مشقت برداشت کی قیام پاکستان کے بعد وزیر تعلیم اور وزیر صحت رہے۔ 1956ء سے 1958ء تک مغربی پاکستان اسمبلی کے سپیکر رہے۔ 1962ء اور 1965ء میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے رکن بنے۔ 1970ء میں پاکستان پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کر رکن چنے گئے۔ 1972ء میں پاکستان قومی اسمبلی کے سپیکر منتخب ہوئے۔ 14 اگست 1973ء کو پاکستان کے پانچویں صدر بنے۔ انہوں نے 45 کے مقابلے میں 139 ووٹ حاصل کئے وہ 16 ستمبر 1978ء کو صدارت سے سبکدوش ہو گئے۔

جنرل محمد ضیاء الحق

جنرل محمد ضیاء الحق 12 اگست 1924ء کو جالندھر میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام مولوی اکبر علی تھا۔ جو قیام پاکستان سے قبل وائسرائے ہند کے دفتر واقع شملہ میں سپرنٹنڈنٹ تھے۔ انہوں نے گورنمنٹ ہائی سکول شملہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ سینٹ اسٹیفن کالج دہلی سے بی۔ اے آنرز کیا۔ مئی 1945ء میں فوج میں کمیشن حاصل کیا اور جنگ عظیم دوم میں برما ملائیشاء اور جاوا کے محاذوں پر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ 10 اگست 1950ء کو ان کی شادی خالہ زاد شفیقہ بیگم سے ہوئی اس وقت وہ کیپٹن کے عہدہ پر فائز تھے۔ ان کی عمر 26 سال اور ان کی زوجہ کی عمر 18 سال تھی۔

قیام پاکستان کے وقت وہ ہجرت کر کے پشاور چلے آئے۔ پاکستان میں ان کی پوسٹنگ نوشہرہ میں ہوئی۔ جہاں انہوں نے رسالہ رجمنٹ میں بوائز ونگ کمانڈر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔ 1955ء میں سٹاف کالج سے گریجوایشن کی۔ 1964ء میں وہ لیفٹیننٹ کرنل بنے اور سٹاف کالج کوئٹہ میں انسٹرکٹر مقرر ہوئے۔ 1966ء میں بریگیڈیئر کے عہدے پر ترقی ہوئی اور مئی 1968ء میں ایک آرمڈ ڈویژن میں کرنل کے عہدے پر ترقی ملی۔ 1971ء میں ذوالفقار علی بھٹو نے برسراقتدار آتے ہی اٹھارہ جرنیلوں کو ریٹائر کر دیا، جس کی بنا پر وہ اپریل 1975ء میں لیفٹیننٹ جنرل بنے اور ملتان ڈویژن کی کمان سنبھالی۔ 1976ء میں جنرل کے عہدے پر ترقی پائی اور چیف آف آرمی سٹاف مقرر ہوئے۔

5 جولائی 1977ء کو ضیاء نے مارشل لا نافذ کیا اور چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کا عہدہ سنبھالا انہوں نے اسی شام قوم سے خطاب کیا جس کے اہم نقاط حسب ذیل تھے۔

1- ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کی جگہ ایک عبوری حکومت تشکیل دی جائے گی۔
2- صدر فضل الٰہی چودھری بدستور سربراہ مملکت ہوں گے۔
3- چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر انتظامیہ کے سربراہ ہوں گے چار ارکان پر مشتمل ایک فوجی کونسل ہوگی جو چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف اور بحریہ اور فضائیہ افواج کے چیفس آف سٹاف پر مشتمل ہوگی صدر کی مدد کرے گی۔
4- قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیاں ٹوٹ چکی ہیں۔
5- آئین منسوخ نہیں کیا گیا ہے لیکن اس کے بعض دفعات پر عمل درآمد روک دیا گیا ہے۔
6- صوبوں کے چیف جسٹس قائم مقام صوبائی گورنر ہوں گے۔

-7 صوبائی مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر صوبائی نظم و نسق کے سربراہ ہوں گے۔
-8 انتخابات آئندہ اکتوبر میں منعقد ہوں گے اور اس کے بعد اقتدار عوام کے منتخب نمائندوں کے حوالے کر دیا جائے گا۔
-9 سیاسی سرگرمیوں پر آئندہ احکامات تک پابندی عائد کر دی گئی ہے اور انتخابات سے قبل سیاسی سرگرمیاں بحال کر دی جائیں گی۔
-10 حالات سے نمٹنے کے لئے حسب موقع مارشل لاء کے احکامات اور ضابطے جاری کئے جائیں گے۔
-11 سول عدالتیں حسب معمول کام کرتی رہیں گی۔
-12 فیڈرل سکوریٹی فورس کی از سر نو تنظیم کی جائے گی۔
-13 سول انتظامیہ میں جو تبادلے کئے گئے ہیں ان پر نظر ثانی کی جائے گی۔

نصرت بھٹو نے آئین کی خلاف ورزی پر سپریم کوٹ میں مقدمہ دائر کیا۔ سپریم کورٹ نے اپنے 10 نومبر 1977ء کے فیصلے میں مارشل لاء کے نفاذ کو نظریہ ضرورت کے تحت موثر العمل قرار دیا۔ 14 جنوری 1978ء کو چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق نے انتظامی امور کی انجام دہی کے لئے ایک مشاورتی کونسل قائم کی۔ اس کی کونسل کے مشیروں کے عہدہ وفاقی وزیر کے مساوی تھا۔ اس کے ارکان جو سرکاری ملازم تھے ان کا عہدہ برقرار رہا۔ چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر نے دفاع، اطلاعات و نشریات اور دفاعی پیداوار کے محکمے اپنے چارج میں رکھے اس کونسل نے 5 جولائی 1978ء تک کام کیا اس کونسل کے ارکان کے نام اس طرح ہیں۔

مشاورتی کونسل کے ارکان

1-غلام اسحاق خان	(سیکرٹری جنرل انچیف) پلاننگ، بین الصوبائی رابطہ اور وفاقی وزارتوں اور محکموں میں رابطہ کے مشیر،
2-اے کے بروہی	قانون، پارلیمانی امور، مذہبی و اقلیتی امور۔
3-لیفٹیننٹ جنرل فیض علی چشتی	(چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر کے چیف آف سٹاف اسٹیبلشمنٹ بشمول امور خارجہ میں تعیناتی و تبادلے۔
4- مصطفیٰ گوکل	امور کشمیر شمالی علاقے اور وفاقی انسپکشن کمیشن۔
5-لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) حبیب اللہ خان	جہاز رانی، بندرگاہیں اور برآمدی ترقی۔ صنعتیں اور پیداوار

6- لیفٹیننٹ جنرل غلام حسن	(مشیر قومی سلامتی) محنت، افرادی قوت، لوکل گورنمنٹ اور دیہی ترقی، ریاستیں و سرحدی علاقے۔
7- ایئر مارشل انعام الحق	امور داخلہ۔
8- اے جی این قاضی	سیکرٹری جنرل، فنانس، و اقتصادی رابطہ، اقتصادی امور شماریات پانی و بجلی اور زرعی انتظام۔
9- این اے قریشی	ریلوے
10- محمود علی	ماحول و شہری امور ہاؤسنگ و تعمیرات و سماجی بہبود۔ (چیئرمین قومی کونسل برائے سماجی بہبود)
11- سردار مولا بخش سومرو	سیاسی امور۔ تجارت
12- محمد علی خان ہوتی	تعلیم
13- ڈاکٹر امیر محمد	(وائس چانسلر زرعی یونیورسٹی فیصل آباد) خوراک، زراعت و امداد باہمی، لائیوسٹاک
14- شریف الدین پیرزادہ	اٹارنی جنرل
15- آغا شاہی	(سیکرٹری جنرل امور خارجہ)
16- ایئر ایڈمرل آر ایم شیخ	پیٹرولیم

24 جولائی سے 29 جنوری 1978ء کے دوران بھٹو حکومت کے خلاف قرطاس ابیض کی اشاعت کی گئی۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

6 مئی 1978ء کو کسان کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"ایک مشکل یہ ہے کہ دن اور رات میں صرف 24 گھنٹے ہوتے ہیں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کچھ اور کام کرنے کے لئے 48 گھنٹے کا دن اور رات کر دے تو آپ کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا اور خود میرا بھی۔ میں کوئی سیاسی آدمی تو ہوں نہیں کہ لفاظی کروں۔ ہمارے سامنے کچھ مقاصد ہیں اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ انفرادی اور اجتماعی طور پر جو شکایتیں اور تکلیفیں ہیں ان کو جلد سے جلد دور کیا جائے۔ میرے خیال میں ہر

کام کے لئے دو تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ سب سے پہلے تو ہمیں یہ معلوم کرنا چاہیے کہ تکلیف کیا ہے؟جب تکلیف کا پتہ چل جائے تو پھر اس کا علاج ڈھونڈنا چاہیے پھر اس بیماری کو دور کرنے کے لئے دوائیں تلاش کرنی چاہیں۔"

5 جولائی 1978ء کو اپنی بائیس رکنی کابینہ کا اعلان کیا۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

صدارتی کابینہ

صدر — **جنرل محمد ضیاء الحق**

1- اے کے بروہی	قانون و پارلیمانی امور، مذہبی و اقلیتی امور
2- لیفٹیننٹ جنرل فیض علی چشتی	اسٹیبلشمنٹ، وفاقی انسپکشن، شمالی علاقے اور کشمیر
3- فدا محمد	ہاؤسنگ اور ورکس
4- مصطفیٰ گوکل	بندرگاہیں، جہاز رانی اور برآمداتی فروغ
5- لیفٹیننٹ جنرل ریٹائرڈ حبیب اللہ خاں	پیداوار
6- محمود اے ہارون	داخلہ
7- لیفٹیننٹ جنرل غلام حسین خاں	پٹرولیم اور قدرتی وسائل
8- غلام اسحاق خاں	پٹرولیم اور قدرتی وسائل
9- میجر جنرل جمال سعید میاں	ریاستیں، سرحدی امور
10- گل محمد خاں جوگیزئی	پانی اور بجلی
11- محمد خاں جونیجو	ریلویز
12- محمد علی خاں ہوتی	تعلیم، ثقافت اور سیاحت
13- محی الدین بلوچ	مواصلات

14- شریف الدین پیرزادہ	اٹارنی جنرل ، وفاقی امور
15- خواجہ محمد صفدر	خوراک و زراعت
16- زاہد سرفراز	تجارت
17- چودھری ظہور الٰہی	محنت افرادی قوت لوکل گورنمنٹ

وزراء مملکت

1- حمید ڈی حبیب	خزانہ ، تجارتی اور اقتصادی امور اور بیرونی تجارت
2- محمود علی	قومی کونسل برائے سماجی کام (وزارت صحت)
3- آغا شاہی	امور خارجہ
4- بیگم وقار النساء نون	سیاحت کی ترقیات کارپوریشن
5- جاوید ہاشمی	نوجوانوں اور طالبعلموں کے امور

صدارتی کابینہ

1- غلام اسحاق خان	خزانہ منصوبہ بندی
2- اے کے بروہی	قانون، پارلیمانی امور
3- فدا محمد خاں	رہائش و تعمیرات
4- مصطفیٰ گوکل	جہاز رانی، بندرگاہیں اور فروغ برآمدت
5- محمود اے ہارون	داخلہ
6- حاجی فقیر محمد خاں	ریاستیں ، سرحدی علاقے ، شمالی علاقے اور کشمیر
7-چودھری رحمت الٰہی	بجلی و پانی
8- محمد خاں جونیجو	ریلوے

9- محمد علی خاں ہوتی	تعلیم، ثقافت، سیاحت
10- محی الدین بلوچ	مواصلات
11- شریف الدین پیرزادہ	اٹارنی جنرل
12- خواجہ محمد صفدر	خوراک، زراعت، امداد باہمی
13- میاں زاہد سرفراز	تجارت
14- چوہدری ظہور الٰہی	محنت افرادی قوت
15- افتخار احمد انصاری	مذہبی امور اور اقلیتی امور
16- محمد زمان خاں اچکزئی	لوکل گورنمنٹ، دیہی ترقیات
17- پروفیسر غفور احمد	پیداوار
18- علی احمد تالپور	دفاع
19- محمود اعظم فاروقی	اطلاعات و نشریات
20- میر صادق خاں کھوسو	صحت، آبادی کی منصوبہ بندی
21- محمد ارشد چودھری	سائنس و ٹیکنالوجی

وزرائے مملکت

1- محمود علی	قومی کونسل برائے سماجی بہبود
2- جاوید ہاشمی	نوجوانوں اور طلباء کے امور
3- حمید ڈی حبیب	ایکسپورٹ پروموشن بیورد

مشیر

آغا شاہی — سیکرٹری جنرل اور چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر کے مشیر برائے امور خارجہ

16 ستمبر 1978ء کو صدر فضل الٰہی چودھری کی صدارت کی معیاد مکمل ہونے پر ملک کے چھٹے صدر کی حیثیت سے عہدہ سنبھالا۔ 8 فروری 1979ء کو چاروں صوبوں

میں شریعت بنچیں قائم کیں۔ 10 فروری 1979ء کو ٹیلی ویژن پر قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے کئی بار ملکی معیشت کی تبدیلی کا ذکر کیا ہے۔ معیشت کو تباہ کرنے میں جہاں بہت سے عناصر کا ہاتھ ہے وہاں قومیانے کی پالیسی کا بھی بہت بڑا دخل ہے جس کا ماضی میں جا بجا استعمال کیا گیا ہے اسلام میں مملکت اور فرد دونوں کو ملکیت کا حق حاصل ہے۔ اور پبلک اور پرائیویٹ سیکٹر ایک گاڑی کے دو پہیئے ہیں جب تک یہ دونوں باہمی ربط اور توازن کے ساتھ کام نہیں کرتے قوم ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتی"۔

اسی روز یعنی 10 فروری 1979ء ملک میں اسلامی قوانین کے نفاذ اور زکوٰۃ و عشر کا نظام قائم کرنے کا اعلان کیا پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"اسلام ایک ترقی پسند دین ہے ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو قوانین آئے ہیں وہ انسانی ترقی کے ضامن ہیں وہ پرانے نہیں ہو سکتے۔"

4 اپریل 1979ء کو ہونے والے انتخابات کو ملتوی کر دیا گیا۔ سیاسی جماعتوں پر پابندی عائد کر کے متعدد سیاستدانوں کو نظر بند کر دیا گیا مارشل لاء سخت کر دیا گیا۔ اور ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دے دی گئی۔

صدارتی کابینہ

صدر: جنرل محمد ضیاء الحق

وزراء

1- میر علی احمد تالپور	دفاع
2- لیفٹیننٹ جنرل فیض علی چشتی	محنت ، افرادی قوت' سرحدی علاقے امور کشمیر پٹرولیم اور قدرتی وسائل
3- ائیر مارشل انعام الحق	تعمیرات' پانی' بجلی

4- لیفٹیننٹ جنرل غلام حسن	پیداوار اور صنعت
5- غلام اسحاق خان	ڈپٹی چیئرمین منصوبہ بندی' تجارت اور رابطہ
6- خان محمد علی ہوتی	تعلیم
7- ریٹائرڈ جنرل جمال سعید میاں	ریلوے' لوکل گورنمنٹ اور دیہی ترقی
8- ریٹائرڈ میجر جنرل شاہد حامد	اطلاعات و نشریات
9- محمود اے ہارون	داخلہ' مذہبی امور' اقلیتی امور اور سیاسی امور
10- محی الدین بلوچ	مواصلات
11- شریف الدین پیرزادہ	اٹارنی جنرل اور پارلیمانی امور
12- ایئر ایڈمرل فاضل جنجوعہ	خوراک وزراعت اور امداد باہمی
13- جاوید ہاشمی	ثقافت اور سیاحت

وزرائے مملکت

1- حمید ڈی حبیب	فروغ برآمدات
2- محمود علی	کونسل برائے سماجی بہبود

صدارتی مشیر

1- جسٹس محمود الرحمٰن	آئینی امور (عہدہ وزیر کے مساوی)
2- آغا شاہی	امور خارجہ
3- معظم علی	سمندر پار ممالک میں پاکستانیوں کے امور
4- حکیم محمد سعید دہلوی	طب
5- بیگم وقارالنساء نون	چیئرمین پاکستان ٹورازم کارپوریشن

6- ڈاکٹر محمد افضل — اعلیٰ تعلیم
7- ڈاکٹر ایم اے قاضی — سائنس و تکنیکی تحقیق
8- عبداللہ خلجی — اعزازی مشیر مذہبی امور تقرری

9 فروری 1980ء کو قبائلی عمائدین اور بلدیاتی کونسلروں سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"بین الاقوامی حمایت بے شک اپنی جگہ بڑی اہم اور مفید ہے لیکن تاریخ عالم اور ہماری اپنی تاریخ کا ناقابل تردید سبق یہ ہے کہ قوموں کو اپنی آزادی اور سالمیت کا دفاع ہمیشہ خود ہی کرنا پڑتا ہے جب آزمائش کا وقت آتا ہے اور آزادی اور غلامی کی سرحدیں سمٹنے لگتی ہیں تو جو چیز قوموں کو سرخرو اور سربلند کرتی ہے وہ ان کا اپنا حوصلہ' اپنی قوت اور اپنا جذبہ مدافعت ہوتا ہے۔"

2 اور 3 مارچ کو کالعدم سیاسی جماعتوں کے راہنماؤں سے افغان مسئلے پر مذاکرات کئے گئے۔ 23 مارچ 1980ء کو یوم پاکستان کی پریڈ سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"یہ الگ خطہ ارض ہم نے اس لئے حاصل لیا تھا کہ ہم یہاں اپنی زندگی اسلامی اصولوں اور قدروں کے مطابق ڈھال سکیں ہم نے اس سرزمین کو اس لئے اپنا وطن بنایا تھا کہ یہاں احکام خداوندی کا بول بالا ہو یہاں بسنے والوں کے لئے اس کے حبیب پاکؐ کی سنت مشعل راہ ہو۔ گویا ہمارا انفرادی اور اجتماعی کردار اس شریعت کے تابع ہو جو خدائے بزرگ و برتر نے اپنے آخری پیغمبر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم کے ذریعہ بنی نوع انسان تک پہنچائی ہے"۔

27 مارچ پاسنگ آؤٹ پریڈ (کاکول) سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"میرے عزیزو! آپ نے ایک ایسے شعبے کا انتخاب کیا ہے جس میں رزق حلال ہی نہیں عزت و احترام بھی ہے۔ ملک کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کے دفاع کی ذمہ داری آپ کو خوش قسمت لوگوں کی صف میں کھڑا کر دیتی ہے۔

20 جون 1980ء کو زکوٰۃ و عشر کے آرڈیننس کا نفاذ کیا گیا' جس کے تحت بنکوں میں جمع شدہ رقوم پر 2 /1-2 فیصد کے حساب سے زکوٰۃ کا منہا کرنے کا حکم دیا گیا اور ملک میں 32 ہزار زکوٰۃ کمیٹیاں مقرر کی گئیں۔ زکوٰۃ کی ادائیگی میں آسانی پیدا کرنے

کے لئے 29 اکتوبر 1980ء کو اس آرڈی نینس میں ترمیم کر کے لچک پیدا کی گئی۔

2 ستمبر 1980ء کو مشائخ کنونس اسلام آباد میں افتتاحی تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں اسلام کا نظام حیات قائم کرنا صرف میرا کام نہیں ہے مجھے اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہے مگر اسلام یہاں اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک مشائخ عظام اور علمائے کرام اس کے لئے اتنی ہی جدوجہد نہیں کریں گے جتنی کہ پاکستان بنانے کے لئے کی گئی تھی۔"

یکم جنوری 1981ء کو بنکوں سے سودی نظام ختم کرنے کا اعلان کیا۔

صدارتی کابینہ

اس کابینہ کے لئے صدر مملکت نے چار اہم مقاصد متعین کئے جو یہ ہیں

1- نفاذ اسلام کے اقدامات کو تیز کرنا
2- ملک میں جمہوریت کی بحالی کے لئے فضا سازگار بنانا
3- اقتصادی بحالی کا عمل جاری رکھنا
4- لوگوں کے مصائب کو دور کرنا

صدر: جنرل محمد ضیاء الحق

وزراء

1- آغا شاہی	امور خارجہ
2- ظفر اللہ	اطلاعات
3- غلام اسحاق خان	خزانہ
4- محی الدین بلوچ	مواصلات
5- الٰہی بخش سومرو	صنعت
6- غلام دستگیر خاں	محنت، افرادی قوت
7- لیفٹیننٹ جنرل سعید قادر	پیداوار

8- میجر جنرل (ریٹائرڈ) جمالدار	امور کشمیر و شمالی علاقہ جات
9- وائس ایڈمرل محمد فاضل جنجوعہ	خوراک و زراعت
10- الحاج محمد عباس خاں عباسی	مذہبی امور
11- محمد علی خاں ہوتی	تعلیم
12- میجر جنرل راؤ فرمان علی	پٹرولیم و قدرتی وسائل
13- محمود اے ہارون	امور خارجہ
14- راجا سکندر زمان	پانی اور بجلی
15- سید شریف الدین پیرزادہ	اٹارنی جنرل
16- سید فخر امام	لوکل گورنمنٹ و دیہی ترقی
17- میر علی احمد تالپور	دفاع
18- ارباب نیاز محمد خاں	ثقافت و سیاحت
19- ایئرمارشل انعام الحق	ہاؤسنگ و تعمیرات
20- صاحبزادہ یعقوب علیخاں	امور خارجہ

وزرائے مملکت

1- محمد علی	چیئرمین نیشنل کونسل آف سوشل ویلفیئر
2- ظفر اللہ خاں جمالی	خوراک و زراعت
بیگم عفیفہ ممدوٹ	سماجی امور

مشیر

1- حکیم محمد سعید	طب
2- شیخ عشرت علی	بزنس کوارڈی نیشن

3- مصطفیٰ گوکل	جہازرانی
4- بیگم وقارالنسا نون	سیاحتی کارپوریشن
5- ڈاکٹر ایم اے قاضی	سائنس اینڈ ٹیکنالوجی
6 ڈاکٹر بشارت جذبی	صحت
7 ڈاکٹر محمد افضل	اعلیٰ تعلیم

24 مارچ 1981ء کو عبوری آئین کا حکم نافذ کیا گیا۔ جس کے تحت ججوں نے اپنا حلف اٹھایا۔ 24 دسمبر 1981ء کو 350 ارکان پر مشتمل وفاقی مجلس شوریٰ قائم کی گئی۔ 11 جنوری 1982ء کو ملک کی پہلی نامزد پارلیمنٹ (مجلس شوریٰ) کے اجلاس سے خطاب کیا۔

5 فروری 1983ء کو وفاقی مجلس شوریٰ کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔
"حکومتیں اصولوں کی بناء پر قوم کی رہنمائی کے لئے قائم ہوتی ہے' قوم کے ردعمل سے گھبرا کر غلط طریقہ کار کو نہیں اپناتیں۔"

مارچ 1983ء میں غیر جانبدار سربراہ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔
"پاکستان اور بھارت کے درمیان تعلقات خوشگوار بنانے اور بہتر مفاہمت پیدا کرنے کے لئے مسئلہ کشمیر کا کوئی پر امن اور منصفانہ حل تلاش کرنا ضروری ہے۔ دونوں ملکوں کو شکوک و شبہات کی زنجیریں توڑ دینی چاہئیں جس کی وجہ سے وہ ماضی میں باہم خوشگوار تعلقات قائم نہیں کر سکے"۔

12 اگست 1983ء کو ضیاء الحق نے اپنے انتخابی منصوبے کا اعلان کیا جو اٹھارہ ماہ پر محیط تھا ایم آر ڈی نے اسے مسترد کر دیا اور ان کے خلاف تحریک چلائی۔

اکتوبر 1983ء میں دوسری مرتبہ بلدیاتی انتخابات منعقد کروائے گئے جنوری 1984ء میں اسلامی کانفرنس کی تنظیم سے کاسابلانکا میں خطاب کرتے ہوئے کہا۔
"پاکستان اسلام پر مکمل یقین رکھتا ہے اور اسے اسلامی کانفرنس کے تمام رکن ممالک سے بھی اسی قسم کی توقع ہے پاکستان عرب اور عجم کی تفریق کا قائل نہیں کیوں کہ یہ ملک قائم ہی اسلام کے نام پر ہوا۔ اسلامی کانفرنس کی تنظیم میں عرب لیگ کی

تقلید کی باتیں نہیں ہونی چاہئیں۔ کیوں کہ ایسا تصور اسلام کے اصولوں کے منافی ہے اگر ہم مسلمان ہیں تو ہماری زندگی اور موت بھی اسلام کے لئے ہونی چاہئے۔"

12 مارچ 1984ء کو پشاور کے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"کئی کوتاہ اندیش اور ناشکرے لوگ پوچھتے ہیں کہ پاکستان میں کیا ہے؟ میں ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ پاکستان نے ہمیں ایک انفرادیت اور شناخت دی ہے پاکستان نے ہمیں عزت اور محفوظ چادر اور چار دیواری دی ہے پاکستان نے ہمیں عزت سے دو وقت کی روٹی دی ہے اگر آزادی کی قدر پوچھنی ہے تو ان کروڑوں مسلمانوں سے پوچھیں جو غیر مسلموں کی اکثریت تلے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ افغانستان کے ان غیور باشندوں سے پوچھیں جو آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ ان افغان مجاہدین سے پوچھیں جو آپ کی میزبانی کے باوجود بے کسی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان فلسطینی مجاہدین سے پوچھیں جو اپنے وطن عزیز کے لئے برسوں سے قربانیاں دے رہے ہیں۔"

10 مئی 1984ء کو موتمر عالمی اسلامی کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"قادیانیوں کے سامنے دو راستے ہیں یا تو وہ اسلام قبول کر لیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیں یا پھر اقلیت بن کر رہیں۔" یکم جولائی 1984ء کو سودی نظام کے مکمل خاتمے کا اعلان کیا 14 اگست 1984ء کو نظام صلوٰۃ قائم کرنے کا حکم دیا۔ جنوری 1988ء چیف الیکشن کمیشن کی زیر نگرانی قومی اسمبلی کی 237 اور صوبائی اسمبلیوں کی 460 نشستوں پر غیر جماعتی عام انتخابات کرانے کا اعلان کیا گیا۔

یکم جولائی 1984ء کو سودی نظام کے مکمل خاتمے کا اعلان کیا 14 اگست 1984ء کو نظام صلواۃ قائم کرنے کا حکم دیا۔ 12 جنوری 1988ء کو چیف الیکشن کمیشن کی زیر نگرانی قومی اسمبلی کی 237 اور صوبائی اسمبلیوں کی 460 نشستوں پر غیر جماعتی عام انتخابات کرانے کا اعلان کیا گیا۔

25 اکتوبر 1984ء کو پنجاب صوبائی کونسل کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے

کہا۔

"پاکستان کے ساڑھے آٹھ کروڑ عوام تنکے نہیں کہ ایک پھونک سے ادھر ہو گئے ایک سے ادھر، ہم خود دار قوم ہیں ہم اپنی آزادی کا تحفظ کرنا جانتے ہیں ہم دوسروں کی عزت کرنا بھی جانتے ہیں اور اپنی عزت کروانا بھی۔ ہم اشتعال انگیزی کے حق میں بھی نہیں اور خود مشتعل بھی نہیں ہوتے ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ان دو پڑوسی ممالک میں مثالی رشتہ قائم ہو کیونکہ یہ ہمارے مفاد میں بھی ہے اور ہم سے زیادہ ان کے مفاد میں۔"

یکم دسمبر 1984ء کو ملک میں اسلامی نظام کے لئے 19 دسمبر 1984ء کو ریفرنڈم منعقد کروانے کا اعلان کیا گیا اس ریفرنڈم کے لئے عوام سے سوال کیے گئے کہ

i) آیا موجودہ حکومت کی پالیسیوں کی تائید کرتے ہیں؟

ii) کیا آپ نظریہ پاکستان پر یقین رکھتے ہیں اور اس کے تحفظ کے خواہاں ہیں۔؟

iii) کیا آپ نفاذ اسلام کے عمل کی حمات کرتے ہیں۔؟

iv) کیا آپ اس عمل کو تیز کرنے اور مستحکم بنانے کے حق میں ہیں۔؟

v) کیا آپ 12 اگست 1983ء کے اعلان کردہ پروگرام کی حمایت کرتے ہیں؟

ظاہر ہے کہ کوئی مسلمان مندرجہ ذیل سوالات کا نفی میں جواب نہیں دے سکتا تھا لہذا "ہاں" میں ڈالے گئے ووٹوں کی شرح 71- 97 فیصد رہی۔ اور اپنی بنیاد پر انہوں نے خود ہی پانچ سال کے لئے صدر منتخب ہونے کا اعلان کر دیا 25 فروری 1985ء کو ملک بھر میں قومی اسمبلی اور 28 فروری 1985ء کو صوبائی اسمبلیوں کے غیر جماعتی بنیادوں پر انتخابات کروائے گئے۔ جس میں ملک کی اپوزیشن نے بھی حصہ لیا۔ 2 مارچ 1985ء کو 1973ء کے آئین میں ترمیم کر کے مرحلہ وار شامل کرنے کا اعلان کیا جن اہم ترامیم کا اعلان کیا گیا وہ درج ذیل ہیں۔

1_ قرار داد مقاصد کو 1973ء کے آئین کا حصہ بنایا گیا۔

2_ صدر اور وزیر اعظم کے اختیارات میں توازن پیدا کیا گیا۔

3_ صدر کا انتخاب پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کے سپرد کیا گیا۔

4- صدر کو اختیار دیا گیا کہ وہ وزیراعظم کے مشورے کے بغیر بھی پارلیمنٹ توڑ سکیں۔
5- گورنروں کا تقرر صدر کے دائرہ کار اختیار میں دیا گیا۔
6- ملک میں پارلیمانی نظام حکومت رائج کیا گیا۔
7- وزیراعظم صدر کے مشورے سے وزیر مقرر کریں گے۔
8- صدر مملکت مسلح افواج کے سپریم کمانڈر ہوں گے۔
9- گورنر صدر کے مشورے سے وزیر اعلیٰ نامزد کریں گے۔
10- اسمبلی توڑنے کے بعد سو دن کے اندر اندر انتخابات کرانا ہوں گے۔
11- سینٹ کی مدت چار سے بڑھا کر چھ سال کر دی گئی۔
12- امیدواروں کی اہلیت کے معیار کو آئین کا حصہ بنا دیا گیا۔
13- وزیراعظم کو دو ماہ کے اندر اعتماد کا ووٹ لینا ہو گا۔
14- وزیراعظم صدر کا نامزد کردہ ہو گا۔
15- قومی اسمبلی کے 200 فیصد ارکان کی تائید سے عدم اعتماد کی تحریک پیش کی جا سکے گی۔
16- صدر کو عہدہ کی مدت ختم ہونے سے پہلے نہیں ہٹایا جا سکے گا۔ البتہ بدعنوانیوں کے الزام میں برطرف کیا جا سکے گا۔
17- صدر 45 دن کے اندر پارلیمنٹ کے منظور کردہ بل کی توثیق کرے گا یا واپس بھیج دے گا۔
18- صوبائی خود مختاری کے مسئلے کو نہیں چھیڑا گیا۔ صوبائی اسمبلیوں کے اختیارات بڑھا دیئے گئے۔
19- صدر کو قومی مسئلہ پر ریفرنڈم کرنے کا اختیار دیا گیا۔
20- قومی اسمبلی کو سیاسی جماعتیں بحال کرنے کا اختیار ہو گا۔
21- گیارہ ارکان پر مشتمل قومی سلامتی کونسل قائم کی جائے گی۔ کونسل قومی اسمبلی یا آئین سے بالا تر ادارہ نہیں ہو گا بلکہ اس کی حیثیت مشاورتی ہو گی۔

20 مارچ 1985ء کو سندھ سے قومی اسمبلی کے رکن محمد خان جونیجو کو وزیراعظم نامزد کیا گیا۔

وفاقی وزیر انصاف و پارلیمانی امور نے 30 دسمبر 1985ء کو 1973ء کے آئین میں آٹھویں ترمیم کا بل پیش کیا۔ اسمبلی میں اس پر خاصی بحث و تمحیص ہوئی۔ جس کے بعد آزاد اراکین کے گروپ کے ساتھ سمجھوتے کے نتیجے میں سرکاری گروپ نے اپنے پیش کردہ بل میں بعض تبدیلیاں کیں۔ جس کے بعد آئین میں آٹھویں ترمیم کا بل مجریہ 1985ء اتفاق رائے سے 16 اکتوبر 1985ء کو رات گیارہ بجے منظور کرلیا گیا۔

وزیر انصاف نے ایک ٹیلی ویژن نیوز کانفرنس میں اس ترمیم کے بارے میں پائے جانے والے خدشات دور کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے کہا۔

- " ترمیمی بل کی منظوری سے عدلیہ کو پہلے سے زیادہ اختیارات حاصل ہو گئے ہیں۔
- صدر اور وزیراعظم کے اختیارات میں توازن پیدا ہوا ہے۔
- صوبائی خود مختاری 1973ء کے آئین کے مطابق ہی بحال ہوئی ہے۔
- آئین بدستور پارلیمانی ہے جس میں تمام اختیارات وزیراعظم کے پاس ہیں اور صرف مخصوص حالات کے تحت چند اختیارات صدر کو دیئے گئے ہیں۔ اس کی وجہ انہوں نے صدر کے حلقہ نیابت کا وسیع ہونا بتایا۔ انہوں نے کہا چونکہ صدر مملکت اتحاد اور قومی یک جہتی کی علامت ہے۔ اس لئے صدر مملکت کو چند اختیارات دیئے گئے ہیں اور 1973ء کے آئین میں جو صرف ایک شخص کی ذات کو سامنے رکھ کر بنایا گیا تھا۔ اس طرح تبدیل کر کے قومی ضرورتوں اور تقاضوں کے مطابق بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔"

30 دسمبر 1985ء کو ملک میں مارشل لاء ختم کر دیا گیا اور عوام کے بنیادی حقوق بحال کر دیئے گئے۔

یکم ستمبر 1985ء کو سندھ مدرستہ الاسلام کراچی کے صد سالہ یوم تاسیسی سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"میں قائداعظم کی اس ابتدائی درس گاہ میں کھڑا یوں محسوس کر رہا ہوں کہ میں

قائد اعظم کے حضور کھڑا ہوں اور وہ اپنی بارعب شخصیت کے ساتھ اپنی انگشت شہادت ہماری طرف اٹھائے مجھ سے' آپ سے اور پاکستان کے دوسرے نوکروڑ عوام سے پوچھ رہے ہیں کہ کیا ہم نے پاکستان اسی مقصد کے لئے بنایا تھا جس کی طرف آج کل ہمارا رخ ہے کیا یہی ہماری منزل تھی جس کی طرف ہم آج کل لڑھک رہے ہیں۔ کیا یہی وہ خواب تھا جس کی تعمیر کے لئے مسلمانان ہند نے جنگ آزادی لڑی تھی۔"

23 مارچ 1986ء کو یوم پاکستان مسلح افواج کی پریڈ سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔
"مسلح افواج کو یہ فخر اور امتیاز حاصل ہے کہ انہوں نے ہمیشہ اندرونی انتشار اور بیرونی جارحیت کے خلاف سینہ سپر ہو کر پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کی ہے اور اس مقصد عظیم کے لئے بے دریغ قربانیاں دی ہیں اور آج بھی وہ نو کروڑ عوام کے ہراول دستے کے طور پر ملک کا دفاع کرنے کے لئے پوری طرح تیار ہیں۔"

25 دسمبر 1986ء کو ایک کنونشن میں دانشوروں کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ وہ مل بیٹھ کر سوچ وچار کریں کہ ہمیں "قائداعظم ڈے" کیسے منانا چاہئے اور پاکستان کی قدرو قیمت کس طرح پرکھنی چاہیے جس سے احساس ہو کہ پاکستان کتنی بیش قیمت قربانیوں سے وجود میں آیاہے۔ ملک سے رشوت ستانی' تخریب کاری دولت کی غیر منصفانہ تقسیم' منشیات کے انسداد اور دیگر مسائل کا حل کیا ہو سکتا ہے۔؟

صدر نے شرکاء کو نو گروپوں میں تقسیم کیا اور ہر گروپ کا ایک ترجمان مقرر کیا۔ اس کنونشن میں 165 دانشوروں نے شرکت کی۔ تفصیل یہ ہے۔

گروپ نمبر 1 اے کے بروہی' راجہ افراسیاب' جسٹس جاوید اقبال' جسٹس (ریٹائرڈ) محمد افضل چیمہ' نثار احمد' رضوان احمد اور ظہور الحق۔

گروپ نمبر 2 پروفیسر اے ایچ دانی' ڈاکٹر دلیر خان' ڈاکٹر احسان رشید' ڈاکٹر فرمان فتح پوری' جی اے الانا' حسن بلوچ' پروفیسر شیخ امتیاز علی' حاجی کفایت اللہ خان' ڈاکٹر منظور احمد' مظہرالحق صدیقی' ڈاکٹر محمد افضل' پروفیسر مرزا محمد منور' پروفیسر منیر الدین چغتائی' ڈاکٹر رفیق احمد' پروفیسر خان طاہر خیلی' پروفیسر شریف المجاہد' سی ڈبلیو

ٹرمیلر' ڈاکٹر طاہر حسین' ڈاکٹر وحید قریشی' یوسف طلال علی' ڈاکٹر ظہور احمد اظہر' ڈاکٹر زیڈ اے خلجی اور ضیاء الدین احمد۔

گروپ نمبر3 امان اللہ حسین' عارف نظامی' عبدالقادر حسن' آغا ناصر' فصیح اقبال' حسین حقانی' اشفاق ابن الحسن' انقلاب ماتری' میر خلیل الرحمان' ایم اے زبیری' محمد صلاح اولین' مصطفیٰ صادق' محمد احمد مدنی' مجید نظامی' مقبول شریف' شاہد حسین' قطب الدین عزیز' شبیر حسین شاہ' سلیم گیلانی' زیڈ اے سلہری' ضیاء الاسلام انصاری' عطاء الحق قاسمی' اور امجد اسلام امجد۔

گروپ نمبر4 علامہ عباس حیدر زیدی عابدی' مولانا عبدالرحیم اشرف' مولانا عبدالقادر آزاد' مولانا اسد تھانوی' مولانا عبداللہ خلجی' مولانا ارشاد الحق تھانوی' مولانا معین الدین لکھنوی' صاحب زادہ فیض علی فیضی' مفتی محمد حسین نعیمی' مولانا محمد مالک کاندھلوی' مولانا محمد عبید اللہ' علامہ سید محمد رضی' پیر محب اللہ' علامہ نصیر الاجتہادی' پیر صاحب روح الامین' مولانا صدر الدین الرفاعی' مولانا مفتی سیاح الدین' مولانا سعید الدین شیر کوٹی' سید صادق حسین شاہ عادل' پروفیسر طاہر الحق قادری' قادری جوہری' اور ذکریا کا مدار۔

گروپ نمبر5 عزیز اے ذوالفقار' قاضی عبداللطیف' شہزادہ عالم منو' بی ڈی اداری' میاں فضل حق' قاضی فضل اللہ' فرانسس لوبو' خورشید احمد' مفتی محمد ادریس' پروفیسر محمد شفیع ملی' ملک نعمت اللہ شنواری' سید رفیق محمد شاہ' قاری سعید الرحمان' شاکر حسین' وصی مظہر ندوی' مولانا ظفر احمد انصاری' جمیل جالبی اور مسرت حسین زبیری۔

گروپ نمبر6 پروفیسر عباسی عابدی' ڈاکٹر فخر النساء' نسیمہ بنت سراج' بیگم نثار فاطمہ زہرہ' ڈاکٹر پروین شوکت علی' ڈاکٹر قمر واحد' بیگم شائستہ اکرام اللہ' شاہین عتیق الرحمان' بیگم سلمیٰ احمد' بیگم ثاقبہ رحیم الدین' سلمیٰ خواجہ' بیگم صبوحی شکیل' بیگم یاسمین لاری' بیگم زری سرفراز اور ذکیہ شاہ نواز نیازی۔

گروپ نمبر7 آغا شاہی' جنرل (ریٹائرڈ) محمد اقبال خان' جنرل (ریٹائرڈ) سوار خان' ایئر چیف مارشل (ریٹائرڈ) ذوالفقار احمد خان' ایڈمرل (ریٹائرڈ) کرامت رحمان نیازی' اعجاز اے نائیک' روئیداد خان' لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) اے آئی اکرم' لیفٹیننٹ جنرل

(ریٹائرڈ) اعجاز عظیم' بی اے قریشی' محمد خان اورک زئی' ریاض پراچہ' سلمان علی' سجاد حیدر' بی اعوان اور ایس ایس جعفری۔

گروپ نمبر8 ڈاکٹر اشفاق احمد' اے جے خان' ڈاکٹر امیر محمد' پروفیسر عطاء الرحمان' ڈاکٹر افتخار احمد' ڈاکٹر اعجاز شفیع گیلانی' ڈاکٹر ایم اے قاضی' لیفٹیننٹ جنرل ایم اے زید محی الدین' ڈاکٹر ایم ڈی شامی' ڈاکٹر رشید چودھری' میاں ممتاز علی' حکیم محمد سعید' منیر احمد خان' ڈاکٹر نعیم احمد خان' ڈاکٹر نذر محمد اعوان ڈاکٹر ریاض الدین صدیقی ڈاکٹر ایس ایچ مجتبیٰ' سلیم محمود' ڈاکٹر صالح میمن' ڈاکٹر سلیم الزمان صدیقی اور حکیم ظہیر۔

گروپ نمبر9 عبداللہ جمال دینی' علی محمد راشدی' ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی' بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) گلزار احمد' غلام مصطفیٰ قاسمی' غلام ربانی آگروی' جمیل الدین عالی' محمود احمد غازی' میر مٹھا خان مری' مولانا محمد بخش مسلم' مولانا محمد متین ہاشمی' ڈاکٹر این اے بلوچ' ڈاکٹر نواب حیدر نقوی' پروفیسر پریشان خٹک' رانا صفدر جنگ' سراج منیر مفتی زین العابدین اور سید ضمیر جعفری۔

25 دسمبر 1986ء کو نوگروپوں کے ترجمانوں نے صدر سے اپنے اپنے گروپوں کی سفارشات پیش کیں اور مشترکہ طور پر یہ رائے دی کہ حقیقی پارلیمانی جمہوریت کی بحالی اور شریعت کا مکمل نفاذ واحد حل ہے۔ انتخابات کے موجودہ طریق کے تحت اہل افراد آگے نہیں آسکے لہٰذا جماعتی بنیاد پر مڈٹرم الیکشن کا فوری اعلان کیا جائے۔

7 نومبر 1987ء کو زچہ بچہ بہبود کی تیسری انٹر نیشنل کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"قرآن حکیم اور سنت رسول اللہ علیہ و سلم کی روشنی میں بچوں کی نگہداشت بجا اور جدید سائنسی ترقی کی روشنی میں اس ضمن میں کی جانے والی کوششیں تسلیم لیکن یہ بھی اپنی جگہ ایک اٹل اور تلخ حقیقت ہے کہ آج دنیامیں بہت سے بچے غیر متوازن غذا اور بیماری کے سبب لقمہ اجل بن جاتے ہیں اور بہت سے بچے اس قدر کمزور اور لاغرہیں کہ خوراک کی تقسیم کے مراکز تک نہیں پہنچ سکتے اور دنیامیں لاتعداد بچے ایسے

بھی ہیں جن کے لئے دودھ کا ایک گلاس یا مکھن اور ڈبل روٹی کا نام محض خواب و خیال ہے"۔

جون 1988ء میں شریعت آرڈیننس جاری کیا گیا۔

14 اگست 1988ء کو بھارت کے سابق وزیراعظم مرار جی ڈیسائی کو "نشان پاکستان" کا اعزاز دیا۔ اپنے دور حکومت میں انہوں نے عالم اسلام کو یکجا کرنے کے لئے عراق اور ایران کی جنگ بند کرانے کے سلسلے میں امہ امن کمیٹی کے قیام میں مدد دی اور اسلامی سربراہی کانفرنس کے صدر کی حیثیت سے ان ممالک کا دورہ کیا اور دونوں ملکوں کو جنگ بند کرنے کی ترغیب دی۔

1979ء میں جب روس نے افغانستان میں اپنی فوجیں داخل کر دیں تو انہوں نے اس ملک کی آزادانہ حیثیت کو بحال کرانے کے لئے انتھک سعی کی۔ ہر عالمی فورم میں اس مسئلے کو پیش کر کے دنیا بھر کی حمایت حاصل کی۔ جس کے نتیجے میں اپریل 1988ء میں معاہدہ جنیوا طے ہوا اور افغانستان سے روسی فوجوں کا انخلاء شروع ہوا۔ کیمپ ڈیوڈ سمجھوتہ پر دستخط کرنے کی پاداش میں مصر کو اسلامی کانفرنس کی تنظیم سے علیحدہ کر دیا گیا تھا تو انہوں نے کیسا بلانکا کی اسلامی سربراہی کانفرنس میں اس مسئلے کو اٹھایا۔ چنانچہ مصر کو پھر اس تنظیم کا رکن بنا لیا گیا۔ ان کی اسلامی خدمات کے اعتراف کے طور پر تمام اسلامی ممالک نے انہیں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں عالم اسلام کی نمائندگی کا اعزاز بخشا اور انہوں نے عالم اسلام کے پہلے سربراہ کی حیثیت سے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں تلاوت کلام پاک کا اہتمام کیا اور دنیا کو عالم اسلام کی قوت اور طاقت کو باور کرایا۔انہوں نے عالم اسلام کو جدید سائنسی ٹیکنالوجی سے روشناس کرانے کے سلسلے میں اسلامی ممالک کی تنظیم کے تحت سائنس اور ٹیکنالوجی کے ادارے کے قیام میں مدد دی۔انہوں نے ملک میں اسلامی نفاذ کے لئے پیش رفت کی جس کے نتیجے میں سوڈان' ایران' بنگلہ دیش میں اسے بتدریج رائج کرنے کا اہتمام کیا گیا۔

اپریل 1988ء کو پارلیمنٹ سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"افغانستان کے متعلق آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ آج سے آٹھ سال قبل جب روس نے ایک اسلامی' غیر جانبدار اور چھوٹے سے ملک' افغانستان پر فوج کشی کی

تو اس وقت پاکستان کے سامنے دو راستے تھے۔ ایک راستہ چشم پوشی، پہلوتہی، کنارہ کشی اور مصلحت کوشی کا تھا، یعنی ہم افغانستان کی صورت حال سے اپنے آپ کو لاتعلق رکھتے اور یہ موقف اختیار کرتے کہ افغانستان جانے اور اس کا مقدر، ہمیں کیا پڑی ہے پرائی آگ میں کودنے کی، ہم اپنے گھر میں محفوظ ہیں۔ ہمیں روس کی فوج کشی پر خاموش رہنا چاہیے، جیسا کہ اس علاقے کے بعض ممالک خاموش رہے۔

ہمارے سامنے دوسرا راستہ یہ تھا کہ شترمرغ کی طرح اپنے پروں میں سر چھپا کر حقیقت حال سے چشم پوشی کرنے کے بجائے صورت حال کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیں اور دیکھیں کہ افغانستان میں روس کی فوج کشی سے پاکستان کی سلامتی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں اور ہم پاکستان کے مفادات کی نگہبانی اور تحفظ کے لئے کیا کام کر سکتے ہیں ہم نے سوچا کہ بیسویں صدی عیسوی کے آخر میں، جب انسان تسخیر کائنات کے تجربات کر رہا ہے، اگر ہم نے جنگل کا یہ قانون تسلیم کر لیا کہ جو ملک جس وقت چاہے کسی چھوٹے یا کمزور ملک پر چڑھائی کر دے تو اس کرہ ارض پر چھوٹے ممالک کا زندہ رہنا ناممکن ہو جائے گا اور اگر آج افغانستان پر فوج کشی ہو سکتی ہے تو کل پاکستان کی باری بھی آ سکتی ہے۔ پھر ہماری شمال مغربی سرحدوں کے ساتھ لاکھ ڈیڑھ لاکھ روسی فوجوں کی موجودگی اور افغانستان سے آنے والے تیس لاکھ مہاجرین کی پاکستان میں قدر، اس بات کے واضح ثبوت تھے کہ پاکستان سرحد پار بھڑکنے والی آگ کی تپش سے اپنا دامن نہیں بچا سکتا، چنانچہ ہم نے خوب سوچ سمجھ کر ایک اصولی موقف اپنایا۔ مسلمہ بین الاقوامی اصولوں کی پامالی کا واویلا کیا، اسلامی کانفرنس کے وزرائے خارجہ کا غیر معمولی اجلاس بلوایا، غیرجانبدار تحریک میں آواز اٹھائی، اقوام متحدہ کے دروازے پر دستک دی، دوست ممالک کو پکارا، اخباری انٹرویو دیئے، ہر پلیٹ فارم سے تقریریں کیں اور بالاخر پاکستانی عوام کی تائید اور اللہ کے فضل و کرم سے ہم اپنا موقف واضح کرنے اور بین الاقوامی سطح پر اسے منظور کروانے میں کامیاب ہو گئے جس کا واضح ثبوت اسلامی کانفرنس، غیر جانبدار تحریک اور اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی قرار دادیں ہیں۔ یہ ساری دستاویز جہاں انسان دوستی اور مظلوم کے حق میں صدائے احتجاج کا درجہ رکھتی ہیں۔ وہاں پاکستانی قوم کی اصول پرستی، عزم و حوصلے اور استقامت پسندی

کی بھی واضح دلیل ہیں۔

ہم سے بڑھ کر اگر کسی نے عزم و حوصلے اور استقامت پسندی کا ثبوت دیا ہے تو وہ افغان مجاہدین ہیں جنہوں نے نہایت بے سرو سامانی کی حالت میں جہاد آزادی کا آغاز کیا۔ اس وقت ان کے پاس ٹینک شکن اسلحہ نہ تھا' جدید ہتھیار نہ تھے سٹنگر میزائل نہ تھے مگر حوصلہ تھا' عزم تھا' دین اسلام کی لگن تھی اور جہاد کا ارادہ تھا' آزادی کی تڑپ تھی اور جذبہ ایثار تھا' چنانچہ وہ ڈٹ گئے اور کٹ مرے۔ انہوں نے گھربار کی قربانی دی' بال بچوں کی قربانی دی' اپنے اعزہ کی قربانی دی حتیٰ کہ بارہ لاکھ جانوں کی قربانی دی۔ یہ ان کے ایثار' ان کے عزم اور ان کے خون کا کرشمہ ہے کہ بیسویں صدی کا معجزہ انشاء اللہ رونما ہونے والا ہے۔

اس سلسلے کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ جب افغانستان کا جہاد جاری تھا' روسی فوجیں وہاں تسلط جمانے کے لئے کوشاں تھیں اور پاکستان اپنے اصولی موقف پر ڈٹا ہوا تھا' اس وقت ملک میں جمہوریت کا سورج طلوع ہوا' چنانچہ یہ ایوان معرض وجود میں آیا نمائندہ حکومت بنی اور جمہوری ادارے بنے' عوام کی آواز ایوان اقتدار میں گونجنے لگی تو مسئلہ افغانستان اور پاکستان کی افغان پالیسی کا بھی اس ایوان نے تفصیلی جائزہ لیا اور عوام کے منتخب نمائندوں یعنی اس ایوان نے حکومت کی پالیسی کی تائید کی۔ اس کے اصولی موقف کو اپنایا اور اس وقت تک اس موقف پر ڈٹے رہنے کا فیصلہ کیا جب تک مسئلہ افغانستان کے حوالے سے ہمارے قومی مقاصد پورے نہیں ہو جاتے۔ آپ یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ افغانستان کے حوالے سے پاکستان کے مقاصد کیا ہیں؟

اس سلسلے میں' میں یہ عرض کروں گا کہ ہمارا اولین مقصد یہ تھا کہ افغانستان کے اندر ایسے پر امن حالات پیدا ہوں کہ پاکستان کی سرزمین پر مقیم تیس لاکھ مہاجرین احترام و تحفظ کے ساتھ اپنے وطن کو لوٹ سکیں۔ افغانستان میں پر امن حالت پیدا کرنے کے لئے دو چیزوں کی ضرورت تھی۔ ایک یہ کہ وہاں سے کم از کم مدت میں روسی فوجوں کا انخلاء ہو اور دوسرے انخلاء سے قبل یا اس کے دوران میں ایک ایسی عبوری حکومت کا قیام جس پر افغانستان کے باشندوں کا اعتماد ہو۔ ظاہر ہے موجودہ حکومت جو خاد کے بانی سربراہ اور ایک کٹر کمیونسٹ کی زیر نگرانی قائم ہے اور صرف

اپنے آقا کی پشت پناہی کی وجہ سے باقی ہے، کبھی بھی افغان باشندوں کے لئے نہ تو قابل قبول ہو سکتی ہے اور نہ ہی ان کا اعتماد حاصل کر سکتی ہے۔ ہمارا دوسرا مقصد جس کی تھوڑی سی جھلک میں نے پہلے مقصد میں بھی بیان کی تھی، تیس لاکھ مہاجرین کی عزت و آبرو کے ساتھ وطن واپسی تھا اور تیسرا مقصد افغانستان کا از سر نو ایک آزاد، خود مختار اور غیر جانبدار مملکت کے طور پر ظہور ہونا ہے اور اس میں پاکستان کا کوئی کردار ملوث نہیں۔ یہ تمام کی تمام کارروائی افغان باشندوں کے اپنے ہاتھوں سے ہونی ہے ۔ ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے دو سطحوں پر کام ہوتا رہا ہے۔ ایک عسکری سطح جس نے جہاد افغانستان کی شکل اختیار کی اور اس میں صرف افغانستان کے مجاہدوں اور سرفروشوں نے حصہ لیا اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ دوسری سطح سیاسی تھی جس کا آغاز اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری کی وساطت سے بالواسطہ مذاکرات کی شکل میں ہوا۔ ان دونوں محاذوں پر بیک وقت کام ہوتا رہا ۔

مجھے یہ اعتراف کرنے میں کوئی عار نہیں کہ ہمیں طویل جہاد آزادی یا سیاسی مذاکرات کا عنقریب انجام نظر آرہا تھا۔ تا آنکہ حال ہی میں روس کے سربراہ اور جنرل سیکرٹری گورباچوف نے اچانک دو تین ایسے اقدامات کئے کہ چھ سالہ مذاکرات اچانک آخری مراحل میں پہنچ گئے۔ پہلے انہوں نے اپنے دورہ امریکہ کے اختتام پر واشنگٹن میں ایک پریس کانفرنس میں یہ اعلان کیا کہ روس اپنی فوج ایک مقررہ مدت کے اندر اندر افغانستان سے نکال لے گا اور یہ مدت ایک سال یا اس سے کم ہو گی۔ اس کے چند روز بعد آٹھ فروری کو انہوں نے یہ مدت ایک سال سے کم کر کے دس ماہ تک کر دی۔

مذاکرات کے دوران میں اٹھائے گئے کئی نکات بھی روس نے تسلیم کر لئے مثلاً"۔

1- روس دس ماہ یا اس سے کم مدت میں اپنی افواج افغانستان سے نکال لے گا۔

2- فوج کی واپسی کے پہلے تین مہینوں میں روسی فوج کی پچاس فیصد نفری واپس چلی جائے گی

3 - روس کو اقوام متحدہ کے مبصرین کی تعیناتی پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

یہ ساری بڑی خوش آئند پیش رفت تھی اور یوں لگتا تھا کہ مذاکرات جلد اختتام کو پہنچ جائیں گے، لیکن آخری وقت معاہدہ کے کاغذات کا جائزہ لیا گیا تو یہ سقم نظر آیا کہ معاہدے کے تحت روس تو کابل انتظامیہ کو حسب سابق فوجی مدد دے سکتا ہے، لیکن امریکہ مجاہدین کو مدد دینے کا مجاز نہیں۔ اسے سمٹری کا نام دیا گیا' چونکہ یہ مسئلہ صرف دو سپرپاورز کے درمیان تھا' لہٰذا انہوں نے اس موضوع پر مذاکرات کئے اور کل کی غیر سرکاری اطلاعات کے مطابق دونوں طاقتوں کے درمیان سمٹری پر سمجھوتہ ہو گیا ہے 'یعنی روس اور امریکہ دونوں اپنے اتحادیوں اور گروہوں کو مدد دینے کے مجاز ہوں گے۔

جہاں تک عبوری حکومت کے قیام کا تعلق ہے' روس پہلے اسے جنیوا مذاکرات کا حصہ بنانے پر رضامند تھا' لیکن پھر انہوں نے فوراً" اس چیز کو اس سے نکال کر الگ پھینک دیا' تاہم روس' امریکہ اور مصالحت کنندہ جناب کارڈ ووِیز کی کوششوں سے فقط اس بات پر راضی ہو گیا کہ کارڈ ووِیز اپنی ذاتی حیثیت میں کابل میں عبوری حکومت کے قیام کی کوشش کرنا چاہیں تو روس انہیں پورا پورا تعاون دے گا۔ یہ بھی ہماری نظر میں جنیوا سمجھوتے کی طرف ایک مثبت اقدام تھا۔

اس تفصیل سے آپ کو یہ اندازہ ہو گیا ہو گا کہ 2 مارچ سے 15مارچ 1988ء تک بعض امور ابھی تصفیہ طلب تھے' جن کے طے ہوئے بغیر حکومت پاکستان جنیوا معاہدے پر دستخط کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی تھی' حالانکہ روس کا اصرار تھا کہ 15 مارچ تک دستخط ضرور کئے جائیں اور اگر ایسا نہ ہوا تو 31 مارچ کے بعد حکومت افغانستان سے معاملہ طے کر کے یک طرف طور پر فوجوں کا انخلاء شروع کر دے گا لیکن پاکستان کسی قسم کے دباؤ میں نہ آیا اور اس نے کسی کی مقرر کردہ Deedline کے مطابق Dottedline پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ اب ماشاء اللہ پاکستان کے تمام خدشات دور ہو چکے ہیں اور جنیوا معاہدہ ایسی منزل پر پہنچ چکا ہے کہ اس پر کسی وقت بھی دستخط ہو سکتے ہیں۔ یہ تمام کی تمام کارروائی جناب وزیراعظم محمد خان جونیجو کی سربراہی میں ہوئی اور میں اپنے طرف سے وزیراعظم کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے جس عزم و استقلال کا مظاہرہ کیا ہے' وہ قابل ستائش ہے۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ بھی

وہ اسی طرح اپنی مصمم ارادے پر قائم رہیں گے۔ حکومت جب محسوس کرے گی کہ وقت آگیا ہے تو جناب وزیراعظم کی اجازت سے اس چیز کا اظہار کرے گی کہ کس وقت اس معاہدے پر دستخط ہونے چاہیں۔

جنیوا مذاکرات کے بارے میں افغان مجاہدین کا ایک خاص رویہ رہا ہے ان کے ایما کی شدت کا یہ عالم ہے کہ وہ کسی مصالحت کے لئے تیار نہیں ان کا کہنا ہے کہ جس مذاکراتی عمل میں وہ شامل ہی نہیں رہے، وہ اس کے نتائج کو کس طرح قبول کر سکتے ہیں۔ ان کی یہی خواہش ہے کہ ان کو عسکری امداد ملتی رہے' ان کا جہاد جاری رہے' حتیٰ کہ وہ کابل میں کمیونسٹ حکومت کا تختہ الٹ کر وہاں خالص اسلامی حکومت قائم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں' لیکن اس میں گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ وہ تو حریت پسند ہیں' مجاہد کا جذبہ ایمان جب تک قائم رہے گا' اس کو اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کی طرف سے فتح و نصرت کی نوید ملتی رہے گی' لیکن جہاں تک میں ان کو سمجھ سکا ہوں میری ذاتی دانست کے مطابق مجاہدین سمیت تمام افغان بڑے حقیقت شناس، معاملہ فہم اور زیرک ہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ پاکستان کو سراہیں گے اور اس کے ساتھ پورا تعاون کریں گے' انشاء اللہ تعالیٰ۔

جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے۔ ہم افغان باشندوں کو آڑے وقت میں تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ ہم پچھلے آٹھ سال سے ان کا ساتھ دے رہے ہیں اور اس وقت تک انشاء اللہ دیتے رہیں گے جب تک وہ اطمینان بخش حالات میں اپنے گھروں کو لوٹ نہیں جاتے۔ آخر وہ ہمارے بھائی ہیں ہمارے مہمان ہیں۔ مہمانوں سے آنکھیں کون پھیر سکتا ہے۔

آج پندرہویں صدی ہجری اور بیسویں صدی عیسوی میں لوگ معجزوں پر یقین نہیں رکھتے۔ لوگ یہ بھی کہتے ہیں افغانستان سے روسی افواج کا انخلاء انہونی بات ہے' ناممکن ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے چند ایک اصول بنائے ہیں جو ان کی پیروی کرے گا اس کو اس کا نتیجہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا خالق ہے اور میں نے افغانستان میں، اس جہاد سے یہ سیکھا ہے کہ ہم تو چودہ سو سال پہلے کی بات کرتے تھے، آج پندرہویں

صدی ہجری اور بیسویں صدی عیسوی میں وہ تاریخ دہرائی جا رہی ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے مسلمان مجاہدوں نے لکھی تھی۔

ہمیں اپنی تاریخ سے ضرور واقفیت ہونی چاہیے - چودہ سو سال پہلے کی تاریخ پڑھیئے ہزار سال پہلے کی تاریخ پڑھیئے ، مغلوں کی تاریخ پڑھیئے لیکن اس تاریک کو بھی پڑھیئے جو آپ کے پڑوس میں لکھی جا رہی ہے' کیوں کہ میرے اپنے نقطہ نظر سے ایسی حریت اور جہاد کی مثال اور کسی تاریخ میں کم از کم میرے حقیر علم میں نہیں آئی۔ یہ اللہ تعالٰی کا شکر ہے' اللہ کا احسان ہے کہ اس نے انہیں سرخرو ہونے کے مواقع بہم پہنچائے اور ایک معجزہ ظہور پذیر ہوتا نظر آ رہا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالٰی انہیں کامیابی عطا فرمائے - وہ تمام لوگ جنہوں نے ہمیں اس سلسلے میں مدد دی ہے جس میں اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوئیار ، ان کے نمائندے جناب کارڈوویز ، تمام اسلامی ممالک' تمام یورپی برادری کے ممالک' غیر جانبدار تحریک کے ارکان ، ریاست ہائے متحدہ امریکہ ، چین ، سعودی عرب اور تمام مسلمان ممالک ، ہمارے بہت سے احباب اور بہت سے محسن شامل ہیں ، ہم ان سب کے شکر گزار ہیں۔"

14 اپریل 1987ء میں افغانستان کے مسئلے پر جنیوا میں معاہدہ طے پایا 29 مئی 1988ء کو وزیر اعظم محمد خان جونیجو کی حکومت کو برطرف کر دیا گیا اور ان کی کابینہ اور قومی اسمبلی کو توڑ دیا گیا۔ ضیاء الحق نے نگران حکومت کے قیام کا اعلان کیا۔

17 اگست 1988ء کو ضیاء الحق فوجی یونٹوں کے معائنہ کے سلسلہ میں بہاولپور کے دورہ پر تھے واپسی پر ان کے طیارے C- 130 کو حادثہ پیش آگیا۔ جس سے وہ بمعہ جائنٹ چیف آف آرمی سٹاف جنرل اختر عبدالرحمٰن - چار دوسرے جرنیل امریکی سفیر آرنلڈ رافیل اور امریکی بریگیڈیئر جنرل واسم مائیک سمیت 30 سینئر اور جونیئر فوجی افسران موت کی آغوش میں چلے گئے (انا للہ و انا الیہ راجعون) 20 اگست 1988ء کو ہفتہ کے روز پورے قومی اور فوجی اعزاز کے ساتھ ضیاء الحق کو فیصل مسجد اسلام آباد کے احاطہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

ان کی زندگی میں بدھ کے روز کو خاص اہمیت رہی۔ ذوالفقار علی بھٹو کو 14 اپریل 1979ء بروز بدھ پھانسی دی گئی۔ ملک میں 19 دسمبر 1984ء کو بدھ کے روز ریفرنڈم

کرایا گیا جس کے بعد وہ پانچ سال کے لئے صدر منتخب ہوئے۔ سینٹ کے عام انتخابات کا اعلان 27 فروری 1985ء کو بروز بدھ کیا گیا' 16 نومبر 1987ء کو بدھ کے روز انتخابات منعقد کرانے کا اعلان کیا گیا۔ وہ 17 اگست 1988ء کو فضائی حادثے میں بدھ کے روز ہی جان بحق ہوئے۔ ان کی اچانک موت پر مراد جی ڈیسائی سابق وزیراعظم بھارت نے کہا کہ "ضیاء الحق شخصی طور پر بہت اچھے آدمی تھے' ایک کامیاب اور ماہر سیاست دان' انہوں نے پاکستان کو بہت اچھی خارجہ پالیسی دی۔ پاکستان کو اسلامی حکومت بنانے کا نعرہ بھی ان کی کامیاب سیاست کا حصہ تھا مجھے انہوں نے شخصی طور پر بہت متاثر کیا۔ ایک بار کوریا کے حاکم کی آخری رسوم کے بعد ضیاء کو مجھ سے پہلے واپس جانا تھا' پروٹوکول کی بات تھی۔ وہ صدر تھے اور میں وزیراعظم مگر وہ ان تمام حالات کی پرواہ کئے بغیر میری گاڑی میں بیٹھ کر چلے آئے اچھے سیاست دان تو بہت ہوتے ہیں مگر اچھے انسان اب کم ہوتے جا رہے ہیں" یاسر عرفات سربراہ فلسطین نے کہا کہ مرحوم نے فلسطین کی آزادی اور عالم اسلام کے لئے جو خدمات انجام دیں۔ انہیں فراموش نہیں کیا جا سکتا انہوں نے تمام عمر فلسطین کے عوام کی جدوجہد کی بھرپور حمایت کی اور علاقے میں امن و استحکام کے لئے سرگرم رہے او نلڈ ریگن سابق صدر امریکہ نے کہا کہ "مرحوم صدر ضیاء ہمارے دوست تھے۔ انہوں نے مسئلہ افغانستان کے حل کے لئے پوری کوشش کی" حسین محمد ارشاد (سابق صدر بنگلہ دیش) نے کہا کہ صدر ضیاء الحق نہ صرف بنگلہ دیش کے دوست تھے بلکہ پاکستان کے لئے ایک عظیم رہنما بھی تھے بنگلہ دیش نے ایک خیر خواہ اور مخلص دوست کھو دیا ہے جس کا بنگلہ دیش کے عوام کو بے حد دکھ ہوا ہے۔ ڈیگو کارڈ وویڑ (نمائندہ سیکرٹری جنرل اقوام متحدہ) نے اپنے تاثرات میں کہا کہ "مجھے صدر ضیاء الحق کے ساتھ متعدد بار کام کرنے کا موقع ملا ہے میں اس حقیقت کا شاہد ہوں کہ وہ اپنے ملک کے لئے بے پناہ لگن کے ساتھ کام کرتے تھے اور عالمی امور میں ان کا فہم قابل رشک تھا۔ وہ میرے ذاتی دوست تھے اور میں انہیں کبھی فراموش نہیں کر سکتا" جارج بش (امریکی صدر) نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا کہ "امریکہ اپنے ایک بہترین دوست سے محروم ہو گیا ہے" اردن کے بادشاہ شاہ حسین نے کہا کہ "صدر ضیاء الحق برادر بزرگ تھے ان کی موت عالم اسلام

کا ایک عظیم نقصان ہے ہم اپنے ایک عظیم بھائی سے محروم ہو گئے ہیں " ملکہ الزبتھ نے کہا کہ "پاکستان صدر ضیاء الحق کی وفات سے ایک انتہائی قابل رہنما سے محروم ہو گیا " گیانی ذیل سنگھ (سابق بھارتی صدر) نے کہا "برصغیر ایک عظیم مدبر سے محروم ہو گیا " سابق وزیراعظم برطانیہ مارگریٹ تھیچر نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا کہ "صدر ضیاء نے افغان عوام کی حمایت کر کے پوری دنیا کی حمایت اور تائید حاصل کر لی تھی ان کی موت ایک نازک وقت میں ہوئی " صدر شمالی کوریا کم ال سنگ نے کہا "صدر ضیاء الحق عظیم مدبر تھے ان کی موت کا مجھے اور شمالی کوریا کے عوام کو بے انتہا صدمہ ہوا ہے ہم پاکستان کے عوام اور مرحوم صدر کے پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں " مصر کے صدر حسنی مبارک نے تعزیتی پیغام میں کہا کہ " صدر ضیاء کی موت نے اسلام کا ایک عظیم نقصان ہے "

ان کی وفات کے بعد سینٹ کے چیئرمین غلام محمد اسحاق خان نے 17 اگست 1988ء کو صدر کا عہدہ سنبھالا۔

محمد خان جونیجو

محمد خان جونیجو 18 اگست 1932ء کو صوبہ سندھ کے ضلع سانگھڑ کی تحصیل کھپرو موضع سندھڑی کے زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے کم عمری ہی میں انگلستان چلے گئے وہاں کیمرج یونیورسٹی سے سینئر کیمرج کاامتحان پاس کیا اور اس کے بعد زرعی انسٹی ٹیوٹ ہسٹنگز سے زراعت میں ڈپلومہ حاصل کیا 1954ء میں ضلع کونسل سانگھڑ کے بلا مقابلہ صدر منتخب ہوئے۔ 1962ء میں سانگھڑ سے مغربی پاکستان اسمبلی کے رکن بنے۔ جولائی 1963ء میں مغربی پاکستان کی کابینہ میں تعمیرات' ریلوے' صحت' بنیادی جمہوریت و بلدیات اور محنت و امداد باہمی کے محکموں کے وزیر بنے۔ جولائی 1978ء میں وزیر ریلوے بنے اور 21 اپریل 1979ء کو مستعفی ہو گئے فروری 1985ء میں قومی اسمبلی کے رکن چنے گئے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے انہیں وزیر اعظم پاکستان نامزد کیا۔ 23 مارچ 1985ء کو اس عہدے کا حلف اٹھایا۔ وزارت عظمیٰ کا عہدہ سنبھالتے ہی 10 اپریل 1985ء کو حسب ذیل اراکین پر مشتمل کابینہ تشکیل دی۔

1- حامد ناصر چٹھہ	اطلاعات
2- غلام محمد احمد مانیکا	بلدیات
3- ڈاکٹر محبوب الحق	خزانہ
4- صاحبزادہ یعقوب خاں	امور خارجہ
5- عبد الغفور خاں ہوتی	ریلوے
6- حنیف طیب حاجی	محنت
7- محی الدین بلوچ	مواصلات
8- خاقان عباسی	پیداوار
9- یوسف رضا گیلانی	ہاؤسنگ و تعمیرات
10- میر ظفراللہ جمالی	پانی و بجلی
11- اقبال احمد خان	انصاف و پارلیمانی امور
12- سلیم سیف اللہ	تجارت

13- سید ظفر علی شاہ	صنعت

21 مئی 1985ء کو کابینہ میں مزید سات وزراء کو شامل کیا گیا جن کے نام یہ ہیں۔

14- اسلم خٹک	داخلہ امور
15- قاضی عبد المجید عابد	خوراک
16- یاسین وٹو	تعلیم
17- قاسم شاہ	کشمیر
18- جمال سید میاں	ثقافت و سیاحت
19- نور حیات خان نون	صحت
20- شاہ محمد پاشا کھوڑو	مملکت برائے داخلہ امور
21- نثار احمد خان مبشر	

وزرائے مملکت کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

1- ڈاکٹر عطیہ عنایت اللہ	خاندانی بہبود
2- مقبول احمد	مذہبی امور
3- رائے منصب علی خان	محنت و افرادی قوت
4- زین نورانی	امور خارجہ
5- اسلام الدین شیخ	پیداوار
6- مہر حاجی ترین	زراعت
7- سید قاسم شاہ	امور کشمیر و ریاستی امور

مارشل لاء کے خاتمہ کے بعد نئی کابینہ تشکیل دی گئی جس نے 28 جنوری 1986ء کو حلف اٹھایا' یہ پاکستان کی اس وقت تک سب سے بڑی کابینہ تھی۔ وزراء کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

1- محی الدین بلوچ	تجارت
2- ملک نور حیات خان نون	مواصلات
3- جمال سید میاں	پانی و بجلی

4- محمد اسلم خان خٹک	امور داخلہ
5- سید قاسم شاہ	امور کشمیر
6- میاں یٰسین وٹو	خزانہ
7- صاحبزادہ یعقوب خان	امور خارجہ
8- یوسف رضا گیلانی	ریلوے
9- حامد ناصر چٹھہ	سائنس و ٹیکنالوجی
10- اقبال احمد خان	قانون و پارلیمانی امور
11- غلام محمد احمد مانیکا	سیاحت و ثقافت
12- خاقان عباسی	پیداوار
13- نسیم احمد آہیر	تعلیم
14- چودھری شجاعت حسین	اطلاعات و نشریات
15- نواب مقصود احمد لغاری	محنت
16- سلیم سیف اللہ	ہاؤسنگ
17- قاضی عبد المجید عابد	خوراک و زراعت
18- شاہ محمد پاشا کھوڑو	صحت
19- انور عزیز چودھری	بلدیات
20- ظفر علی شاہ	صنعت
21- حاجی محمد ترین	مذہبی امور
22- حاجی حنیف طیب	پیٹرولیم (نئی وزارت)

13 وزرائے مملکت بنائے گئے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1- سرتاج عزیز	زراعت
2- ابراہیم بلوچ	مواصلات
3- زین نورانی	امور خارجہ
4- رائے منصب علی	محنت
5- مقبول احمد خان	مذہبی امور

6- تسنیم نواز گردیزی	کامرس (نئی وزارت)
7- ناصر بلوچ	تعلیم
8- افسر رضا قزلباش	تعلیم و سماجی بہبود
9- این۔ اے۔ خان	ریلوے (نئی وزارت)
10- یونس الٰہی سیٹھی	صنعت
11- اسلام الدین شیخ	پیداوار
12- مہران خان بجارانی	سپورٹس (نئی وزارت)
13- میر نواز خان مروت	پارلیمانی امور (نئی وزارت)

علاوہ ازیں تین مشیر مقرر کئے گئے جن کے نام یہ ہیں۔

1- ڈاکٹر ایم۔ اے قاضی	سائنس و ٹیکنالوجی
2- سردار غلام محمد خان مہر	پانی و بجلی
3- عطیہ عنایت اللہ	بہبود آبادی

31 دسمبر 1985 کو اپنے پانچ نکاتی پروگرام کے منشور کا اعلان کیا اور کہا کہ "ہم اس پر عمل کر کے قیام پاکستان کے بنیادی مقاصد کی تکمیل کر سکیں گے" اس پروگرام نے چار برسوں میں پایہ تکمیل کو پہنچنا تھا۔ نکات یہ تھے۔

1- پاکستان کی نظریاتی بنیادوں پر ایک مستحکم جمہوری سیاسی نظام کا قیام

2- منصفانہ بنیادوں پر ایک ایسے اقتصادی نظام کا فروغ جس سے بے روزگاری دور ہو اور عوام کی خوشحالی کو یقینی بنایا جا سکے۔

3- ملک سے ناخواندگی دور کر کے قوم کو جدید سائنسی دور کے لئے تیار کرنا۔

4- معاشرے سے بدعنوانی' رشوت اور ناانصافی کو ختم کر کے عوام کو احساس تحفظ اور سستا انصاف فراہم کرنا۔

5- مضبوط قومی دفاع اور ایک غیر جانبدار متوازن خارجہ پالیسی کے ذریعے ملکی وقار اور سالمیت کا استحکام۔

23 مارچ 1986ء کو یوم پاکستان کے سلسلے میں اسلام آباد میں عوام کے نام اپنے پیغام میں اپنی حکومت کی خارجہ پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"خارجہ حکمت عملی کے شعبے میں میری حکومت کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ملکی تحفظ کو یقینی بنایا جائے اور اقتصادی ترقی کے لئے دوست ملکوں کے ساتھ تعاون کیا جائے۔ ہم پاکستان کو بین الاقوامی برادری میں ایک اسلامی جمہوری اور غیر جانبدار ملک کی حیثیت سے باوقار مقام دلانا چاہتے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ ہم نہ صرف اپنی ترقی بلکہ ساری دنیا کے امن و خوشحالی کے لئے بھی بھرپور کردار ادا کریں۔ ہماری خارجہ پالیسی کا دوسرا اہم مقصد برادر اسلامی ملکوں کے ساتھ باہمی تعاون و اشتراک میں اضافہ اور عالم اسلام کے بعض افسوسناک تنازعات کو پر امن طریقوں سے طے کرانا ہے۔ فلسطینی عوام کے حقوق کی حمایت اور بیت المقدس کی بازیابی ہمیشہ ہماری خارجہ پالیسی کے اہم مقاصد رہے ہیں اور جب تک یہ مقاصد حاصل نہیں ہو جاتے ہماری طرف سے ان کی بھرپور حمایت جاری رہے گی۔ اس طرح ہم غیر جانبدار تحریک کے اصولوں کے پابند ہیں اور اس تحریک سے وابستہ رہنا چاہتے ہیں اس سلسلے میں ہم دنیا کے سب ملکوں سے دو طرفہ بنیادوں پر خوشگوار اور دوستانہ تعلقات رکھنا چاہتے ہیں۔ ہماری خارجہ پالیسی کا ایک اور اہم پہلو اس خطے میں تنازعات اور اختلافات کی وجوہات کو دور کرنا اور بقائے امن کی کوششوں میں مکمل تعاون کرنا بھی شامل ہے' لیکن ایسا کرنے میں ہم اس کا خیال رکھتے ہیں کہ ہم کسی سپرپاور کے حلیف نہ بن جائیں لہٰذا ہم فوجی معاہدوں میں شامل ہونے کے بھی مخالف ہیں۔ اس وقت ہمارے لئے سب سے اہم مسئلہ افغانستان سے آئے ہوئے لاکھوں مہاجرین کی باعزت طور پر اپنے وطن واپسی اور افغانستان کے مسئلے کا افغان عوام کی مرضی کے مطابق پر امن' باعزت اور سیاسی حل ہے ہماری خواہش ہے کہ افغانستان کا مسئلہ اقوام متحدہ کی قرار دادوں اور اسلامی ملکوں کی تنظیم کی سفارشات کے مطابق جلد از جلد طے کیا جائے۔ میری حکومت کی یہ کوشش بھی رہی ہے کہ ہمارے پڑوسی ملک بھارت سے عزت و وقار کی بنیادوں پر خوشگوار دوستانہ تعلقات بحال ہو جائیں۔ میری حکومت بھارت

کے ساتھ جموں و کشمیر کے مسئلے سمیت سارے پرانے تنازعات کو اقوام متحدہ کی قرار دادوں اور شملہ معاہدے کی روشنی میں طے کرانے کی خواہش مند ہے' یہاں میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہماری ان پر امن خواہشوں اور کوششوں کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ بھارت اس بارے میں کیا رویہ اختیار کرتا ہے"۔

7 اپریل 1986ء کو لاہور میں ایک جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کہا

" 23 مارچ 1985ء تک ملک میں جو کچی آبادیاں ہیں انہیں آج سے مالکانہ حقوق دے دیئے گئے ہیں اور کچی آبادی کے سو گھر کی جو شرط تھی اسے گھٹا کر چالیس کر دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں شہری آبادی میں پانچ مرلے کی رہائشی سکیم میں اگر کوئی کمرشل جائیداد ہے تو آج سے وہ بھی رہائشی جائیداد تصور ہو گی۔ جو لوگ شہری علاقوں میں ترقیاتی مصارف تین ماہ کے اندر ادا کریں گے تو ان کے آدھے ترقیاتی مصارف معاف کر دیئے جائیں گے "

8 اپریل 1986ء کو اس سکیم پر عملدر آمد شروع کیا گیا اس وقت کے اعداد و شمار میں کل 2050 کچی آبادیاں تھی جو 27912 ایکڑ رقبہ پر مشتمل تھیں اور ان میں 45 لاکھ 40 ہزار نفوس کی آبادی تھی۔

کراچی کی بگڑتی ہوئی صورت حال بالخصوص کراچی کے علاقہ سہراب گوٹھ میں دسمبر 1986ء میں ہونے والے خونریز واقعات کے پیش نظر 20 دسمبر 1986ء کو اس کابینہ نے وزیر اعظم محمد خان جونیجو کو اپنے استعفے پیش کر دیئے تاکہ ملک کی صورت حال کے مطابق بہتر کابینہ تشکیل دی جاسکے کابینہ نے وزیر اعظم پر اعتماد کا اظہار کیا اور آئندہ بھی بھرپور تعاون کی یقین دہانی کروائی' جو وزراء مستعفی ہوئے ان کے نام یہ ہیں۔

1- چودھری شجاعت حسین — اطلاعات و نشریات

2- محمد یٰسین خان وٹو — خزانہ

3- صاحبزادہ یعقوب خان — امور خارجہ

4- محمد اسلم خٹک — داخلہ

5- یوسف رضا گیلانی — ریلوے

6- شاہ محمد پاشا کھوڑو	صحت
7- نسیم احمد آہیر	تعلیم
8- اقبال احمد خان	مذہبی امور
9- وسیم سجاد	انصاف و پارلیمانی امور
10- محمد خاقان عباسی	انصاف و پارلیمانی امور
11- سید ظفر علی شاہ	صنعت
12- انور عزیز چودھری	بلدیات و دیہی ترقی
13- جمال سید میاں	پانی و بجلی
14- غلام احمد خان مانیکا	سیاحت و ثقافت
15- مقصود احمد خان لغاری	محنت و افرادی قوت
16- ڈاکٹر محبوب الحق	منصوبہ بندی کمیشن
17- حاجی میر ترین	سائنس و ٹیکنالوجی
18- قاضی عبد المجید عابد	خوراک و زراعت
19- سلیم سیف اللہ	ہاؤسنگ و تعمیرات
20- قاسم شاہ	امور کشمیر و سرحدی امور
21- حاجی محمد حنیف طیب خان	پٹرولیم
22- یونس الٰہی سیٹھی	صنعت

ان کے علاوہ جن وزرائے مملکت نے استعفے پیش کئے ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

1- رائے منصب علی	محنت و افرادی قوت
2- بیگم افسر رضا قزلباش	خصوصی تعلیم و سماجی بہبود
3- زین نورانی	امور خارجہ
4- مقبول احمد خان	مذہبی امور
5- ناصر بلوچ	تعلیم

6- اسلام الدین شیخ — پیداوار

7- تسنیم نواز گردیزی — تجارت

22 دسمبر 1986ء کو بارہ وزراء اور چار وزرائے مملکت پر مشتمل سولہ رکنی نئی کابینہ نے روالپنڈی میں حلف اٹھایا۔ حلف برداری کی تقریب میں صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق' وزیر اعظم محمد خان جونیجو' سینٹ کے چیئرمین غلام اسحاق خان' قومی اسمبلی کے سپیکر حامد ناصر چٹھہ' ڈپٹی سپیکر وزیر احمد جوگیزئی اور وزیر اعظم کے مشیر راجہ ظفرالحق موجود تھے۔ وزراء کے نام یہ ہیں۔

1- صاحبزادہ یعقوب خان — امور خارجہ

2- میاں یسین وٹو — خزانہ

3- محمد اسلم خٹک — داخلہ

4- نسیم احمد آہیر — تعلیم

5- ابراہیم بلوچ — خوراک و زراعت و امداد باہمی

6- چودھری شجاعت حسین — صنعت

7- قاضی عبد المجید عابد — اطلاعات و نشریات

8- وسیم سجاد — انصاف و پارلیمانی امور

9- چودھری انور عزیز — بلدیات ودیہی ترقی

10- حاجی حنیف طیب — ہاؤسنگ

11- سید قاسم علی شاہ — ریاستیں و سرحدی امور

12- اقبال احمد خان — وفاقی وزیر بے محکمہ

مندرجہ ذیل وزرائے مملکت نے حلف اٹھایا

1- زین نورانی — خارجہ امور

2- نثار محمد خان — ریلویز

3- سردار غلام محمد مہر — صحت

4۔ بیگم افسر رضا قزلباش — سپیشل ایجوکیشن سوشل ویلفیئر ڈویژن

راجہ ظفر الحق وزیر اعظم کے مشیر مقرر ہوئے۔

قومی اسمبلی کے رکن سردار آصف احمد علی نے وزیر اعظم محمد خان جونیجو اور عبدالستار لالیکا کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں درخواست دی جس میں موقف اختیار کیا گیا کہ "محمد خان جونیجو اور عبدالستار لالیکا مسلم لیگ کے رجسٹرڈ ہونے سے قبل مسلم لیگ کے صدر اور سیکرٹری جنرل تھے۔ غیر رجسٹرڈ پارٹی کے رکن ہونے کے پیش نظر وہ قومی اسمبلی کی رکنیت کے اہل نہیں رہے۔ اور یہ نااہلی ختم کرنے کے سلسلے میں حالیہ صدارتی آرڈی نینس غیر آئینی ہے۔ لہٰذا محمد خان جونیجو اور عبد الستار لالیکا کی قومی اسمبلی کی رکنیت منسوخ کی جائے"۔ 14 جون 1986ء کو لاہور ہائی کورٹ نے وزیر اعظم محمد خان جونیجو اور عبد الستار لالیکا کے خلاف اس نااہلی کی رٹ درخواست کو مسترد کر دیا اور کہا "کہ درخواست دہندہ عدالت کو یہ باور کرانے میں ناکام رہے کہ وزیر اعظم محمد خان جونیجو اور عبدلستار لالیکا قومی اسمبلی کی رکنیت کے نااہل ہو گئے ہیں"۔

ان کے دور اقتدار میں 26 مئی 1985ء کو مارشل لاء اٹھانے کے لئے قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔ 2 جون 1985ء کو جنیوا میں پاکستان اور افغانستان کے مابین بالواسطہ مذاکرات کے چوتھے دور کا آغاز ہوا۔ یکم جولائی 1985ء کو خانیوال کو نئے ضلع کا درجہ دیا گیا۔ 27 جولائی 1985ء کو فیصل آباد ریڈیو اسٹیشن کا افتتاح ہوا۔ 11 اکتوبر 1985ء کو 120 میل زیر سمندر تیل کی تلاش کا افتتاح کیا گیا۔ 5 نومبر 1985ء کو چین کےy مدد سے بننے والی واہ چھاؤنی میں گن فیکٹری کا افتتاح کیا گیا۔ 24 نومبر 1985ء کو کراچی میں پریس انسٹی ٹیوٹ کا افتتاح کیا گیا۔ 16 جنوری 1986ء کو ضلع بدین میں پانچ ہزار کھرب مکعب فٹ گیس کے ذخیرہ کی دریافت ہوئی۔ 13 فروری 1986ء کو کراچی میں دادا بھائی سیمنٹ فیکٹری کا افتتاح کیا گیا۔ 24 فروری 1986ء کو رکھنی کے مقام پر تیل اور گیس کے ذخائر دریافت ہوئے۔ 28 فروری 1986ء کو لاہور میں شیخ زید بن سلطان ہسپتال حکومت پاکستان کے حوالے کیا گیا۔ 15 مارچ 1986ء کو وزیر اعظم

راجیو گاندھی کے ساتھ سٹاک ہام میں مذاکرات کئے گئے۔ یکم اپریل 1986ء بہاولپور ائر پورٹ کا افتتاح کیا گیا' 2 اپریل 1986ء کو سارک تنظیم کا افتتاح کیا گیا۔ 7 اپریل 1986ء کو کچی آبادی کے مکینوں کو مالکانہ حقوق دینے کا اعلان کیا۔ 23 مئی 1986ء کو جنیوا میں پاکستان اور افغانستان کے درمیان بالواسطہ مذاکرات کا ساتواں دور ختم ہوا۔ 28 مئی 1986ء کو پارلیمنٹ ہاؤس کا افتتاح کیا گیا' 26 جون 1986ء کو زیارت کو بلوچستان کا ضلع قرار دیا گیا۔ 13 دسمبر 1986ء کو سٹیٹ بنک آف پاکستان لاہور کی عمارت کا افتتاح کیا گیا۔ یکم جنوری 1987ء کو کراچی میں میری ٹائم سیکورٹی ایجنسی کا افتتاح کیا گیا۔ 7 مارچ 1987ء کو حویلیاں میں پہلے راکٹ لانچر کا افتتاح کیا گیا۔ 24 اگست 1987ء کو لاہور کو میٹروپولٹین سٹی قرار دیا گیا۔ 10 اپریل 1987ء کو راولپنڈی میں اوجڑی کیمپ میں بارود کے ذخیرہ کو آگ لگی جس سے 100 سے زائد افراد ہلاک ہوئے۔ ملکی تاریخ میں ایک بہت بڑا سانحہ تھا۔ 350 صفحات پر مشتمل تحقیقاتی رپورٹ 24 اپریل 1987ء کو وزیر اعظم کو پیش کی گئی۔ ان کی صدارت میں سٹیٹ گیسٹ ھاؤس اسلام آباد میں مسئلہ افغانستان پر حزب اختلاف کے راہنماؤں کی کانفرنس 5 مارچ 1988ء کو ہوئی جس میں بے نظیر بھٹو نے بھی شرکت کی۔

صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق نے 29 مئی 1988ء کو آئین کے آرٹیکل 58 کی شق 2- بی کو استعمال کرتے ہوئے کابینہ توڑ دی۔ انہوں نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"چونکہ جن اغراض و مقاصد کے لئے قومی اسمبلی منتخب کی گئی تھی وہ پورے نہیں ہوئے چونکہ ملک میں امن و امان کی صورتحال تشویشناک حد تک خراب ہو گئی ہے جس میں بے شمار قیمتی جانوں اور مال کا نقصان ہوا ہے اور چونکہ پاکستان کے شہریوں کی جان و مال اور عزت مکمل طور پر غیر محفوظ ہو گئی تھی اور پاکستان کی یکجہتی اور نظریہ کو شدید خطرہ لاحق ہو گیا تھا اور چونکہ اخلاق عامہ اس حد تک گر چکا تھا کہ جس کی مثال نہیں ملتی اور چونکہ میری رائے میں ایسی صورتحال پیدا ہو گئی تھی جس میں حکومت پاکستان آئین کے مطابق نہیں چل سکتی تھی اور انتخابات ضروری ہو گئے

تھے۔ اس لئے میں جنرل محمد ضیاء الحق صدر پاکستان اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آرٹیکل (58) کی کلاز (2) بی کے تحت حاصل کردہ اختیارات کے تحت فوری طور پر قومی اسمبلی توڑتا ہوں۔ جس کی نتیجے میں کابینہ بھی ٹوٹ گئی ہے۔ یہ قدم ہمیں جمہوریت کی طرف لے جائے گا۔ تین سال میں نے بڑی گزارشات کیں۔ پارلیمنٹ سے بھی خطاب کیا کہ قوم کو اسلام کی طرف لائیے۔ اب میں یہ اقدامات کروں گا اور کوشش کروں گا کہ آئندہ اچھے لوگ منتخب ہو کر آئیں۔"

اس کے ساتھ ہی محمد خان جونیجو کا دور حکومت ختم ہو گیا۔

محمد خان جونیجو 19 مارچ 1993ء کو دوران علاج لندن میں وفات پا گئے۔ انہیں ان کے آبائی گاؤں سندھڑی میں سپرد خاک کیا گیا۔

بے نظیر بھٹو

بے نظیر بھٹو 21 جون 1953ء کو کراچی میں پیدا ہوئیں۔ ان کے والد کا نام ذوالفقار علی بھٹو اور والدہ کا نام نصرت بھٹو ہے ان کے والد پاکستان کے وزیر اعظم رہے۔

ابتدائی تعلیم کراچی کے لیڈی جینگ کے مشہور نرسری سکول میں حاصل کی بعد میں مری کے بورڈنگ سکول میں زیر تعلیم رہیں۔ اعلیٰ تعلیم راڈ کلفے اور کیلیفورنیا کی یونیورسٹیوں سے حاصل کی۔ انھیں کئی زبانوں پر عبور حاصل ہے۔

دوران تعلیم انہوں نے آکسفورڈ یونیورسٹی میں سیاست میں حصہ لیا اور 1976ء میں یونین کی صدر منتخب ہوئیں۔ باپ کی پھانسی کے بعد ضیاء الحق کے دور میں سیاسی زندگی کا آغاز کیا اور 25 مئی 1979ء کو پیپلزپارٹی کی قیادت سنبھالی۔ ضیاء الحق کے دور میں تقریباً پونے پانچ سال جیل میں یا قید تنہائی میں گزارے۔ 1984ء میں لندن چلی گئیں۔ جہاں انہوں نے دو سال تک جلا وطنی کی زندگی گزاری۔ اس دوران پارٹی کے اہم عہدیدار اور رکن جن میں غلام مصطفیٰ جتوئی' جام صادق' حفیظ پیرزادہ' مولانا کوثر نیازی اور ممتاز بھٹو بھی شامل تھے' پارٹی چھوڑ گئے۔ اپریل 1986ء میں وطن واپس آئیں تو انکا فقید المثال استقبال ہوا۔ انہوں نے ضیاء دور میں اسی ایک ماہ میں کراچی سے خیبر تک بے مثال پر ہجوم جلسے کیے۔ یہاں تک کہ صوبہ بلوچستان کے صوبائی دارالحکومت کوئٹہ میں بھی بڑے شاندار جلسہ سے خطاب کیا۔ 19 مئی 1986ء کو انہیں پاکستان پیپلزپارٹی کا چیئرپرسن چنا گیا۔ دسمبر 1987ء میں آصف علی زرداری کے ہمراہ شادی ہوئی۔ شادی کی اس تقریب میں ایک لاکھ سے زائد لوگوں نے شرکت کی۔ شادی کی تقریب دنیا کی بہترین تقریبوں میں سے ایک تھی۔

نومبر 1988ء کے عام انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی نے قومی اسمبلی کے انتخابات میں 92 نشستیں حاصل کیں۔ ان انتخابات کا نتیجہ اس طرح رہا۔

1-	پاکستان پیپلز پارٹی	92
2-	اسلامی جمہوری اتحاد	54

3- آزاد امیدوار	40	
4- جمعیت العلماء پاکستان	7	(فضل الرحمان گروپ
5- عوامی نیشنل پارٹی	3	
6- پاکستان عوامی محاذ	2	
7- نیشنل پیپلز پارٹی	1	(کھر گروپ)
8- پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی	1	
9- جمعیت العلماء اسلام	1	(درخواستی گروپ)

نتائج کے بعد صدر پاکستان غلام اسحاق خاں نے پاکستان کی تمام سیاسی جماعتوں کے سربراہان سے ملاقاتیں کیں۔ اور بالآخر یکم دسمبر 1988ء کو انہیں وزیر اعظم نامزد کیا۔

بے نظیر بھٹو نے 4 دسمبر 1988ء کو حلف اٹھایا اور اپنی پہلی وفاقی کابینہ ترتیب دی جس میں دس وزراء اور سات وزرائے مملکت کو شامل کیا جن کے نام اس طرح ہیں۔

بے نظیر بھٹو — وزیر اعظم

وفاقی وزراء

1- صاحبزادہ یعقوب علی خان	امور خارجہ
2- اعتزاز حسن	داخلہ' قانون و پارلیمانی امور
3- جہانگیر بدر	ہاؤسنگ' تعمیرات' سائنس و ٹیکنالوجی
4- مختار اعوان	محنت و افرادی قوت سمندر پار پاکستانیوں کے امور
5- مخدوم امین فہیم	مواصلات
6- آغا طارق خان	ثقافت و سیاست
7- راؤ سکندر اقبال	خوراک' زراعت اور امداد باہمی
8- سید فیصل صالح حیات	تجارت' بلدیات و دیہی ترقی

9- سید امیر حیدر کاظمی	صحت، خصوصی تعلیم اور سماجی بہبود
10- محمد حنیف خان	ریاستیں، سرحدی علاقے اور امور کشمیر

وزرائے مملکت:۔

1- کرنل ریٹائرڈ غلام سرور چیمہ	دفاع
2- میر باز محمد خان	ثقافت و سیاحت
3- راجہ شاہد ظفر	پیداوار
4- جاوید جبار	اطلاعات و نشریات
5- خواجہ احمد طارق رحیم	پارلیمانی امور
6- خان بہادر خان	مذہبی و اقلیتی امور
7- احسان الحق پراچہ	خزانہ

اسکے علاوہ درج ذیل چھ وفاقی مشیر بھی مقرر کیے گئے۔

1- راؤ عبدالرشید خان	اسٹیبلشمنٹ
2- وی اے جعفری	خزانہ، اقتصادی امور، منصوبہ بندی و ترقیات
3- اقبال آخوند	نیشنل کورڈی نیشن۔ سلامتی
4- میجر جنرل (ریٹائرڈ) نصیر اللہ بابر	خصوصی معاون
5- خالد احمد خان	افسر بکار خاص برائے کابینہ امور
6- یحییٰ بختیار	اٹارنی جنرل

وزیر اعظم کی حیثیت سے انہوں نے آتے ہی سیاسی قیدیوں کو رہا کر دیا اور اخبارات پر عائد پابندیاں ختم کر دیں۔ سندھ میں سید قائم علی شاہ، سرحد میں آفتاب احمد شیرپاؤ اور بلوچستان میں ظفر اللہ جمالی کو بطور وزیر اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ جبکہ پنجاب میں آئی جے آئی کے سربراہ میاں نواز شریف نے بطور وزیر اعلیٰ حلف اٹھایا۔ 12 دسمبر کو پیپلز پارٹی نے آئی۔ جے۔ آئی سے مل کر غلام اسحاق خاں کو پاکستان کا پانچ سال کے لئے صدر منتخب کیا۔ انہوں نے 29 دسمبر 1988ء کو سارک سربراہ کانفرنس منعقدہ اسلام آباد کی صدارت کی۔ 18 جنوری 1989ء کو پی۔ ایل۔ او کے نمائندے کو سفیر کا درجہ

دینے کا اعلان کیا - 25 جنوری 1989ء کو کوٹ ادو میں گیس ٹربائن پاور سٹیشن کے چار یونٹوں کا افتتاح کیا - ان کے دور حکومت میں جلاوطن جام صادق علی اور نیشنل عوامی پارٹی کے سیکرٹری جنرل واپس وطن آئے۔ 5 فروری 1989ء کو زمین سے زمین تک مار کرنے والے میزائل کا کامیاب تجربہ کیا گیا۔ 11 فروری 1989ء کو مکران میں میزائل کا تجربہ کیا گیا۔ وہ بیجنگ گئیں۔ 22 فروری 1989ء کو شہنشاہ ہیروہیٹو کی آخری رسومات میں شرکت کے لئے جاپان گئیں۔ 27 فروری 1989ء کو فاسفیٹ فرٹیلائز کی فیکٹری کا افتتاح کیا۔

23 مارچ 1989ء کو پہلی وفاقی کابینہ میں توسیع اور ردوبدل کیا گیا۔ ان کی نئی بیالیس رکنی کابینہ میں بائیس ارکان کا تعلق پنجاب سے تھا۔ ان میں سے نو وزراء اور تیرہ وزرائے مملکت تھے۔ اس طرح کابینہ میں مجموعی طور پر پنجاب کی نمائندگی پچاس فیصد سے زیادہ تھی۔ کابینہ میں سندھ کے بارہ' سرحد کے چار' بلوچستان کے دو اور وفاقی دارالحکومت کے ایک وزیر کو شامل کیا گیا۔

وزراء اور ان کے محکمے اس طرح تھے۔

1- بیگم نصرت بھٹو	وزیر بے محکمہ
2- صاحبزادہ یعقوب علی خان	خارجہ
3- اعتزاز احسن	داخلہ
4- مختار اعوان	محنت افرادی قوت وسمندر پار پاکستانیوں کے امور
5- آغا طارق خان	ثقافت
6- سید فیصل صالح حیات	تجارت بلدیات و دیہی ترقی
7- امیر حیدر کاظمی	صحت' خصوصی تعلیم' سماجی بہبود
8- راؤ سکندر اقبال	خوراک
9- جہانگیر بدر	سائنس و ٹیکنالوجی
10- سید غلام مصطفیٰ شاہ	تعلیم
11- ظفر لغاری	ریلوے

12- علی نواز شاہ	صنعت
13- محمد حنیف خان	ہاؤسنگ و تعمیرات
14- خان بہادر خان	مذہبی امور
15- خواجہ طارق رحیم	پارلیمانی امور
16- پرویز علی شاہ	نوجوان امور
17- سید یوسف رضا گیلانی	سیاحت
18- باز محمد کھیتران	ریاستیں اور سرحدی امور
19- فاروق لغاری	بجلی و پانی
20- افتخار گیلانی	قانون و انصاف

وزرائے مملکت

1- کرنل ریٹائرڈ غلام سرور چیمہ	دفاع
2- راجہ شاہد ظفر	پیداوار
3- احسان الحق پراچہ	خزانہ
4- جاوید جبار	اطلاعات و نشریات
5- شہناز وزیر علی	تعلیم
6- ریحانہ سرور	خواتین ڈویژن
7- فاروق اعظم	ریلوے
8- احمد سعید اعوان	صنعت
9- مشتاق اعوان	ہاؤسنگ و تعمیرات
10- حاجی اعوان	مذہبی امور
11- ڈاکٹر محبوب الرحمٰن	خوراک و زراعت
12- طارق مگسی	محنت و افرادی قوت
13- ڈاکٹر شیر افگن	پارلیمانی امور
14- ظفر علی شاہ	پانی و بجلی

15- ڈاکٹر محمودہ شاہ — خصوصی تعلیم و سماجی بہبود
16- بیگم نادر خاکوانی — بہبود آبادی
17- فادر جولیس — اقلیتی
18- شاہنواز جونیجو — بلدیات و دیہی ترقی
19- چودھری قادر بخش — میلہ کھیل
20- سید قاسم شاہ — ماحول و شہری امور

انہوں نے اپریل 1989ء کو پیپلز پارٹی ورکس پروگرام کا پشاور میں افتتاح کیا - 26 اپریل 1989ء کو مرکزی رویت ہلال کمیٹی کی تشکیل نو کی۔ 7 مئی 1989ء کو واشنگٹن میں امریکی کانگریس کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کیا۔ 29 جون 1989ء کو نئی امپورٹ پالیسی کا اعلان کیا - 5 جولائی 1989ء کو برطانیہ کے آٹھ روزہ دورہ پر گئیں۔ ان کے دور حکومت میں 18 اگست 1989ء کو سیاچین کے مسئلہ پر پاکستان اور بھارت کے درمیان مذاکرات ہوئے۔ 13 ستمبر 1989ء کو پاکستان نے ٹینک سازی کی اہلیت حاصل کی۔ 28 ستمبر 1989ء کو امریکہ سے 60 ایف۔ 16 طیاروں کے حصول کے سمجھوتہ پر دستخط ہوئے۔ یکم اکتوبر 1989ء کو پاکستان دوبارہ دولت مشترکہ کا ممبر بنا۔ انہوں نے 17 اکتوبر 1989ء کو کوالمپور میں دولت مشترکہ کے 27 ویں کانفرنس میں شرکت کی۔ 25 اکتوبر 1989ء کو اسلام آباد میں سپریم کورٹ کی نئی عمارت کا افتتاح کیا۔

یکم نومبر 1989ء کو ان کے خلاف قومی اسمبلی میں تحریک عدم اعتماد پیش کی گئی۔ جو ناکام رہی ان کے حق میں 107 ووٹ ڈالے گئے۔ اس موقع پر انہوں نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ:۔

"حکومت ملک میں جمہوریت کے فروغ کے خواہاں تمام محب وطن عناصر سے مذاکرات کے لیے تیار ہے۔ ان کے دل میں تحریک عدم اعتماد پیش کرنے والوں کے خلاف نہ تو کوئی کینہ اور نہ کوئی بری خواہش ہے۔ وہ ہر اس شخص کی عزت کرتی ہیں جو جمہوری روایات کا فروغ چاہتا ہے اور تحریک عدم اعتماد صرف جمہوری طریقہ کار کو کمزور کرسکتی ہے۔ ان کی جماعت ملکی سالمیت اور اتحاد کی علمبردار ہے اور ملک کو خوشحال اور مضبوط

دیکھنا چاہتی ہے۔ حکومت غربت' بیروزگاری اور بدعنوانی کے خاتمے کے لیے اپنے جدوجہد جاری رکھے گی۔ ان کی جماعت نے ایم۔ آر۔ ڈی کے ساتھ جمہوریت کے لیے طویل جدوجہد کی۔ مجھے اس حقیقت کا علم ہے کہ ہمارے ایم۔ آر۔ ڈی کے ساتھی بعض وجوہات کی بنا پر ناراض ہیں۔ میں ہمیشہ ملک میں ہم آہنگی کی فضا دیکھنا چاہتی ہوں ایم۔ آر۔ ڈی کے لیڈروں میں سے ایک کا میں بے حد احترام کرتی ہوں اور انہیں توقع تھی کہ پیپلزپارٹی صدر کے طور پر ان کی حمایت کرے گی ہمیں افسوس ہے کہ پیپلزپارٹی ان کی توقعات پر پورا نہ اتر سکی اور اس نے وسیع تر قومی مفادات کی خاطر قومی ہم آہنگی کو ترجیح دی۔ مولانا فضل الرحمٰن اس لیے ناراض ہیں کہ ان کا شریعت بل قومی اسمبلی میں پیش نہیں کیا گیا جبکہ ان کی جماعت جمیت' علماء اسلام کے ساتھ اس مسئلہ پر بات کرنے کے لیے تیار ہے۔ تحریک عدم اعتماد ہمیشہ تعطل کا باعث بنتی ہے جس کے نتائج خطرناک ہوتے ہیں اپوزیشن کو حکومت کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے جمہوری طریقہ کار کو آگے بڑھانا چاہیے وہ قومی اسمبلی اور حکومت کی سربراہ اس لیے ہیں کیونکہ وہ ایک جمہوری طریقے سے منتخب لیڈر ہیں وہ یہاں کسی حمایت کے نتیجے میں نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا پیپلزپارٹی قومی اکثریت کی حامل واحد جماعت ہے یہی پارٹی ہے جو چاروں صوبوں کو متحد رکھے ہوئے ہے اور لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر رکھا ہے اگر نومبر 1988ء میں قومی انتخابات کے وقت رکاوٹیں پیدا نہ کی جاتیں تو پیپلزپارٹی مزید کئی نشستیں حاصل کرلیتی پھر اپوزیشن واضح اکثریت کی بات نہ کرتی۔ وہ نہ تو ایک علیحدہ قسم کی حکومت بنانے کی کوشش کر رہی ہے اور نہ ہی وفاقی حکومت صوبائی اختیارات واپس لینا چاہتی ہے۔ میں وفاقی حکومت چاہتی ہوں نہ اس سے زیادہ نہ اس سے کم' وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے اختیارات کا واضح طور پر تعین کیا گیا ہے صوبائی حقوق اور اختیارات کے استعمال کا خیر مقدم کیا جائے گا لیکن ان سے تجاوز کرنے کے رجحان پر تنقید ہوگی۔ ریاست میں

لندن چلی گئیں۔ 6 فروری 1993ء کو آصف علی زرداری کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔ لندن سے واپسی پر 18 مارچ 1993ء کو صدر پاکستان غلام اسحاق خان سے دو گھنٹے تک ملاقات کی اور پی۔ ڈی۔ اے کے 41 ارکان اسمبلی کے استعفے پیش کر کے اسمبلی توڑنے کا مشورہ دیا اور اسی روز صدر پاکستان نے رات 11 بجے قومی اسمبلی کو توڑ دیا۔ انہوں نے اس موقع پر ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ موجودہ حالات میں ملک سنگین ترین داخلی اور خارجی حالات سے دوچار ہو چکا تھا۔ ان حالات میں موجودہ حکومت کا قائم رہنا ملک کے لئے خطرہ بنتا جا رہا تھا۔ بھارت پاکستان پر دہشت گردی کے الزامات عائد کر رہا تھا اور بین الاقوامی سطح پر پاکستان کو دہشت گرد قرار دینے کی سازشیں ہو رہی تھیں۔ ان حالات میں عوام کے پاس دوبارہ جانا ضروری ہو گیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے کھلے دل اور ملک اور قوم کے وسیع تر مفاد میں قومی حکومت میں نمائندگی قبول کی ہے اور سردار فاروق لغاری کو قومی حکومت میں بھیجا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ قومی حکومت منصفانہ' غیر جانبدارانہ انتخابات منعقد کرائے گی۔ تاکہ عوام کے حقیقی نمائندے آگے آئیں انہوں نے بتایا کہ کل شام کو ہماری سینٹرل ایگزیکٹو کمیٹی کا اجلاس جاری تھا کہ ایوان صدر سے مجھے ملاقات کرنے کو کہا گیا۔ ہم نے صدر سے صرف ملک کو درپیش بحران سے نکالنے کے لئے بات کی اور پی ڈی اے کے 41 ارکان استعفے دے چکے ہیں۔ ایسے حالات میں موجودہ اسمبلیوں کو چلانا ناممکن تھا۔ اس کا ایک ہی حل تھا کہ عوام سے دوبارہ رجوع کیا جائے۔ حزب اختلاف کی لیڈر نے کہا کہ اے پی سی' پی۔ ڈی۔ اے کے اس اصولی موقف کو تسلیم کیا گیا ہے کہ موجودہ حکومت دھاندلی کی پیداوار تھی' جس نے ملک کو محض دو سال میں ہی دنیا میں تنہا کر دیا اور ملک کے اندر قومی املاک کو چند ہاتھوں میں فروخت کر دیا گیا' تمام ریاستی وسائل پر قبضہ کرنے کی کوشش کی گئی' جہاں تک جمہوریت اور آئین کا مذاق اڑاتے ہوئے اپوزیشن کیخلاف بدترین انتقامی کارروائیں کی گئیں' ان حالات میں حکومت کے قائم رہنے کا کوئی جواز نہیں تھا' کیونکہ وزیراعظم اور صدر کی لڑائی سے پوری دنیا میں ملک کی جگ ہنسائی ہو رہی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ہم صرف ملک میں آزادانہ منصفانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات چاہتے ہیں۔

ریاست کے قیام کو فروغ دیا جا رہا ہے جو ملک کے لیے نقصان دہ ہے۔

ان کی جماعت نے آئی۔ جے۔ آئی سے زیادہ نشستیں حاصل کیں گزشتہ چند ہفتوں سے ان کے پارٹی ارکان اور ان کے خاندانوں کو حکومت کی حمایت کرنے سے روکنے کے لیے ہراساں کیا گیا اور ان پر دباؤ ڈالا گیا لیکن ان ارکان نے بکنے سے انکار کر دیا ایک صوبائی بینک' علیحدہ ٹی وی سٹیشن' علیحدہ واپڈا' وفاقی سرکاری ملازمین پر حملے اور دیگر ایسی کارروائیوں جیسی تحریکیں کشیدگی بڑھاتی ہیں کم نہیں کرتیں۔ پنجاب حکومت کو ایسی انتشار پسندی پر مبنی تحریکوں سے گریز کرنا چاہیے۔ مجھے اس حقیقت پر فخر ہے کہ ہم نے پاکستان سے بدعنوانی کے خاتمہ کے لیے جہاد شروع کیا۔ اپوزیشن کو چیلنج ہے کہ وہ بدعنوانی کا کوئی ایک کیس پیش کرے وہ ایسے معاملے کو عدالت میں لے جائیں۔ انہوں نے کہا کہ افوائیں پھیلانے سے کوئی بات نہیں بنے گی۔

پلیس منٹ بیورو تھوڑے عرصے کے لیے غریبوں اور بیروزگار افراد کو ملازمتیں دلانے کے لیے قائم کیا گیا تھا اور یہاں ملازمتیں بلا امتیاز صوبہ' پارٹی یا گروپ دی گئیں۔ میرے دوروں کے دوران جن افراد نے ملازمتوں کے لیے مجھے درخواستیں دیں ملازمتیں دلانے میں بیورو نے ان کی بھی مدد کی۔ ان کی حکومت کی خارجہ پالیسی کو اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ ہم نے اپنے ذاتی ذرائع سے امریکہ سے مزید 60 ایف۔ 16 طیارے حاصل کئے جبکہ سابقہ حکومت امریکی امداد کے تحت صرف 40 ایف۔ 16 حاصل کر سکی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ان کی حکومت نے سیاچین جیسے مسئلے پر مذاکرات شروع کیے جس کا سابقہ حکومت نے کبھی ذکر نہ کیا اور جس نے اس علاقے کو بیکار قرار دیا تھا رولر بیراج پر بھارت نے سابقہ دور حکومت میں کام شروع کیا تھا لیکن میں نے اسے قومی مفاد کی خاطر رکوا دیا سابقہ حکومت قومی مفادات کے حامل معاملات پر بھی خاموش رہی جیسے بھارت کی طرف سے سلال ڈیم کی تعمیر' نیوکلیر پروسنگ پلانٹ اور پاکستان اور افغانستان

کے درمیان ڈیونڈ لائن پر مجوزہ سمجھوتہ تمام لوگوں کو جمہوریت کے فروغ کے لیے مل کر کام کرنا چاہیے"

6 نومبر 1989ء کو پاکستان کی وزارتی کونسل کے ساتویں اجلاس کا افتتاح کیا گیا 11 نومبر 1989ء کو غلام محمد احمد مانیکا' سید احمد عالم انور اور غلام اکبر لاسی کو بھی کابینہ میں شامل کیا گیا۔ 14 نومبر 1989ء کو چین نے تین سو میگاواٹ کا ایٹمی بجلی گھر دینے کا اعلان کیا۔ 6 فروری 1990ء کو ڈرائی پورٹ کا افتتاح کیا گیا۔ 20 فروری 1990ء فرانس کے صدر متراں پاکستان کے دورے پر تشریف لائے۔ اوران سے ایٹمی توانائی کے مسئلے پرمذاکرات کئے گئے 25 مارچ 1990ء کو علماء مشائخ کانفرنس کا افتتاح کیا گیا۔ یکم جون 1990ء کو پیپلز ٹیلی ویژن ورک کی نشریات کا آغاز ہوا۔ 7 جون 1990ء پریس فاؤنڈیشن قائم کیا گیا۔ 28 جون 1990ء کو اوماڑہا ائرپورٹ کا افتتاح کیا گیا۔ 16 جولائی 1990ء کو پاکستان نے چین کی مدد سے پہلا مصنوعی سیارہ خلا میں چھوڑا۔ 22 جولائی 1990ء کو "کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے" کا نعرہ لگایا گیا۔ 24 جولائی 1990ء کو سندھ میں انٹرنیشنل موہنجوداڑو ائرپورٹ کا افتتاح کیا گیا۔

6 اگست 1990ء کو صدر محمد اسحاق خاں نے آئین کی آٹھویں ترمیم کے تحت حاصل کردہ اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے انکی حکومت کو ختم کر دیا۔ غلام مصطفیٰ جتوئی کو نگران وزیر اعظم نامزد کیا گیا اور آئندہ انتخابات کا اعلان کیا۔ جسکے مطابق قومی اسمبلی کے انتخابات 24 اکتوبر اور صوبائی انتخابات 27 اکتوبر 1990 منعقد ہوئے۔ 3 ستمبر 1990ء کو محترمہ بے نظیر اور انکے دس وزراء کے خلاف ریفرنسز قائم کئے گئے اور ان کے شوہر کو کئی مقدمات میں ملوث کر کے جیل بھیج دیا گیا۔ 10 ستمبر 1990ء کو پی پی پی' تحریک نفاذ فقہ جعفریہ مسلم لیگ (قاسم گروپ) اور تحریک استقلال پر مشتمل پیپلز ڈیموکریٹک الائنس (پی ڈی اے) قائم کیا گیا۔ 24 اکتوبر 1990ء کو ہونے والے انتخابات میں پیپلز ڈیموکریٹک الائنس کو 45 نشستیں ملیں۔ اور قائد حذب اختلاف بنیں۔ 18 نومبر 1992ء کو نواز شریف حکومت کے خلاف لانگ مارچ تحریک شروع کی اور بے مثال جرات کا مظاہرہ کیا۔ اگرچہ یہ تحریک طاقت کے ذریعے دبانے کی کوشش کی گئی لیکن اس کے دور رس نتائج نکلے 1993ء کے اوائل میں وہ علاج کی غرض سے

26 مئی 1993ء کو سپریم کورٹ نے قومی اسمبلی کو بحال کردیا تو دوسرے روز ہونے والے قومی اسمبلی کے اجلاس میں وزیر اعظم نواز شریف پراعتماد کا اظہار کیا گیا تھا محترمہ بے نظیر بھٹو نے اپنا ساتھیوں سمیت واک آؤٹ کیا۔

28 مئی 93ء کو لیاقت باغ میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ صدر کے ساتھ ہیں نہ وزیر اعظم کے ساتھ سیاسی فیصلے کے لئے عوامی عدالت میں آئے ہیں عوام ہی کی عدالت نے ہمیشہ فیصلے دیئے ہیں ہماری اور قوم کی آواز ایک ہے کون سی حکومت رہے گی اور کون سی نہیں یہ فیصلہ عوام کرسکتے ہیں۔ اسی روز مشترکہ پارلیمنٹ کے اجلاس میں پنجاب کا انتظام وفاق کے سپرد کرنے کے لئے پیش کی گئی قرار داد کی مخالفت کرتے ہوئے محترمہ بے نظیر بھٹو کی قیادت میں متحدہ اپوزیشن نے پارلیمنٹ سے مشترکہ واک آؤٹ کیا۔

16 جون 93ء کو قومی اسمبلی میں قومی بجٹ سال 94 - 93 پر محترمہ بے نظیر بھٹو نے کہا:۔

" اب جبکہ حکومت اور اپوزیشن کے درمیان مفاہمت کی کوشش ہو رہی ہے۔ ہمیں دیکھنا ہے کہ وزیر خزانہ نے مفاہمت کو آگے بڑھانے کے لئے کیا بجٹ پیش کیا ہےاور انہوں نے کیا ترجیحات مقرر کی ہیں انہوں نے قومی اسمبلی کو مثبت رخ پر ڈالنے کی بات کی ہے۔ انہوں نے معاشی ترقی کے لئے سات فیصد کا ٹارگٹ مقرر کیا ہے قومی آمدنی کی مساوی تقسیم کا دعویٰ کیا ہے انہوں نے بیرونی امداد پر انحصار کم کرنے کی بات کی ہے سوشل سیکٹر میں بہتری پیدا کرنے اور بجٹ کا خسارہ کم کرنے کا ہدف مقرر کیا ہے وزیر خزانہ نے جن اعلیٰ مقاصد کا ذکر کیا ہے ان سے کوئی ذی شعور انکار نہیں کرسکتا مگر بدقسمتی یہ ہے کہ خالی الفاظ اور جھوٹے وعدے ہیں وزیر خزانہ تیسری مرتبہ بجٹ پیش کرتے ہوئے یہی وعدے اور سبز باغ قوم کو دکھا رہے ہیں اور ہر بجٹ کے بعد بڑی بے رحمی سے اپنے وعدوں کو توڑ دیتے ہیں ہر سال ایک بہانہ یا دوسرا بہانہ ہوتا ہے حقائق کو قوم سے چھپایا جاتا ہے جبکہ ملک کی معاشی حالت بدستور

تباہی کی طرف جا رہی ہے غیر ملکی قرضوں میں اضافہ ہو رہا ہے ملکی قرضے تقریباً دو گنا ہو گئے ہیں بجٹ کا خسارہ اتنا ہو گیا ہے کہ سوشل سیکٹر کی مدوں میں زبردست کمی کردی گئی ہے جس کی وجہ سے معاشی ترقی رک گئی ہے اور بے یقینی کے بادل گھرے ہو گئے ہیں ہم نے راکھ سے چنگاریاں نکالتے سنا ہے 1990ء کی دھاندلی کے انتخابات کی راکھ سے جمہوریت کی چنگاریاں نکل سکتی ہیں اگر اخلاص سے سیاسی استحکام کے لئے کوشش کی جائے اگر انتخابی قواعد کی اصلاح کی جائے اختلاف رائے تحریر، تقریر اور پریس کو آزادای دی جائے وزیر خزانہ نے 26 مئی کے سپریم کورٹ کے فیصلے کو ریلیف قرار دیا اور کہا کہ قوم میں جوش و خروش پیدا ہو گیا ہم سمجھتے ہیں کہ سپریم کورٹ کے فیصلے کے بارے میں جتنی کم بات کی جائے اتنا ہی بہتر ہے ہم کہنا نہیں چاہتے کہ لوگ سر گوشیوں میں کیا بات کرتے ہیں چائے کے کھوکھوں' بس سٹاپوں پر کیا تبصرے ہوتے ہیں۔

انہوں نے کہا فیصلے کے بعد لیاقت باغ کے جلسے میں انہوں نے لوگوں میں فیصلے سے ملنے والا کوئی ریلیف' جوش و جذبہ نہیں دیکھا البتہ امیروں نے اپنے کلبوں میں اس فیصلے سے ملنے والے ریلیف کا جشن ضرور منایا جہاں تک وزیر اعظم کی مفاہمت کی پیشکش کا ذکر ہے اسے انہوں نے خوش دلی اور نیت نیتی سے قبول کیا خدا وزیر اعظم پر مہربان ہے کہ انہیں دوسری مرتبہ موقع ملا مگر ابھی انہوں نے موقع سے فائدہ اٹھانا ہے وہ وزیر اعظم کی پیشکش پر شک نہیں کرتیں مگر صورتحال یہ ہے کہ قائد حزب اختلاف کے فون ٹیپ کئے جاتے ہیں بیورو کے اہلکار آج بھی ان کا پیچھا کرتے ہیں اور نقل و حرکت نوٹ کرتے ہیں ان کی ڈاک کو سنسر کیا جاتا ہے جمہوریت کا دعویٰ کرنے والی حکومت کے لئے یہ مناست نہیں ایک امریکی صدر ٹیپ کرنے کے الزام میں اپنا عہدہ کھو بیٹھا اگرچہ ہم امریکہ میں نہیں مگر جب ہم جمہوریت کا دعویٰ کرتے ہیں ہمیں ایسی باتوں سے اجتناب کرنا چاہئے یہی نہیں اپوزیشن ارکان کے خلاف یکطرفہ انتقام پر مبنی ریفرنس اب بھی قائم ہیں اگر ہم بھی نگران حکومت کے دور میں ریفرنس دائر کرتے تو آج ہمارے ریفرنس بہت سے واپس لے لئے جاتے ہمیں فخر ہے کہ ہم نے نگران حکومت کو ریفرنس دائر کرنے کے مشورے نہیں دیئے وہ افسر جنہوں نے پیپلز پارٹی

حکومت کے دور میں احکامات پر عمل کیا کواوایس ڈی بنا دیا گیا گولڈ میڈلسٹ اور فرسٹ کلاس سرکاری ملازمین جنہیں پیپلز پارٹی دور میں بھرتی کیا گیا تھا وہ آج بھی معطل ہیں سیاسی انتقام کے طور پر اپوزیشن کے خلاف مقدمات بد ستور قائم ہیں پیپلز پارٹی دور میں دیئے گئے قرضے آج بھی انتقامی طور پر زیر التواء ہیں تاکہ اپوزیشن ارکان کو مالی طور پر ہراساں کیا جائے اس کی ایک مثال سابق وزیر تعلیم ہیں جنہیں پیپلز پارٹی چھوڑنے پر مجبور کیا گیا انہوں نے کہا کہ دسمبر 1990ء میں کچن کا بینہ کے ایک وزیر کے ذریعے انہیں پیغام ملا تو انہوں نے جواباً کہا تھا کہ مفاہمت کا ایک بڑا معاہدہ کیا جائے جس میں آٹھویں ترمیم کا خاتمہ بھی شامل ہو مگر اس وقت ان کے لئے آٹھویں ترمیم بڑی اہم تھی اس وقت کسے یقین تھا کہ یہی آٹھویں ترمیم ان کے بھی خلاف استعمال ہو گی۔

1990ء کے انتخابات میں جب ون ٹو ون مقابلہ تھا صدر فوج اور آئی جے آئی اکٹھے تھے اس وقت بھی پیپلز پارٹی نے آئی جے آئی سے صرف دو ہزار ووٹ کم لئے تھے یہ دیکھتے ہوئے حکومت کے پاس صرف یک نکاتی پروگرام تھا کہ کسی نہ کسی طرح پیپلز پارٹی کو کرش کریں۔ اس وقت یہ سوچ تھی کہ روم جل جائے سب کچھ تباہ ہوجائے مگر پیپلز پارٹی کی بات نہ مانی جائے۔ میں ان لوگوں سے مخاطب ہوں جو پیپلز پارٹی کو کرش کرنا چاہتے تھے۔ کہ ابھی دنیا میں کوئی ٹینک کوئی طیارہ کوئی ہتھیار نہیں بنا جو عوام کی مرضی کو کرش کر سکے لوگوں کو اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ میں پیپلز پارٹی کے کارکنوں کو سلام کرتی ہوں، بچے بوڑھے، جوانوں کو سلام کرتی ہوں جنہوں نے پیپلز پارٹی کی حکومت کے خاتمے سے لانگ مارچ تک مصائب جھیلے صعوبتیں برداشت کیں مگر پیپلز پارٹی کے پلیٹ فارم پر جدو جہد جاری رکھی میں ان لوگوں کو بھی سلام پیش کرتی ہوں جو سندھ بلوچستان سرحد پنجاب سے اسلام آباد پہنچے اور انہوں نے نئے انتخابات اور قومی حکومت کا مطالبہ کیا جنہوں نے لاٹھی چارج اور آنسو گیس کی بھی پرواہ نہیں کی مگر اپنے عزم سے پیچھے نہیں ہٹے یہی لوگ جرات مند کہلاتے ہیں قانونی فیصلوں سے سیاسی حقیقتوں کو چھپایا نہیں جا سکتا، ایسے قوانین کا کوئی فائدہ نہیں جو قابل عمل نہ ہوں، ایسے سیاسی اداروں کا کیا فائدہ جو

جمہوریت کو قبول نہ کریں' ایسی بجٹ تقریر کا کیا فائدہ جو معیشت کو زندگی نہ بخشے۔
اب بھی وقت ہے اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے جمہوریت کو مضبوط بنایا جائے اور
قانون کی بالادستی قائم کی جائے لاہور ہائیکورٹ کے فیصلے کا انتظار نہ کیا جائے کہ
پنجاب ساتھ ہے یا نہیں۔ عدالت کا فیصلہ خواہ کچھ بھی ہو یہ ایک قانونی فیصلہ ہوگا جو
سیاسی بحران کو حل نہیں کر سکے گا۔ بلا شبہ جب سے سپریم کورٹ کا فیصلہ آیا ہے
کشیدگی میں اضافہ ہوا ہے' بے یقینی کی فضا ختم نہیں ہوئی ارکان پنجاب اسمبلی کو
کوسٹروں میں بھر کر ہوٹلوں میں چھپایا جا رہا ہے سرکاری ملازمین کا اغواء ہو رہا ہے
وفاقی حکومت پاکستان کو کیا استحکام بخش سکتی ہے جس کے احکامات اسلام آباد سے باہر
نہیں سنے جاتے کوئی شخص تاریخ کا پہیہ نہیں روک سکتا اور نہ ہی تقدیر کا لکھا ٹال
سکتا ہے۔

جب میں وزیر اعظم تھی تو وزیر اعلیٰ نے کہا تھا کہ وہ اسلام آباد کی وزیر اعظم ہیں
آج قسمت کا چکر چلا ہے کل ہم حکومت میں تھے آج قسمت کا چکر گھوما ہے تو ہم
اپوزیشن میں بیٹھے ہیں کل پھر یہ چکر گھومے گا میں حکومتی بنچوں پر بیٹھے ارکان سے
کہتی ہوں کہ ذاتی و سیاسی مفادات کو بالائے طاق رکھیں آئیں مل کر قومی مفادات کو
پیش نظر رکھیں آیئے پاکستان کو مقدم رکھیں پاکستان ہم سے تقاضا کر تا ہے کہ ہم
سیاسی بحران بے یقینی کو ختم کریں معاشی بد حالی کا مقابلہ کریں۔ پاکستان میں سیاسی نظام
ناکام ہو گیا ہے منشیات اور اسلحہ کی سمگلنگ اور پیسے کی سیاست جمہوریت نہیں ہے۔
آیئے مل کر ایسا سیاسی نظام قائم کریں جس میں غریب مگر پاکستان کے قابل فخر لوگوں کو
اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے کا آزادانہ موقع ملے۔ انہوں نے واضح کیا کہ ریفرنسوں کی
واپسی اور انتقامی کاروائیاں ختم کرنے سے ہی آٹھویں ترمیم منسوخ نہیں کی جا سکتی مجھے
اس بات کی پرواہ نہیں کہ نا اہل قرار دیا جائے۔ میری عزت و احترام لوگوں کے دلوں
میں ہے جن کے حقوق کی جدوجہد کا میں نے عزم کیا ہوا ہے۔ ہم وہ لوگ ہیں جنہیں
گیارہ سالہ آمریت بھی توڑ نہیں سکی ہمیں نااہل قرار دو سزا دو جھوٹے مقدمات چلاؤ
آپ خود ہی شرمندہ ہوں گے آٹھویں ترمیم کا خاتمہ صدر' وزیر اعظم ' پارلیمنٹ اور
اپوزیشن کے درمیان اختیارات کے توازن سے ہی ہو سکتا ہے۔

آیئے ہم آئینی پیکج تیار کریں۔ جس میں خواتین کو صوبوں میں نمائندگی ملے ووٹ دینے کے لئے عمر کی حد 18 سال مقرر کی جائے قبائلی علاقوں میں رائے دہی کا حق دیا جائے۔ شمالی علاقوں کو نمائندگی دینے کے لئے انتخابی قواعد کی اصلاح کی جائے اپوزیشن کو چیف الیکشن کمیشن کی نمائندگی کا حق دیا جائے گورنروں اور چیف جسٹس کی تقرری قائد ایوان اور قائد حزب اختلاف کے مشورہ سے کی جائے' صدر ارکان قومی اسمبلی و صوبائی اسمبلی اور سینیٹروں کی مدت کم کرکے چار سال کی جائے ملک کے بحران کا تین نکاتی حل ہے قومی حکومت بنائی جائے۔

آئینی پیکج تیار کیا جائے اور فوری طور پر اس آئینی پیکج کے تحت انتخابات کرائے جائیں اس کے علاوہ کوئی حل نہیں ہے۔ 1990ء میں حکومت کو صدر، فوج چار صوبوں' سینٹ اور دو تہائی اکثریت کی حمایت حاصل تھی۔ تاریخ کا پہیہ کس قدر تیزی سے گھوما ہے۔ آج حکومت کو صرف سادہ اکثریت حاصل ہے۔ کل ہو سکتا ہے بہت دیر ہوجائے آیئے ہم 21 ویں صدی میں ہم رکاب داخل ہوں آیئے اس سے پہلے کہ مختلف انداز میں ہمیں بوٹوں کی چاپ سنائی دے اسی چاپ نے پاکستان کو دنیا کی برادری میں تنہا کر تھا۔ اور سرحدوں پر خطرات منڈلا رہے تھے۔ یقیناً" ہمارے دشمن ہمیں دست و گریبان دیکھ کر خوش ہوں گے۔ اہم قومی ایشوز فیصلہ طلب ہیں جنہیں سیاسی استحکام اور سمجھوتے کے بغیر حل نہیں کیا جاسکتا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ انتخابات کا کیا فائدہ وہی لوگ واپس آجائیں گے وہ اس مفروضے سے اتفاق نہیں کرتیں۔ ضیاء الحق کا ریفرنڈم دہرایا نہیں جائے گا۔ 85ء کے غیر جماعتی اور 90ء کے دھاندلی کے انتخاب نہیں ہوں گے۔ وہ انتخابات جمہوریت کے ساتھ مذاق تھے جنہوں نے ووٹ کا تقدس پامال کیا البتہ 1988ء کے انتخابات کے نتیجہ میں ایسی حکومت آئی جسے حقیقی معنوں میں عوام کی طاقت حاصل ہوئی تھی عوام کی نمائندہ حکومت پاکستان کو باعزت طریقے سے دولت مشترکہ میں لے گئی پاکستان اور بھارت کے درمیان ایک دوسرے کی ایٹمی تنصیبات پر حملہ نہ کرنے کا معاہدہ ہوا۔ فرانس اور چین سے نیوکلیرپاور پلانٹ حاصل ہوا یہ سب کچھ حقیقی طور پر منتخب حکومت ہی کرسکتی ہے جس کی بین الاقوامی سطح پر پذیرائی ہوتی ہے۔ بجٹ نہ صرف ایک حکومت کے اقتصادی مینجمنٹ کا مظہر ہوتا

ہے بلکہ یہ حکومت کے لئے ملکی حالات کے متعلق عوام کو اعتماد میں لینے کا موقع بھی ہوتا ہے اور یہ نہایت اہم بات ہے کہ قوم کو سچائی سے آگاہ کیا جائے لیکن وزیر خزانہ کی تقریر حقیقت کو کنفیوژ کرنے کی دانستہ کوشش ہے۔

وزیر خزانہ نے کہا ہم نے گزشتہ دو سال میں کچھ ترقی کی ہے ہم اس سے مکمل طور پر اختلاف کرتے ہیں۔ حکومت کی اقتصادی کارکردگی افسوس ناک اور ظالمانہ رہی ہے ہم نے ملکی تاریخ میں کبھی مالیاتی بے ضابطگی اور زرعی خساروں کو اتنے وسیع اور غیر ذمہ دارانہ پیمانے پر نہیں دیکھا حقائق بولتے ہیں حکومت کے شائع کردہ بعض بنیادی اقتصادی حقائق کے مستند ہونے پر آزاد ماہرین معاشیات اور آئی ایم ایف اور عالمی بنک کے ماہرین کو شک ہے اس لئے میں حکومت کے شائع کردہ اعداد و شمار بیان کروں گی جو حکومت کی کمزور کارکردگی اور تباہ کن مستقبل کی نشان دہی کرتے ہیں اگر حکومت نے خود کو مالیاتی نظم و ضبط کا پابند نہیں کیا حکمرانوں نے اپنے کارنامے بڑھا چڑھا کر پیش کئے ہیں۔ گزشتہ سال اقتصادی نشوونما کا ہدف 6e2 فیصد تھا۔ جبکہ خام قومی پیداوار کی اصل نشوونما 3 فیصد ہے جو کہ اس کے نصف سے بھی کم ہے اور گزشتہ 45 سالہ تاریخ میں پست ترین شرح ہے در اصل اگر ہم نے 3e2 فیصد آبادی میں اضافے کو زیر غور لائیں تو یہ منفی گروتھ کا سال رہا۔ قومی اسمبلی کی تحلیل سے 2 ہفتہ قبل وزیر خزانہ نے کہا کہ 5 فیصد گروتھ ریٹ حاصل کیا جائے گا حکومت نے گزشتہ سال ستمبر میں آنے والے سیلابوں اور کپاس کی فصل کی تباہی کا تخمینہ 20 ارب لگایا تھا جو جی ڈی پی کا قریبا" 5e1 فیصد تھا۔ گروتھ ریٹ کے ہدف میں کمی کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو یہ یقین دہانی کرائی جائے کہ اگر سیلاب نہ آتے تو مقررہ ہدف حاصل کرلیا جاتا تاہم انہوں نے کہا کہ نگران حکومت نے ایک مختلف اقتصادی تصور پیش کیا اور جیسا کہ اب وزیر خزانہ نے تسلیم کیا ہے مجموعی گروتھ ریٹ صرف تین فیصد ہے مینو فیکچرنگ گروتھ ریٹ بھی نہایت کم یعنی 6e4 فیصد ہے آئی جے آئی کی حکومت کی زرعی نشوونما کی شرح ہماری ملکی تاریخ کی پست ترین شرح ہے جو کہ منفی 3 فیصد ہے اور اس منفی شرح کا الزام محض سیلابوں پر نہیں تھوپا جاسکتا۔

وزیر خزانہ نے کہا تھا کہ پیداواری گنجائش کی کمی کا باعث لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے

سرکاری شعبے میں مجموعی گنجائش 1600 میگا واٹ تک پہنچنے کی توقع ظاہر کی گئی ہے یہ گنجائش بھی حاصل نہ کی جاسکی کیونکہ واپڈا اپنے وسائل کو بہت سے منصوبوں میں پھیلا رہا ہے۔ علاوہ ازیں وزیر اعظم اور ان کے رفقاء جہاں کہیں با اثر افراد کے مذموم مقاصد کا معاملہ ہے وہاں دائیں بائیں اور مرکز میں ٹھیکوں پر دستخط کر کے ٹھیکداروں کو ادائیگیاں کر رہے ہیں اور حکومت کا کوئی آدمی اس بات کی نگرانی کرنے اور ان منصوبوں کی بروقت تکمیل کو یقینی بنانے کی زحمت نہیں کرتا مظفر گڑھ، لاکڑا اور کوٹ ادو جیسے متعدد میگا پروجیکٹ شیڈولڈ تاریخوں سے مہینوں پیچھے جا رہے ہیں قوم کے اربوں روپے بلاک کردیئے گئے ہیں انہوں نے کہا کہ در اصل یہ اقتصادی سرگرمیوں کے افسوس ناک ریکارڈ کا سال رہا ہے بے نظیر بھٹو نے کہا کہ آئی جے آئی کی حکومت میں دولت چند ہاتھوں میں مرتکز ہوگئی ہے قومی آمدنی کی مناسب تقسیم کے اصول کو پس پشت ڈال دیا گیا قوم نے دیکھا کہ سرکاری صنعتوں کی پرائیوٹائزیشن اور کریڈٹ سہولتوں کی تخصیص منتخب ہاتھوں میں بدل گئی تین کاروباری گروپوں کو دیئے گئے قرضہ جات دماغ کو کھٹکتے ہیں ان قرضوں کا تجزیہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ 1990ء تک اتفاق گروپ کے بینکوں کے اور دیگر تمام قرضے 2 ارب 25 کروڑ 10 لاکھ روپے تھے جب کہ آئی جے آئی کی حکومت بننے کے بعد تین سال کے اندر یہ قرضے دگنے ہو کر 5 ارب 70 کروڑ 40 لاکھ روپے ہوگئے۔ اس رقم میں پنجاب بینک اور کوآپریٹو سے لئے گئے قرضے شامل نہیں ہیں جبکہ شجاعت گروپ کے ذمے قرضوں کی رقم 1990ء میں 50 کروڑ 40 لاکھ روپے تھے جو کہ اپریل 1993ء تک تقریباً" پانچ گنا ہو کر 2 ارب 32 کروڑ 80 لاکھ روپے تک پہنچ چکے ہیں اسی طرح اس سلسلے میں منشاء گروپ کی پیش رفت بھی حیران کن ہے ان کے ذمے قرضوں کی رقم 4 ارب 32 کروڑ 40 لاکھ روپے تک پہنچ چکی ہے اس طرح حکمرانوں اور ان کے دوستوں کے ذاتی مفادات کو ملک کے اقتصادی مفادات پر ترجیح دی گئی اور بینکوں نے جن سے حکمرانوں کے چند خاندانوں نے اور ان کے دوستوں نے بہت زیادہ قرضے لے لئے اقتصادی طور پر نہایت قابل عمل منصوبے مسترد کردیئے۔

انہوں نے کہا کہ جب وزیر خزانہ "دولت کی منصفانہ تقسیم" کا ذکر کرتے ہیں تو

ان سے ان کا کیا مطلب ہے شائدہ وہ "رابن ہڈ" کا ایک نیا قصہ رقم کر رہے ہیں
جہاں صنعتوں کو بڑھانے کے لئے غریبوں کو لوٹا جاتا ہے وزیر خزانہ نے تیسری مرتبہ یہ
کہا کہ بیرونی امداد پر انحصار کم کردیں گے مگروہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں انہوں
نے 3 سال کے اندر اندر اتنے بیرونی قرضے لئے ہیں کہ 1947ء سے لے کر تمام
حکومتوں نے بھی اتنے قرضے نہیں لئے درمیانی اور طویل مدت کے بیرونی قرضے تین
ارب ڈالر تک پہنچ چکے ہیں قرضہ جاتی اخراجات میں 2 ارب 87 کروڑ 20 لاکھ ڈالر کا
اضافہ ہو چکا ہے انہوں نے کہا کہ حکومت نے نہ صرف بیرونی قرضوں کی سطح میں
اضافہ کیا بلکہ بڑی تیزی سے اندرونی قرضے بھی بڑھائے انہوں نے کہا کہ حکومت نے
سماجی شعبے کی ترقی کو بہت ترجیح دینے کا اعلان کیا ہے لیکن مختلف شعبوں کے لئے فنڈز
کی تخصیص اس ترجیح کی عکاسی نہیں کرتی سب سے زیادہ رقم ٹرانسپورٹ اور
مواصلات کے لئے مختص کی گئی ہے جو کہ حالیہ بجٹ میں مشترکہ تعمیروطن اور سوشل
ایکشن پروگرام کے علاوہ ہے جبکہ تعلیم کے شعبے میں ہم آئے سال کی نسبت 1.8 فیصد
کمی کردی گئی ہے انہوں نے کہا کہ بدقسمتی سے وزیر خزانہ نے خواتین کی ترقی کے
لئے مختص رقم میں بھی 5 کروڑ 19 لاکھ کی کمی کردی ہے۔ ریسرچ شماریات اور منصوبہ
بندی کے لئے رقم بھی کم کر دی گئی ہے حالانکہ ان محکموں کو حکومت کے اثر سے
پاک بنیادی اقتصادی اعداد و شمار کی تیاری کے لئے زیادہ رقم کی ضرورت ہے تاکہ
اعداد و شمار کو سیاسی مقاصد کے مطابق نہ ڈھالا جاسکے انہوں نے کہا کہ حکومت کے
اقتصادی ترجیح کے لئے بیان کیا گیا پانچواں ہدف حکومت آمدنی اور اخراجات کو متوازن
کرکے مالیاتی استحکام پیدا کرنا ہے یہ وہ شعبہ ہے جہاں موجودہ حکومت نے پاکستان کو
عظیم ترین نقصان پہنچایا ہے بڑے مالیاتی خسارے تباہی کا نتیجہ ہیں۔

سوال یہ ہے کہ یہ خسارہ اتنے عرصے میں اس ڈرمائی انداز سے کیوں بڑھا اس کی
وجہ فضول اور بے فائدہ اخراجات ہیں لگژری طیارے پر 100 ملین کے اخراجات'
موٹر وے پر 53 ارب اور سرکاری مکانوں کی دوبارہ آرائش پر لاکھوں کے اخراجات
کئے گئے یہ محض چند مثالیں ہیں لیکن یہ مثالیں عیاشی پسند ذہن کی نشان دہی کرتی ہیں
جو ایک غریب قوم کے لئے تباہ کن ہے انہوں نے کہا کہ آمدنی اور اخراجات کے اس

فرق کو پورا کرنے کے لئے اندرونی قرضے 219 ارب تک بڑھا دیئے گئے اور آج وہ قرضے 600 ارب تک پہنچ چکے ہیں جو بیرونی قرضہ جاتی خدمات سے کہیں زیادہ ہیں۔ یہ عیاشی جاری رہی ہے ہمیں بتایا کہ ییلو کیب سکیم ایک نیا طریقہ ہے یہ ایک نیا طریقہ ہے مگر زیادہ خرچ کا زیادہ رقم کے ضیاع کا جس سے کسی کی کوئی مدد نہیں ہوتی صرف اس سکیم پر ہی ملک کے 250 ملین ڈالر خرچ ہوئے ملک کو دیوالیہ کرکے سیاسی نمبر بنانا آسان ہے خرچ کرنا آسان ہے مگر بچانا اور ذمہ داری کا مظاہرہ کرنا زیادہ مشکل ہے انہوں نے کہا کہ حکمرانوں نے قوم کے لئے یہ مثال قائم کی ہے کیا کوئی رکن اسمبلی اٹھ کر یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ حکومت سادگی کا نمونہ ہے انہوں نے کہا کہ آئی جے آئی حکومت قائم ہونے کے بعد مالیاتی خسارہ 100 ارب روپے سے زیادہ تک پہنچ گیا ہے اور میں نے گزشتہ سال یہی بات کہی تھی جب کہ وزیر خزانہ نے یقین دلایا تھا کہ خسارہ کم کرکے 65 ارب تک لایا جائے گاانہوں نے کہا کہ مالی بے ضا بطگی کا ایک اور پہلو روپے کی سپلائی میں تیزی سے اضافہ ہے وزیر خزانہ کیسے مالیاتی نظم و ضبط کی بات کرکے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہیں جب کہ وہ قریبا" 20 فیصد سالانہ کی شرح سے روپیہ چھاپ رہے ہیں جبکہ ہم نے عزم اور جدوجہد سے کام کیا اور ہمارے دور میں یہ شرح 8 فیصد تھی ہمارے مالیاتی انتظام کا براہ راست نتیجہ یہ تھا کہ افراط زر کو کم کرکے اگست 90 میں 6ء5 فیصد تک لایا گیا جبکہ آئی جے آئی کی حکومت میں یہ 10 فیصد سے بڑھ گئی اور اسے غیر جانبدار معیشت دان دراصل 16 فیصد گردانتے ہیں اگر افراط زر کا یہ سلسلہ جاری رہا تو لاطینی امریکہ کی طرز کا بحران پیدا ہونے کا خدشہ ہے جہاں سے بحالی ممکن نہیں ہوگی"۔

محترمہ بے نظیر بھٹو نے صدر اور وزیر اعظم کی لڑائی سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے نئے انتخابات کے اپنے مطالبہ کو منوانے کے لئے اپوزیشن، حکومت پنجاب اور سرحد کے ساتھ مل کر اپنا سیاسی دباؤ بڑھایا اور اے پی سی کے پلیٹ فارم سے 16 مارچ 1993ء کو اسلام آباد کی جانب لانگ مارچ کا اعلان کردیا چونکہ ملک میں سیاسی فضا خراب ہوچکی تھی اور آئینی بحران پیدا ہوچکا تھا صوبے وفاق سے اپنا تعلق توڑ چکے تھے۔ اس لئے بری فوج کے سربراہ جنرل عبدالوحید نے اپنی شٹل ڈپلومیسی کے ذریعے

محترمہ بے نظیر' وزیر اعظم نواز شریف اور صدر غلام اسحاق خان کے درمیان ایک سیاسی فارمولہ طے کروایا۔ اس سیاسی فارمولہ کے تحت انہوں نے لانگ مارچ ملتوی کرنے کا اعلان کیا۔ اور 18 جولائی 93ء کو وزیر اعظم نواز شریف اور صدر غلام اسحاق خان اقتدار چھوڑ گئے۔ اب 6 اکتوبر کو قومی اسمبلی اور 9 اکتوبر کو صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کا اعلان کیا گیا ہے جن میں پاکستان پیپلز پارٹی محترمہ بے نظیر کی قیادت میں تیسرا الیکشن لڑے گی۔

ان کی تحریر کردہ کتاب Daughter of East نے بڑی شہرت پائی۔

محمد نواز شریف

محمد نواز شریف دسمبر 1948ء میں لاہور میں پیدا ہوئے بی۔ اے گورنمنٹ کالج لاہور سے کیا۔ پنجاب یونیورسٹی سے ایل۔ ایل۔ بی کی ڈگری لی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد صنعتی کاروبار سے منسلک ہوئے اور متعدد کمپنیوں کے منیجنگ ڈائریکٹر اور ڈائریکٹر رہے۔ "اتفاق اسلامک اکادمی" کے نام سے تعلیمی ادارہ قائم کیا جس کا سربراہ ڈاکٹر طاہر القادری کو مقرر کیا' "اتفاق ہسپتال" کے نام سے ایک ہسپتال قائم کیا۔ 1985ء کے عام انتخابات میں لاہور سے قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کے رکن چنے گئے مارچ 1985ء میں اس وقت کے فوجی گورنر لیفٹننٹ جنرل غلام جیلانی نے انہیں وزیر اعلیٰ پنجاب نامزد کیا'ور قومی اسمبلی کی نشست چھوڑ دی۔

29 مئی 1988ء کو جب صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے قومی اسمبلی اور تمام وفاقی صوبائی کابینہ کرپشن کا الزام لگاتے ہوئے ختم کر دیں تو بطور نگران وزیر اعلیٰ پنجاب کام کرتے رہے۔ نومبر 1988ء کے عام انتخابات کے بعد جب بے نظیر بھٹو وزیر اعظم بنیں تو انکی مرضی کے خلاف پنجاب کے وزیر اعلیٰ کا حلف اٹھایا اور اس دوران انہوں نے محترمہ بے نظیر کے خلاف تحریک عدم اعتماد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا لیکن کامیاب نہ ہوسکے۔ پی پی پی کی حکومت کے خاتمہ کے لیے پھر بھی ان کی کوششیں جاری رہیں اور آخر کار 6 اگست 1990ء کو صدر پاکستان اسحاق خان نے محترمہ بے نظیر کی حکومت کو ختم کر دیا۔ 24 اکتوبر 1990ء کو ہونے والے انتخابات سے قبل ان کی کوششوں سے 11 ستمبر 1990ء کو عوامی نیشنل پارٹی' اسلامی جمہوری اتحاد' جمعیت العلمائے اسلام اور سابق سی او پی میں انتخابی معاہدہ طے پایا۔ جسے "آئی جے آئی" کا نام دیا گیا۔ اس معاہدہ کی بنا پر قومی اسمبلی کی 105 نشستیں آئی۔ جے۔ آئی نے حاصل کیں۔ یکم نومبر 1990ء کو انہیں پارلیمانی لیڈر چنا گیا اور یکم نومبر 1990ء کو ہی انہیں وزیر اعظم نامزد کیا گیا۔ 6 نومبر 1990ء کو ہونے والے قومی اسمبلی کے اجلاس میں انہیں 153 ووٹوں سے وزیر اعظم منتخب کیا گیا اس طرح انہوں نے 6 نومبر 1990ء کو وزارت عظمیٰ کا عہدہ سنبھالا اور ان کی وفاقی کابینہ میں درج ذیل وزرا و وزرائے

مملکت شامل رہے۔

چوہدری شجاعت حسین
اعجاز الحق
چوہدری نثار احمد
مولانا عبد الستار نیازی
غلام دستگیر خان
سید غوث علی شاہ
غلام احمد بلور
جام یوسف علی
الٰہی بخش سومرو
اسلم خٹک
چودھری امیر حسین
انور سیف اللہ
چودھری عبدالغفور
شیخ رشید احمد
میر ہزار خان بجارانی
محمد صدیق خان کانجو
عبد اللہ غازی
رانا نذیر
پیٹر جان سہوترا
حاجی گل شیر
راجہ شاہد سعید
جاوید ہاشمی
چودھری اسد الرحمان
پرنس محی الدین
نادر پرویز
جام معشوق علی
نعیم حسین چٹھہ
رائے احمد نواز
سردار آصف احمد علی
شاہد مہدی نسیم
میاں زمان

اعظم خان
حامد ناصر چٹھہ
روئیداد خان

10 ستمبر 1991ء کو 20 ارکان اسمبلی کو پارلیمانی سیکریٹریز مقرر کیا گیا جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

1--- نوابزادہ صلاح الدین
2--- نصیر محمد خان
3--- غلام محمد ٹوانہ
4--- منصور حیات
5--- منظور حیات ٹمن
6--- ظفر اللہ ڈھانڈلہ
7--- آفتاب ڈاہر
8--- ولدار چیمہ
9--- عاشق ڈیال
10--- رانا تنویر حسین
11--- برجیس طاہر
12--- چودھری ناصر اقبال
13--- میاں محمد شفیق
14--- چودھری عبد الستار
15--- راؤ قیصر جاوید علی شاہ
16--- میاں عبد الخالق
17--- ارباب غلام رحیم
18--- بہرام ڈی آواری
19---
20--- افضل حسین تارڑ

ان کے دور حکومت میں:۔

1- 7 نومبر 1990ء کو ملک سے ہنگامی حالت ختم کی گئی۔
2- 21 نومبر 1990ء کو مالدیپ میں پانچویں سارک کانفرنس میں شرکت کی گئی۔
3- 11 دسمبر 1990ء کو نئی صنعتی پالیسی کا اعلان کیا گیا۔
4- 16 دسمبر 1990ء کو نجی شعبہ میں بنکوں کے قیام کا آرڈیننس جاری کیا گیا۔
5- 7 جنوری 1991ء کو فرانس نے مواصلات ، توانائی اور صحت کے شعبوں میں 138 ملین ڈالر کی امداد حاصل کی گئی۔
6- 9 جنوری 1991ء کو مسلم کمرشل بنک کو 83 کروڑ 88 لاکھ میں فروخت کیا گیا۔

7- 12 جنوری 1991ء کو مشترکہ مفادات کی کونسل کا اجلاس ہوا جسکی صدارت وزیر اعظم نے خود کی۔

8- 16 جنوری 1991ء کو بجلی گیس اور پٹرولیم اور دوسرے کئی محاصل صوبوں میں تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

9- خلیج کی خطرناک صورتحال کے پیش نظر 22 جنوری 1991ء کو ایران' 2 جنوری 1991ء کو ترکی گئے - 25 جنوری 1991ء کو شام کے صدر اور وزیراعظم سے ملاقات کی۔ 27 جنوری 1991ء کو سعودی عرب گئے۔ 6 فروری 1991ء کو خلیج کے مسئلہ کے حل کے لئے چھ نکاتی امن فارمولہ پیش کیا۔ جو حسب ذیل تھا۔

1- عام جنگ بندی

2- کویت سے عراقی فوج کی واپسی۔

3- بحران کے تمام پہلوؤں پر غور۔

4- اسلامی کانفرنس کی تنظیم کا ہنگامی اجلاس۔

5- تمام مقامات مقدسہ کو دارالامن قرار دینا۔

6- کشمیر اور فلسطین کی قراردادوں پر عمل درآمد۔

امن مشن کے دوسرے مرحلے میں 9 فروری 1991ء کو لیبیا' 12 فروری 1991ء کو مراکش گئے۔ 10 فروری 1991ء کواغوا برائے تاوان کے سلسلے میں سزائے موت کا قانون منظور کیا گیا۔

11- 14 مارچ 1991ء کو سینٹ کی 39 نشستوں پر انتخابات ہوئے جن میں 31 جمہوری اتحاد نے حاصل کیں۔

12- 15 مارچ 1991ء کو پاکستان نے منی ری ایٹی ایکٹر تیار کرنے کی اہلیت حاصل کی۔

13- 11 اپریل 1991ء کو پاکستان اور بھارت نے ایک دوسرے پر فضائی خلاف ورزیاں نہ کرنے کے سمجھوتے پر دستخط کیے۔

14- 19 اپریل 1991ء کو قومی اسمبلی میں شریعت بل پیش کیا گیا جسکی منظوری

16 مئی 1990ء کو دی گئی۔ سینٹ نے یہ بل 28 مئی 1991ء کو 40 ووٹوں سے منظور کیا۔

-15 22 اپریل 1991ء کو نئی صنعتی پالیسی کا اعلان کیا گیا۔

-16 25 اپریل 1991ء کو لاہور میں شوکت خانم کینسر ٹرسٹ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

-17 4 مئی 1991ء کو ترکی اور پاکستان کے درمیان پوسٹل منی آرڈر شروع کرنے کا معاہدہ کیا گیا۔

-18 5 مئی 1991ء کو بنگلہ دیش کے طوفان زدگان کی امداد کے لیے ڈھاکہ گئے۔

-19 30 مئی 1991ء کو تعلیمی فاؤنڈیشن اور بیت المال کے قیام کا اعلان کیا گیا۔

-20 19 جون 1991ء کو نظریہ پاکستان کی سالمیت کے تحفظ کے لیے آرڈیننس جاری کیا گیا۔

-21 22 جون 1991ء کو وفاقی حکومت نے قانون منظور کیا جس کے تحت امن و امان قائم کرنے والے ادارے گھروں میں گھس کر تلاشی لینے کے مجاز بنے۔

-22 5 جولائی 1991ء کو وزیر اعظم کشمیر ممتاز حسین راٹھور کو برطرف کر دیا گیا۔

-23 18 جولائی 1991ء کو آئین میں بارہویں ترمیم منظور کی گئی

-24 13 اگست 1991ء کو الائیڈ بنک انتظامیہ اور کارکنوں کے حوالے کیا گیا۔

-25 1947ء کے شہدا کی یاد میں 14 اگست 1991ء کو والٹن کے مقام پر "باب پاکستان" کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ سنگ بنیاد رکھنے کے موقعہ پر ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے عزیز ہم وطنو!

السلام علیکم!

آج مجھے اپنے طے شدہ پروگرام سے ہٹ کر آپ سے خطاب کرنا پڑ رہا ہے۔ گزشتہ چند روز کے دوران امن و سلامتی کے حوالے سے کئی اہم واقعات رونما ہوئے۔ پاکستان کی منتخب جمہوری حکومت کو مستحکم ہوتے اور ملک کی بنیادی مسائل حل کر کے اسے تعمیر و ترقی کی راہ پر گامزن ہوتے دیکھ کر بہت سی اندرونی اور بیرونی قوتیں مایوسی اور پریشانی کے عالم میں سرگرم ہو گئیں۔

بیرون ملک ہمارے امن و امان کو تباہ کرنے کی سازشیں کی گئیں اور اندرون ملک مفاد پرستوں نے جمہوری نظام کو ناکام بنانے کے لئے ایک نفسیاتی مہم شروع کر دی۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ پاکستان جب بھی صنعتی و زرعی ترقی کی راہ پر قدم رکھ کر استحکام کی طرف بڑھنے لگتا ہے اس قسم کی سازشیں شروع ہو جاتی ہیں۔ ہمارے بیرونی دشمن ان کی منصوبہ بندی کرتے ہیں اور پاکستان کے اندر کچھ مفاد پرست عناصر ان کے آلہ کار بن کر' اپنے ہی وطن کو نقصان پہنچانے لگتے ہیں۔ ہمیں آج اسی صورت حال کا سامنا ہے' لیکن ہم اللہ کے فضل اور پاکستانی عوام کی طاقت سے' ان سازشوں کو ناکام بنا دیں گے۔ اس مقصد کے لئے ہمیں اپنے ایجنڈے میں کچھ تبدیلیاں کرنا پڑیں۔ قومی اسمبلی کا اجلاس محرم الحرام کے دنوں میں بلانا پڑا۔ مگر امن و امان اور انصاف قائم کرنے اور ملک کے خلاف کی جانے والی سازشوں کا مقابلہ کرنے کی خاطر' یہ انتہائی ضروری تھا۔ قومی اسمبلی کے اس غیر معمولی اجلاس کی وجہ سے آپ کے منتخب نمائندوں کو اپنے علاقوں سے دور رہنا پڑے گا لیکن وہ آپ ہی کے جان و مال اور وطن کی سلامتی کی خاطر یہاں جمع ہو رہے ہیں۔ آپ کا فرض ہے کہ ان کی غیر موجودگی میں امن و امان کی صورت حال پر گہری نظر رکھیں اور ایک دوسرے کے مذہبی جذبات کا

احترام کرتے ہوئے قومی یکجہتی پر آنچ نہ آنے دیں۔

اسلامی سال کی ابتداء قربانی کی اس عظیم اور درخشاں مثال کے ساتھ ہوتی ہے جس کی یاد ہم ہر سال پوری عقیدت و احترام کے ساتھ مناتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ عقیدت و قربانی کا یہ جذبہ ہر وقت آپ کے پیش نظر رہے گا اور عشرہ محرم امن و سکون کے ساتھ گزرے گا۔

مجھے کہا گیا تھا کہ قتل کی چند وارداتوں کی بنا پر جاپان کا انتہائی اہم دورہ ملتوی کرنے کا فیصلہ درست نہیں، لیکن میں انسانی جذبوں کو نفع یا نقصان کی نظر سے نہیں دیکھتا۔ میرا اپنا عوام کے ساتھ جو رشتہ ہے وہ دوسرے تمام معاملات پر فوقیت رکھتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ معصوم بچوں، عورتوں اور نہتے مردوں کو بے رحمی کے ساتھ قتل کرنے کی یہ وارداتیں کس مقصد کے تحت کرائی جا رہی ہیں۔ مجھے یہ بھی اندازہ تھا کہ ہمارے کون سے بیرونی دشمن اور ملک کے اندر ان کے ایجنٹ، کن مقاصد کے تحت معصوم انسانی جانوں سے کھیل رہے ہیں۔

ایک طرف لوگوں کے جان و مال کو غیر محفوظ کر کے عدم استحکام پیدا کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف طرح طرح کی افواہ سازیاں کر کے عوام میں بے یقینی اور عدم اعتمادی پھیلانے کی مہم جاری ہے۔ جمہوریت کا بنیادی اصول یہ ہوتا ہے کہ انتخابات کے دوران ہر فریق اقتدار میں آنے کی کوشش کرتا ہے جو کہ اس کا حق ہے۔ لیکن عوام کی طرف سے فیصلہ ہو جانے کے بعد اس حکومت کو کام کرنے کا موقع دیا جاتا ہے جسے عوام نے مینڈیٹ دیا ہو۔ لیکن ہمارا عجیب دستور ہے کہ بڑی اکثریت سے برسر اقتدار آنے والی حکومت کو پہلے ہی مہینے سے گرانے اور کمزور کرنے کی سازشیں شروع کر دی جاتی ہیں۔ گزشتہ چند ماہ کے دوران کیا نہیں ہوا؟ ملک میں سازشوں اور گروہ بندیوں کی کوشش کی گئی۔

قومی حکومت سے بے جواز مطالبہ کیا گیا۔ عوام کا فیصلہ تو یہ ہے کہ ہم نظام حکومت چلائیں مگر ہم سے کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو حکومت میں

شامل کریں جن کو عوام نے اس ذمہ داری کے قابل نہیں سمجھا۔ دل شکستہ اور مایوس سیاست دانوں کا ایک گروہ غیر جمہوری قوتوں کو آوازیں دے رہا ہے کہ وہ منتخب اداروں کو ملیامیٹ کر کے پاکستان کی بنیادیں ہلا دیں۔ یہ کیسے سیاست دان ہیں جو اپنے میدان سے نکل جانا چاہتے ہیں۔ اگر ان میں اتنی بھی عقل نہیں کہ اپنی سیاست خود کر سکیں تو پھر انہیں کیا حق ہے کہ سیاسی میدان میں رہ کر اپنے اقتدار کے لئے عوام کی تقدیر اور ملک کے مستقبل سے کھیلیں۔ غیر جمہوری قوتوں کو دعوتیں دینے والے یہ سیاست دان درحقیقت اپنی ناکامیوں کا بدلہ اس ملک سے لینا چاہتے ہیں۔

میں واضح اور دو ٹوک الفاظ میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ نہ تو یہاں کوئی قومی حکومت بنے گی اور نہ ہی یہاں کوئی غیر جمہوری حکومت قائم ہو گی۔ ایسی تمنا کرنے والے اپنی سازشوں کی آگ میں سلگ سلگ کر خود ہی ناپید ہوتے رہیں گے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی منتخب حکومت مستحکم' جمہوریت پائیدار اور ملک محفوظ ہے۔ اب پاکستان کی بقا اور سلامتی صرف جمہوری نظام کے ساتھ وابستہ ہے۔

میں نے قریباً آٹھ ماہ کے اقتدار کے دوران' ملک و قوم کے مستقبل سے تعلق رکھنے والے انتہائی اہم اور بنیادی نوعیت کے مسائل جمہوری انداز میں کامیابی کے ساتھ حل کئے ہیں' مگر عام آدمی کی زندگی پر اس کے فوری اثرات ظاہر نہیں ہو سکتے۔ یہ بات میں جانتا ہوں۔ میں چاہتا تو قرضے اٹھا کر' ترقیاتی کاموں کو نظر انداز کر کے خوش کرتا رہتا۔ اس کے ساتھ اقتدار کے چند ٹکڑے' سیاسی ٹھیکے داروں کی طرف پھینک کر ان کی خوشنودی بھی حاصل کر لیتا۔ ماضی میں زیادہ تر "سٹیٹس کو" Status quo کو برقرار رکھنے کا یہی رویہ اپنایا گیا' جس کے نتیجے میں ریاستی مشینری ٹوٹ پھوٹ کر تباہ ہو چکی ہے۔ معیشت کا برا حال ہے۔ رشوت اور بدعنوانیوں نے عوام کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے۔ مظلوم اور ستائے ہوئے لوگ انصاف مانگنے کے لئے در در بھٹک رہے ہیں' ان کی جائیدادیں بک جاتی

ہیں، ان کی عمریں گزر جاتی ہیں، مگر انہیں انصاف نہیں ملتا۔ زندگی کے کسی شعبے پر نگاہ ڈالئے، یوں لگتا ہے کہ تمام خرابیاں اسی میں جمع ہو گئی ہیں۔ آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے اگر ان غلاظتوں اور خرابیوں کی حفاظت کرنے کا نام ہی اقتدار ہے تو میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ نواز شریف کو ایسے اقتدار کی ضرورت نہیں۔ میں ''سٹیٹس کو'' کا آدمی نہیں ہوں۔ میں نے پہلے بڑے اور بنیادی مسائل حل کر کے آگے بڑھنے کا عمل شروع کیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ میں پرانی گتھیاں سلجھانے کے بعد روز مرہ کے امور پر توجہ دوں گا لیکن قتل کی بڑھتی ہوئی وارداتوں، اسلحہ کی فراوانی، اور ڈاکے اور اغوا کی وجہ سے عوام کا سکھ چین برباد ہوتے دیکھ کر میں نے اپنی ترجیحات بدلنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اگر پاکستان کے دشمنوں اور ہوس اقتدار کے مارے سیاست دانوں نے اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کے لئے ہمارے معصوم بچوں، بے گناہ عورتوں اور نہتے مردوں کی گردنیں کاٹنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو پھر نواز شریف نے بھی یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ میں سارے کام چھوڑ کر ان کی حفاظت کروں گا۔ (انشاء اللہ)۔

میری بہنو اور بھائیو!

جہاں مجھے جمہوری انداز میں بڑے بڑے مسائل حل کرنے کا فخر حاصل ہے، وہاں میں نے اپنے آٹھ ماہ کے دور اقتدار میں یہ بھی محسوس کیا ہے کہ بہت سے معاملات میں میری کچھ مجبوریاں ہیں۔ میں آپ کو اپنے دل کی بات بتا رہا ہوں کہ میں رشوت اور بدعنوانی کے خاتمے، انصاف کو غریب کی دہلیز تک پہنچانے، آپ کی جان و مال کو تحفظ دینے اور ظالموں کے ہاتھ توڑنے میں اپنی خواہش کے مطابق اب تک کام نہیں کر پایا۔ میری تو خواہش ہے کہ مجرموں کو مقتول کا خون خشک ہونے سے پہلے اس کے ورثا کی آنکھوں کے سامنے چوراہے پر پھانسی دلواؤں۔ لیکن آئین اور قانون کے تحت میں ایسا نہیں کر سکتا۔ چند سال پہلے لاہور میں قتل ہونے والے بے گناہ اور معصوم بچے عدیل کا قاتل ابھی تک سزا سے محفوظ ہے۔ کراچی

میں انصاف کی راہ میں شہید ہونے والے جج نبی شیر جونیجو کے قاتل پولیس کی گرفت میں ہیں مگر ابھی تک زندہ ہیں۔ جب قانون کا ہاتھ مجرم کی گردن ہی نہیں دبائے گا تو جرائم پیشہ افراد کے حوصلے کیوں نہیں بڑھیں گے؟ میں نے آٹھ ماہ کے تجربے کی روشنی میں یہ پختہ رائے قائم کر لی ہے کہ ملک دشمنوں اور جرائم پیشہ بھیڑیوں کا چیلنج قبول کر کے ان کے سامنے ڈٹ جاؤں۔ اور وہ تمام ضروری انقلابی تبدیلیاں لانے کا عمل شروع کر دوں جن کے بغیر اصلاح احوال کی اور کوئی صورت باقی نہیں رہ گئی۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے بے گناہ عوام کے جان و مال سے کھیلنے والوں کا سر کچلنے کی خاطر میں نے پارلیمینٹ سے وہ اختیار حاصل کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس کی زبان ان لوگوں کی سمجھ میں آئے گی۔

حکومت کو یہ طاقت آئین کے ذریعے ہی مل سکتی ہے۔ لہٰذا ہم نے آئین میں ترمیم کر کے، امن و انصاف کو فروغ دینے کی خاطر، انقلابی اقدامات کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے مجھے یقین ہے کہ قومی اسمبلی اور سینٹ کے تمام اراکین اپنے سیاسی نظریات کو ایک طرف رکھتے ہوئے، قومی اہمیت کے اس مسئلے پر اتفاق رائے کا مظاہرہ کریں گے۔ میں اپنے ملک اور عوام کی جان و مال کے تحفظ کی خاطر اپوزیشن کے ساتھ ہر طرح کے تعاون کے لئے تیار ہوں بلکہ ضرورت پڑی تو میں خود چل کر ہر کسی کے پاس جاؤں گا۔ آئین میں ترمیم کے بعد بھی ہم امن و امان اور انصاف کی خاطر اپنوں اور غیروں کی تمیز کئے بغیر ہر ایک سے عملی مدد حاصل کریں گے۔

میرے عزیز ہم وطنو!

آزادی کے بعد یہ پہلا موقع ہے کہ ہمارے ملک میں استحکام بڑھتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ یہی چیز پاکستان کے دشمنوں کو سب سے زیادہ تکلیف دے رہی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر ایک مرتبہ اس ملک کے جفاکش، ہنر مند اور باعزم لوگ سیاسی استحکام حاصل کر کے ترقی کے راستے پر چل نکلے اور انہیں پانچ سال اطمینان سے کام کرنے کا موقع مل گیا تو پھر پاکستان کو

اس خطے کا جرمنی بننے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔ لہٰذا ہمیں راستے سے بھٹکانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اپنی یکجہتی' ترقی اور سلامتی کے خلاف ہونے والی سازشوں کا مقابلہ کر کے ہم اپنے شہریوں کو تحفظ دینے کے جو اقدامات کر رہے ہیں ان میں سیاست گری کی کوئی گنجائش نہیں۔ اگر میں ان سازشوں کو ناکام بنا کر عوام کا امن و سکون بحال کرتا ہوں اور ملکی استحکام کی طرف بڑھتا تو اس میں صرف میرا اور میری جماعت کا ہی نہیں اپوزیشن کا بھی فائدہ ہے کیونکہ اقتدار پر کسی کی اجارہ داری نہیں ہوتی۔ یہ عوام کی امانت ہے' ہمیں بیٹھنے والوں کی کرسی اور آنے والوں کے راستے میں کانٹے بچھانے کی روایت ختم کرنی چاہیئے کیونکہ آخر کار نقصان ملک و قوم کا ہوتا ہے مجھے وراثت میں جو کانٹے ملے ہیں ان سے مجھے ہی نہیں ملک کے عام شہریوں کو بھی تکلیف پہنچ رہی ہے۔

میں نے معاشرے کو مہذب اور پر امن بنانے کے لئے' اسے مہلک اسلحہ سے پاک کرنے کی خاطر جو فیصلہ کیا تھا اس پر عوامی رد عمل میری توقعات کے مطابق نہیں ہوا۔ بہت سے لوگ تو اب تک اس خوف میں مبتلا ہیں کہ اسلحہ جمع کرانے کے نتیجے میں انہیں سزاؤں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس ڈر سے بہت سا اسلحہ چھپا لیا گیا ہے۔ سیاسی اور سماجی حلقوں کی طرف سے بھی یہ تجویز آ رہی ہے کہ موجودہ حالات میں شریف شہریوں کو اسلحہ سے مکمل طور پر محروم کر دینا مناسب نہیں ہو گا۔ جب تک سماج دشمن عناصر کو پوری طرح ختم نہیں کر دیا جاتا' اس وقت تک شریف شہریوں کو بھی اپنی حفاظت کے لئے اسلحہ رکھنے کی اجازت ہونی چاہیئے۔ لہٰذا میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ناجائز اسلحہ جمع کرانے کی تاریخ میں توسیع کر کے شریف شہریوں کو اپنی حفاظت کے لئے خاص قسم کا اسلحہ رکھنے کے لائسنس جاری کئے جائیں۔ اس طرح جو لوگ اپنا ناجائز اسلحہ جمع کرائیں گے ان سے پوچھ گچھ نہیں کی جائے گی بلکہ وہ قانونی تقاضے پورے کریں گے تو انہیں باقاعدہ لائسنس حاصل کر کے اپنا اسلحہ رکھنے کی اجازت دی جائے

گی۔

میرے عزیز ہم وطنو!

مجھے دکھ ہے کہ ہمیں اپنے وقت، صلاحیتوں اور وسائل کا بہت بڑا حصہ امن و امان کی بحالی پر صرف کرنا پڑ رہا ہے، جس کی بنا پر ترقی اور خوشحالی کے لئے ہماری کوششوں پر اثر پڑ سکتا ہے۔ پاکستان کے دشمن اور ہمارے سیاسی مخالفین یہی چاہتے ہیں۔ لیکن انشاء اللہ ہم ان کی یہ خواہش پوری نہیں ہونے دیں گے۔ معیشت کی ترقی کے لئے ہم اپنا کام انقلابی رفتار سے جاری رکھیں گے۔ ملکی دفاع کی مضبوطی، ہمیشہ کی طرح ہماری پہلی ترجیح رہے گی۔ ہمارا یہ پختہ عزم ہے کہ ہم پاکستان کو مضبوط، مستحکم اور ناقابل تسخیر قلعہ بنا کر دم لیں گے۔

پاکستان کے عوام جو انتشار، بد نظمی، عدم استحکام اور سیاسی افراتفری کے تباہ کن نتائج بھگت چکے ہیں اب ہنگامہ آرائی اور تخریب کاری کی سازش کو ناکام بنا کر اپنے ملک کی ترقی اور مضبوطی کے خواہشمند ہیں۔ ہمارے عوام بد امنی اور غربت سے نجات چاہتے ہیں انہیں معلوم ہو چکا ہے کہ سیاسی نعرہ بازیوں کی خوراک نہ تو ان کے بچوں کا پیٹ بھر سکتی ہے اور نہ انہیں امن و سکون اور انصاف دے سکتی ہے۔

ہمارے اخبارات قوم کا حوصلہ بلند کرنے میں ہم سے تعاون کریں۔ صبح کو اخبار دیکھ کر عام شہری کو مایوس کن تاثرات ملتے ہیں۔ اپنے قارئین کی صبح اس طرح خراب کرنے والے بعض اخبارات دنیا میں شائد ہی اور کہیں دستیاب ہوں۔ میں اپنے اخبار نویس بھائیوں سے درخواست کروں گا کہ وہ ایک مستحکم اور ترقی یافتہ معاشرے اور ایک پسماندہ اور غیر ترقی یافتہ معاشرہ میں آزادی تحریر و تقریر کے تقاضوں کا فرق محسوس کریں۔ دشمن اس فرق سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن ہمیں عقل و شعور کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی سازشوں سے بچنا چاہئے یہ ملک آپ کا بھی ہے۔ آپ کا فرض ہے کہ اپنے عوام کی علمی اور ذہنی سطح، معاشرے کی

مجموعی حالت اور دیہی و شہری زندگی میں تعلیم کے معیار کو پیش نظر رکھ کر اپنے پیشہ ورانہ فرائض ادا کریں۔

بہنو اور بھائیو!

میں نے اپنی پہلی تقریر میں کہا تھا کہ "میرے کچھ خواب ہیں" اور میرے یہ خواب آپ سے الگ نہیں۔ میں اپنے عظیم وطن کو اپنے اور آپ کے ان خوابوں کے مطابق بنانا چاہتا ہوں۔ یہاں کے لوگ بہت سادہ' محنتی اور ذہین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر قسم کی دولت سے مالا مال کیا ہے۔ ہماری زمینیں' ہمارے دریا' ہمارے صحرا' ہمارے سمندر اور ہمارے پہاڑ' خزانوں سے بھرے ہیں۔ ہماری زمینیں سونا اگلتی ہیں۔ ہمارے کسان اور مزدور کے ہاتھ دولت پیدا کرتے ہیں لیکن ہمارے نظام کی خرابیاں' رشوت' بدعنوانی حصول انصاف میں تاخیر' بدامنی اور طرح طرح کی نفرتوں کی وجہ سے ہمارے لوگ غریب اور دکھی ہیں۔ میں اپنے پاکستان کو ان دکھوں سے نجات دلا کر ایک پرامن' خوشحال اور ترقی یافتہ معاشرہ قائم کرنے کی تمنا لے کے سیاست میں آیا ہوں۔ دعا کیجئے کہ میں اپنے اور آپ کے خوابوں کی تعبیر تلاش کر کے پاکستان کو حقیقی معنوں میں آزاد' مضبوط' باوقار اور سربلند ملک بنا سکوں۔ آمین!

پاکستان پائندہ باد۔

حکومت میں آنے کے صرف دس ماہ بعد انکی پارٹی آئی جے آئی میں اختلافات رونماہونے شروع ہو گئے۔ 28 جولائی 1991 کو جماعت اسلامی کے نائب امیر پروفیسر غفور احمد نے سیکرٹری جنرل کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔ 21 اگست 1991 کو میاں زاہد سرفراز کو مسلم لیگ سے نکال دیا گیا۔ سابقہ نگران وزیر اعظم غلام مصطفیٰ جتوئی کو آئی جے آئی سے نکال کر انکے بیٹے کو مرکزی کابینہ سے الگ کر دیا گیا۔ یکم جون 1992 سے شروع ہونے والے پاکستان آرمی کے سندھ اپریشن میں ان کی حلیف جماعت ایم کیو ایم کے قومی وصوبائی سندھ اسمبلی (الطاف گروپ) کے اراکین نے

استعفے دے دیئے اور ان کے ساتھی الطاف حسین کے خلاف قتل اور دیگر الزامات کے تحت مقدمات درج ہوئے۔ اس طرح آئی جے آئی برائے نام رہ گئی۔ 18 نومبر 1992 کو حزب اختلاف نے ان کے خلاف تحریک شروع کی جسے لانگ مارچ کا نام دیا گیا۔ اس تحریک میں پیپلزپارٹی کے عہدے داروں اور ورکرز پر بے انتہا تشدد کیا گیا۔ یہاں تک کہ قائد حزب اختلاف مسز بے نظیر بھٹو پر بھی لاٹھیاں برسائی گئیں۔ فروری 1993 میں سندھ کے ہاریوں میں زمین تقسیم کی گئیں۔ 19مارچ 1993 کو جناب محمد خان جونیجو کی وفات کے بعد مسلم لیگ کی قیادت کے مسئلہ پر واضع اختلافات سامنے آئے اور اسی بنا وفاقی وزراء حامد ناصر چٹھہ، انور سیف اللہ، سردار آصف احمد علی، جام معشوق علی، روئیداد خان اور میرہزار خان بجارانی مستعفٰی ہو گئے۔

اسی دوران صدر پاکستان سے آٹھویں ترمیم بری فوج کے سربراہ کے تقرر مسلم لیگ کی قیادت اور آئندہ کے لئے صدر کے انتخاب اور اس طرح کے دیگر مختلف معاملات پر اختلافات ہوئے۔ جس پر انہوں نے صدر پاکستان سے تین دفعہ ملاقات کی آخری 14اپریل 1993 کو ہوئی۔17اپریل1993کوپاکستان ٹیلی ویژن پر قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا،

"میرے عزیز ہم وطنوں اسلام علیکم آج ایک مرتبہ پھر ملکی اور قومی صورتحال کے بارے میں آپ کو اعتماد میں لینے کی غرض سے حاضر خدمت ہوا ہوں۔ گزشتہ ایک ماہ سے بعض عناصر نے مخصوص مفادات کے تحت بے یقینی کی جو فضا پیدا کی ہے اس کے زہریلے اثرات ظاہر ہونے لگے ہیں حکومت کی اڑھائی سالہ محنت کے نتیجے میں پاکستان ترقی کی شاہراہ پر چل نکلا ہے مگر سیاسی سازشوں کی وجہ سے سارے کئے دھرے پر پانی پھرتا نظر آ رہا ہے۔ سٹاک مارکیٹ میں کاروبار منجمد ہو کر رہ گیا ہے۔ تاجر حضرات سخت پریشان ہیں۔ سرمایہ کاری کرنے والے سوچ و بچار میں مصروف ہو گئے ہیں اور عوام بے چین اور مضطرب ہیں کہ نہ جانے اگلے چند روز میں کیا ہونے والا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ملک کو اس بے یقینی کی کیفیت میں ڈالنے کی سازشیں کرنے والوں نے ایک ایسی جگہ کو اپنی آماجگاہ کے طور پر استعمال کیا جو پاکستان کی سالمیت وفاقیت اور استحکام کی علامت ہے۔ افسوس

کہ وہ مقام جس تقدس کا مستحق ہے ان لوگوں نے اس کا ذرا خیال نہیں رکھا اور اسی جگہ کو ملک میں عدم استحکام پیدا کرنے کے لئے استعمال کیا۔ جو آئینی طور پر پاکستان کے استحکام کی نشانی ہے۔

عزیز ہم وطنوں آپ جانتے ہیں کہ آپ کی منتخب حکومت نے تمام سیاسی تعصبات سے پاک ہو کر ملک کی ترقی کے لئے انقلابی رفتار سے ہر شعبے میں کاموں کی ابتدا کی ہے۔ میں ایک عظیم مقصد اور نصب العین لے کر سیاست کے میدان میں اترا ہوں میں چاہتا ہوں اور مصمم ارادہ رکھتا ہوں کہ اپنے مقدس وطن پاکستان کو ترقی و خوشحالی سے ہم کنار کر کے اسلامی دنیا کے لئے ایک مثال بنا دوں اور ہم سب ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے وسائل اور ٹیکنالوجی سے مالامال ایک ایسی مسلم طاقت کو وجود میں لائیں جس کی طرف کسی کو آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرات نہ ہو پھر کوئی افغانستان کو کھنڈرات میں تبدیل نہ کر سکے، کسی کو ہندوستان میں خون سے کھیلنے کا حوصلہ نہ ہو اور وہاں کسی مسجد کو شہید نہ کیا جا سکے، کوئی بوسنیا برباد نہ ہو اور کسی کشمیر میں بے گناہ مسلمانوں کی عزتیں پامال نہ کی جا سکیں۔

میرے عزیز ہم وطنوں جہاں تک میں سمجھ پایا ہوں پاکستان اسی لئے قائم کیا گیا تھا کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے مشعل راہ بنے اور ان کا سہارا بھی یہی علامہ اقبال کا خواب تھا یہی قائداعظم کی تمنا تھی مگر قائد کی جدائی کے بعد اس عظیم منزل کو فراموش کر دیا گیا کوئی مینار بنیادوں کے بغیر بلند نہیں ہوتا پاکستان کی بنیاد پاکستان کے عوام ہیں وہ مضبوط نہیں تو پاکستان بھی سربلند نہیں یہی سوچ کر میں نے ترقی کے انقلابی پروگرام شروع کئے تاکہ اپنے وطن کو مضبوط اور سربلند کر سکوں سب سے پہلے میں نے قومی یکجہتی پر توجہ دی پانی کا وہ مسئلہ جو 70 سال سے حل نہیں ہو سکا چاروں صوبوں کی رضامندی کے ساتھ اسے حل کر لیا گیا۔ محاصل کی تقسیم کا دیرینہ تنازعہ ختم کر دیا گیا مشترکہ مفادات کی کونسل کو روبہ عمل کر کے

صوبوں کے مابین مسائل کو محبت اور بھائی چارے سے حل کرنے کی روایت قائم کی بڑے کام کرنے کے لئے بھائیوں کے درمیان میں اتفاق کی ضرورت ہوتی ہے ملک کی تاریخ میں پہلی بار اسے ہم نے پیدا کیا اور اس کے بعد اس بنیادی کام پر توجہ دی جس کی طرف سیاسی تنازعات کی بناء پر کسی نے دیکھا بھی نہیں تھا۔ زراعت کی ترقی کے لئے کھیت سے منڈی تک سڑکوں کی تعمیر کا سلسلہ وسیع کر دیا گیا۔ سندھ میں ہاریوں کو پہلی مرتبہ ٹریکٹر اور ٹیوب ویل دیئے گئے۔

حکومت کے شعبے میں بے جا قوانین اور ضابطوں کا خاتمہ کر کے صنعت کاری کو آسان بنایا گیا' محصولات اور قرضوں کے نظام میں تبدیلیاں کی گئی اور اس کے بعد ملکی اور غیر ملکی سرمائے سے ملک بھر میں صنعتوں کا جال بچھانا شروع کر دیا گیا' کسی طرف بھی نکل جایئے' آپ کو ہر طرف کسی نہ کسی کارخانے کی دیواریں بلند ہوتی ہوئی نظر آئیں گی' سڑکیں تعمیر ہوتی ہوئی دکھائی دیں گی' اور ٹیلیفون کی تاریں بچھتی ہوئی نظر آئیں گی' دریاؤں اور سمندروں میں میدانوں اور پہاڑوں میں صحراؤں اور وادیوں میں جس طرف نگاہ ڈالیں آپ کو پتہ چلے گا کہ ایک مدت سے سویا ہوا ملک کتنی برق رفتاری سے جا رہا ہے اور کتنی جانفشانی سے اپنی تعمیر و ترقی کے عمل میں مصروف ہے' آپ کو محسوس ہو گا کہ تیسری دنیا کا یہ پسماندہ ملک 21 ویں صدی میں داخل ہونے کیلئے کس جذبے اور لگن کے ساتھ اپنے آپ کو تیار کر رہا ہے۔

عزیز ہم وطنوں اگر آپ بیرونی امداد کی بندش پر نظر رکھیں ملک کے مالی وسائل کی قلت کا اندازہ لگائیں اور پیشہ ور سیاست کاروں کی طرف سے پیدا کی جانے والی رکاوٹوں سے واقف ہوں تو پھر آپ کو اس پر یقیناً" تعجب ہوتا ہو گا کہ اتنے زیادہ اور بڑے کام ہو کیسے رہے ہیں ڈھائی سال کے قلیل عرصے میں یہ تبدیلیاں رونما کیسے ہو گئیں وہ پاکستان جس کے ہوائی اڈوں پر اترتے ہوئے وطن کی محبت سے سرشار لوگوں کو توہین آمیز

سلوک کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور ان کی جیبیں کاٹ لی جاتی تھیں آج بھی گرین چینل کے ذریعے پروقار انداز میں اپنی سرزمین وطن پر قدم رکھتے ہیں۔

دیہات اور شہروں میں جہاں سفر پر نکلنے والے انسانوں کے ساتھ بھیڑ بکریوں جیسا سلوک کیا جاتا تھا اب وہاں بسوں ویگنوں اور ییلو کیپ کی فروانی ہے خاص طور پر شہروں میں ییلو کیپ نے کلچر بدل کر رکھ دیا ہے اب آپ کو ایم اے اور بی اے نوجوان مقررہ نرخ پر عزت و احترام کے ساتھ اپنی منزل پر پہنچاتا ہے اور اپنے باوقار ذریعہ آمدنی پر فخر کرتا ہے خدانخواستہ ان ہاتھوں کو مزید کچھ عرصہ روزگار نہ ملتا تو ان میں شاید کتنے کلاشنکوف پکڑ لیتے یا نشہ کے تاریک غاروں میں جا گرتے ٹرانسپورٹ کی سکیم نے لاکھوں نوجوانوں کو نہ صرف ذمہ دار اور پر امن شہری بنا دیا بلکہ لاکھوں لوگوں کے لئے روزگار بھی فراہم کیا میں نے اپنی پہلی تقریر میں عرض کیا تھا کہ روزگار صرف نوکری کا نام نہیں اور اب میں نے اس کا عملی ثبوت فراہم کر دیا ہے کہ ملازمتوں کے بغیر روزگار کس طرح مہیا کیا جا سکتا ہے تین لاکھ روپے تک کے آسان قرضوں کی سکیم شروع کر کے ہر اس شخص کو کام کا موقع دے دیا گیا ہے جو عزت کے ساتھ روٹی کمانے کا خواہش مند ہو اور یہ پاکستان کی تاریخ میں پہلا موقع ہے کہ غریب لوگوں کو قرضے ملے ہیں ورنہ پہلے بڑے بڑے لوگ سیاستدان یا بڑے اثرورسوخ والے لوگ اربوں روپے کے قرضے لے جاتے تھے اور آج وہ بینک بھی برسٹ ہو چکے ہیں جن کو اربوں روپے کے قرضے واپس نہیں ملے۔

برصغیر میں سب سے پہلے موٹروے کی تعمیر کا اعزاز آپ کے ملک کو حاصل ہو رہا ہے موٹروے نے اپنی تعمیر کے لئے ہزاروں افراد کو روزگار فراہم کیا اور اپنی تکمیل کے بعد بھی لاکھوں لوگوں کو روزگار فراہم کرے گا اور پاکستان کی معیشت کے بازار وسطی ایشیا تک پھیل جائیں گے اس کے علاوہ پورے ملک میں سڑکوں کا جال بچھایا جا رہا ہے گوادر میں نئی بندگاہ کی

تعمیر زور شور سے جاری ہے ملک جو 45 برسوں سے صرف ایک بندرگاہ پر چل رہا تھا اب وہاں دو بندرگاہیں ہو جائیں گی انشاء اللہ' یہ میں نے صرف چند مثالیں دی ہیں۔

میرے عزیز ہم وطنوں ملک کے اندر اتحاد اور یکجہتی پیدا کرنے اور تعمیر و ترقی کے بے شمار منصوبے شروع کرنے کے علاوہ ہم نے خارجی طور پر شاندار کامیابیاں بھی حاصل کیں۔ افغانستان میں خانہ جنگی ختم کرنے کے لئے پاکستان نے معاہدہ اسلام آباد کی میزبانی کا جو شرف حاصل کیا اس پر ساری اسلامی دنیا ہمیں خراج تحسین پیش کر رہی ہے۔ کشمیر اور بابری مسجد کے معاملات پر ہم نے جو مضبوط موقف اختیار کیا اس کی جھلک آپ بھارتی ردعمل میں دیکھ سکتے ہیں۔ کوئی کچھ بھی کہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ساری دنیا کی مخالفت کے باوجود پاکستان کا پر امن ایٹمی پروگرام توسیع پذیر ہے اور انشاء اللہ دنیا کی کوئی طاقت ہمارے ارادے کو متزلزل نہیں کر سکتی جس طرح سے بیرونی سرمایہ کار پاکستان کا رخ کرنے لگے ہیں اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ہماری خارجہ پالیسی نے اس فضا کو جو اشتعال انگیزی کی حد تک پاکستان کے خلاف تھی اب کتنا سازگار کر لیا ہے۔ عزیز ہم وطنوں یہ تو ملک میں مجموعی طور پر ہونے والے کاموں کی طرف چند اشارے تھے مگر یہ ساری ترقی اس وقت تک بے کار ہے جب تک ایک عام شہری کو امن اور تحفظ کی زندگی نصیب نہ ہو اور خاص طور پر ہماری دیہاتی آبادی جس ظلم اور جبر کا شکار ہے اس کی موجودگی میں ہمیں اپنے آپ کو اسلامی ملک کہلانے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

میرے دل کی گہرائیوں میں سب سے زیادہ جو چیز کھٹکتی ہے وہ ہمارے غریبوں کی بے بسی ہے بے چارگی اور بے عزتی ہے یہ میں کسی سیاسی مقصد کے تحت نہیں کہہ رہا یہ میرے دل کی آواز ہے میری آرزو ہے اور انشاء اللہ میں اسے پورا کر کے رہوں گا کہ جہاں ظلم ہو وہاں انصاف ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر پہنچ جائے اور میں نے یہ تجربہ کر کے دیکھا ہے میں جس

گاؤں میں بھی کسی غریب کی آبرو لوٹنے پر اچانک پہنچا ہوں وہاں میرے سامنے ظالموں کے چہرے بے نقاب ہو گئے اور پھر میں نے انصاف میں تاخیر نہیں ہونے دی یہاں تک کہ بااثر لوگوں کو بھی معاف نہیں کیا حالانکہ ان کا تعلق میری ہی اپنی پارٹی کے ساتھ تھا میں کسی ایسے طریقے کی تلاش میں ہوں کہ پورے ملک میں اس طرح کا نظام نافذ کر دیا جائے کہ جس وقت اور جہاں کسی مظلوم کے ساتھ ظلم ہو اسی وقت اور اسی جگہ عدالت بیٹھ جائے اور ظالم کو بلا تاخیر اس کے جرم کی سزا دیدی جائے۔ یہی سچا اور اصل اسلام ہے اور جب تک انصاف اس طرح عام نہیں ہو گا ہم اپنے معاشرے کو اسلامی قرار نہیں دے سکتے۔

میرے عزیز ہم وطنوں میں نے جو کچھ بیان کیا ہے کیا اس میں آپ کو کوئی ایسی برائی نظر آتی ہے جس کی وجہ سے حکومت کا ہاتھ روکنے کی ضرورت پڑے میں تو یہ سب کچھ اپنے وطن کے غریب عوام کی ترقی اور خوشحالی' قومی یکجہتی اور ملک کی سلامتی کے لئے کر رہا ہوں اور یہ سارے کام ایک اچھی بھلی منتخب مضبوط مستحکم حکومت کر رہی ہے جب ایسی حکومت کو غیر مستحکم کرنے کی سازش کی جائے تو اس سے کس بات کا پتہ چلتا ہے میں نے تو اپنا نصب العین ہی حکومت کو بنا رکھا ہے۔ وزیراعظم پاکستان کی حیثیت سے ہر شہری میری نگاہ میں ایک جیسے حقوق رکھتا ہے میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ کہنے کی جرات رکھتا ہوں کہ میں نے پہلے ہی روز وعدہ کیا تھا کہ آپ نے مجھے ووٹ دیئے ہیں یا نہ دیئے ہوں وزیراعظم بننے کے بعد آپ سب کی خدمت میرا فرض ہو گا۔

آج میں فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ قرضے ہوں کارخانے کی منظوریاں یا نج کاری کا عمل یا ہاریوں کو دی جانے والی زمینیں میں نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ کون کس پارٹی سے تعلق رکھتا ہے غریبوں کو پارٹیوں میں وہ لوگ تقسیم کرتے ہیں جنہیں اپنی سیاست عزیز ہوتی ہے غریب سے ہمدردی نہیں ہوتی اور میری ہمدردیاں ہر غریب کے ساتھ ہیں خواہ وہ کسی بھی پارٹی سے

تعلق رکھتا ہو پاکستان کی تاریخ میں شاید ہی کوئی بر سر اقتدار شخص اس طرح
کا ریکارڈ پیش کر سکتا ہے میں نے کسی کے ساتھ ذاتی مخاصمت نہیں رکھی
جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ میں نے اپنی سب سے بڑی سیاسی
حریف کے لئے فراخدلی کے ساتھ وہ سہولتیں فراہم کیں جن کی مثال شاید
ترقی یافتہ دنیا میں بھی نہ مل سکے۔

میرے ہم وطنوں میں تو آپ کی اور وطن کی خدمت میں دن رات
ایک کر رہا تھا مجھے اسمبلی میں فیصلہ کن اکثریت حاصل تھی اور آج بھی
ہے۔ الحمداللہ میری حکومت خدا کے فضل سے مستحکم تھی اور انشاء اللہ
آج بھی مستحکم ہے اور اس کے استحکام کا فائدہ کس کو پہنچ رہا تھا آپ کو اور
آپ کے پاکستان کو پھر یہ کیوں ہوا کہ گندی سیاست کرنے والے چند
سیاستدانوں پرانے مفاد پرستوں نے پاکستان کے سب سے محترم مقام کو
استعمال کر کے بلاوجہ عدم استحکام کا تاثر پیدا کرنا شروع کر دیا ان میں ایسے
افراد بھی شامل ہیں جو دشمن کے ٹینکوں پر بیٹھ کر پاکستان میں داخل ہونے
کی باتیں کرتے تھے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ اس جگہ کا نام لے کر
روزانہ پاکستان کی حکومت کو غیر مستحکم کرنے کے دعوے کئے جانے لگے اور
وہاں کی خاموشی ان دعووں کی تائید بنتی رہی اور یوں محسوس ہونے لگا جیسے
وہاں قائد ایوان کا انتخاب لڑا جا رہا ہے اور اس کے لئے تائید و حمایت
حاصل کی جا رہی ہے اسمبلی کے اندر ایسی لابی بنانے کی کھلم کھلا سرگرمی
محض قائد ایوان کے خلاف نہیں بلکہ پارلیمانی نام کو تلپٹ کر دینے والی
سرگرمی ہے جو آئین کے کسی محافظ کو زیب نہیں دیتی یہ بڑا تکلیف دہ عمل
ہے اب یہ کوشش بہت واضح ہو گئی ہے کہ اسمبلی کے اندر اپنی پسند کا
قائد ایوان لایا جائے اور اسمبلی کو روموٹ کنٹرول سے چلایا جائے یہ کتنی
ستم ظریفی ہے کہ میں اس قومی بحران کو تحلیل کرنے کی ہر ممکن کوشش کر
رہا ہوں لیکن اسے مزید گہرا کرنے والے اس اقدام کا رشتہ اسی مقام سے
مربوط نظر آتا ہے جہاں دستور کی پاسبانی ہونی چاہیے تھی۔

میں پوچھتا ہوں اس طرح کس قومی مفاد کی تکمیل ہو گئی حکمران پارلیمانی پارٹی کے ٹکڑے ہوں تو اسمبلی میں برابر کے دھڑے پیدا ہو جائیں گے کوئی بھی دھڑا آزادی اور اطمینان سے حکومت چلانے کے قابل نہیں ہو گا اسمبلی بلیک میلنگ اور ہارس ٹریڈنگ کا مرکز بن جائے گی جس کا آغاز ہو بھی چکا ہے کس لئے' میں پوچھتا ہوں کس لئے میرا جرم کیا تھا' کیا میرا جرم یہ تھا کہ میں نے اپنے 13 حامی ایم این اے گنوا کر پورے سندھ کو امن کا گہوارہ بنا دیا اس سلسلے میں افواج پاکستان نے شاندار کارکردگی دکھائی۔ کیا میرا جرم یہ تھا کہ میں نے فرقہ واریت کی حوصلہ شکنی کی' کیا میرا جرم یہ تھا کہ میں نے پورے ملک میں سڑکوں کے جال بچھا کر غریبوں پر روزگار اور خوشحالی کے دروازے کھولنے کی کوشش کی' کیا میرا جرم یہ تھا کہ میں نے ان ہاتھوں کو' جو بے روزگاری سے تنگ آکر کلاشن کوف اٹھانے والے تھے انہیں پیداواری کاموں پر لگا دیا' کیا میرا جرم یہ تھا کہ میں نے بے زمین ہاریوں کو غلامی کی زندگی سے نجات دلا کر انہیں زمینوں کا مالک بنا دیا اور انہیں باعزت اور باوقار زندگی گزارنے کا موقع فراہم کیا۔ کیا میرا جرم یہ تھا کہ میں اسلام آباد کے سارے حکومتی ٹھاٹ باٹھ چھوڑ کر ہر اس غریب بچی کا بھائی بن کر اس کی جھگی تک پہنچ گیا جس کے ساتھ ظلم کیا گیا ہو' کیا میرا جرم یہ تھا کہ میں نے سیلاب کے ساتھ ساتھ سفر کر کے مصیبت زدہ بھائیوں' بہنوں' بیٹیوں کا ساتھ دیا اور پہلی مرتبہ انہیں احساس دلایا کہ وہ اپنے وطن میں بے یارومددگار نہیں بلکہ ان کا وزیراعظم ننگے پاؤں ان کے ساتھ ہے اور ان کے کچے گھروں کی بیٹھ جانے والی دیواریں دوبارہ اٹھانے کے لئے اپنے ہاتھوں سے مٹی لگانے میں عار محسوس نہیں کرتا' کیا میرا جرم یہ تھا کہ میں نے انسانوں کو سائیکل رکشاؤں میں حیوانوں کی طرح استعمال ہونے سے روکا اور انہیں آٹو رکشا اور ییلو کیپ دے کر واپس انسانی زندگی میں آنے کی سہولت دی' کیا میرا جرم یہ تھا کہ پانی کا 70 سالہ پرانا مسئلہ حل کر کے میں نے صوبوں کے تنازعات ہمیشہ کے لئے ختم کر

دیئے اور زرعی منصوبہ بندی کے واسطے کھول دیئے اگر یہ میرے جرائم ہیں تو میں اس طرح کے جرم بار بار کروں گا بلکہ ہزار بار کروں گا۔ اور ان جرائم کی سزا میں میرا خون بھی مانگا گیا تو میں یہ خون دیتا رہوں گا مگر جو کام میں نے اپنے ذمے لیا ہے اس سے باز نہیں آؤں گا۔

میرے عزیز ہم وطنوں میں سیاست کو عوام وطن اور اسلام کی خدمت کا ایک ذریعہ سمجھتا ہوں اور میں نے اپنے اسلاف اور بزرگوں سے حاصل شدہ تعلیم کی روشنی میں سیاست کے ان اصولوں کو اپنایا ہے مگر افسوس جس قسم کی سیاست سے مجھے واسطہ پڑا اس میں نفاست کم اور گندگی بہت زیادہ ہے آج میں آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ میرا واسطہ کس قسم کے لوگوں کے ساتھ ہے میں نے اپنے گھر سے بزرگوں کا ادب کرنا سیکھا ہے اور اسلام آباد پہنچ کر بھی میں نے اس روایت کو برقرار رکھا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ میں کسی کا ماتحت ہوں یا کسی سے خائف ہوں مجھے دھمکیاں دی گئیں کہ میں اپنے خاندان کا کاروبار بچانے کے لئے اصولوں سے دستبردار ہو کر سمجھوتہ کرلوں آپ دیکھیں گے کہ یہ سمجھوتہ نہ کرنے کی پاداش میں میری کردار کشی کا بھی اہتمام ہو گا۔

میرے کرم فرماؤں کو بھی کردار کشی عیب جوئی کا ہنر خوب آتا ہے میں نے حتی الامکان اپنے معاملات اور اپنی مرضی کو قومی مفاد کے تابع فرمان رکھا انشاء اللہ میرے عمل کا آئندہ ریکارڈ بھی اس بات کی گواہی دے گا میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس ملک کا منتخب وزیراعظم ہوں مجھے قومی اسمبلی میں بھاری اکثریت کی تائید حاصل ہے اگر کسی کو شک و شبہ ہے تو وہ ایوان کے اندر اور ایوان کے باہر جہاں چاہے مجھے آزما کر دیکھ لے پچھلے چند ہفتوں سے یہ کوشش تو بڑے زور و شور کے ساتھ بھی کی گئی ہے ایسی گندی ہارس ٹریڈنگ ہوئی ہے کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتا وفاق پاکستان کی عظمتوں کا وہ مرکز جو پورے ملک کے لئے قابل احترام ہونا چاہئے تھا وہاں سازشوں کے جال بنے گئے کہ کسی طرح آپ کے منتخب وزیراعظم کو گرا دیا

جائے اور ایک گورنر تو وفاق کی علامت کے اس مرکز میں قیام پذیر ہو کر وفاقی حکومت کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔ جس سیاسی لاوارث کو کہیں پناہ نہیں ملتی تھی۔ وفاق پاکستان کی اس علامت کے دفتر میں اس کی پذیرائی ہونے لگی جہاں سے پاکستان کے استحکام' یکجہتی اور سلامتی کے لئے مجھے مشورے ملنے چاہئیں تھے وہاں مجھے کہا گیا کہ پاکستان کو دہشت گرد قرار دینے والے سردار آصف احمد علی کو تکلیف نہ دو جس پر میں ڈٹ گیا اور صاف کہہ دیا کہ اس شخص نے دشمن سے زیادہ میرے وطن کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے اور اس کی گرفتاری کا حکم میں نے جاری کیا ہے۔ میرا دل سلگتے ہوئے رازوں کی آنچ میں پک رہا ہے لیکن ملکی و قومی وقار اور مفادات اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ میں انہیں افشاء کروں لیکن جو کچھ بتانا ممکن ہے میں آپ سے کیوں چھپاؤں۔ کتنے شرم کی بات ہے کہ میں قومی فرائض کی بجا آوری کے لئے ملک سے باہر جاتا ہوں تو میری غیر حاضری میں سازشوں کے طوفان اٹھائے جاتے ہیں غیر ملکی میزبانوں کے سامنے مجھے بے وقعت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کیا یہ میری بے عزتی ہے یا پاکستان کی بھارتی سفارتکار کی تالیوں کی گونج میں پاکستان کو دہشت گرد کہا جاتا ہے کیا یہ سیاست ہے یا غداری وہ مقام جسے پاکستان کے استحکام' ترقی اور خوشحالی کی علامت ہونا چاہئے تھا وہ مقام جہاں سے جمہوریت کا تحفظ اور عوام کی فلاح و بہبود کے چشمے پھوٹنے چاہئیں تھے وہاں سے شخصی حکمرانی کے اشارے ملنا شروع ہو گئے۔ جمہوری عمل کو غیر مستحکم کرنے کا جو سلسلہ باہر دکھائی دیا اس کی جڑیں وہیں نظر آئیں' حد یہ ہے کہ مادر پاکستان مسلم لیگ کے جسم کے ٹکڑے کرنے کے لئے بھی سازش وہیں پر ہی تیار کی گئی۔

عزیز ہم وطنوں بطور وزیراعظم میں صرف اتنا ہی عرض کروں گا کہنے کو اور بھی بہت کچھ ہے لیکن وہ میں اپنی سیاسی حیثیت میں عرض کرتا رہوں گا اس وقت صرف اتنا کہنا باقی رہ گیا ہے کہ جہاں سے جو کچھ نہیں ہونا چاہئے

تھا وہاں سے وہ کچھ کیا گیا مجھ پر ہر طریقے سے دباؤ ڈالا گیا کہ میں میدان چھوڑ کر بھاگ جاؤں اور میں نے صرف اپنے منصوبوں پر عمل کرنے کی خاطر جو میں نے اپنے عوام کی ترقی اور خوشحالی کے لئے شروع کئے ہیں خاموشی کا راستہ اختیار کیا میں نے سوچا میرا وطن میری انا سے زیادہ مقدس ہے میرے دوستوں اور بزرگوں نے بھی کہا تھا کہ اپنے جذبات کی قربانی دے دو لیکن وطن عزیز کے معصوم اور بھولے بھالے عوام کی بھلائی کے لئے جو کام تم نے شروع کئے ہیں انہیں ادھورا مت چھوڑو کیونکہ یہ پہلے بھی بے یار و مددگار رہے ہیں اور شاید تمہارے بعد بھی ان کا پرسان حال کوئی بھی نہ۔ میں نے اپنے دل سے کہا کہ اگر تمہاری ٹوٹی ہوئی انا کے ٹکڑے ظلم و ستم کا شکار ہونے والی بے سہارا غریب بیٹیوں کا سر ڈھانپ سکتے ہیں تو یہ سودا مہنگا نہیں لیکن مجھے وطن اور غریب بہن بھائیوں سے محبت کے جرم میں میرے خلاف یہاں تک سازشیں کی گئیں کہ میرے ہر تیسرے ساتھیوں کو کہا گیا کہ تم اراکین اسمبلی کو توڑو اور وزیراعظم بن جاؤ اس وقت اسلام آباد میں کم و بیش دس وزیراعظم اپنے لئے وزیر تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ میرے اپنے بھائی شہباز شریف کو یہ پیشکش کی گئی کہ تم وزیراعظم بن جاؤ اقتدار کی ہڈی کا نوالہ کہاں کہاں نہیں پھینکا گیا۔ وزارتوں اور دیگر طرح طرح کی مراعات کے وعدے کئے گئے لیکن ہارس ٹریڈنگ کی ان بدترین کوششوں کے باوجود میرے حامیوں کی بھاری اکثریت کو کم نہ کیا جا سکا جس کے لئے میں ان کا شکر گزار ہوں اور میرے جو ساتھی بہکائے میں آگئے ہیں قوم ان سے تقاضا کرتی ہے کہ وہ اپنی پارٹی میں واپس آجائیں۔ ان کے حلقوں کے ووٹر بھی ان سے یہی توقع رکھتے ہیں۔ عزیز ہم وطنوں میں صرف اس بے یقینی کو دور کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں جو بعض سازشوں اور اپنے مستقبل سے مایوس طالع آزماؤں نے پاکستان کے قابل احترام مقام کو ناپاک کر کے پھیلا رکھی ہیں۔ آپ کی حکومت اللہ کے فضل سے آج بھی مضبوط اور مستحکم

ہے۔ ان سازشوں کے ذریعے اندرونی اور بیرونی سرمایہ کاروں کو ڈرا کر تعمیر و ترقی کا عمل روکنے کی کوشش کی گئی ہے ہم اسے بھی ناکام بنانے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔ انشاء اللہ ہم کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ پاکستان کی تعمیر و ترقی اور جمہورت کے عمل کو روک سکے اور اگر کوئی روکنے کی کوشش کی گئی تو پھر میرا آپ سے سوال ہے کہ مجھے کون سا راستہ اختیار کرنا چاہئے۔ ان حالات میں میرا یہ تبعی اور اخلاقی فرض بنتا ہے کہ میں ملک کے وقار اور مفاد کو ترجیح دوں۔ جمہوری اداروں کے استحکام اور ملک کی صنعتی اور معاشی ترقی کے لئے ہر وہ اقدام کروں جو وقت اور حالات کا تقاضا ہے۔ پیچھے دیکھنے کی بجائے آگے بڑھوں اور تعمیر و ترقی کے منصوبوں کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل ہو جاؤں جن سے اس ملک و قوم کا عظیم ترین مفاد اور مستقبل وابستہ ہے۔ یقین جانئے میں اس سلسلے میں کسی کوتاہی کمزوری یا پسپائی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔ میں جانتا ہوں کہ اگر میں نے کوئی کوتاہی کی کمزوری کا مظاہرہ کیا یا پسپاہی پر آمادہ ہو گیا تو یہ کروڑوں عوام کے ساتھ زیادتی ہوگی جو 45 سال کے ناامیدی اور مایوسی کے اندھیروں سے نقل کر امید اور یقین کی وادی میں داخل ہوئے ہیں۔ تمہیں اب یقین ہو چلا ہے کہ پاکستان بھی اب ترقی یافتہ ملکوں کی صف میں شامل ہو سکتا ہے میں اپنے آپ کو عوام اپنے ضمیر کے علاوہ خداوند قدوس کے سامنے جوابدہ سمجھتا ہوں۔ اس لئے میں محض اپنے ذاتی مفاد کی خاطر بڑھے ہوئے قدم پیچھے نہیں لے جا سکتا۔

میں ایک بار پھر قوم کو پسماندگی کے اندھیرے میں نہیں دھکیل سکتا‘ میں 21 ویں صدی میں داخل ہونے کی خواہش مند قوم کو مزید ایک صدی پیچھے لے جانے کا جرم نہیں کر سکتا۔ میرے لئے یہ ناممکن ہے کہ میں تعمیرو ترقی کے منصوبوں کو ادھورا چھوڑ دوں جن کی وجہ سے قوم میں امید کی کرن پیدا ہوئی ہے۔ قوم کے اس اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچا سکتا۔ میں جس سفر پر نکلا ہوں راستے کی مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود میں اسے نامکمل

نہیں چھوڑوں گا انشاء اللہ میں قوم کو اس منزل پر پہنچا کر دم لوں گا جس کا دعویٰ میں نے 1990ء کو انتخابی مہم کے دوران کیا تھا اور جس کی وجہ سے مجھے مشکل ترین حالات کا مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے۔ وقتی مشکلات انشاء اللہ تعالیٰ میرا راستہ نہیں روک سکتیں۔

سیاسی مصلحتیں اور مجبوریاں مجھے مایوس نہیں کر سکتیں بلکہ یہ میرے عزم اور ارادے کو مزید مضبوط اور توانا بناتی ہیں۔ حالیہ بحران سے میرے ارادوں میں مزید پختگی پیدا ہوئی ہے اور میرا یہ عزم ہے کہ اللہ تعالیٰ اور عوام کی خوشنودی کے لئے کسی رکاوٹ، دباؤ یا مصلحت کی پرواہ کئے بغیر وہ کچھ کروں جو میرے ملک کی ضرورت ہے، جو میرے عوام کی خواہشات ہیں اور میرے منصوبے کا تقاضا ہے لہٰذا میں استعفیٰ نہیں دوں گا، میں اسمبلیاں نہیں توڑوں گا، میں ڈکٹیشن نہیں لوں گا، اسمبلی میں اکثریت اللہ کے فضل سے میری ہے اور میری رہے گی مگر سوال یہ ہے کہ قومی اسمبلی فیصلہ کن اکثریت کی حامل ایک مستحکم حکومت کی موجودگی میں بے یقینی کی فضا پیدا کر کے پاکستان کی معیشت اور سلامتی کے لئے خطرات کیوں پیدا کئے گئے، ملک میں بحران پیدا کرنے کی کوشش کیوں کی گئی۔ اس کا ذمہ دار کون ہے فیصلہ میں آپ پر چھوڑتا ہوں (پاکستان پائندہ باد)

18 اپریل ء کو صدر پاکستان نے قومی اسمبلی کو توڑ دیا اور بلخ شیر مزاری کو نگران وزیراعظم مقرر کرتے ہوئے 14 جولائی 1993ء کو دوبارہ الیکشن کرانے کے اعلان کیا۔ صدر مملکت نے نواز شریف حکومت پر الزامات عائد کرتے ہوئے کہا کہ ان کے

دور حکومت کا موٹر وے کا منصوبہ متنازعہ ہے دعووں کے برعکس بیرونی سرمایہ کاری کی شرح کچھ نہ ہونے کے برابر رہی نج کاری کے تحت ٹیلی فون ریلوے، پی آئی اے اور واپڈا جیسے حساس اداروں پر بھی ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی گئی، نیشنل شپنگ کارپوریشن جیسا قومی ادارہ بھی محفوظ نہ رہا بیشتر صوبے مرکزی حکومت کی چودھراہٹ کے خلاف سراپا احتجاج بنے رہے مشترکہ مفادات کی کونسل عضو معطل بن کر رہ گئی، قومی مالیاتی کمیشن کے بارے میں سبھی صوبوں سے شکایات مل رہی تھیں، صوبائی حکومتوں کے

معاملات میں وزیراعظم کی مداخلت سے پوری انتظامی مشینری مفلوج ہو کر رہ گئی کوآپریٹو اور تاج کمپنی کے سکینڈل سے سینکڑوں خاندان تباہ ہوئے' فریادوں پر زبانوں پر تالے لگانے کی باتیں ہوئیں بغاوت کے مقدمے بنائے گئے' صحافیوں کو زدو کوب کرنا معمول بن گیا' اخبارات کے اشتہارات بند کئے گئے ' کاغذ کا حصول ناممکن بنا دیا گیا پریس کو زنجیریں پہنانے کی کوشش کی گئی شاہانہ مزاج رکھنے والوں نے سول سروس کے ملازمین کو ذاتی ملازمین کی طرح استعمال کیا' وزیروں کو صدر مملکت سے ملاقات سے منع کر دیا' وفاق کے آئینی سربراہ پر سرکاری ذرائع ابلاغ سے الزام تراشی اور دشنام طرازی کا ریکارڈ قائم کیا گیا' جبکہ اسی صدر کو وہ چند روز قبل صدارتی امیدوار نامزد کر چکے تھے ایم اے پاس نوجوان ٹیکسی ڈرائیور بننے پر مجبور ہو گئے' زیادتی کا شکار ہونے والی لڑکیوں کو سرکاری میڈیا پر پیش کیا گیا زیادتی کے جتنے واقعات ان کے دور میں ہوئے پہلے کبھی نہیں ہوئے' دن دہاڑے ڈاکے پڑتے رہے ناجائز اسلحہ کی بھرمار رہی' انتظامی مشینری ناکارہ ہو چکی ہے بیشتر وزراء سرکاری ارکان نے استعفے دے دیئے ہیں وزیراعظم نے آئین کی خلاف ورزی کی حکومت پر آرمی چیف کے قتل کا الزام بھی ہے' لہٰذا حکومت آئینی طور پر نہیں چل سکتی تھی۔

قومی اسمبلی کے سپیکر جناب گوہر ایوب، نے صدر پاکستان کے حکم مورخہ 18 اپریل 1993ء کو سپریم کورٹ میں چیلنج کردیا اپریل 1993ء میں ہی پنجاب کے وزیر اعلیٰ غلام حیدر وائیں کے خلاف عدم اعتماد کا اظہار کیا گیا جس کے نتیجہ میں میاں منظور احمد وٹو پنجاب کے وزیر اعلیٰ بنے۔ سپریم کورٹ نے اپنے فیصلہ مورخہ 26 مئی میں صدر پاکستان غلام اسحاق خان کے 18 اپریل 1993ء کے قومی اسمبلی توڑنے وزیر اعظم اور ان کی کابینہ کو برطرف کرنے کے اقدام کو آئین کی دفعہ 58 (2) بی میں دیئے گئے اختیارات کے منافی قرار دیتے ہوئے وزیر اعظم، کابینہ اور قومی اسمبلی کو غیر مشروط طور پر بحال کردیا۔

سپریم کورٹ کے فیصلے کی روشنی میں اسمبلی کی بحالی کے بعد 93 - 5 - 27 کو اسمبلی کا پہلا اجلاس شام چھ بجکر 20 منٹ پر ہوا۔ 202 رکنی ایوان کے ارکان قومی اسمبلی میں سے 123 ارکان نے وزیر اعظم نواز شریف کے حق میں ووٹ دیا ان میں سے پی ڈی اے کے 5 فاٹا کے 8 جماعت اسلامی کا ایک رکن بھی شامل تھا۔ جے یو آئی، حق پرست گروپ، چٹھہ گروپ، سپاہ صحابہ اور پی ڈی اے کے ارکان قومی اسمبلی نے بائیکاٹ کیا ایم کیو ایم اور جماعت اسلامی کے چھ ارکان بیٹھے رہے۔ ووٹ دینے والوں میں سابق نگران کابینہ کے جام معشوق، روکڑی، ٹوانہ اور میاں محمد شفیع بھی شامل تھے۔

29 مئی 1993ء کو گورنر پنجاب چودھری الطاف حسین نے میاں منظور احمد وٹو وزیر اعلیٰ پنجاب کے مشورہ پر پنجاب اسمبلی توڑ دی اور آئین کے تحت منظور احمد وٹو کو وزیر اعلیٰ پنجاب کے عہدے پر کام جاری رکھنے کو کہا۔

31 مئی 1993ء کو گورنر گلستان جنجوعہ نے آئین کے آرٹیکل 112 کی شق I کے تحت وزیر اعلیٰ کے مشورہ پر اسمبلی توڑ دی اور آرٹیکل 133 کے تحت میر افضل خان کو ہی وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے بدستور کام جاری رکھنے کی ہدایت کی۔

10 جون 93ء کو عدالت عالیہ نے گورنر پنجاب کے حکم کو معطل کرتے ہوئے

پنجاب اسمبلی اور منظور احمد وٹو کی حکومت کو بحال کردیا حکم میں کہا گیا کہ کورٹ کے حتمی فیصلہ تک وزیر اعلیٰ کے خلاف عدم اعتماد کی نئی تحریک پیش نہیں کی جاسکے گی اور نہ ہی وزیر اعلیٰ گورنر کو اسمبلی توڑنے کا مشورہ دے سکیں گے۔

28 جون 93ء کو عدالت عالیہ کے چیف جسٹس میاں محبوب احمد کی سربراہی میں عدالت عالیہ کے پانچ رکنی فل بنچ نے پنجاب اسمبلی میں اپوزیشن لیڈر چودھری پرویز الٰہی کی رٹ درخواست منظور کرتے ہوئے پنجاب اسمبلی کابینہ سمیت بحال کردی اور گورنر پنجاب کے اسمبلی کی تحلیل سے متعلق 29ء مئی 93ء کے حکم کو غیر قانونی اور غیر آئینی قرار دیا۔ عدالت عالیہ نے شام 6 بج کر 53 منٹ پر اسمبلی کی بحالی کا فیصلہ سنایا۔ وزیر اعلیٰ منظور احمد وٹو نے اسی شام سات بجے گورنر پنجاب کو اسمبلی توڑنے کی سفارش کی۔ گورنر چودھری الطاف حسین نے آئین کی آرٹیکل 133 کے تحت رات 7 بج کر 45 منٹ پر اسمبلی دوبارہ توڑ دی اور منظور احمد وٹو دوبارہ نگران وزیر اعلیٰ بنے۔

29 جون 1993ء کو پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں آئین کے آرٹیکل 234 کی ذیلی دفعہ 1 کے تحت پنجاب میں ہنگامی حالت نافذ کرنے اور آئین اور قانون کے مطابق حکومت کی اتھارٹی کو بحال کرنے کے لئے قرار داد منظور کی گئی۔ قرار داد کے حق میں 145 ووٹ ڈالے گئے جبکہ سات ارکان نے قرار داد کی مخالفت کی۔ اپوزیشن نے واک آؤٹ کیا قرا داد کا مکمل متن حسب ذیل ہے۔

" مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کا یہ مشترکہ اجلاس تمام متعلقہ مواد اور حالات و واقعات کا جائزہ لینے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ پنجاب میں ایسی صورت حال پیدا ہوچکی ہے کہ جس کے تحت پنجاب حکومت آئین کی متعلقہ شقوں کے مطابق کام جاری نہیں رکھ سکتی لہٰذا مشترکہ ایوان یہ فیصلہ کرتا ہے کہ صدر آئین کے آرٹیکل 234 کے تحت دفعہ 1 کے تحت یہ حکم جاری کریں۔

(الف) .... کہ وہ صوبہ پنجاب کی حکومت کی تمام ذمہ داریاں اور تمام اختیارات جو گورنر اور حکومت پنجاب بشمول وزیر اعلی اور ان کی کابینہ کو حاصل ہیں سوائے صوبائی اسمبلی کے اختیارات خود سنبھال لیں۔

(ب) .... اعلان کیا جائے کہ پنجاب اسمبلی کے اختیارات مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ)

کے مشترکہ اجلاس کی اتھارٹی کے تحت استعمال کئے جائیں گے۔
(سی) .... درج بالا امور پر کسی عمومی تعصب کے بغیر اس اعلان کے مقاصد کو مؤثر بنانے کے لئے درج ذیل میں ضروری اور بامقصد شقیں وضع کی جائیں۔
(I) .... یہ کہ میاں محمد اظہر ولد میاں فضل محمد سابق گورنر پنجاب یا کوئی دوسرا شخص جس کے بارے میں اس مدت کے لئے وفاقی حکومت نوٹیفکیشن جاری کرتی ہے اسے ذیل میں بیان کئے گئے صوبائی حکومت کے تمام اختیارات حاصل ہوں گے۔
(II) یہ کہ میاں محمد اظہر ولد میاں فضل محمد سابق گورنر پنجاب یا وفاقی حکومت کے مقرر کردہ کسی بھی شخص کو 28 جون 1993ء کو پنجاب اسمبلی توڑنے کے حکم کی منسوخی اور اسے واپس لینے کے اختیارات حاصل ہوں گے جو چودھری پرویز الٰہی بنام صوبہ پنجاب کیس میں لاہور ہائی کورٹ کے فیصلے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جاری کیا گیا تھا اور اسے صوبائی اسمبلی کا اجلاس بلانے کا اختیار بھی حاصل ہوگا تاکہ اس بات کا تعین ہوسکے۔
(اے) .... میاں منظور احمد وٹو ایوان میں اعتماد کا ووٹ حاصل کریں اگر انہیں اعتماد کو ووٹ نہیں ملتا تو انہیں وزیر اعلیٰ کے منصب سے ہٹا دیا جائے۔
(بی) .... اگر میاں منظور احمد وٹو اعتماد حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں تو پھر اسمبلی کا دوسرا اجلاس بلایا جائے تاکہ ارکان اسمبلی کی اکثریت کی حمایت رکھنے والے شخص کا انتخاب کیا جائے اور اسے صوبہ کا وزیر اعلیٰ مقرر کیا جائے۔
(سی) .... اس طرح جس شخص کو وزیر اعلیٰ مقرر کیا جائے گا وہ کابینہ تشکیل دینے اور سالانہ بجٹ صوبائی اسمبلی کے ایوان میں پیش کرنے کے لئے تمام ضروری اقدامات کرے گا۔
(III) .... اور ایسے تمام اقدامات کرے گا جس کی ہدایت اسے مجلس شوریٰ کرے گی۔

اس قرار داد کے حوالہ سے صدر کی جانب سے ایک فرمان جاری کیا گیا جس پر صدر نے متعلقہ سیکرٹری کا جواب طلب کرلیا اور یکم جولائی 93ء کو ایوان کے ایک ترجمان نے کہا کہ صدر نے ایسا کوئی فرمان جاری نہیں کیا جس پر یہ فرمان غیر موثر

ہو گیا۔

وزیر اعظم نواز شریف کے خلاف صوبوں میں مخالفت کا اپوزیشن نے زبردست فائدہ اٹھایا اور حکومت پر نئے انتخابات سمیت دوسرے مطالبات منوانے کے لئے 16 جولائی 93ء کو اسلام آباد کی جانب لانگ مارچ کا اعلان کردیا۔

ملک میں بحران شدت اختیار کرگیا تو جنرل عبدالوحید نے وزیر اعظم اور صدر پاکستان سے مسلسل ملاقاتیں کرکے ایک فارمولہ طے کیا۔ جس کے تحت وزیر اعظم نے 18 جولائی 93ء کو ایوان صدر میں صدر غلام اسحاق خان کو قومی اسمبلی توڑنے کی ایڈوائس دی۔ صدر نے اسی وقت اسمبلی توڑنے کا اعلان کیا اور معین اے قریشی کو نگران وزیر اعظم نامزد کردیا۔ جناب معین قریشی نے رات 12.15 پر اپنے عہدے کا حلف اٹھایا اسی روز نواز شریف نے ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر خطاب کرتے ہوئے کہا۔

" میں نے کرسی چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ ملک و قوم کی ترقی اور خوشحالی کے لئے ہم نے جو منصوبے شروع کر رکھے ہیں وہ جاری رہیں گے سترہ اپریل کو جب میں نے کہا تھا کہ میں استعفیٰ نہیں دوں گا تو آپ کی خدمت اور کامیاب ترقی کا عمل جاری رکھنے کی غرض سے کہا تھا۔ جب میں نے کہا تھا کہ میں قومی اسمبلی نہیں توڑوں گا تو آپ کے ووٹ کی طاقت منوانے کے لئے کہا تھا۔ جب میں نے کہا تھا کہ ڈکٹیشن نہیں لوں گا تو وزیر اعظم کا اختیار منوانے کے لئے کہا تھا۔ میں نے یہ باتیں کار پر جھنڈا لہرانے کے لئے اور آگے پیچھے پولیس لگوانے کے لئے نہیں کی تھیں، میرے سامنے ایک نصب العین تھا۔ پاکستان کے خوبصورت چہرے سے پسماندگی اور غربت اور افلاس کے داغ مٹا کر اسے خوبصورتی اور عظمتوں سے ہمکنار کرنے کا نصب العین استعفیٰ دینے سے میں نے اس لئے انکار نہیں کیا تھا کہ میں ایک سجاوٹی اور بے عمل بننا قبول کرلوں۔ قومی اسمبلی توڑنے سے میں نے اس لئے انکار نہیں کیا تھا کہ پارلیمنٹ کے فیصلے پامال ہوتے رہیں اور ہم ایئرکنڈیشن ہال میں تقریروں کا شوق پورا کرتے رہیں۔ مجھے ایسا وزیر اعظم بننے کا شوق نہیں جو اپنے ملک اور عوام کی کوئی خدمت نہ کرسکے۔ مجھے ایسا وزیر اعظم بننے کا شوق نہیں جو ووٹ اور دعائیں دینے والوں کے دکھ درد دور نہ کرسکے۔ مجھے ایسا وزیر اعظم بننے کا شوق نہیں جو ظلم کی

ستائی ہوئی ماؤں اور بہنوں کی مدد کے لئے نہ پہنچ سکے۔ مجھے ایسا وزیر اعظم بننے کا شوق نہیں جو غربت اور افلاس کے مارے ہوئے انسانوں کو ان کا حق نہ دلا سکے۔ مجھے ایسا وزیر اعظم بننے کا شوق نہیں جو صدیوں سے غلامی کی زندگی گزارنے والے بے زمین ہاری کو زمین کا ٹکڑا نہ دے سکے۔

میرے عزیز ہم وطنو! آپ کے اس جمہوری ملک میں جمہوریت کا نام لینے والوں نے امتحان کا وقت آنے پر جس طرز عمل کا مظاہرہ کیا وہ آپ کے سامنے ہے۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ اسمبلی کے قتل پر کون خاموشی سے گھر بیٹھ گیا تھا اور کس نے عوام کے ووٹوں کی توہین ہونے پر میدان میں ڈٹ کر مقابلہ کیا اب پھر سیاست دانوں کو اپنا نامہ اعمال لے کر آپ کے سامنے پیش ہونا پڑے گا۔ جب یہ وقت آئے تو اتنا ضرور پوچھئے گا کہ جب نواز شریف جمہوری نظام کے بقاء کی جنگ لڑ رہا تھا تو آپ کہاں تھے میں آپ کو زیادہ نہیں بتا سکتا۔ میرا سینہ رازوں سے بھرا ہوا ہے۔ ہر راز ایک زخم کی طرح سلگ رہاہے۔ اگر میں یہ راز آپ پر افشا کردوں تو آپ طوفان کی طرح اٹھ کھڑے ہوں اور ان سازشیوں پر یلغار کردیں جنھوں نے ذاتی خواہشوں اور مفادات کی خاطر معاشی ترقی کا عمل روک کر آپ کے خوابوں کو چکنا چور کرنے کوشش کی لیکن میں آپ کو اپنا سینہ کھول کر نہیں دکھا سکتا۔ ذمہ داریوں نے میرے ہونٹ سی رکھے ہیں اور ملک و قوم کے مفادات نے میری زبان بند کر رکھی ہے۔ بہت سی باتیں آپ کو خود معلوم ہیں۔ اور جو کچھ بتانا ممکن ہے وہ میں عرض کر دیتا ہوں۔ قومی اسمبلی کی بحالی کے بعد میرا خیال تھا کہ عوام اور عدلیہ کا یہ فیصلہ مہذب انداز سے قبول کر لیا جائے گا اور قوم کی تقدیر کے ساتھ مذاق کرنے والے ہمیں اب کسی رکاوٹ کے بغیر پاکستان کی خدمت کرنے دیں گے۔ میرا خیال تھا کہ چند ہفتوں میں غیر آئینی اقدام کی وجہ سے بگاڑے گئے نظام کو درست کر کے ان معاشی سرگرمیوں کو بحال کر دوں گا جن میں عوام کی منتخب حکومت کے خاتمے کی وجہ سے خلل آگیا تھا اور اپنے ان منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے وسائل مہیا کرونگا جو شدید مالی مشکلات اور سیاسی مخالفتوں کے باوجود ہم نے شروع کردیئے تھے اور جن کی تکمیل کے لئے میرے شب و روز وقف تھے۔ میری خواہش تھی کہ انہیں تیز رفتاری کے ساتھ پورا کروں گا

مگر میرا واسطہ ایسے لوگوں سے پڑ گیا جو اپنے ملک اور غریب عوام کی بہتری کے لئے ہونے والے ہر کام میں روڑے اٹکاتے ہیں۔ یہ نہیں چاہتے ہیں کہ ہاریوں' کاشتکاروں اور مزدوروں کے دن بدلیں اور ان کے بچوں کو خوشیاں دیکھنا نصیب ہوں۔ وہ نہیں چاہتے کہ تہذیب سے کٹے ہوئے علاقوں میں جہاں ہمارے بھائی بہنیں انسانی سطح سے گری ہوئی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں' وہاں بجلی اور سڑکیں جائیں اور یہ غریب لوگ بھی نئے زمانے کی سہولتوں سے فائدہ اٹھا سکیں۔ یہ نہیں چاہتے ہیں تعلیم یا نوجوانوں کے لئے عزت کے ساتھ روزی کمانے کے وسائل موجود ہوں۔ یہ نہیں چاہتے ہیں جس کے پاس کوئی زمین یا جائیداد نہیں اسے قرضے ییلو کیب اور ییلو ٹریکٹر ملیں اور وہ بھی خدا کی اس دنیا میں کسی چیز کو اپنا کہہ سکیں۔ یہ نہیں چاہتے کہ ہر سال سیلاب سے تباہ ہونے والے غریبوں کو اس قدرتی آفت سے بچانے کے لئے ٹھوس اقدامات کئے جائیں۔ یہ نہیں چاہتے ہیں صدیوں سے مجبوری اور بے بسی کی زندگی گزارنے والی ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے لئے معاشی

وسائل فراہم کئے جائیں تاکہ وہ بھی اپنے انسانی حقوق حاصل کر سکیں۔ یہ نہیں چاہتے بیواؤں' یتیموں اور بے سہاروں کو عزت کے ساتھ گذر اوقات کرنے کا حق دیا جائے۔ یہ نہیں چاہتے کہ ہماری زراعت پسماندگی سے نکل کر ترقی کے نئے دور میں داخل ہو۔ یہ نہیں چاہتے کہ پاکستان میں نئی نئی صنعتیں لگیں، لوگوں کو نئے نئے روز گار ملیں اور پاکستان غیروں کی محتاجی سے آزاد ہو۔ یہ نہیں چاہتے ہیں کہ یہاں موٹر وے' بندرگاہیں ہوائی اڈے اور بھاری صنعتیں قائم ہوں جن کی وجہ سے پاکستان وقار کے ساتھ 21 ویں صدی میں داخل ہو سکے۔ یہ نہیں چاہتے ہیں بچوں کا پیٹ بھرنے کی خاطر انسان کا بوجھ جانور کی طرح کھینچنے والوں کو اس کا وقار ملے اور توہین انسانیت کا یہ شرمناک سلسلہ بند ہو۔ جوڑ توڑ ، سازشیں' آئینی تاویلات کی فریب کاریاں اور بات بات پر بحثیں یہ سب چیزیں عوام کو دھوکہ دے کر انہیں ترقی اور خوشحالی سے محروم کرنے کے لئے ہیں انہیں پسماندہ غریب جاہل اور بے زبان قوم چاہیئے۔ جس پر یہ حکومت کرتے رہیں۔ انہیں میرے چند روزہ اقتدار کی تکلیف نہیں تھی۔ انہیں تکلیف اس بات کی ہے اگر نواز شریف نے بے روز گاروں کو روزگار کے مواقع ،

جینے کی سہولتیں اور کسی چھوٹی موٹی چیز کا مالک بنا دیا تو اس قوم کے غریبوں سے خوئے غلامی جاتی رہے گی۔ انہیں سر اٹھا کر چلنا آجائے گا اور ان کہ منہ میں زبان آجائے گی اور جس کی وجہ سے ان کا اقتدار ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائے گا یہ لوگ سیاست کو غریب عوام سے اوپر کی کوئی چیز بنائے رکھنے پر بضد ہیں۔ دیہات ، کھیتوں ، گلیوں ' محلوں ' کو صرف یہ انتخابی مہم کے دوران تماشائی کی طرح دیکھتے ہیں اور جب میں وزیر اعظم کی حیثیت سے ان جگہوں پر جاتا ہوں تو انہیں اپنی توہین محسوس ہوتی ہے کہ ایوان اقتدار میں بیٹھا ہوا یہ شخص میلے کپڑوں اور کچے گھروں والے غریبوں کے ساتھ زمین یا چارپائی پر بیٹھ کر دکھ سکھ کیوں بانٹتا ہے۔ یہ چاہتے ہیں کہ ان کی طرح میں بھی سیاست کو انتخابات کے بعد صرف اقتدار کے ایوانوں تک محدود رکھوں اور محلاتی سازشوں میں مصروف رہوں۔ محلاتی سازشوں کا یہ کھیل تو ہم برسوں سے دیکھتے آرہے ہیں قوم کو اس سے کیا ملا ؟ کیا میری قوم کے مقدر میں صرف بے یقینی اور بے چینی لکھی ہے ؟ نہیں..... کیا میرے ملک کے عوام ایک بحران سے نکل کر دوسرے بحران میں داخل ہونے کے لئے زندگی گزارتے ہیں ؟ ہرگز نہیں ..... کیا پاکستان کی تقدیر صرف یہ ہے کہ ہم غریبی ' بے روزگاری لاقانونیت ' بیماری ، جہالت اور پسماندگی میں شہرت پائیں؟ بالکل نہیں..... کیا پاکستان میں ہماری اور آئندہ نسلوں کی زندگی بھی انہیں سازشوں اور ریا کاریوں کی نذر ہوجائے گی جو ہماری پرانی نسلوں کو کھا گئی ہے۔؟ میں نہیں تسلیم نہیں کرتا..... میں نے چاہا کہ ماضی کے ان بدصورت ورثوں کا ملبہ صاف کرکے نئی دنیا کی تعمیر کروں؟ لیکن ترقی کے دشمنوں کو یہ بات پسند نہ آئی۔ قوم کی خوشحالی اور پاکستان کی سربلندی کی خاطر کام کرنا ان لوگوں کو ناگوار گذرا ۔ انہیں فکر پڑ گئی کہ اگر ہم نے تعمیر و ترقی کا کام اسی رفتار سے جاری رکھا تو یہ اگلے انتخابات میں مقابلہ کیسے کریں گے انہوں نے شکست سے بچنے کے لئے میرے ہاتھ روکنے کی سازش کی اور چور راستے سے ایوان اقتدار میں داخل ہونے کا راستہ ڈھونڈنے لگے خواہ یہ راستہ عوام کی محرومیوں اور وطن کی پسماندگی سے ہو کر ہی کیوں نہ گذرتا ہو۔ انہوں نے ٹھوس اکثریت کے ساتھ قائم ایک مستحکم جمہوری حکومت کے لئے مشکلات کھڑی کیں اور منظم انداز میں بار بار یہ تاثر پیدا کیا گیا جیسے ملک میں کوئی سیاسی بحران ہو۔

ان لوگوں نے بحران کا شور مچا کر بیرونی دنیا میں پاکستان کو کتنا نقصان پہنچایا؟ .... کاش! انہیں اس کا احساس ہو۔

ایک ترقی پذیر ملک کی ساکھ کتنی مشکل سے بنتی ہے اور یہ ساکھ خراب ہوجائے تو اس کو بحال کرنا کس قدر مشکل اور دشوار ہوتا ہے انہوں نے یہ زیادتی میرے ساتھ نہیں کی اپنے ملک کے ساتھ کی جو کہ میری طرح ان کا بھی اپنا ملک ہے اور اس ملک کی عزت و وقار اور گڈویل کا تحفظ کرنا صرف حکومت ہی کا کام نہیں اپوزیشن' بلکہ ہر شہری کا فرض ہوتا ہے۔ پاکستان کا کوئی مخالف ہم پر بحران کا شکار ہونے کی تہمت لگاتا تو مجھے کوئی شکایت نہ ہوتی مگر اپنوں کی طرف سے ایسی امید نہ کی جاسکتی تھی۔ بحران کی تعریف کیا ہے؟ اس کا جائزہ لینا ہو تو 1970ء اور 1977ء کے حالات کو دیکھا جاسکتا ہے دونوں مرتبہ عوام کی بھاری اکثریت حکومت کے خلاف تھی مظاہرے ہو رہے تھے' ہڑتالیں تھیں' حکومتیں اتنا بے بس ہوگئی تھیں کہ انہیں فوج کی مدد لینا پڑی اور اس کے باوجود حالات پر قابو پانے میں ناکام رہیں۔ اس طرح کے حالات ہوں تو بحران کی بات کی جاسکتی ہے لیکن آج صورت حال کیا ہے ملک میں پونے تین سال سے کوئی ہڑتال نہیں ہوئی اور جو ہوئی وہ ہماری حکومت کی برطرفی کے خلاف کی گئی گزشتہ سال لانگ مارچ کی کال دینے والے جب سفر پر نکلے تو عوام نے اس بری طرح سے ان کا بائیکاٹ کیا کہ انہیں اپنے دورے کا پروگرام ادھورا چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ لانگ مارچ کی دوسری کال پر بھی عوام نے ان کا ساتھ نہ دیا بلکہ ان سازشوں سے جو حکومت کے خلاف کی جا رہی تھیں بے زار ہوگئے اور وہ اپنے کاروبار کو معمول کے مطابق چلانا چاہتے ہیں۔ عوام کا کوئی بھی طبقہ حالات کو خراب کردینے میں دلچسپی نہیں رکھتا بلکہ حالات خراب کردینے والوں کے خلاف اظہار نفرت کیا جا رہا ہے۔ اور جب عوام میں حکومت کے خلاف کوئی اضطراب نہ ہو تو بحران کیسا؟ - اصل صورت حال اس کے برعکس ہے۔ چند ہفتے قبل منتخب حکومت کی برطرفی پر عوام نے بھرپور انداز میں ہمارے ساتھ یکجہتی کا اظہار کیا اور غالباً" اس چیز کی انہیں سزا دی جا رہی ہے اس نام نہاد بحران کا منبع چند افراد اور چند ڈرائنگ رومز ہیں۔ یہ بحران کاغذوں میں ہے بیانات میں ہے' سازشوں میں ہے ملک میں کہیں نہیں یہی وجہ ہے کہ لانگ مارچ نام

نہاد تحریک کا شوشہ بھی ایک انوکھے انداز میں چھوڑا گیا۔ احتجاجی تحریکیں ہمیشہ عوام چلاتے ہیں لیکن اس مرتبہ یہ تحریک چلانے کا اعلان متنازعہ صوبائی حکمران کر رہے تھے۔ آئین کے تحت اٹھائے گئے حلف کی یہ کیسی پاسداری تھی کہ ایک صوبے کا گورنر وفاق کا نمائندہ ہوتے ہوئے بھی وفاق پر حملے کے اعلانات کرنے لگے۔ کیا یہ خود اس کے اہل تھے ؟ کیا ان میں اتنی ہمت تھی کہ صوبے کے سرکاری وسائل اور اختیارات استعمال کر کے وفاقی حکومت کے خلاف کروڑوں روپے کی اشتہاراتی مہم چلائیں۔ بسوں کو گھیر کر سڑکیں بند کرنے کے منصوبے بنائیں اور روز مرہ کی زندگی معطل کر کے عوام کو تکلیف میں مبتلا کرنے کے پروگرام مرتب کریں۔ یہ لوگ غریب عوام کو نواز شریف سے محبت کی سزا دینا چاہتے تھے اور حکومت کی راہ میں روڑے اٹکا کر مجھے عوام اور پاکستان سے محبت کی سزا دینے کے لئے بے تاب تھے۔ یہ لانگ مارچ کر سکتے تھے اور نہ ہونا تھا یہ صرف جمہوری نظام کی ساکھ لپیٹنے کی ایک سکیم تھی نام یہ میرا لے رہے تھے مگر سازشیں ملک کے خلاف کر رہے تھے سوال میری ذات کا نہ تھا میری ذات کا سوال ہوتا تو میں ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اقتدار سے علیحدہ ہوجاتا مگر میں جانتا تھا کہ میرے سیاسی حریف اور حکومت کے وہ مخالفین جن کا اسمبلی میں کوئی وجود نہیں ہے اور ہے تو وہ اقلیت میں ہیں اور ان کو کھل کر کھیلنے کا موقع دیا گیا تو وہ اس ملک کے ساتھ کیا نہیں کریں گے ان کے بیس ماہ کے دور اقتدار کی کہانیاں ابھی تک عوام کی زبان پر ہیں۔ غیر آئینی نگران حکومت میں جس بے اصولی اور بے تابی سے وہ شریک ہوئے وہ بھی آپ کو یاد ہے۔ اگر میں ان کے دباؤ پر آکر ملک کو ایسے لوگوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتا تو اپنی قومی ذمہ داریوں سے غفلت کا مرتکب ہوتا۔ الحمد اللہ مجھ سے جہاں تک ہوسکا میں نے اپنی یہ قومی ذمہ داریاں پوری کیں اس کے بعد کا فیصلہ آپ کو کرنا ہے کہ آپ اپنے ملک کا مستقبل کس کے سپرد کرنا چاہتے ہیں میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ یہ وقت پاکستان کے لئے بہت نازک ہے ہم چاروں طرف سے خطرات میں گھرے ہوئے ہیں خطے میں اس وقت ایسے بنیادی فیصلے ہو رہے ہیں جس کے اثرات صوبوں تک محسوس کئے جائیں گے اگر ہم انتشار اور ابتری سے محفوظ نہ رہے تو ہمارے داخلی تنازعات کے دوران دوسروں نے از خود فیصلے کر لئے تو

یہ امید کیسے کی جا سکتی ہے کہ وہ فیصلے ہمارے خلاف نہیں ہوں گے اور وہ فیصلے معمولی نہیں ہیں ان میں کشمیر کی قسمت کا فیصلہ ہے بوسنیا کے وجود کا فیصلہ ہے پاکستان کے پر امن ایٹمی پروگرام کی بقا اور تسلسل کا معاملہ ہے نفاذ اسلام کے سلسلے میں کی گئی پیش قدمی کو غیر موثر کرنے کے حربے ہیں افغانستان اور وسطی ایشیائی مسلم ریاستوں سے پاکستان کے تعلقات کا مستقبل ہے کیا ان میں سے کوئی بھی معاملہ اس امر کی اجازت دیتا ہے کہ ہم عدم استحکام کے متحمل ہو سکیں۔ اس وقت ہمیں استحکام کی ضرورت ہے اور خاص کر ایسے وقت میں جب اسرائیل ہمارے پڑوس پر موثر اور متحرک ہونے لگا ہے۔ سیاسی ریشہ دوانیوں کے نتیجہ میں بیرونی سرمایہ کاری پہلے ہی رک چکی ہے ملک کے سرمایہ کار خوف زدہ ہو چکے ہیں۔ دو صوبوں کا نظام درہم برہم ہو گیا ہے انتظامی مشینری بے یقینی کا شکار ہونے لگی تھی جانے پہچانے طالع آزما یکجا ہو کر ملک کو انتشار کے منہ میں دھکیل دینے کے لئے مصروف تھے۔ اگر میں اپنا اقتدار بچانے کے لئے محاذ آرائی کا راستہ اختیار کرتا تو پیشہ ور سیاست دانوں کو شاید کوئی فرق نہ پڑتا لیکن میرے اور آپ کے پیارے پاکستان کی حالت ضرور خراب ہو جاتی ہم اس بری طرح داخلی انتشار کا شکار ہوتے کہ اپنا وجود برقرار رکھنا مشکل ہو جاتا اور ہمارا یہ ملک نہ تو خطے میں کوئی کردار ادا کرنے کے قابل رہتا اور نہ ہی اسلامی برادری میں ایک طرف تو برادر اسلامی ملک قیادت کے لئے پاکستان کی طرف دیکھ رہے ہیں اور دوسری طرف ہمارے سیاست دان یہ کوشش کر رہے ہیں کہ پاکستانی قوم خود اپنی قیادت سے محروم ہو جائے۔

میرے عزیز ہم وطنو!

سیاست میں مفاد پرستی اور بے اصولی پہلے بھی ہوتی رہی ہے مگر جو حدیں آج پھلانگی جا رہی ہیں ان کی مثال ماضی میں کہیں نہیں ملتی حیرت کی بات یہ ہے کہ پاکستان کی سالمیت اور آئین کی پاسداری کا حلف لینے والے میری دشمنی میں جمہوری نظام سے کھیلنے پر اتر آئے۔ اصل جھگڑا نہ تعلقات کار کا تھا اور نہ صوبائی حکومتوں کی برطرفی اور بحالی کا بنیادی مسئلہ آئینی تضادات کا ہے اگر ذاتی خواہشات پر ذرا سا بھی قابو پا لیا جاتا۔ تو مصنوعی بحران کے غبارے سے ہوا نکل سکتی تھی۔ بے یقینی کی فضا

ختم ہوسکتی تھی۔ اس کے لئے تھوڑی سی نیک نیتی کی ضرورت تھی مگر اس نیک نیتی
کے انتظار میں عوام کا صبر جواب دینے لگا تھا۔ ہر چیز اپنی جگہ پر درست تھی مگر اسے
کام کرنے سے روک دیا گیا میں نے ہر سیاسی' آئینی اور قانونی طریقہ آزمایا تاکہ بے
یقینی حالت ختم کرنے کی کوئی راہ نکل آئے مگر میری سوچ کو سیاسی چال سمجھا گیا اور
میری نیک نیتی کے جواب میں مخالفانہ سرگرمیاں تیز کردی گئیں میرے مخالفین سازشی
حیلوں کی مدد سے غیر آئینی صوبائی حکومتوں پر اثر انداز ہونے لگے اور صوبائی انتظامیہ
اور وسائل کو استعمال کرکے اپنے دعوے سچ کرنے میں مصروف ہوگئے۔ عوام کا پیسہ
عوام ہی کے خلاف استعمال ہونے لگا۔ کارکن فروخت کئے گئے۔ ایک فرضی احتجاج کی
قیمت کروڑوں میں ادا کی گئی اور ہم سے بے وفائی کرنے والوں نے اپنے کارکنوں سے
بے وفائی کرنے والوں کے ساتھ مل کر یہ کوشش کی یہ نواز شریف کو کمزور نہیں کیا
جاسکتا تو ملک ہی کو کمزور کردیا جائے۔ ان لوگوں کا بس نہیں چلا ورنہ یہ وہ کچھ کرنے
والے تھے کہ آپ 38 دنوں کی نگران حکومت کو بھول جاتے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ہم
نے 18 اپریل کو غیر ملکی زرمبادلہ کی 23 ارب روپے کے ذخائر چھوڑے تھے 38 دنوں
میں ان کی مالیت گر کر 9 ارب روپے رہ گئی تھی۔ میں ملکی معیشت کی اس حالت پر
فکر مند تھا۔ اس لئے میں نے ملکی حالت زار کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپوزیشن کو افہام
و تفہیم اور مذاکرات کی پیش کش کی تاکہ پاکستان کو مزید نقصان سے بچایا جاسکے مگر وہ
معقولیت کی بات کو سننے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ آئین' پارلیمنٹ اور عدلیہ کا ان کی
نظر میں کوئی احترام نہیں ریاست کی طرف سے عائد ہونے والی ذمہ داریوں کا انہیں
کوئی احساس نہ تھا۔ اگر میں ان کی طرف معقول رویہ اختیار کرنے کا انتظار کرتا تو اس
کا بھی اندازہ نہیں تھا کہ یہ انتظار کب ختم ہوگا بے یقینی کی یہ کیفیت نہ تو زیادہ عرصہ
برداشت کی جاسکتی تھی اور نہ ہی اسے برداشت کرنا چاہئے۔ اب میں یہ پورے یقین
کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ بعض مایوس اشخاص اور ان کا ساتھ دینے والے سیاسی
لاوارث پاکستان میں جمہوری نظام کا خاتمہ کرنے کے لئے سرگرم تھے۔ اگر اب تک یہ
نظام محفوظ ہے تو اس کا سہرا صرف اور صرف جمہوریت پسند عوام کے سر ہے۔ جن
کے بارے میں ہر ایک کو یقین ہے کہ اب وہ کسی قیمت پر اور کسی بھی شکل میں غیر

جمہوری نظام کو قبول کرنے والے نہیں اور موجودہ صدی کی اس آخری دہائی میں جب عوام مزاحمت کا فیصلہ کرلیں تو پھر ان پر بڑی سے بڑی طاقت بھی اپنی مرضی مسلط نہیں کرسکتی۔ جمہوری نظام کی بقا میں دوسرا اہم کردار پارلیمنٹ اور عدلیہ کا ہے۔ جس پر میں قوم کی طرف سے انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

میرے ہم وطنو! اس وقت ہم اپنی تاریخ کے ایک فیصلہ کن موڑ پر کھڑے ہیں۔ ایک طرف انتشار' بدامنی اور بدحالی ہے اور دوسری طرف ایک روشن اور خوش حال مستقبل۔ ایک طرف مایوسیاں اور ناکامیاں ہیں تو دوسری طرف ایک پرامید جدوجہد اور کامیابی کی نوید۔ ہم 1990ء کے انتخابات کے فوری بعد اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوگئے تھے لیکن ہمیں گھیر کے دوبارہ اس موڑ کی طرف پہنچا دیا گیا جہاں انتشار کی طرف جانے والی راہیں سامنے آگئی ہیں ہم کو ایک مرتبہ پھر بچ کر نکلنا ہے اور سب کچھ بھی بچانا ہے جو آپ نے اور میں نے مل کر تعمیر کیا ہے۔ ہمارے روایتی دشمن کے خفیہ ہاتھ پاکستان کی سالمیت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ریاست کو مرتب اور مضبوط کرنے والے تمام ادارے بفضل خدا اس وقت تک قائم ہیں اور انہیں مسمار کرنے کے منصوبے بن رہے ہیں آپ نے ہمیں 1995ء تک حکومت کا مینڈیٹ دیا ہے میں چاہتا تو اقتدار قائم رکھنے کے لئے سمجھوتہ کرسکتا تھا لیکن میں نے اپنے اقتدار پر ملک و قوم کے مفاد کو ترجیح دی ہے اور ہمیشہ دی ہے پہلے جب جوڑ توڑ کے ذریعے تعمیر و ترقی کے کاموں میں رکاوٹ ڈالی گئی تو میں نے اقتدار کی پرواہ نہ کرتے ہوئے زنجیریں توڑنے کا اعلان کردیا تھا۔ اس کی پاداش میں مجھے اقتدار سے محروم ہونا پڑا۔ اقتدار چھوڑنے کے بعد میرا ضمیر مطمئن تھا کہ میں نے اس کی آواز پر لبیک کہا اور جب میں نے عوام اور عدلیہ کے فیصلے کے نتیجے میں دوبارہ ذمہ داریاں سنبھالیں تو ایک طے شدہ منصوبے کے تحت ان اداروں کو تباہ کرنے کی مہم شروع کردی گئی جو آئین اور جمہوری نظام [illegible]افظ ہے اور جو ریاستی ڈھانچے میں اس کے بنیادی ستون ہیں جب ہر ادار[illegible]نہ اب[illegible]ہانے لگا تو پھر سیاسی مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مجھے ملک بچانے کا قدم پر رک[illegible] ہمارے مخالفین قوم کو ایک بند گلی میں دھکیل کر اس پر جمہوریت کے [illegible]ں کے خدم[illegible] کرنے کے لئے جمع ہوگئے تھے ہم کو راستے کھلے رکھنے کے

لئے آگے بڑھنا پڑا کیونکہ اب پاکستان کی بقاء کا انحصار جمہوری نظام کی بقاء پر ہے جمہوریت ہے تو پاکستان ہے پاکستان قائم ہے تو ہم سب کا وجود باقی ہے خدانخواستہ اس پر آنچ آئی تو کہاں جمہوریت' کہاں کا اقتدار اور کون سے الیکشن۔

میرے عزیز ہم وطنو! میں آپ کے جذبات سے اچھی طرح واقف ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ بار بار کے انتخابات سے تنگ آئے ہوئے ہیں اور میں نے جب آپ کی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے ملک کو انتشار اور بے یقینی کی کیفیت سے نکالنے کی خاطر استحکام کی بات کی تو مجھ پر الزام لگایا گیا کہ میں انتخابات سے بھاگ رہا ہوں ہر سازشی اور سیاسی لاوارث ایک ہی بات دہرانے لگا کہ انتخابات فوراً" کرائے جائیں ان کا خیال تھا کہ میں اقتدار سے چپکا رہوں گا اور یہ انتشار پھیلاتے رہیں گے۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ جمہوری نظام کی جڑیں مضبوط ہیں اور سازشوں کا بار برداشت کرسکیں گی تو میں اللہ کے فضل و کرم سے اور آپ کی مدد سے ہرمیدان میں ان کا مقابلہ کرتا ان میں سے کسی کی مجال نہیں تھی کہ 1995ء تک اللہ کے فضل سے آپ کی منتخب حکومت کو ذرا سا بھی ہلاسکتا۔ لیکن جمہوری نظام کی جڑیں ابھی اتنی مضبوط نہیں کہ سازشوں کے مزید بوجھ برداشت کرسکے اور پاکستان معاشی سماجی اور عالمی صورت حال کی وجہ سے اس پوزیشن میں نہیں کہ غیر جمہوری نظام کا مزید صدمہ برداشت کرسکے ہمیں پاکستان کو بچانا ہے تو اس کے خلاف ہونے والی سازشوں کو ناکام بنانا ہے۔

میرے عزیز ہم وطنو! پاکستان کے خلاف سازشوں کی بنیاد اس وقت پڑ گئی تھی جب انتخابی عمل کو سبوتاژ کرنے کی ابتدا کی گئی۔ 1970ء میں انتخابات کتنے منصفانہ تھے کہ مخالفین بھی اس پر اعتراضات نہ کرسکے لیکن اقلیتی پارٹی نے اکثریت کا حق اقتدار تسلیم کرنے سے انکار کردیا اور ملک کو توڑ کر باقی ماندہ حصے پر اپنا اقتدار قائم کرلیا۔ اس کے بعد 1977ء میں برسر اقتدار پارٹی کو خود انتخابات دینے کا موقعہ ملا تو اس میں دھاندلی سے اکثریت کی تائید رکھنے والوں کو نشستم تھے۔ اگرسے محروم کردیا گیا جس پر ساری قوم سراپا احتجاج بن گئی اور جعلی اسمبلیاں ما عوام کے ر کردیا۔ 1985ء میں اس پارٹی نے انتخابات کے عمل میں شریک ہونے سے کسی بھی اور اسمبلیوں کو

تسلیم نہ کیا 1988ء میں انہوں نے پھر دھاندلی کا الزام لگایا۔ لیکن جب اقتدار مل گیا تو نہ صرف اسمبلیوں کو قبول کیا بلکہ ان کی برطرفی پر یہ لوگ سراپا احتجاج بن گئے 1990ء میں انہوں نے پورے زور شور سے انتخابات میں حصہ لیا مگر جب عوام کی اس بیس ماہ کی کارکردگی دیکھتے ہوئے انہیں شکست سے دو چار کیا تو انہوں نے پھر انتخابی نتائج کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔ اس ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں انتخابات اور جمہوریت پر کتنا یقین ہے جس پارٹی نے ایک مرتبہ بھی انتخابی نتائج تسلیم نہ کئے ہوں اسے جمہوریت اور انتخابات کے نعرے زیب نہیں دیتے۔

میرے عزیز ہم وطنو ! اپنے اعمال کے لئے وہ جواب دہ ہیں اور میں اپنے قول و فعل کے لئے گزشتہ پونے تین سال کے دوران آپ نے مجھے آزما لیا ہے منافقت مجھے نہیں آتی پیشہ ور سیاست دانوں کی طرح تحریروں کے جادو جگا کر سادہ لوح عوام کو دھوکہ میں نہیں دے سکتا۔ سیاسی جوڑ توڑ اور سازشیں میرے مزاج کے خلاف ہیں اگر میں ایسا کرسکتا تو مخالفین کو ان کی خواہشات پوری کرکے اپنے ساتھ ملا چکا ہوتا اور یقین جانئے کہ ایسی بہت سی خواہشیں میرے پاس پہنچائی جاتی رہی لیکن مجھے اس قسم کی سیاست سے نفرت ہے میں صرف کام پر یقین رکھتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ بڑے بڑے دعوے کرنے کی بجائے خاموشی سے عملی کام کرتا رہوں اور نتائج حاصل کرکے دکھاؤں تاکہ میری کارکردگی کی گواہی آپ خود دیں۔ میرے بہنوں اور بھائیو یہ میری خوس قسمتی ہے کہ جتنا کچھ میں اس طرح آپ کے لئے کرسکا آپ نے اس کی قدر کی لیکن آپ کو اگر یہ پتہ چل جائے کہ مجھے یہ سب کچھ کرنے کے لئے کس قسم کے حالات سے گزرنا پڑا تو آپ رنج اور حیرت میں ڈوب جائیں میں نے اپنی ذات اور اپنے خاندان پر الزام برداشت کئے مجھے بے لوث خدمت کا صلہ یہ دیا گیا کہ 38 دنوں کی غیر آئینی حکومت نے ریڈیو' ٹی وی پر میری کردار کشی کی مہم چلائی - لیکن میں نے یہ کام نہیں کیا۔

نہ پہلے نہ اب۔ میں نے جو کام غریبوں کی فلاح اور ملک کی سربلندی کے لئے کیا ان میں قدم قدم پر رکاوٹیں ڈالی گئیں اور مجھے اپنے اپنے ہاتھوں سے تنگ کیا گیا۔ جیسے کہ غریبوں کے خدمت کے منصوبے بنا کر میں نے کوئی جرم کیا ہو - میں صرف اتنا

عرض کروں گا کہ ملک کی معیشت تباہ کرنے کی ٹھان لی گئی تھی اور سالمیت کو خطرہ لاحق ہوگیا تھا صوبوں کو وفاق کے خلاف اکسایا جانے لگا تو میں نے سیاست کے اس گندے کھیل میں فریق نہ بننے کا فیصلہ کرلیا کیونکہ اگر میں اپنے آئینی حقوق اور اختیارات پر اصرار کرتا تو یہ لوگ وفاق پاکستان کو نقصان پہنچانے کی راہ پر چل نکلے تھے۔ اس وقت میں نے طے کرلیا تھا کہ اب انہیں عوام کی عدالت میں پیش کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں رہ گیا اور میں نے طے کرلیا کہ اب انتخابی میدان میں ان کا سامنا کیا جائے۔ یہ لوگ محض جمہوری عمل اور رخنہ اندازی کے لئے انتخابات کے مطالبے کرتے تھے جن لوگوں نے زندگی میں کبھی ایک نشست پر بھی کامیابی حاصل نہیں کی تھی وہ بھی آگے بڑھ بڑھ کر مجھے انتخابات کا چیلنج دینے لگے تھے آج میں نے ان کا یہ چیلنج قبول کرلیا۔ اب وہ قوم کے سامنے آئیں اور یہ ثابت کریں کہ اپنے انتخابات کے مطالبے میں وہ کس قدر سچے تھے مجھے امید ہے کہ اب یہ لوگ انتخابی میدان سے راہ فرار اختیار نہیں کریں گے۔ انتخابی میدان میں اترنے کا یہ فیصلہ میں نے کسی دباؤ کے تحت نہیں کیا۔ مجھ پر اگر کوئی دباؤ ہے تو صرف اور صرف ملک اور قوم کے مفادات کا دباؤ ہے میں نے یہ فیصلہ کسی خوف کی بناء پر نہیں کیا اگر مجھے کوئی خوف ہے تو خدا کا خوف ہے۔ میں نے یہ فیصلہ اقتدار کی خاطر نہیں کیا کیونکہ مجھے صرف اقتدار مطلوب ہوتا تو یہ میرے پاس اس وقت بھی موجود ہے میں سیاست میں ایک مشن لے کر آگے آیا ہوں اور یہ مشن ہے پاکستان سے بے روز گاری کا خاتمہ' پاکستان سے جہالت کا خاتمہ' پاکستان سے ظلم کا خاتمہ' پاکستان سے منشیات کا خاتمہ' پاکستان سے کلاشن کوف کلچر کا خاتمہ' پاکستان سے منشیات کا خاتمہ' پاکستان سے کلاشن کوف کلچر کا خاتمہ' پاکستان سے منافقت کا خاتمہ' پاکستان سے موقع پرستی اور ضمیر فروشی کا خاتمہ' میری سیاست کا صرف یہی مقصد ہے میں اس وقت تک اپنے آپ کو کامیاب سیاست دان تصور نہیں کروں گا جب تک آپ کو ایسا معاشرہ مہیا نہیں کردیتا جس میں آپ بے روز گاری سے آزاد ہوں۔ آپ کی عزت اور آبرو محفوظ اور آپ دنیا کی قوموں میں سربلند کرکے کھڑے ہوسکیں۔ ابھی تک میں بہت سی مصلحتوں کا شکار تھا میں سوچتا تھا کہ اگر زیادتی کا شکار ہونا بھی پڑے تو برداشت کرتا رہوں تاکہ غریبوں کی بہتری کے لئے ہونے

والے کام رکنے نہ پائیں۔ میں ملک اور عوام کی محبت میں تحمل سے کام لیتا رہا اور میرے مخالفین مجھے مجبور سمجھ کر اپنی سیاسی دکان چمکاتے رہے لیکن ان سے ایک غلطی ہوگئی اگر یہ معاشی ترقی کا عمل درپے نہ ہوتے اگر یہ وفاق پاکستان کے لئے خطرہ پیدا نہ کرتے تو شاید میں مزید کچھ عرصہ دل پر جبر کرکے تعمیر وطن کے پروگرام آگے بڑھانے کی تدبیر کرتا رہتا مگر انہوں نے ترقیاتی عمل، وفاق حتی کہ ریاست کے وجود میں بنیادی ستونوں کی حیثیت رکھنے والے اداروں کو تباہ کرنے کا راستہ اختیار کرلیا تو مجھے ان کے مقابلے میں آنے کا فیصلہ کرنا پڑا۔ اب ان سے ہر محاذ پر میری کھلی جنگ ہوگی جمہوری نظام اور وفاق پاکستان کو نقصان پہنچانے کا ہر راستہ بند کردیا جائے گا اگر آپ کو مجھ پر یقین ہے تو پھر میں آپ سے یہ بھی مطالبہ کروں گا کہ اس بار انتخابات میں آپ مجھے دو تہائی سے بھی کہیں زیادہ اکثریت کے ساتھ کامیاب کرائیں گے تاکہ آئینی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر یہ لوگ ایک منتخب اور جائز حکومت کے لئے مشکلات پیدا نہ کرسکیں اب میں صرف انتخابات میں کامیاب ہونے کے لئے آپ کے پاس نہیں آرہا اور میں سچ کہہ رہا ہوں آپ سے کہ میں صرف انتخابات میں کامیاب ہونے کے لئے آپ کے پاس نہیں آرہا بلکہ نظام میں فیصلہ کن تبدیلی کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں اور یہی تبدیلی میرا دل اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ آپ بھی چاہتے ہیں۔

میرے عزیز ہم وطنو! مجھ سے اسی سال اکتوبر نومبر میں انتخابات کے انعقاد کا مطالبہ کیا گیا تھا اور میں نے جب اسمبلی کی مدت پوری کرنے پر اصرار کیا تو یہ مطالبہاور زیادہ زور و شور کے ساتھ دھرایا جانے لگا اور یہ لوگ سمجھے کہ میں انتخاب سے گریز کر رہا ہوں میں نے انتخابات کو آگے لے جانے کے لئے کہا تو یہ لوگ مزید ضد کرنے لگے کہ انتخابات کو اکتوبر سے آگے نہیں جانے دیں گے وہ اکتوبر پر کیوں اڑے ہوئے تھے؟ یہ راز آپ کو بھی معلوم ہے اور میں بھی اس سے باخبر تھا۔ اب یہ وقت بتائے گا کہ سازشوں اور چالبازیوں کی سیاست کامیاب رہی یا کھل کر عوام کے سامنے پیش ہونے کی صاف ستھری سیاست؟ یہ اکتوبر سے آگے نہیں جا رہے تھے اب میں نے اکتوبر ہی میں انتخاب کروانے کا فیصلہ کرلیا ہے۔

میرے عزیز ہم وطنو! آپ نے مجھے 1990ء میں جس بھرپور اعتماد سے نوازا اس

پر میں آپ کا شکر گزار ہوں میں نے اپنی بساط کے مطابق پوری کوشش کی کہ آپ کی خواہشوں اور امنگوں کے مطابق وطن عزیز کو تعمیر و ترقی اور خوشحالی کی راہ پر چلاؤں۔ مجھے کچھ کامیابیاں بھی حاصل ہوئیں اور بعض جگہ مجبوریون نے میرا دامن بھی تھام لیا میری حکومت کی ناجائز برطرفی پر آپ نے جس والہانہ محبت کا مظاہرہ کیا وہ میری زندگی کی سب سے عزیز ترین متاع ہے میں اپنی باقی عمر بھی آپ کی محبتوں کا قرض چکانے میں گزاروں تو میں یہ قرض نہیں چکا سکوں گا اور اگر آپ نے مجھے دوبارہ خدمت کا موقع فراہم کیا تو انشاء اللہ جس حد تک بھی ممکن ہوسکے گا آپ مجھے اس قرض کو اتارتے ہوئے دیکھیں گے وطن کی محبت کا قرض' بوڑھے نوجوانوں' ماؤں اور بہنوں کی دعاؤں کا قرض' ان آنسوؤں کا قرض جو مجھ سے اظہار ہمدردی کے لئے بہائے گئے ان نوافل کا قرض جو مجھے وزیر اعظم کے منصب پر دوبارہ واپس لانے کے لئے ادا کئے گئے آج میں آپ کی دعاؤں اور آنسوؤں سے مہکا ہوا محبت کا ہر تحفہ اپنے سینے سے لگائے اقتدار کی کرسی کو چھوڑ کر آپ کے پاس آرہا ہوں۔ اللہ تعالٰی سے دعا ہے کہ اگر یہ ذمہ داری دوبارہ میرے نصیب میں لکھی ہے تو پھر یہ صرف میری ذات کے لئے نہ ہو بلکہ یہ ملک کے لئے ہو اور میں اپنے آپ کو فلاحی' ترقیاتی اور خلق خدا کے جائز کاموں کے لئے بھی کبھی مجبور بے بس محسوس نہ کروں مجھے یقین ہے کہ آپ ہمیں پہلے سے بھی زیادہ مینڈنٹ سے نوازیں گے۔ مجھے یہ اعتماد و یقین آپ کی سنجیدہ فکر' بصیرت اور محبت نے بخشا ہے۔ یہ محبت مجھے اس لئے بھی حاصل ہے کہ میں پاکستان کو علامہ اقبال اور قائد اعظم کے خوابوں کی تعبیر بنا کر ایک ترقی یافتہ اسلامی سربلندی کا پختہ عزم رکھتا ہوں ملک میں اسلامی نظام انصاف اور مساوات کا قیام میری اولین ترجیح ہے۔

میرے عزیز ہم وطنو! آج کی اس تقریر کے بعد ہماری ملاقات انشاء اللہ انتخابی جلسوں میں ہوگی۔ اس موقع پر میں ان تمام اراکین قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی اور سینٹ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو ہر خوف اور لالچ سے بے نیاز ہو کر آزمائش کے وقت میرے ساتھ کھڑے رہے میں اپنی کابینہ کے ان ساتھیوں کا بھی ممنون احساس ہوں جو قدم قدم پر میرے لئے حوصلے اور تقویت کا باعث بنے۔ میں ان تمام محترم علماء کرام کا

شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے سیاسی کشیدگی ختم کرنے کے لئے انتہائی پر خلوص کوششیں کیں' ان کی شفقت اور محبت مجھے ہمیشہ یاد رہے گی۔ میں مشائخ عزائم کا بھی شکریہ کرتا ہوں جن کی دعائیں ہمیشہ کی طرح میرے ساتھ رہیں۔ میں پاکستان کی مسلح افواج کو بھی خراج تحسین پیش کرتا ہوں جنہوں نے انتشار اور عدم استحکام کے سارے پراپیگنڈے کو ٹھکرا دیا اور تحمل اور برداشت سے کام لے کر آئینی تبدیلی کو ممکن بنا دیا اور ملک و قوم کو عدم استحکام سے بچانے کے لئے اپنا کردار پیشہ وارانہ وقار کے ساتھ ادا کیا۔ میں پاکستان کے قومی پریس کو بھی دل کی گہرائیوں سے خراج تحسین پیش کرتا ہوں میں عدلیہ اور وکلاء صاحبان کو انصاف کی اعلیٰ ترین روایات قائم کرنے پر سلام پیش کرتا ہوں میں وفاق اور چاروں صوبوں کی انتظامیہ سے تعلق رکھنے والے تمام فرض شناس افسروں اور اہلکاروں کا بھی شکر گزار ہوں۔ میں وزیر اعظم ہاؤس اور وزیر اعظم سیکرٹریٹ کے تمام افسروں اور اہلکاروں کا نجی طور پر ممنون ہوں۔ ان کی محبت نے مجھے عوام سے دوری کا کبھی احساس نہیں ہونے دیا۔ آیئے اب ایک نئے عزم' نئے ارادے اور نئے جذبے کے ساتھ پاکستان کی تعمیر کے لئے انتخابات کی طرف بڑھیں۔ جن لوگوں کے ساتھ ہمارامقابلہ ہے وہ آئین سے لے کر عدلیہ تک اور صوبائی اسمبلیوں سے لے کر پارلیمنٹ تک ہر جگہ اپنا مقدمہ ہارتے گئے ہیں اور انشاء اللہ اب بھی فتح جمہوریت کی ہوگی، فتح شرافت کی ہوگی' فتح سچائی کی ہوگی' فتح حق کی ہوگی' فتح پاکستان کی ہوگی اور آخری فتح انشاء اللہ آپ کی ہوگی۔

میرے عزیز ہم وطنو! آج آپ قومی تاریخ میں ایک منفرد واقعہ کے گواہ بن رہے ہیں آج ایک وزیر اعظم پہلی مرتبہ اپنی مرضی اور اختیار کے ساتھ ایوان اقتدار کو خیر باد کہہ رہا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے قومی اسمبلی میں میری اکثریت ختم نہ کی جاسکتی' پارلیمنٹ میں میری اکثریت قائم ہے۔ اپوزیشن میرے خلاف کوئی تحریک نہ چلا سکی۔ اس کا ایک لانگ مارچ ناکامی سے دو چار ہوا اور دوسرا ناکامی کے خوف سے اسے خود ختم کرنا پڑا۔ میرے خلاف کوئی مظاہرہ یا ہڑتال نہیں کرائی جاسکی۔ عدالت عظمیٰ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے سرخرو کیا۔ عوام نے خیبر سے کراچی تک میرا ساتھ دیا۔ جمہوری اور پارلیمانی اصولوں اور روایات کے تحت مجھے مزید اڑھائی سال تک اقتدار

میں رہنے کا اختیار حاصل ہے۔ مگر میں پھر بھی کرسی چھوڑ رہا ہوں مجھ پر کوئی دباؤ نہیں ہے مجھے کوئی مجبوری نہیں ہے مجبور ہو کر کرسی چھوڑنے والے کو اتنی مہلت کوئی نہیں دیا کرتا کہ وہ اپنی دستبرداری کا اعلان ٹیلی ویژن اور ریڈیو سے خود کرے۔ پاکستان میں وزیر اعظم کی کرسی ہمیشہ خالی کرائی گئی کسی نے یہ کرسی چھوڑنے کا از خود فیصلہ نہیں کیا یہ عزت اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس خادم کے نصیب میں لکھی کہ کرسی چھوڑنے کا فیصلہ بھی میں نے خود کیا اور اس کا اعلان بھی آپ کے سامنے خود کر رہا ہوں۔ آپ نے سنا ہوگا کہ یہ کرسی بہت مضبوط ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان اس کرسی سے زیادہ مضبوط ہے۔ ایمان مضبوط ہو تو کرسی کا حاصل کرنا اور چھوڑنا زیادہ اہمیت کا حامل نہیں رہتا اہمیت ہوتی ہے مقصد کی، اہمیت ہوتی ہے نصب العین کی۔ کچھ لوگوں کا نصب العین کرسی ہوتی ہے لیکن دل میں قوم اور وطن سے محبت ہو تو پھر یہ کرسی نصب العین کے حصول کی خاطر استعمال ہونے والی ایک معمولی چیز بن کر رہ جاتی ہے اور جب یہ اس کی مصرف کی نہ رہے تو اسے چھوڑ دینا ہی بہتر ہوتا ہے۔ یہ کرسی اب صرف میری ذات کے لئے رہ گئی تھی' آپ کا حق اس پر ختم کردیا گیا تھا۔ آپ کی خوشحالی، ترقی اور فلاح و بہبود کے لئے ہونے والے کام مشکل ہوگئے تھے۔ میں چاہتا تو مزید اڑھائی سال اس کرسی پر بیٹھ سکتا تھا لیکن جب یہ آپ کے کام نہیں آسکتی تو میرے کس کام کی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ خدا حافظ، پاکستان پائندہ باد۔

•

الیکشن 1993ء میں ان کی جماعت پاکستان مسلم لیگ (ن) نے قومی اسمبلی کی 73 اور صوبائی اسمبلیوں میں پنجاب میں 106' سندھ میں 8' سرحد میں 16 اور بلوچستان میں 6 نشستیں حاصل کیں۔ یکم دسمبر 1993ء کو قومی اسمبلی کی بارہ نشستوں پر ہونے والے ضمنی انتخابات میں مزید تین نشستیں حاصل کیں۔ انہوں نے خود حلقہ 12 ایبٹ آباد اور لاہور کے حلقہ 95 اور 92 سے انتخاب لڑا اور تینوں نشستیں حاصل کیں۔ بعد میں 12 ایبٹ آباد سے منتخب رکن کی حیثیت سے حلف اٹھایا اور باقی دونوں لاہور کی نشستیں خالی چھوڑ دیں۔

19 اکتوبر 93ء کو قائد ایوان کے انتخابات میں محترمہ بے نظیر بھٹو کا مقابلہ کیا۔ لیکن 121 ووٹوں کے مقابلہ میں 72 ووٹ حاصل کر سکے اور قائد حزب اختلاف منتخب ہوئے۔ 21 مارچ 1994ء کو منعقدہ چیئرمین سینٹ کے انتخاب میں ان کی جماعت کے امیدوار وسیم سجاد نے 48 ووٹ حاصل کر کے کامیابی حاصل کی۔ لیکن پنجاب میں اکثریت ہونے کے باوجود حکومت نہ بنا سکتے۔

وہ بے نظیر حکومت کی ڈٹ کر مخالفت کر رہے ہیں۔ انہوں نے 2 جون 1993ء کو قومی اسمبلی میں مہران بنک سکینڈل میں صدر پاکستان کے ملوث ہونے کے ثبوت فراہم کئے 12 جون 94ء کو بجٹ پر بحث کرتے ہوئے کہا کہ بجٹ مسخ شدہ حقائق کا مجموعہ ہے۔ 20 جولائی کو ایک بڑے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج ملک کو توڑنے والوں کی اولاد اقتدار میں ہے۔ مجھے اقتدار ملے نہ ملے انہیں جانا ہوگا۔ انہوں نے بے نظیر کی حکومت کے خاتمہ کے لیے تاریک نجات کا اعلان کیا اس سلسلہ میں 9 ستمبر سے 13 ستمبر 1994 تک ٹرین مارچ' 20 ستمبر کو ہڑتال اور 12 اکتوبر 1994 کو پہیہ جام ہڑتال کروائی 13 نومبر 1994 کو ان کے والد کو گرفتار کر لیا گیا۔ 14 نومبر 94ء کو پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں اپوزیشن کی جانب سے زبردست احتجاج اور صدر کے خطاب کا مکمل طور پر بائیکاٹ کیا گیا۔

17 نومبر 1994ء کو ان کے والد کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔ 17 نومبر 1994ء کو انہوں نے کہا کہ وزارت عظمیٰ کے لئے کسی تیسرے شخص پر اتفاق رائے ہو سکتا ہے اور اس ضمن میں دوسری جماعتوں سے غیر مشروط تعاون کا اعلان کیا۔

بلخ شیر مزاری

بلخ شیر مزاری 8 جولائی 1928ء کو روجھان راجن پور میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے 1951ء میں بلدیاتی سیاست سے اپنے سیاسی کیرئیر کا آغاز کیا اور ڈسٹرکٹ بورڈ ڈیرہ غازی خان کے چیئرمین منتخب ہوئے۔ پنجاب مسلم لیگ کے فنانس سیکرٹری اور مسلم لیگ پارلیمانی بورڈ کے رکن رہے۔ 1955ء میں آزاد حیثیت میں پاکستان کی آئین ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور اسمبلی کے سب سے کم عمر رکن تھے۔ 1956ء میں مغربی پاکستان اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور پاکستان کے پہلے آئین 1958ء پر دستخط کرنے والے ارکان میں سے ہیں۔ 1970ء میں آزاد امیدوار کے طور پر پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ 1977ء میں پاکستان پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے رکن بنے تھے۔ لیکن انہوں نے ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ اختلافات کی بنا پر استعفیٰ دے دیا۔ 1982ء میں انہیں مرحوم صدر ضیاء الحق نے مجلس شوریٰ کا رکن نامزد کیا۔ 1985ء کے غیر جماعتی انتخابات میں وہ قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اقوام متحدہ دولت مشترکہ پارلیمانی ایسوسی ایشن اور انٹر پارلیمانی یونین میں متعدد بار پاکستان کی نمائندگی کر چکے ہیں۔

24 اکتوبر 1990ء کے انتخابات میں آئی - جے - آئی کے ٹکٹ پر راجن پور سے قومی اسمبلی کے حلقہ 134 سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے وہ کالعدم قرار دی گئی قومی اسمبلی میں سب سے سینئر پارلیمنٹرین تھے۔

18 اپریل 1993ء کو قومی اسمبلی توڑنے کے بعد صدر مملکت غلام اسحاق خان نے انہیں نگران وزیر اعظم نامزد کیا سپریم کورٹ کے حکم مورخہ 26 مئی 1993ء کے تحت قومی اسمبلی بحال ہوئی تو ان کی حکومت خود بخود ختم ہوگئی۔ انہوں نے کل 39 دن حکومت کی۔

غلام اسحاق خان

20 جنوری 1915ء کو اسماعیل خیل (بنوں) میں پیدا ہوئے پنجاب یونیورسٹی سے کیمیا اور باٹنی میں بی۔ ایس۔ سی کیا 1940ء میں صوبہ سرحد کی سول سروس میں شمولیت اختیار کی۔ قیام پاکستان کے بعد چیف منسٹر کے سیکرٹری خوراک اور صوبہ سرحد کے ڈائریکٹر سول و سپلائز کے عہدے پر فائز رہے۔ یکم فروری 1961ء تا اپریل 1966ء واپڈا کے چیئرمین رہے اپریل 1966ء میں وزارت مالیات حکومت پاکستان کے سیکرٹری مقرر ہوئے یکم ستمبر 1970ء کو صدر کے سیکرٹریٹ میں کینٹ ڈویژن کے سیکرٹری مقرر ہوئے۔ 21 دسمبر 1971ء کو گورنر سٹیٹ بنک آف پاکستان کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ مئی 1974ء میں جدہ میں اسلامی ممالک کی معاشی کمیٹی میں پاکستانی وفد کی قیادت کی۔ 24 جنوری 1975ء کو سیکرٹری جنرل ڈیفنس مقرر کئے گئے 24 نومبر 1975ء کو حکومت نے انہیں وزارت دفاع کا سیکرٹری جنرل مقرر کیا۔ 7 جولائی 1977ء کو سیکرٹری جنرل انچیف بنا دیئے گئے یہ عہدہ وفاقی وزیر کے مساوی تھا۔ 14جولائی 1978ء کو انہیں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مشیر برائے منصوبہ بندی و ترقیاتی امور مقرر کیا گیا 23 اگست 1978ء کو وفاقی وزیر منصوبہ بندی اور وزارت خزانہ مقرر ہوئے۔ مارچ 1985ء میں سینٹ کے چیئرمین منتخب ہوئے۔ مارچ 1988ء میں ایک بار پھر سینٹ کے چیئرمین منتخب ہوئے انہیں "ہلال قائداعظم " اور "ستارہ پاکستان " کے اعزازات حاصل ہیں

جنرل محمد ضیاء الحق کی ناگہانی موت کی بنا پر سینٹ کے چیئرمین غلام اسحاق خان نے آئین کے تحت 17اگست 1988ء کو پاکستان کے قائم مقام صدر کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ محمد حلیم چیف جسٹس نے ان کے عہدے کا حلف لیا۔ اس رات 11 بجکر 55 منٹ پر قوم سے ٹیلیویژن اور ریڈیو پر خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ

" یہ سانحہ محض ایک عظیم المیہ ہی نہیں بلکہ قوم کے لئے ایک کڑی آزمائش ہے ایک ایسی آزمائش جس سے ہمیں متحد ہو کر گزرنا ہے۔ زندہ قومیں آزمائش کی ایسی گھڑیاں صبر، اتحاد اور استقامت اور یقین محکم کے ساتھ سرخرو ہو کر گزارتی ہیں۔

آزمائشوں کی آگ قوموں کو کندن بنا دیتی ہے اور ان کے جوہر اور نکھر آتے ہیں۔ ان کا عزم بلند تر پائندہ تر ہو کر سامنے آتا ہے مجھے یقین ہے کہ پاکستان کا ہر شہری قومی ابتلاء کی اس گھڑی میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرے گا اور اس کے تقاضے پورے کرنے میں پوری استقامت اور پامردی کا ثبوت دے گا۔ ہمارا دین ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی تعلیم دیتا ہے ہم آج اس کے حضور مرد مومن کی مغفرت کی دعا کرنے کے ساتھ التجا بھی کرتے ہیں کہ وہ ہمیں قومی اتحاد اور یکجہتی کو قائم و دائم رکھنے کا حوصلہ' صلاحیت اور عزم بھی عطا کرے تاکہ ہم سچے مسلمانوں کی طرح اپنی قوم کی عظمت اور سربلندی کی نئی رفعتوں پر پہنچانے کی جدوجہد میں کامیابی سے آگے بڑھتے رہیں اللہ کے فضل و کرم سے آج پاکستان کی بنیادیں مضبوط اور مستحکم ہیں۔ قوم اور ملک کو استحکام کی بیش بہا دولت سے نوازنے میں ہمارے محبوب صدر مملکت (جنرل محمد ضیاء الحق) کا ناقابل فراموش حصہ رہا ہے۔ جنہوں نے گیارہ سال تک مملکت کی سربراہی کے فرائض انجام دیئے۔ اسلام سے ان کی مکمل وابستگی اور محبت' غریبوں اور ناداروں کی بے حد شفقت اور فرائض منصبی سے بے پناہ خلوص نے قوم اور ملک کو نئے بحرانی مرحلوں سے بیرو خوبی گزارا۔ ان کا سب سے عظیم کارنامہ وہ حیثیت اور وہ عزت و وقار ہے جو بحیثیت ایک ملک پاکستان کو اسلامی دنیا میں خصوصا" اور پوری عالمی برادری میں عموما" حاصل ہے۔

ہمیں بجا طور پر فخر ہے کہ جنرل ضیاء الحق نہ صرف پاکستان بلکہ پورے عالم کے رہنما تسلیم کئے جاتے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ آج ہر پاکستانی کی طرح تمام اسلامی دنیا کے عوام ان کے غم میں اشکبار ہوں گے۔ جنرل محمد ضیاء الحق نے پاکستان کو بہت کچھ دیا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ ورثے کے طور پر ایک ایسی قوم چھوڑ گئے ہیں جو اپنی آزادی اور خود مختاری پر جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔ اب یہ ہمارا فرض ہے کہ آزادی اور خود مختاری کی اس عظیم نعمت کی نہ صرف دل و جان سے حفاظت کریں بلکہ اس کے استحکام کے لئے کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کریں یہ ہمارے قومی استحکام کا تقاضا ہے۔

17 اگست 1988ء کو غلام اسحاق خان نے صدر پاکستان کا عہدہ سنبھالتے ہی وفاقی کابینہ کا ہنگامی اجلاس اسلام آباد میں طلب کیا۔ اس میں وفاقی کابینہ کے اراکین کے

علاوہ بری فوج کے سربراہ مرزا محمد اسلم بیگ، بحریہ کے سربراہ افتخار احمد سروہی اور فضائیہ کے سربراہ چیف مارشل حکیم اللہ خان نے بھی شرکت کی۔اس میں ضیاء الحق کی موت پر دس روز تک سوگ منانے کا فیصلہ کیا گیا اور طیارے کو پیش آنے والے حادثے کی تحقیقات کرنے کا حکم دیا گیا ملک کا نظم و نسق برقرار رکھنے اور رہنمائی کے لئے کونسل قائم کی جس کے ممبران یہ ہیں۔

(1) سینئر وفاقی وزیر اسلم خٹک
(2) وفاقی وزیر داخلہ نسیم آہیر
(3) وفاقی وزیر دفاع محمود ہارون
(4) وفاقی وزیر خارجہ صاحبزادہ یعقوب خان
(5) وفاقی وزیر انصاف و پارلیمانی امور وسیم سجاد
(6) چیف آف دی آرمی سٹاف مرزا اسلم بیگ
(7)چیف آف دی نیول سٹاف افتخار احمد سروہی
(8) چیف آف دی ایئر سٹاف حکیم اللہ خان
(9) وزیر اعلیٰ پنجاب نواز شریف (10) قائم مقام گورنر سندھ جنرل رحیم الدین
(11) وزیر اعلیٰ سرحد فضل حق(12) وزیر اعلیٰ بلوچستان ظفر اللہ خان جمالی
(13) سندھ کابینہ کے سینئر وزیر الحاج شمیم الدین

ملک کا نظم و نسق چلانے کے لئے جن اقدامات کا اعلان کیا۔ وہ درج ذیل ہیں۔

1- ملک میں ہنگامی حالات نافذ کرنے کا اعلان کیا گیا۔
2- ایمرجنسی کونسل کا قیام عمل میں لایا گیا جو حکومت کو آئین کے مطابق کاروبار مملکت چلانے میں مدد دے گی۔
3- انتخابات طے شدہ پروگرام کے مطابق 12 نومبر کو منعقد کروائے جائیں گے۔
4- جنرل مرزا اسلم بیگ کو صدر جنرل محمد ضیاء الحق کی وفات سے خالی ہونے

والے عہدہ چیف آف سٹاف پر فائز کیا گیا۔

5- خارجہ پالیسی کو بدستور جاری رکھے جانے کا عہد کیا گیا۔

6- چاروں صوبوں میں نگران حکومتوں کو بدستور کام کرنے کی اجازت دے دی گئی۔

7- ہوائی جہاز کے حادثے کی تحقیقات کرانے کا اعلان کیا گیا اور یہ خدشہ ظاہر کیا گیا کہ تخریب کاری کا امکان بھی ہو سکتا ہے۔

صدر پاکستان غلام اسحاق خان قائم مقام رہنے کے بعد اور کچھ دیگر تبدیلیوں کے بعد 13 دسمبر 1988ء کو بااختیار اور باقاعدہ طور پر منصب صدارت پر فائز ہوئے انہوں نے 6 اگست 1990ء کو آئین کی آٹھویں ترمیم کے تحت محترمہ بے نظیر کی حکومت کو برطرف کر دیا اور اپنی تقریر میں کہا کہ

"مجھے یقین ہے کہ اب تک آپ کے علم میں یہ بات آچکی ہوگی کہ میں نے آئین کے آرٹیکل 58 کی شق (2) کے تحت اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے ایک صدارتی حکم کے ذریعے قومی اسمبلی توڑ دی ہے جس کے نتیجے میں وزیراعظم اور ان کی کابینہ اپنے عہدوں پر برقرار نہیں رہے۔ آج جاری ہونے والے اس حکم نامے میں آئین' قانون اور مسلمہ جمہوری روایات کے منافی ان افسوسناک سرگرمیوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی کی گئی ہے' جن کے نتیجے میں ایک منتخب ادارے کی حیثیت سے قومی اسمبلی کی افادیت عوامی اعتماد سے محروم ہو چکی تھی حکم نامے میں سیاسی وفاداریوں کی کھلے بندوں اور لگاتار خرید و فروخت کے ذریعے انتخابی مینڈیٹ میں خورد برد کے قابل مذمت طرز عمل کا ذکر بھی کیا گیا ہے اور آئین کی خلاف ورزی کے ان متعدد واقعات کی نشاندہی بھی جو مرکزی اور صوبوں کے باہمی تعلقات ، صوبائی خودمختاری کے دائرہ کار پر دست اندازی' سینٹ کے کردار' اعلیٰ عدالتوں کے احترام حکومت کی انتظامی مشینری کے استعمال اور اسی طرح کے چند اور امور کے سلسلے میں مسلسل پیش آتے رہے انتہائی وسیع پیمانے پر قومی وسائل کی لوٹ کھسوٹ اور بدعنوانیوں کی شرمناک وارداتوں

اور سندھ میں امن و امان کی اندوہناک صورتحال کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ ان حالات و واقعات کو دیکھتے ہوئے میں اس نتیجے میں پہنچا ہوں کہ وفاقی حکومت آئینی تقاضوں کے مطابق نہ چلائی جا رہی تھی اور نہ چلائی جا سکتی ہے اور رائے دہندگان سے دوبارہ رجوع کرنا ضروری ہوگیا ہے۔ چنانچہ قومی اسمبلی توڑی جاتی ہے۔ میں نے یہ فیصلہ اپنے حلف کی پاسداری اور اس عظیم ذمہ داری کو نبھانے کی خاطر کیا جو آئین کی رو سے وفاق پاکستان کے اتحاد کی علامت اور آئین پاکستان کے محافظ کی حیثیت سے مجھ پر عائد ہوتی ہے۔

یہ فیصلہ میں نے مکمل طور پر غیر جذباتی غور و فکر کے بعد اور پورے احساس ذمہ داری کے ساتھ اصلاح احوال کی دیگر تمام کوششوں کے صبر آزما انتظار کے باوجود بے نتیجہ ثابت ہونے پر اس یقین کے ساتھ کیا ہے کہ یہ فیصلہ پاکستان کے کروڑوں بے زبان عوام کی سوچ خواہشوں امنگوں کے عین مطابق ہے میں سمجھتا ہوں کہ میرے اس فیصلے سے اگر ایک طرف عوام کی اس شدید خواہش کی تکمیل ہوتی ہے کہ چند مفاد پرست خود غرض ناقابل اصلاح افراد کو 10 کروڑ عوام کی قسمت اور اس ملک کی تقدیر سے کھیلنے کی کھلی چھٹی نہ دی جائے تو دوسری طرف اس فیصلے سے جمہوریت کے اس بنیادی اصول کی عملاً توثیق بھی ہوتی ہے کہ ملک کے اصل حکمران عوام ہیں اور عوام ہی رہیں گے اور یہ وہ جب چاہیں حکمرانی کا وہ حق واپس لے سکتے ہیں جو منتخب نمائندوں کو محض امانت کے طور اور امانت کی پاسداری کی شرط پر سونپا جاتا ہے۔ چنانچہ مجھے اس بات میں ذرہ بھر شبہ نہیں کہ یہ فیصلہ ملک و قوم کے بہترین مفاد میں ہے مجھے اس بات کا بھی پورا یقین ہے کہ اس فیصلے کی تائید و حمایت ہر وہ شخص کرے گا جو ملکی سالمیت کو سیاست سے اور آئینی تقاضوں کو مصلحتوں سے مقدم اور محترم جانتا ہے جو اس ملک کا درد رکھتا ہے جو جمہوریت کو حقیقی اور صاف ستھری جمہوریت کو پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتا ہے جو سمجھتا ہے کہ چند افراد کی نااہل اور

نادانیوں کی سزا پوری قوم کو نہیں ملنی چاہیے جس کا عقیدہ ہے کہ قوم کو اس کا یہ حق ضرور دیا جانا چاہیے کہ ان لوگوں کا محاسبہ کرے جنہوں نے اس کے اعتماد کی دھجیاں اڑائیں اور اس کی توقعات کو اس کی امیدوں کو روند ڈالا۔

جمہوریت میں عوام کی امیدیں اور توقعات ہی منتخب نمائندوں کی رہبر و رہنما ہوتی ہیں اور ہونی چاہیں جیسا کہ میں نے گزشتہ سال پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے اپنے خطاب میں کہا تھا ایک ترقی پذیر ملک میں عوام محض اس لئے جمہوریت کے گرویدہ نہیں ہوتے کہ وہ ایک خوبصورت تصور ہے۔ عام آدمی جمہوریت کی فلسفیانہ قدر و قیمت یا نظریاتی حسن سے زیادہ جمہوریت کی عملی افادیت سے دلچسپی رکھتا ہے۔ جمہوریت سے اس کی وابستگی اس بنیاد پر قائم ہوتی ہے کہ اس کے بنیادی حقوق کا تحفظ ہوگا اسے عزت نفس کے ساتھ انصاف نصیب ہوگا ترقی کے مواقع میسر آئیں گے اور اس کے مسائل کو اس کی شرکت سے حل کیا جائیگا۔

ملک میں بحالی جمہوریت کے بعد پاکستان کے عوام بجا طور پر ایسی ہی توقعات رکھتے تھے۔ وہ امن و امان ہم آہنگی انصاف اور مساوات کے ایک نئے دور کے آرزومند اور مسائل کے فوری حل اور کسی امتیاز کے بغیر اہلیت کی بنیاد پر ترقی و خوشحالی کے یکساں مواقع کے منتظر تھے۔ مگر انہیں مایوسی کے سوا کچھ نہ ملا ان کے نمائندوں کی کج روی اور بے عملی نے ان کے ابتدائی جوش و خروش پر پانی پھیر دیا۔

میں نے اپنی اس تقریر میں عوامی جذبات کی ترجمانی کی کوشش کی تھی اور ان حالات کی نشاندہی بھی جو قوم کے لیے ذہنی کرب اور اضطراب کا باعث بن رہے تھے۔ میں نے عوامی نمائندوں کو یاد دلایا تھا کہ عوام ان کے درمیان قانون اور آئین کے تقاضوں کے مطابق باہمی مفاہمت، اشتراک عمل اور صحت مند تعاون کی فضا دیکھنا چاہتے ہیں اور انکی خواہش ہے کہ درگزر سے کام لیا جائے اور رواداری کے جذبے کا مظاہرہ کیا جائے میں

نے دیانتدارانہ سیاست پر زور دیا تھا۔ میں نے گزارش کی تھی کہ دوسروں سے وہی برتاؤ روا رکھا جائے۔ جس کے توقع ہم اپنے لیے ان سے کرتے ہیں میری التجا تھی کہ تنقید کو برداشت کرنے کاحوصلہ پیدا کیا جائے اور مخالفت برائے مخالفت سے احتراز کیا جائے۔ میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ اختیارات کے روائتی ارتکاز کی بجائے انکی مناسب تفویض کا اہتمام کیا جائے تاکہ آئین میں مرکز اور صوبوں کی ذمہ داریوں کا جو تعین کیا گیا ہے اور مقننہ' انتظامیہ اور عدلیہ کے اختیارات کے مابین جو حد فاصل مقرر کی گئی ہے اس کا احترام ہوسکے۔ میں نے وفاق کے اتحاد اور جمہوری عمل میں تسلسل کے لیے سینٹ کے تعمیری کردار کی اہمیت کا احساس دلایا تھا اور قانون سازی کے بھاری ذمہ داریوں کی طرف توجہ مبذول کروائی تھی میں نے ملک کے اسلامی تشخص اور ملک کی بقا اور فلاح کے لیے اسلام سے مکمل وابستگی پر زور دیا تھا اور نفاذ اسلام کے نامکمل ایجنڈے کے تکمیل کی ضرورت کی طرف بھی توجہ دلائی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ میں نے عوامی نمائندوں کو ان کی اس وقت تک کی غیر تسلی بخش کارکردگی کا آئینہ دکھانے کی کوشش بھی کی تھی۔

مجھے امید تھی اور یقیناً قوم کو بھی ہوگی کہ عوام کی امنگوں خود اپنے انتخابی وعدوں اور اپنی کار گزاری میں تضاد کے بے لاگ جائزے کے نتیجے میں منتخب افراد حقیقت پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی اصلاح آپ کرنے کے مثبت اور دلیرانہ عمل کی ابتدا کریں گے مگر افسوس کہ میری گزارشات صدابہ صحرا ثابت ہوئیں۔ مجھ سے زیادہ آپ اس بات سے واقف ہیں کہ حالات کس طرح بد سے بدتر ہوتے چلے گئے۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کس طرح سیاسی محاذ آرائی کو مستقل وطیرہ اور عدم مفاہمت کو مروجہ طریقہ کار بنایا گیا' کس طرح حقیقیوں سے فرار کی پالیسی اپنائی گئی کس طرح ضروری فیصلوں سے احتراز کیا گیا کس طرح آئینی اور انتظامی اداروں کو مفلوج کر دیا گیا اور ان حالات کے نتیجے میں کس طرح قوم خانوں میں بٹتی

چلی گئی اور کس طرح قومی دولت لوٹی جاتی رہی۔ میں جن حالات کی طرف اشارہ کر رہا ہوں آپ میں سے ہر شخص کسی نہ کسی حد تک ان کا عینی شاہد بھی ہے اور گواہ بھی۔ آپ میں سے کس نے عوام کے دیے ہوئے مینڈیٹ کے تقدس کی پامالی اور اسے جنس تجارت بنانے کے شرمناک واقعات نہیں دیکھے؟ سیاسی سٹاک ایکسچینج کھولے گئے اور سیاسی وفاداریاں کھلی منڈی میں مویشیوں کی طرح بیچی اور خریدی گئیں۔

وزیر اعظم کے خلاف تحریک عدم اعتماد کے وقت تو تحریک کی مخالفت اور تحریک کے لیے حمایت حاصل کرنے کی مہم میں ایسے غیر اخلاقی اور غیر قانونی حربے استعمال کیے گئے کہ ہماری قومی اسمبلی دنیا بھر میں مذاق کا نشانہ بنی۔ ممبران اسمبلی ایک طرح سے یرغمالی بن کر حبس بیجا میں رہے اور لالچ اور دھمکیوں کے زور پر انہیں اپنے ضمیر کے مطابق فیصلہ کرنے سے روکا گیا' بقول کسی کے' کوئی وزارت کے ترازو میں تل کر بکا کسی نے ضمیر کا سودا زمین کے بدلے طے کیا' کسی نے قرضوں کے عوض اور کسی نے وعدہ فردا کی لالچ میں سیاسی وفاداری گروی رکھ دی۔ جنہوں نے ظاہراً وفاداری میں شرط استواری برقرار رکھی' انہوں نے بھی ترک تعلق کی دھمکیوں کے بل پر اپنی قیمت وصول کی۔ گویا سیاست کو سوداگری سمجھنے والوں نے وقت کی ہر کروٹ سے ذاتی فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ کسی نے یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہ کی کہ وہ خدا کو حاضر و ناظر جان کر اٹھائے جانے والے حلف کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو رہا ہے یا یہ کہ عوام نے جماعتی بنیادوں پر ہونے والے انتخابات میں اسے جس جماعت کے نظریے کی ترجمانی کے لیے اسمبلی میں بھیجا تھا' اس سے انہیں رجوع کیے بغیر انحراف کا کوئی حق نہیں' ایسا کرنا اپنے ووٹروں سے غداری اور امانت میں خیانت کے مترادف ہے جو روز سزا و جزا کے مالک کے نزدیک ظلم ہے اس طرز عمل سے بعض ستم ظریفوں کو یہ تک کہنے کا موقع نہ ملا کہ دو ڈھائی سو کروڑ کے عوض پاکستان کی پوری قومی اسمبلی کی بولی لگائی جا سکتی ہے۔

یہی نہیں، قول و عمل کے اور بھی کئی انداز ایسے تھے۔ جن کی ذریعے پارلیمنٹ کے وقار کو بری طرح مجروح کیا گیا۔ پارلیمنٹ جمہوری نظام میں محور کی حیثیت رکھتی ہے ایسے اہم قومی مسائل کے حل اور معاشرے میں صحت مند تبدیلیوں کا سرچشمہ بنایا جانا چاہیے تھا مگر حددرجہ ناعاقبت اندیشی کے ساتھ اسے فروعی معاملات میں الجھا دیا گیا یہاں تک کہ قانون سازی جیسے بنیادی کام تک میں سنجیدگی سے دلچسپی نہیں لی گئی۔ ماسوائے بجٹ، کوئی قابل ذکر بل اسمبلی میں پاس تو کجا، پیش تک نہیں کیا گیا، بیشتر معاملات پرانے آرڈیننسوں کے ازسرنو اجرا کے ذریعے چلائے جاتے رہے اور اکثر وقت تحاریک التوا اور تحاریک استحقاق کی نذر ہوتا رہا۔ سٹینڈنگ کمیٹیاں پارلیمانی نظام کی جان سمجھی جاتی ہیں لیکن انکی تشکیل میں ماہ تک لیت ولعل سے کام لیا گیا۔ اکثر وزراء اسمبلی میں بیٹھنے تک کے روادار نہ تھے یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ معزز ایوان میں بار بار غلط بیانی اور حقائق پوشی سے کام لیا گیا۔ عدم دلچسپی یا سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر اسمبلی کے فرسودہ قواعد کو آئین کے مطابق ڈھالنے کے لیے ضروری ترامیم کی زحمت بھی گوارہ نہ کی گئی۔

دوسری طرف پارلیمنٹ کے ایوان بالا، سینٹ کے وقار کو زک پہنچانے اور اس کی حیثیت کو متنازعہ بنانے کی شعوری کوششیں کی جاتی رہیں۔ سینٹ وفاق پاکستان کے اتحاد کی مظہر ہے وہ چاروں صوبوں کی مساویانہ حیثیت، علمبردار اور عوامی نمائندگی میں تسلسل کا وسیلہ ہے۔ ساری جمہوری دنیا میں پارلیمنٹ کے ایوان بالا کو ایک خاص امتیازی مقام دیا جاتا ہے ہمارے ہاں یہ ہوا کہ اس انتہائی اہم اور باوقار ادارے کے قانونی جواز تک کے بارے میں شکوک و شبہات کا اظہار کیا گیا، اس پر تنقید جاری رکھی گئی اور اس کے متعلق انتہائی عامیانہ انداز میں ہرزہ سرائی کی جاتی رہی اور اس طرح آئین کے تحت وجود میں آنے والے اس ادارے کی ساکھ کو نقصان پہنچایا جاتا رہا مملکت کے دیگر آئینی ادارے بھی سیاسی دیوالیہ

پن کے اثرات سے محفوظ نہ رہے۔ ایک طرف اعلیٰ عدالتوں جیسے محترم ادارے کا مذاق اڑایا گیا اور اس کے فیصلوں کی غیرجانبداری اور موزونیت پر کھلم کھلا انگشت نمائی کی گئی تو دوسری طرف ضابطے کے مطابق کارروائی کے بغیر ہزاروں قیدیوں کو سیاسی آزادیوں کے نام پر جیلوں سے رہا کرکے یا انکی سزاؤں میں تخفیف کرکے انصاف کے تقاضوں کو پامال کیا گیا۔ سیاسی قیدیوں کی رہائی یقیناً ایک مستحسن اقدام تھا۔ مگر یوں رہا کئے جانے والوں میں قانونی اور اخلاقی مجرم بھی شامل تھے جو عدالتوں سے باقاعدہ سزا یافتہ تھے نہ ان کے خلاف الزامات کی چھان بین کی گئی اور نہ مقدمات کی تفصیل اور حقائق دیکھے گئے۔ سستی شہرت کی خواہش کے تحت قتل، ڈکیتی، اغوا اور زنا جیسے بہیمانہ جرائم کو معاف کر کے عدل و انصاف کی دھجیاں بکھیری گئیں۔

الیکشن کمیشن بھی عدم توجہی کا شکار رہا اور ایک طویل عرصہ گزرنے کے باوجود ممبران کی خالی آسامیوں کو پر نہیں کیا گیا نتیجتاً الیکشن کمیشن متعدد ایسی عذرداریوں اور فلور کراسنگ کے مقدمات کی سماعت سے قاصر رہا جن سے اسمبلیوں کی پارٹی پوزیشن میں فرق پڑسکتا تھا سول سروسز انتظامیہ میں ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتی ہیں انکا نظام میں آئین کے تحت قائم کردہ ہے دیگر آئینی اداروں کی طرح یہ ادارہ بھی سیاسی مصلحتوں اور من مانیوں کا شکار ہوا ایسی بے قاعدگیوں اور بے ضابطگیوں کا نشانہ بنایا گیا کہ اسکی نظیر نہیں ملتی تقرریاں اور ترقیاں ذاتی پسند و ناپسند اور شخصی التفات و عناد کا کھیل بن گئیں۔ وزیر اعظم سیکرٹریٹ میں پلیس منٹ بیورو کے نام سے ایک ادارے کا قیام عمل میں لایا گیا اور اس کے ذریعے سیاسی بنیادوں پر تقریباً 26 ہزار افراد کو سرکاری ملازمتوں سے نوازا گیا اس معاملے میں نہ مروجہ ضابطوں کا خیال رکھا گیا اور نہ قابلیت، تجربے، عمر اور کوٹے کی پابندیوں کا لحاظ یہاں تک قانونی طور پر نااہل قرار دیئے جانیوالوں تک کو بلا کسی اضافی جواز کے سرکاری آسامیوں کا اہل سمجھا گیا اور اس

طرح نہ صرف یہ کہ جائز حقدار کا حق مارا گیا بلکہ انتظامیہ میں مستقل بنیادوں پر اپنے کاسہ لیسوں اور وفاداروں کی کھیپ بھرتی کی گئی۔

علاوہ ازیں سرکاری ملازمتوں سے نکالے گئے افراد اور عوام کے ٹھکرائے ہوئے عناصر پر مشتمل مشیروں معاونین خصوصی اور او ایس ڈی کی اچھی خاصی فوج بھرتی کی گئی جو حکمرانوں کے مصاحبین خاص کا درجہ رکھتے تھے اور اپنے آپ کو ہر طرح کی انضباطی پابندیوں اور مروجہ رولز اینڈ ریگولیشنز سے آزاد سمجھتے ہوئے اقتدار کے ایوانوں میں دندناتے پھرتے تھے جب انکی تقرری اور طرزِ عمل پر عوامی تنقید میں شدت آگئی تو انکے استعفیٰ منظور کر کے انہیں صدر کے حکم کے مطابق باقاعدہ طور پر عہدوں سے فارغ کر دیا گیا مگر شان خسروی دیکھیے کہ اس کے باوجود انہیں بدستور تمام تر سرکاری مراعات اور لوازمات کے استعمال کی اجازت عطا کی گئی۔ یہ تمام اقدامات صریحاً آئین اور قانون کے خلاف تھے جو سرکاری اہل کار ان حالات پر معترض ہوئے یا اس التزام میں کھپ نہ سکے راندہ درگاہ قرار دیکر ادھر ادھر کر دیئے گئے -ایک وقت ایسا بھی آیا کہ حکومت کے اپنے کہنے کے مطابق ان افسروں کی تعداد 59 ہو گئی جبکہ اخبارات کا کہنا تھا کہ انکی تعداد سو سے تجاوز کر گئی تھی ان افسران کو کہا تو جاتا تھا۔ "افسران بہ کار خاص" لیکن ان کا خاص کام صرف یہ تھا کہ بغیر کوئی کام کئے گھر بیٹھے تنخواہ لیتے رہیں یہ نہ صرف قومی خزانے پر ظلم تھا بلکہ اس سے سول سروسز کی عزت نفس مستعدی اور کارکردگی بھی بری طرح متاثر ہوئی ان اقدامات کے نتیجے میں ملک کا انتظامی ڈھانچہ اپنے تفویض شدہ فرائض کی ادائیگی کی صلاحیت اور دلچسپی کھو بیٹھا۔

ارباب بست و کشاد آئینی تقاضوں کی پاسداری میں وفاقی نظام کو خوش اسلوبی سے چلانے میں بھی ناکام رہے مرکز اور صوبوں کی باہم آویزشوں تعلقات میں کشیدگی اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوششوں نے وہ زور پکڑا کہ سازش کی حدوں کو چھونے لگیں صوبوں سے تصادم پر اس طرح

پوری توجہ اور ساری توانائی مرکوز کر دی گئی کہ حکمرانوں کا بیشتر وقت سیاسی دنگلوں اور داؤ پیچ میں صرف ہونے لگا۔ قانون نافذ کرنے والی اور حساس ایجنسیوں سے لے کر ذرائع ابلاغ تک پوری سرکاری مشینری پارٹی کے مفادات کو پروان چڑھانے مخالفوں کو زک پہنچانے اور حریفوں کی کردار کشی کے لئے بلا جھجک اور بلا روک ٹوک وقف کر دی گئی۔

محاذ آرائی کی بنیادی وجہ صرف اتنی تھی کہ بلا شرکت غیرے اقتدار کی خواہش میں عوام کے بنے ہوئے انتخابی مینڈیٹ کو کھلے دل سے تسلیم نہیں کیا گیا اور اسے جوڑ توڑ اور سازشوں کے ذریعے تبدیل کرنے کی راہ اپنائی گئی۔ یہ غلط روش مرکز اور صوبوں کے درمیان تصادم پر بھی منتج ہوئی اور لاتعداد غلط فیصلوں جمہوری روایات سے انحراف اور سیاسی بلیک میلنگ کے نت نئے طریقوں کا پیش خیمہ بھی ثابت ہوئی۔

مرکز اور صوبوں کے درمیان ایسا کوئی مسئلہ نہ تھا جو دستور کے مطابق بات چیت کے ذریعے' کچھ دو کچھ لو کے اصول پر طے نہ ہو سکتا۔ ضرورت صرف اس بات کی تھی کہ خلوص نیت اور سنجیدگی کے ساتھ کوشش کی جاتی کچھ نیم دلانہ کوششیں ہوئیں بھی مگر کچھ تو سیاسی مصلحت پوشی کے سبب اور کچھ انا پرستی اور ہٹ دھرمی کے باعث ان کے خاطر خواہ نتائج بر آمد نہ ہو پائے۔

آئین میں صوبائی خود مختاری کو یقینی بنانے کے لئے کونسل آف کامن انٹرسٹ تجویز کی گئی ہے مگر صوبوں کے مسلسل اصرار کے باوجود اس کا اجلاس طلب کرنے سے گریز کیا گیا اور اجلاس کے انعقاد کو ملک کی تباہی کے مترادف گردانا گیا اسی طرح صوبوں کے درمیان قومی وسائل کی تقسیم کے لئے آئین میں نیشنل فائنانس کمیشن تجویز کیا گیا ہے مگر اس بات کو جواز بنا کر کہ اس ادارے کی تشکیل نو کی جا رہی ہے اس کا اجلاس بلانے سے گریز کیا جاتا رہا تشکیل نو کی منظوری جولائی 89 میں دی جا چکی تھی نو تشکیل شدہ کمیشن کو معرض وجود میں لانے کے لئے محض ایک نوٹیفکیشن

جاری کرنے کی ضرورت تھی۔ مگر اس کام میں دیدہ و دانستہ ایک سال سے زیادہ کی تاخیر کی گئی آئین میں تجویز کردہ ان دونوں اداروں کو کام کرنے کا موقع دینا کسی کی مرضی و منشا کا معاملہ نہ تھا بلکہ ایک آئینی پابندی تھی جس کا پورا کیا جانا لازم تھا اس سے اغماض برت کر آئین کی خلاف ورزی کی گئی اور نتیجتاً" صوبوں میں یہ تاثر عام ہونے لگا کہ انہیں انکے حقوق سے اور قومی وسائل میں ان کے جائز حصے سے دانستہ محروم رکھا جا رہا ہے۔ مرکز اور صوبوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم اور انکے الگ الگ دائرہ ہائے کار کا تعین بھی آئین میں بڑی صراحت کے ساتھ کیا گیا ہے مگر اس معاملے میں بھی من مانی کرنے کی بیجا ضد سے کام لیا گیا اگر صوبوں نے اپنے آئینی اختیارات کو بروئے کار لانے کی بات کی تو اسے بغاوت سے موسوم کیا گیا دوسری طرف ایسے منصوبوں کے مرکزی کنٹرول پر اصرار کیا گیا جو صوبوں کے دائرہ کار میں آتے تھے پیپلز ورکس پروگرام اس دوہرے طرز عمل کی بدترین مثال تھا۔

پانچ ارب روپے کی خطیر رقم سے چلائے جانے والے پیپلز پروگرام کے لئے فنڈز مختص کرنے اور رقوم کی ادائیگی اور حسابات کی جانچ پڑتال کے معاملے میں مسلمہ مالیاتی قواعد و ضوابط سے لاپرواہی برتتے ہوئے ایک ترقیاتی منصوبے کو سیاسی رشوت کا ذریعہ بنانے کی کوشش کی گئی۔ یہ پروگرام بنیادی طور پر مقامی ترقیاتی پروگرام تھا اور اس کے لئے جو شعبے منتخب کئے گئے تھے وہ صوبوں کے دائرہ اختیار میں آتے تھے۔ چنانچہ ضروری تھا کہ اس کی منصوبہ بندی اور اس پر عمل درآمد میں صوبوں کو شریک کیا جاتا اور ان کی سفارشات اور ترجیحات کو اہمیت دی جاتی۔ مگر محض پروگرام سے سیاسی فائدہ اٹھانے کی خواہش کے تحت ایسا کرنے سے پہلو تہی کی جاتی رہی۔ صوبوں کے ساتھ محاذ آرائی اور صوبائی خودمختاری میں بیجا مداخلت کی وجہ سے یہ تاثر ابھرنے لگا کہ موجودہ نظام وفاقی اکائیوں کے مفادات کی نگہداشت کی صلاحیت نہیں رکھتا اور جب کسی نظام کی ناکامی کا احساس عام

ہونے لگے تو لوگ متبادل صورتیں ڈھونڈنے لگتے ہیں اور اس کوشش میں اکثر صوبائیت' علاقائیت اور مقامی وفاداریوں کی طرف نکل جاتے ہیں۔ اس میں تشویش کی بات یہ ہوتی ہے کہ پھر مرکز سے ان کے تعلقات میں دشمنی کا عنصر غالب آ جاتا ہے اور وہ اپنے حقوق کے لئے مرکز سے برسرپیکار ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ہمیں سوچنا چاہئے کہ کیا اب وقت آ نہیں گیا ہے کہ ہم آئین میں دی گئی صوبائی خود مختاری کے احترام کے زبانی کلامی دعووں کے بجائے اسے عملی شکل دینے کا اہتمام کریں؟ ہمیں بدلتے وقت کے مثبت تقاضوں کا ساتھ دیتے ہوئے صوبوں کے احساس محرومی کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کی طرف بامعنی پیش رفت کرنی چاہئے تاکہ وفاقی رشتوں کو استحکام اور قومیت کے جذبے کو فروغ دیا جا سکے۔ ہمیں عملاً ایسی پالیسیوں سے اجتناب کرنا چاہئے جو وفاق کی سالمیت کے لئے خطرہ بنتی جا رہی ہیں۔ ملک میں جمہوریت کی بحالی کے بعد یہ توقع کی جاتی تھی کہ آبادی کے مختلف طبقوں کے مابین منافرت اور نفاق کی خلیج پاٹ دی جائے گی۔ یہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ جب اقتدار میں آنے والی سیاسی جماعتیں یہ بات ذہن نشین کر لیتیں کہ اب وہ صرف اپنے حمایتی طبقوں کی نمائندہ نہیں رہیں۔ انہیں اپنے سیاسی منشور کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنوں اور غیروں کی تخصیص ختم کر دینی چاہئے اور قومی انتظامی معمولات میں ایک نظر سے دیکھنے کی روایت اپنانی چاہئے۔ مگر بدقسمتی سے ایسا نہ ہو سکا۔

وہ جماعتی سوچ سے بلند ہو کر غیر جانبدارانہ طرز فکر اپنانے اور وسیع القلبی سے کام لینے میں ناکام رہیں۔ ان کی نظر میں کچھ انسانوں کا جان و مال محترم ٹھہرا اور کچھ کی نہ زندگی کی وقعت رہی نہ گھربار کی' حالانکہ ہر انسان کا خون یکساں محترم اور ہر چار دیواری کی حرمت ایک جیسی ہے۔ نہ زمین پر بہنے والے خون کو نسلی وابستگی کی بنیاد پر تقسیم کیا جا سکتا ہے' نہ جلتے ہوئے گھروں سے اٹھنے والے دھویں کو سیاسی وفاداریوں کے خانوں میں بانٹا جا سکتا ہے۔ اس آفاقی حیثیت کو فراموش کر دینے کے نتیجے میں ابتدائی

توقعات کے برخلاف نظریں بڑھ گئیں' معاشرتی ہم آہنگی کے تار و پود بکھر گئے اور شہریوں کی زندگی میں تشدد کا زہر اور ذہنوں میں خوف کے سائے پھیل گئے۔ صوبہ سندھ جو کبھی امن کا گہوارہ تھا' سندھ جس کے راستے برصغیر میں اسلام کا امن و آشتی اور محبت و اخوت کا لافانی پیغام داخل ہوا تھا' سندھ جس نے قیام پاکستان کے بعد لاکھوں بے خانماں انسانوں کے لئے اپنی بائیں وا کی تھیں' اسی سندھ کی پاکیزہ فضاؤں پر لاقانونیت اور بدامنی کا آسیب چھا گیا جس کا کوئی علاج جمہوری حکومت نہ کر سکی۔ قتل اغوا ڈکیتی' آتش زنی اور لوٹ مار کی لرزہ خیز وارداتیں روز کا معمول بن گئیں۔ گلی کوچے میدان کارزار اور گھر تو کیا تعلیمی ادارے تک اسلحہ خانوں میں بدل گئے۔ میں نے امن و امان کی بگڑتی ہوئی صورتحال کی طرف اسمبلی اور حکومت کی توجہ مبذول کراتے ہوئے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے اپنے خطاب میں کہا تھا کہ "آج ملک کے بعض حصوں میں بدقسمتی سے ایک ایسا ماحول پیدا ہو رہا ہے جس میں شہریوں کی جان و مال اور آبرو محفوظ نہیں' تاوان کی خاطر اغوا کی وارداتیں ایک پیشہ بنتی جا رہی ہیں' لوگوں کو کہیں بھی آباد ہونے اور کام کرنے کے آئینی حق سے محروم کرنے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ علیحدگی پسند اور دہشت گرد ملک کے استحکام' سلامتی اور موجودہ جغرافیائی تشکیل کو چیلنج کر رہے ہیں۔"

گزشتہ آٹھ ماہ کے دوران ان حالات کی سنگینی میں آئے دن اضافہ ہوتا چلا گیا اور انتظامیہ اور قانون کے محافظ سیاسی دباؤ کے سامنے بے دست و پا ثابت ہوئے۔ نہ کسی کو تحفظ دے سکے نہ انصاف۔ حکومت کی اپنی ایجنسیوں کے فراہم کردہ اعداد و شمار کے مطابق صرف اس سال' یعنی جمہوری حکومت کی ذمہ داریاں سنبھالے پورا ایک سال گزرنے کے بعد بھی' یکم جنوری سے 31 جولائی تک صرف سات ماہ میں سندھ میں مختلف وارداتوں میں 1187افراد ہلاک اور 2491 زخمی ہوئے۔ ان میں نسلی بنیادوں پر مارے جانے والوں کی تعداد 635 اور زخمی ہونے والوں کی 1433

تھی۔ اسکے برعکس ملک کے باقی تینوں صوبوں میں اس دوران مجموعی طور پر 599ر افراد ہلاک اور 1656 زخمی ہوئے۔ وہاں مرنے والوں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو نسلی وجوہات کی بنا پر مارا گیا ہو۔ البتہ 14 آدمی زخمی ضرور ہوئے۔ انہی سات مہینوں کے دوران سندھ میں 765ر افراد اغوا کئے گئے اور 1062 ڈکیتیاں ہوئیں' ملک کے باقی تینوں صوبوں میں کل ملا کر اغوا کی 115 اور ڈکیتی کی 327 وارداتیں ہوئیں۔

ان حالات کی وجہ سے عام طور پر یہ کہا جانے لگا کہ سندھ میں حکومت مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے اور وہاں جنگل کے قانون کے سوا کوئی قانون نہیں۔ امن و امان کی بحالی اور شہریوں کے جان و مال کی حفاظت حکومت کی بنیادی ذمہ داری تھی۔ اگر سندھ کی حکومت اس میں ناکام ہو چکی تھی تو صوبے کو اندرونی انتشار سے بچانے کا فرض آئین کی رو سے مرکزی حکومت پر عائد ہوتا تھا۔ حالانکہ مرکز اور سندھ میں ایک ہی سیاسی جماعت برسراقتدار تھی مگر اس بات کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی کہ صوبائی حکومت کو آئین اور قانون کے مطابق چلایا جائے۔ ایک طرف یہ ناگفتہ بہ اور تشویش ناک حالات تھے تو دوسری طرف اختیارات کے ناجائز استعمال کے ذریعے تجوریاں بھرنے اور عنایات بانٹنے کی بے شمار داستانیں عوام میں گردش کر رہی تھیں۔ رشوت' بے ایمانی اور بدعنوانی کے واقعات زباں زد خلائق تھے۔ قومی اور بین الاقوامی اخبارات آئے دن بڑے بڑے سکینڈل چھاپ رہے تھے۔ کھلے بندوں یہ کہا جا رہا تھا کہ مالی بے قاعدگی کی ہر حد پھلانگی جا رہی ہے' بدعنوانی کا ہر ریکارڈ توڑا جا رہا ہے۔ سرکاری خزانے کو اس طرح موروثی جائیداد کی طرح برتا جا رہا ہے اور قومی وسائل کو اس طرح مال غنیمت کی طرح لوٹا جا رہا ہے کہ لفظ کرپشن پاکستانی سیاست کا ٹریڈ مارک بن گیا ہے۔ یہ بھی کہا جا رہا تھا کہ تجارتی بینکوں اور دیگر مالیاتی اداروں مثلاً" زرعی ترقیاتی بینک این ڈی ایف سی اور بک سے ناجائز مراعات حاصل کرنے اور دلوانے کی راہ ہموار کرنے کے لئے ان میں

کلیدی آسامیوں پر اہلیت اور تجربے کا خیال کئے بغیر اپنی پسند کے افراد کا تقرر کیا گیا ہے۔ ضروری دستاویزوں' ضمانتوں اور قاعدے کے مطابق کاروائی کے بغیر اربوں روپے کے قرضے سیاسی بنیادوں پر منظور نظر افراد کو دلوائے گئے ہیں اور کروڑوں روپے کے واجب الادا قرضے یا تو معاف کروائے گئے ہیں یا انکی ادائیگی کی شرائط اور میعاد کو انتہائی آسان بنا دیا گیا ہے۔ نتیجتاً" چند بینکوں کے دیوالیہ ہونے تک کی قیاس آرائیاں ہونے لگیں۔

اخبارات ملکی تجارتی معاہدوں میں بھی اسی انداز کی بدعنوانیوں کا واویلا کرتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ مشکوک حیثیت رکھنے والی فرموں کے ساتھ بین الاقوامی منڈی کی قیمتوں سے کہیں کم داموں پر روئی اور چاول کی فروخت کے بڑے بڑے سودوں میں کروڑوں روپے کا کمیشن کھایا گیا ہے۔ اسی طرح یہ خبریں بھی چھپیں کہ توانائی' ہوابازی اور مواصلات سمیت کئی شعبوں میں بیرونی ممالک سے اربوں روپے کی خریداری ملکی ضروریات' بہتر معیار اور ارزاں قیمت کی بجائے محض ذاتی منفعت کو مدنظر رکھ کر کی جا رہی ہے اور یوں قومی خزانے کو بھاری نقصان پہنچایا جا رہا ہے۔ سرکاری کانٹریکٹ' امپورٹ ایکسپورٹ لائسنس' مختلف قسم کے پرمٹ اور صنعتی اجازت ناموں کے سلسلے میں بھی بڑی بڑی رشوتوں اور سیاسی نوازشوں کی باتیں سننے میں آئیں۔ رہائشی اور کمرشل پلاٹوں کی الاٹمنٹ اور قیمتی سرکاری اراضی کی اونے پونے فروخت کا ذکر بھی ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ کسی کی ٹانگ سے بم باندھ کر دن دیہاڑے کروڑوں روپے لوٹنے جیسے لرزہ خیز واقعات بھی شائع ہوتے رہے۔ پریس کے علاوہ سیاسی سطح سے بھی عوامی فورم پر بدعوانی کے انتہائی سنگین الزامات لگائے گئے اور مبینہ دستاویزی ثبوت سامنے لائے گئے۔

الزامات کے اس طوفان میں ایک ذمہ دار حکومت کا فرض تھا کہ ان الزامات کو صرف بدنام کرنے کی سازش' سیاسی پروپیگنڈہ اور بہتان تراشی کا

نام دے کر نظر انداز کر دینے کی بجائے ان کی باقاعدہ چھان بین کا اہتمام کرتی۔ عین ممکن تھا کہ وہ الزامات غلط ثابت ہوتے مگر ان کے درست ہونے کا بھی تو امکان تھا۔ بنیادی بات یہ تھی کہ کسی غیر جانبدار ادارے کے ذریعے ان کی تحقیقات کروائی جاتی تاکہ حقائق عوام کے سامنے آجاتے' ان کی تشفی ہو جاتی اور اپنے نمائندوں پر ان کا اعتماد بحال ہو جاتا مگر ایسے مطالبات کے باوجود اس سے گریز کیا جاتا رہا اور بالاخر جب رائے عامہ کا دباؤ بہت بڑھ گیا تو خود اپنے ہی نامزد کردہ ایک صاحب کو بغیر قانونی اختیارات دیئے تحقیقات پر مامور کر دیا گیا جو نہ سیاسی سطح پر پذیرائی حاصل کر سکے نہ عوامی سطح پر اعتبار۔

ساتھ ہی ساتھ بدعنوانی کی باتیں کرنے والوں کو عدالتوں کا دروازہ کھٹکھٹانے کے مشورے بھی جاری رہے۔ اس سے قطع نظر کہ جمہوریت میں نیک نامی اور اچھی بری ساکھ کے فیصلے عدالتوں سے نہیں' عوام سے لئے جاتے ہیں' اصولاً یہ مشورہ غلط نہیں تھا لیکن عدالتوں میں جانے کے لئے الزامات کی تفتیش ضروری ہوتی ہے اور یہ کام سرکاری ایجنسیوں کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں۔ متعلقہ دستاویزات اور فائیلیں بھی سرکاری تحویل میں ہوتی ہیں جن تک کسی غیر متعلق شخص کو حکومت کی اجازت کے بغیر رسائی حاصل نہیں ہو سکتی چنانچہ عدالت سے رجوع کرنے کا مشورہ عملاً بالکل بے سود تھا۔

پھر ایسا بھی تو ہوا کہ عدالت نے کم از کم ایک کیس میں اقرباپروری اور اختیارات کے ناجائز استعمال کی تصدیق کر دی مگر اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ عدالت کے فیصلے کا کتنا احترام کیا گیا؟ جمہوری ملکوں کی اس روایت پر کس حد تک عمل کیا گیا کہ عوامی سطح پر بدعنوانی کے معمولی سے الزام پر بھی ثبوت کا انتظار کئے بغیر ازخود استعفیٰ دے دیا جائے یا طلب کر لیا جائے تاکہ اس الزام کی صحت کی تحقیق کے لئے غیر جانبدارانہ اور سازگار ماحول پیدا کیا جا سکے۔ افسوس کا مقام ہے کہ اس قسم کے احتساب کی روایت نہیں

ڈالی گئی۔

یہ قوم کا فرض ہے کہ عوامی اعتبار کے خائنوں' قومی اعتماد کے سوداگروں اور ملکی وسائل کے رہزنوں کے محاسبے کا اہتمام کرے۔ جب تک عوام کے ہاتھ حکمرانوں کے دامن اور ان کے گریبانوں تک نہیں پہنچیں گے اور عوامی نمائندوں کی مناسب جواب طلبی کا اہتمام نہیں کیا جائے گا' بے داغ سیاست اور آئین اور قانون کے مطابق صاف ستھری جمہوری حکومت کا خواب کبھی پورا نہیں ہو سکے گا۔

سیاسی محاذ آرائی' بدامنی' بدعنوانی' ناانصافی اور حق تلفی کے اس ماحول میں عوام کے حقیقی مسائل کی طرف توجہ دینے کے لئے کسی کے پاس وقت نہ تھا۔ عوام غربت' مہنگائی' بیروزگاری اور بیماری جیسی لعنتوں سے پریشان رہے اور توقعات کی ناکامی کے نتیجے میں جمہوریت پر ان کے اعتماد میں ضعف آنے لگا جو جمہوریت کے لئے نیک شگون نہیں تھا۔

اپنی طرف سے میں پورے خلوص اور دلسوزی کے ساتھ ہر سطح پر خامیوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی کرتا رہا اور اپنی کاوشوں کا ڈھنڈورا پیٹے بغیر اس بات کے لئے کوشاں رہا کہ حکومت اور عوامی نمائندوں کو ان کی آئینی' قومی اور اخلاقی ذمہ داریوں کا احساس دلاؤں۔ ان کے ذہن نشین کراؤں کہ حکومت کی مسند حقوق سے زیادہ فرائض کے تاروں سے بنی جاتی ہے جمہوریت میں اختیارات کا استعمال شہنشاہیت کی طرح من مانے طریقوں پر نہیں کیا جاتا بلکہ انہیں اجتماعی مفاد میں' قانون قاعدوں کے تحت' امانت کے طور پر بروئے کار لایا جاتا ہے۔ اگر حکومت بعض مروجہ قوانین و ضوابط کو اپنی نام نہاد ترقی پسندی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتی ہے تو ان کی خلاف ورزی کی بجائے صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلے متعلقہ فورم پر ان میں ترمیم کی جائے تاکہ سب کو نئے رولز آف دی گیم کا پیشگی علم ہو سکے۔

مگر میری کوششیں نقش بر آب ثابت ہوتی رہیں۔ گاہے گاہے اصلاح احوال کے خوش کن وعدے تو کئے گئے لیکن عملی طور پر حالات

بہتری کی بجائے ابتری کی طرف ہی مائل رہے اور مایوسی' بداعتمادی اور بے یقینی قوم کے دل میں گھر کرتی چلی گئی۔ ہر طرف سے صدر کی آئینی ذمہ داریوں کی بات کی جانے لگی اور ہر فورم سے' عوامی سطح پر بھی اور رسمی ملاقاتوں میں بھی' تقریروں اور بیانات میں بھی اور اخباری کالموں میں بھی' صدر سے پرزور مطالبہ کیا جانے لگا کہ وہ اپنی آئینی ذمہ داریاں پوری کریں۔

میں ان مطالبات کے پس پردہ کرب اور دردمندی کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ میں ان تشویش ناک عوامل سے بھی خوب واقف تھا جو انتہائی اقدام کے مطالبے کا محرک بن رہے تھے لیکن میں عجلت میں کوئی قدم اٹھانے کو تیار نہ تھا۔ میری کوشش تھی کہ وہ نظام جو خود اپنے ہاتھوں سے معرض وجود میں لایا تھا' ممکنہ حد تک چلتا رہے۔

آپ غالباً بھولے نہ ہوں گے کہ 17 اگست 1988ء کے المناک حادثے کے بعد جب حکومت کی ذمہ داری مجھے سنبھالنی پڑی تو پہلے دن سے میری کوشش یہی رہی کہ ملک کو بلا تاخیر ایک بار پھر جمہوریت کے راستے پر ڈالا جائے چنانچہ انتہائی غیر یقینی اور مخدوش حالات کے باوجود وقت مقررہ پر انتخابات کے انعقاد کا اعلان کیا گیا اور ہر وہ قدم اٹھایا گیا جو آزادانہ' غیر جانبدارانہ اور پرامن انتخابات کے لئے ضروری تھا۔ ان میں ملکی تاریخ میں پہلی بار انتخابات کی نگرانی کا کام عدلیہ کو سونپنے کا فیصلہ بھی شامل تھا۔ انتخابات کے بعد سابقہ روایات کے برعکس انتقال اقتدار کے مرحلہ میں انتہائی پرامن طریقے پر مکمل کیا گیا۔ گو کہ پیپلز پارٹی کو اسمبلی میں واضح اکثریت حاصل نہیں ہو سکی تھی مگر وہ سب سے بڑی جماعت کے طور پر سامنے آئی تھی۔ چنانچہ اس کی رہنما کو سب سے پہلے حکومت بنانے کی دعوت دی گئی۔ ایسا کرنا میرے نزدیک جمہوریت کا تقاضا تھا اور میں نے اس طرح ایک صحت مند جمہوری روایت ڈالنے کی کوشش کی تھی حالانکہ آئین میں اس بات کی گنجائش موجود تھی کہ کسی اور کو اقتدار منتقل کیا جاتا

اور وہ ساٹھ دن کے عرصے میں اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ حاصل کر لیتا جو اس وقت کے سیاسی "جمعہ بازار" میں ناممکن نہ ہوتا۔

قومی تاریخ کے ان ناقابل تردید حقائق کو دہرانے کا مقصد خود ستائشی نہیں بلکہ محض یہ یاد دہانی کرانا ہے کہ تزئین گلستان میں کچھ خون ہمارا بھی شامل تھا نچانہ میں شدید عوامی اصرار اور دباؤ کے باوجود کوئی انتہائی قدم اٹھانے کی بجائے عوامی نمائندوں کو اپنی اصلاح آپ کرنے کا پورا موقع اور مسلسل مشورہ دیتا رہا۔ مجھے توقع تھی کہ ابتدائی لغزشوں کے بعد راہرووں کو راستے کے پیچ و خم کا اندازہ ہو جائے گا اور وہ بتدریج احتیاط کے ساتھ ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کے چلنے لگیں گے۔ میرا خیال تھا کہ ایک طویل اور صبر آزما انتظار کے بعد میسر آنے والی جمہوریت پر سرخوشی کی ہیجانی کیفیت آہستہ آہستہ معدوم ہو جائے گی اور اس کی جگہ اعتدال پسندی' بالغ نظری اور شعور کی پختگی لے لے گی۔ مگر اس کا کیا علاج کہ اقتدار کے نشے میں بصارت بھی کمزور ہو گئی اور سماعت بھی اور بزعم خود جمہوریت کے چمپئن بننے والے جمہوریت کی آبیاری اور نگہداشت کی بجائے عملاً اس کی بیخ کنی پر مصر رہے لیکن قوم کسی کو لامحدود مدت تک یہ اجازت نہیں دے سکتی کہ وہ ناسمجھی میں یا نااہلی کے سبب یا مذموم مفادات کی خاطر ایسے حالات پیدا کرے کہ خدانخواستہ جمہوریت کو نقصان پہنچے یا اس سرزمین پر آنچ آئے جس میں یہ پودا ~~ابھی~~ چاؤ سے لگایا گیا ہے چنانچہ مجھے بالاخر قومی اسمبلی توڑنے کا فیصلہ کرنا پڑا۔

میرا یہ فیصلہ کسی فرد' کسی گروہ کسی جماعت کے خلاف نہیں۔ اگر یہ فیصلہ کسی کے خلاف ہے تو۔

غیر آئینی، غیر قانونی' غیر جمہوری طور طریقوں کے خلاف ہے۔

رسہ کشی' محاذ آرائی اور ہٹ دھرمی کی پالیسی کے خلاف ہے۔

بدعنوانی' نااہلی اور بے عملی کی روش کے خلاف ہے۔ عوام میں پھیلتی ہوئی مایوسی' بددلی اور بے یقینی کے خلاف ہے۔ جمہوریت

کے مستقبل کے بارے میں بڑھتے ہوئے اندیشوں کے خلاف ہے۔ یہ فیصلہ جمہوریت کے نام پر جمہوریت کشی اور عوام کے نام پر عوام دشمنی کی روایات کے خلاف ہے۔

میں جمہوریت کی اس تعریف پر مکمل یقین رکھتا ہوں کہ جمہوریت اس حکومت کو کہتے ہیں جو عوام کی ہو' عوام کے ذریعے وجود میں آئے اور عوام کے لئے بلا امتیاز کام کرے۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ آپ بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ غلط نہیں سمجھتے۔ اگر حالات بوجہ وہ روشن رخ اختیار نہ کرپائے جس کی توقع آپ کو تھی اور جمہوریت کے اس تجربے پر آپ کو کچھ مایوسی ہوئی تو آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ جمہوریت کی خامیوں کو جمہوریت کی مسلسل مشق کے ذریعے ہی دور کیا جا سکتا ہے۔ آپ کو اس باطنی توانائی پر اپنی اصلاح آپ کرنے کی اس صلاحیت پر پورا اعتماد ہونا چاہئے جو جمہوری نظام کا خاصہ سمجھی جاتی ہے انتخابی عمل سے بار بار گزر کر ہی یہ ممکن ہوگا کہ جمہوریت محض ایک طرز حکومت نہیں طرز زندگی بھی بن سکے اور سوچنے اور سمجھنے کا مروجہ طریقہ بن سکے ہماری رگ دپے میں سما سکے اور وہ بھی اس طرح کہ نہ کوئی طالع آزما رہزن اسے لوٹ سکے اور نہ کوئی موقع پرست راہبر چھین سکے۔ یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب عوام جمہوریت کی۔ رگوں میں در آنے والے فاسد مادوں کو نکال پھینکیں اور از سر نو انتخابات سے بہتر اس کی اور کوئی صورت نہیں۔ انتخابات عوامی عدالت کی طرح ہوتے ہیں۔ ہر امیدوار نامہ اعمال لئے عوام کے سامنے پیش ہوتا ہے اور عوام اس کے بارے میں اپنا فیصلہ صادر کرتے ہیں۔ میں نے عوام کو ایک بار پھر اپنے نمائندوں کے احتساب کا موقع دیا ہے تاکہ جمہوری نظام میں پختگی آسکے اس آئینی اور جمہوری فیصلے پر غیر جمہوری احتجاج کو برداشت نہیں کیا جائے گا اگر کوئی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے عوامی احتساب کی گرفت سے بچنے کے لئے عوام کو احتجاج کی راہ پر ڈالنے کی کوشش کرے گا تو اس سے انتہائی سختی سے نمٹا جائے گا جہاں تک

آئندہ کا تعلق ہے تو میرا مصمم ارادہ ہے کہ قانون کے مطابق جمہوریت کے کارواں کو رواں دواں رکھا جائے - غلام مصطفیٰ جتوئی نگران وزیر اعظم کی حیثیت سے حلف اٹھا چکے ہیں۔ وہ ایک تجربہ کار اور اچھی سیاسی سوجھ بوجھ والے انسان ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ سچے پاکستانی ہیں اور پاکستانی ذہن سے سوچتے ہیں پاکستان کا درد اور پاکستان کے لئے جینے مرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں مجھے امید ہے کہ نگران حکومت پوری خوش اسلوبی اور پوری دیانتداری اور نیک نیتی کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ بھرا ہو سکے گی۔ نگران حکومت اپنی ترجیحات خود مرتب کرے گی میں توقع رکھتا ہوں کہ وہ ملک میں امن و امان کی بحالی اور عوام کو یکساں احساس تحفظ اور بلا امتیاز انصاف مہیا کرنے کی اہمیت دے گی ساتھ ہی ساتھ وہ بدعنوانی کی روک تھام کرے گی اور ان اداروں کو بھی ٹھیک کرنے پر توجہ دے گی جو قانون کی عملداری قائم کرنے میں مدد گار ہیں۔

نگران حکومت کی سرفہرست اور اولین ذمہ داری یہ ہے کہ وہ انتخابات کرانے کا بندوبست کرے عام انتخابات اس سال 24 اکتوبر کو ہوں گے یہاں یہ بات بھی واشگاف الفاظ میں کہنا چاہوں گا کہ گزشتہ انتخابات کی طرح موجودہ انتخابات پوری طرح غیر جانبدارانہ اور مکمل طور پر آزاد ہوں گے الیکشن کے لئے پرامن اور پرسکون ماحول کو یقینی بنایا جائے گا۔ کسی فرد کسی جماعت یا گروہ کو ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ طاقت کے استعمال تشدد کی دھمکیوں یا دھونس اور دھاندلی سے انتخابات میں رکاوٹ ڈالے یا انتخابی نتائج پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرے عوام کی رائے کا مکمل احترام کیا جائے گا اور انتخابی نتائج کو کھلے دل کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔

اب میں ملک کے عوام سے رائے عامہ کے رہنماؤں سے اور ہر صاحب نظر سے گزارش کروں گا کہ جو کچھ ہو چکا ہے اس پر گہری نظر رکھیں جو موقع آپ کو ملا ہے اس سے فائدہ اٹھا کر اپنی کوتاہیوں کے

ازالے کی کوشش کریں آپ کی صحیح سوچ اور فیصلوں پر ہی اس قوم کے مستقبل کا دارمدار ہے اللہ آپ کو صحیح عمل کی توفیق دے اہل پاکستان کو برے وقت سے بچائے رکھے اور ان کی رہنمائی فرمائے۔

آمین

آئین میں موجود آٹھویں ترمیم کے خاتمہ کی کوشش بری فوج کے سربراہ کی
رری اور حکومت کی کئی غلط پالیسیوں کے باعث نواز شریف کی حکومت سے
ختلافات کی بنا پر 18 اپریل 1993ء کو قومی اسمبلی توڑ دی گئی۔

قومی اسمبلی توڑنے کے صدارتی فرمان کا مکمل متن

صدر کی رائے میں ملک کی صورتحال' پیش آمدہ حالات و' واقعات اور
وزیراعظم کی سترہ اپریل 93 ء کی تقریر کے مندرجات اور اس کے اثرات و
نتائج اور نیچے دی جانے والی وجوہات پر غور کے بعد' وفاق کی حکومت آئین
کے مطابق جاری نہیں رہ سکتی۔ لہٰذا رائے دہندگان سے رجوع ضروری ہو
گیا ہے۔

الف۔ تمام حزب اختلاف اور سرکاری بنچوں کے کافی ارکان کے'
جن میں وزراء بھی شامل ہیں' کے استعفوں سے ان کی اس خواہش کا اظہار
ہوتا ہے کہ وہ عوام سے تازہ مینڈیٹ حاصل کرنا چاہتے ہیں جو کہ اس امر
کا نتیجہ ہے کہ وفاق کی حکومت اور قومی اسمبلی عوام کے اعتماد سے محروم ہو
گئے ہیں اور اس نزاع نے مینڈیٹ کو منسوخ کر دیا ہے۔

(ب) وزیراعظم نے مارچ اور اپریل میں صدر سے کئی ملاقاتیں کیں۔
آخری بار 14 اپریل 93ء کو ملے۔ تب صدر نے ان پر زور دیا کہ وہ ملک کو
درپیش سنگین داخلی و خارجی مسائل کے حل کیلئے ٹھوس اقدامات کریں۔
لیکن وزیراعظم نے اس کے بجائے' سترہ اپریل کی تقریر میں' صدر پاکستان پر
جو کہ سربراہ مملکت اور جمہوریہ کے اتحاد کے نمائندہ ہیں' غلط سلط الزمات
لگا کر عوام کی توجہ ہٹانے کی کوشش کی۔ تقریر سے مقصود یہ تھا کہ حکومت
آئین کے مطابق نہیں جاری رہ سکتی اور اپنی اس تھیوری کے ثبوت میں
جو تھیوری اور دلائل پیش کئے' وہ دراصل غیر ضروری اور گمراہ کن تھے۔
وزیراعظم نے اپنی حکومت کی ناکامیوں اور خامیوں کو چھپانے کی کوشش

کی۔ حالانکہ انہیں اصل وجوہات کے بارے میں کئی بار آگاہ کیا گیا تھا جنہیں وزیراعظم نے خود تسلیم بھی کیا اور ان کے ازالے کے لئے ہنگامی بنیادوں پر اقدامات سے اتفاق کیا۔ مزید برآں وزیراعظم کی تقریر' احتجاج کی دعوت کے مترادف ہے اور ان کا طرز عمل آئین کیلئے تباہ کن ہے۔

(ج) وفاق کی سالمیت' بالادستی' استحکام اور بہتری کی خاطر آئین کے تحت وفاق اور صوبوں کے انتظامی اور قانون سازی کے اختیارات خصوصی آئینی دفعات کے تحت طے کر دئے گئے ہیں۔ اسی طرح آئینی دفعات اور مخصوص آئینی ادارے تشکیل دے کر صوبوں کی اندرونی خود مختاری بھی متعین کر دی گئی ہے۔ مگر وفاق کی حکومت مطلوبہ شکل میں ان کی حفاظت اور انہیں برقرار رکھنے میں ناکام رہی۔ جیسا کہ:۔

(i) آئین کی دفعہ 153 کے تحت قائم ہونے والی مشترکہ مفادات کونسل جو کہ پارلیمینٹ کو جواب دہ ہے' بالخصوص فیڈرل لجسلیٹولسٹ کے حصہ دوم کے آئٹم 3 اور کنکرنٹ لجسلیٹولسٹ کے آئٹم 3 کے بارے میں دفعات 153'154 اور 161 کے متعلق اپنی آئینی ذمہ داریاں ادا نہیں کیں۔

(ii) آئین کی دفعہ 154 کے تحت تشکیل پانے والی قومی اقتصادی کونسل اور اس کی ایگزیکٹو کمیٹی کو' مالیاتی' تجارتی' معاشرتی اور اقتصادی منصوبے بناتے وقت وسیع پیمانے پر نظرانداز کیا گیا۔

(iii) آئینی اختیارات' حقوق اور صوبوں کے فرائض منصبی کو' متعلقہ آئینی دفعات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے سلب کیا گیا' مایوسی پھیلائی گئی اور مداخلت کی گئی۔

(د) وفاقی حکومت میں بدانتظامی' بدعنوانی اور اقربا پروری اس حد تک جا پہنچی کہ وزیراعظم' وزراء' وزرائے مملکت اور عوامی نمائندوں نے حکومت کے مختلف اداروں' اتھارٹیز اور بینکوں سمیت دوسری کارپوریشنوں کی نگرانی اور کنٹرول اور پبلک اور حکومتی املاک کی پرائیویٹائزیشن کرتے وقت آئین کے تحت اٹھائے گئے حلف کی خلاف ورزی کی اور حکومت کو آئین

کے مطابق چلنے سے باز رکھا۔

(ہ) وزیراعظم اور وزراء کی ہدایت، کنٹرول، مدد اور سرپرستی میں حکومتی اداروں، اتھارٹیز اور ایجنسیوں نے سیاستدانوں، ذاتی حریفوں اور ان کے رشتہ داروں اور ذرائع ابلاغ سے متعلق لوگوں سمیت حکومت کے مخالفین کے خلاف خوف و ہراس کا بازار گرم کر دیا اور اس طرح ایک ایسی صورت حال پیدا کر دی گئی کہ جہاں حکومت آئین اور قانون کے مطابق چل ہی نہیں سکتی۔

(و) آئین کے خلاف ورزی کرتے ہوئے:۔

(i) متعدد آرڈی ننسوں اور پالیسی امور کے بارے میں فیصلے کرتے وقت کابینہ کو اعتماد میں نہیں لیا گیا۔

(ii) ایک وقت ایسا آیا کہ وفاقی وزرا کو صدر سے ملنے سے بھی روک دیا گیا۔

(iii) وفاقی حکومت کے وسائل اور اداروں بشمول وفاقی کارپوریشنیں اتھارٹیزاور بینکوں کو سیاسی اغراض و مقاصد اور ذاتی مفادات کے لئے غلط استعمال کیا گیا۔

(iv) قومی خزانے کی قیمت پر سرکاری فنڈز اور اثاثوں کا وسیع پیمانے پر ضیاع اور اسراف ہوا، اور ایسا کسی قانونی یا واقعی جواز کے بغیر کیا گیا۔ جس کے نتیجے میں قرضوں اور خسارے کی سرمایہ کاری میں اضافہ ہوا، جس سے دفاع سمیت اندرونی اور بیرونی قومی مفادات پر برا اثر پڑا۔

(v) سول سروسز آف پاکستان کے ضمن میں آئین کی دفعہ 240، 242 کو نظرانداز کیا گیا۔

(ز) سابق چیف آرمی سٹاف کی اہلیہ بیگم نزہت آصف نواز نے سنگین الزامات لگائے کہ ان کے خاوند سے شدید زیادتی کا برتاؤ کیا گیا اور مزید برآں ان کی موت پر منتج ہونے کے الزامات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وفاقی حکومت کے اعلیٰ ترین افراد مسلح افواج، حکومت کی مشینری اور خود آئین کو

تباہ کر رہے تھے۔

(ح) اوپر دی گئی وجوہات کی بناء پر وفاق کی حکومت پاکستان کی سلامتی استحکام کو لاحق خطرے اور ملک کو درپیش سنگین اقتصادی صورتحال سے مناسب اور مثبت طور پر عہدہ برآ ہونے سے قاصر ہے اور اس صورت حال نے پاکستان کے عوام سے تازہ مینڈیٹ کو ضروری بنا دیا ہے۔

2- لہٰذا اب میں، غلام اسحاق خان، صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی کلاز (2) (بی) آرٹیکل 58 کے تحت حاصل اور جو مجھے دیگر اختیارات حاصل ہیں، انہیں بروئے کار لاتے ہوئے میں فوری طور پر اسمبلی توڑتا ہوں، وزیراعظم اور کابینہ کو برطرف کرتا ہوں۔ اب سے ان کے تمام عہدے اور اختیارات ختم ہو گئے۔ اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ

"سابق قومی اسمبلی کے حکومتی اور حزب اختلاف سے تعلق رکھنے والے بیشتر ممبران اور وزراء نے اپنے استعفے پیش کر کے نیا مینڈیٹ حاصل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ وزیراعظم نے مارچ اور اپریل میں ملاقاتیں کیں اور ان کی آخری ملاقات چودہ اپریل کو ہوئی جس میں انہیں ملکی اور غیر ملکی مسائل حل کرنے کے لئے مثبت اقدام اٹھانے کی ہدایت کرتے ہوئے کہا کہ عوام ان مسائل کے حل کے سلسلے میں حکومت کے اقدامات کے منتظر ہیں۔ وزیراعظم نے اس پر توجہ دینے کی بجائے سترہ اپریل کو عوام کی توجہ تبدیل کرنے کے لئے جھوٹے اور من گھڑت الزامات عائد کئے جبکہ تقریر میں اس بات کا اظہار کیا گیا کہ حکومت اپنے فرائض آئین کے مطابق ادا نہیں کر سکی۔ سابق وزیراعظم کی تقریر میں احتجاج کا عنصر نمایاں تھا اور ان کی تقریر آئین کی صریحاً" خلاف ورزی تھی۔ قومی مفادات کی کونسل کو آئین کے آرٹیکل 153 کے تحت آئینی کردار ادا نہیں کرنے دیا گیا۔ اس طرح قومی اقتصادی کونسل کو بھی بائی پاس کیا گیا۔ اسی طرح آرٹیکل 97 کی بھی آئینی خلاف ورزی کی گئی۔ وزیراعظم اور اس کے

وزراء نے اپنے سیاسی مخالفین اور ان کے رشتہ داروں' صحافیوں کے خلاف دہشت گردی کی جو آئین کی صریحاً" خلاف ورزی تھی۔ انہوں نے آئین کی خلاف ورزیوں کا مزید تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ کابینہ کو متعدد آرڈیننسوں اور پالیسیوں کے معاملات پر اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ وفاقی وزراء کو صدر مملکت سے ملنے سے منع کر دیا گیا۔ حکومت کے ذرائع اور ایجنسیوں کو بدعنوانی بینکوں میں اختیارات کا ناجائز استعمال کیا گیا۔ پبلک فنڈز کو ضائع کیا گیا اور قومی دولت کو بغیر کسی مقصد کے خرچ کیا گیا جس سے افراط زر میں اضافہ ہوا۔ انہوں نے کہا کہ بری فوج کے مرحوم سربراہ کی بیوہ کی طرف سے ان کے خاوند کو قتل کرنے کا الزام سنگین ہے جس میں وفاقی مشینری کو مسلح افواج کے اعلیٰ افسر کو قتل کرنے کے الزام ہیں۔

سابق وزیراعظم نے اپنی تقریر کے ذریعے ان تمام آئینی بنیادوں پر ضرب لگانے کی کوشش کی جن پر وفاق اور ہماری نوخیز جمہوریت کا ڈھانچہ استوار ہے اور ایسے میں وہ مزید خاموش تماشائی بن کر نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ بیشتر صوبے مرکزی حکومت کے رویے اور چودھراہٹ کے خلاف سراپا احتجاج بنے ہوئے ہیں۔ مشترکہ مفادات کی کونسل عضو معطل بن کر رہ گئی ہے۔ قومی مالیاتی کمیشن کے بارے میں سبھی صوبوں سے شکایات مل رہی تھیں۔ صوبائی حکومتوں کے معاملات میں وزیراعظم کی مداخلت سے پوری انتظامی مشینری مفلوج ہو کر رہ گئی۔ حکومت کی پالیسیاں ملک کی اقتصادی حالت کو تباہی کے ایسے گڑھے کی طرف لے جا رہی تھیں جہاں سے واپسی کا شائد کوئی راستہ نہ ہوتا۔ امیر کو امیر تر بنانے کے خبط میں یہ بات بھلا دی گئی کہ غریب' غریب سے غریب تر ہوتا جا رہا ہے۔ موٹروے کو حکومت کا سب سے بڑا کارنامہ قرار دیا جا رہا ہے مگر یہ نام نہاد "عظیم منصوبہ" جتنا بڑا ہے اس سے کہیں زیادہ متنازعہ بدنام اور بدعنوانی کے الزامات سے داغدار ہے۔ دعووں کے برعکس ڈھائی سال میں بیرونی سرمایہ کاری کی شرح کچھ نہ ہونے کے برابر ہے۔ نج کاری کی پالیسی کو انقلاب آفریں تصور کے

طور پر پیش کیا گیا لیکن سابقہ حکومت کے اقتصادی پنڈتوں کا باوا آدم ہی نرالا تھا۔ وہ ٹیلیفون اور ریلوے جیسے حساس محکموں' سیمنٹ اور گھی جیسی عام آدمی کی ضرورت کی اشیاء کے کارخانوں اور پی آئی اے اور واپڈا جیسے اداروں پر ہاتھ صاف کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ نیشنل شپنگ کارپوریشن جیسا قومی اہمیت کا ادارہ بھی اس دستبرد سے محفوظ نہیں رہا۔ صدر نے یہ بھی کہا کہ مہنگائی آسمان سے باتیں کرنے لگی اور غریب تو غریب سفید پوش خاندانوں تک کے لئے زندگی گزارنا مشکل ہو گیا۔ باعزت روزگار اور ملازمتوں کا حصول اتنا مشکل بنا دیا گیا کہ ایم اے پاس نوجوان اپنی عزت نفس قربان کر کے ٹیکسی ڈرئیور بننے پر مجبور ہو گئے۔ سستی شہرت کے لئے تیز روشنیوں اور کیمرے کی آنکھ کے سامنے قوم کے ہاتھ میں خیرات کے چیک دیئے گئے۔ امن و امان کی حالت یہ ہے کہ دن دہاڑے ڈاکے پڑتے ہیں' گھروں کی چار دیواریاں غیر محفوظ ہیں' ناجائز اسلحہ کی بھرمار ہے۔ بسیں اور ٹرینیں لوٹی جا رہی ہیں اور سندھ میں امن و امان کی صورت میں کچھ بہتری فوج کی مرہون منت ہے۔ ناجائز اسلحہ کی بازیابی کی مہم میں انتظامی مشینری کو ناکارہ بنا دیا گیا اور چند سو بندوقوں کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔ کلاشنکوف کلچر کے خلاف وعظ کئے جاتے اور انتظامیہ کا سربراہ اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹوں' بھائیوں اور خاندان کے افراد کو کلاشنکوف کے لائسنس جاری کرنے کے احکامات صادر کرتا رہا۔ اڑھائی برس میں اجتماعی بے حرمتی کی جتنی وارداتیں ہوئیں شائد اتنی کئی عشروں میں بھی نہیں ہوئی ہوں گی۔ وزیراعظم نے ذاتی پبلسٹی کے شوق میں بے آبرو ہونے والی خواتین اور ان کے اہل خانہ کو سرکاری میڈیا پر لا کر تماشا بنا دیا۔ صدر نے یہ بھی کہا کہ ییکے بعد دیگر کئی مالیاتی اسکینڈل سامنے آئے اور تاج کمپنی سیکنڈل سے سینکڑوں خاندان تباہ ہوئے۔ فریادیں شائع ہونے پر زبانوں پر تالے ڈالنے کی کوشش کی گئی' بغاوت کے مقدمے بنائے' صحافیوں کو زود کوب کرنے اور خفیہ اداروں کے ذریعے ہراساں کرنا معمول بنا لیا

گیا۔ اخبارات کے اشتہارات بند کئے گئے' کاغذ کا حصول ناممکن بنا دیا گیا' پریس بظاہر آزاد رہا مگر اندرونی طور پر اسے ہر طرح سے زنجیریں پہنانے کی کوشش کی گئی۔ شاہانہ مزاج رکھنے والوں نے سول سروسز کے ملازموں کو ذاتی غلاموں کی طرح استعمال کیا۔ آمرانہ ذہنیت کی انتہا تھی کہ وزیراعظم نے آئین کی سراسر خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے وزیروں پر صدر مملکت سے ملاقات کرنے پر ملنے کی پابندی لگا دی۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وزیراعظم کو آئین اور مہذب طرز حکومت کے مسلمہ اصولوں اور روایتوں کا کتنا پاس تھا۔ وزیراعظم کے ہاتھوں آئین' آئینی روایات' شرافت' تہذیب اور اخلاق کے جس طرح پرخچے اڑائے گئے اس کی بدترین مثال قوم نے اس وقت اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ جب وفاق کے آئینی سربراہ پر سرکاری ذرائع ابلاغ سے الزام تراشی اور دشنام طرازی کا ریکارڈ قائم کیا۔ پاکستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا۔ وزیراعظم نے اس طرح کھلم کھلا آئین سے بغاوت کرتے ہوئے صدر کو سازشی' ناپاک اور غیر مقدس جیسے القاب سے نوازا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ جوش خطابت میں ہو یہ بھول گئے کہ یہ وہی صدر ہیں جنہیں وہ کئی مرتبہ زبردست خراج تحسین پیش کر چکے ہیں اور چند روز ہی پہلے انہوں نے اس کی خواہش کے بغیر ہی اسے اپنی جماعت کا آئندہ صدارتی امیدوار نامزد کر کے پوری کابینہ سے اس فیصلے کی توثیق کرائی گئی۔

حکومت کی غلط پالیسیوں اور کوتاہ اندیشی سے آج ہم قوموں کی برادری میں عزت و وقار کھو چکے ہیں اور تقریباً" یکہ و تنہا کھڑے ہیں۔ ہمارے قریبی دوست تک بین الاقوامی سطح پر ہونے والے چناؤ میں ہمارے حق میں ووٹ دینے سے گریزاں رہتے ہیں۔ حکومت کی جلدبازی کے نتیجے میں کابل خون ریزی کی لپیٹ میں ہے۔ میں گاہے گاہے حکومت کی غلطیوں کی نشان دہی کرتا رہا مگر انہوں نے میرے مشوروں کو مداخلت بے جا سمجھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بڑی رعونت سے ارشاد فرمایا کہ وہ میری ڈکٹیشن قبول نہیں

کریں گے جبکہ میں نے انہیں ڈکٹیشن نہیں دی۔ بہتر کاروبار حکومت چلانے کے لئے میں نے اپنی تجاویز دیں' ماننا نہ ماننا ان کی صوابدید پر تھا۔ میں اپنے آئینی فرض سے روگردانی کر کے خدا اور مخلوق خدا کے سامنے شرمندہ ہونا گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ صدر نے کہا کہ آپ ہی بتائیے کہ فوج کے مرحوم سپہ سالار کی غم زدہ بیوی نے بعض افراد کے نام لے کر الزام عائد کیا تھا اگر میں حکومت کو مناسب کاروائی کرنے کو کہتا تھا تو اسے سرکاری کاموں میں مداخلت کہا جاتا تھا۔ یہ میری آئینی ذمہ داری ہے کہ مظلوموں کی دادرسی کروں لیکن یہ باتیں ان لوگوں کی سمجھ میں کیسے آسکتی ہیں جو ہر شے کو اپنے مفادات کے ترازو میں تولنے کے عادی ہیں۔ صدر نے یہ بھی انکشاف کیا کہ ان سے وزیراعظم کی خفگی اور ناراضگی کا باب اس وقت شروع ہوا جب میں نے اپنے آئینی اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے پاک فوج کے ایک قابل فخر اور ہونہار فرزند جنرل وحید کو چیف آف آرمی شاف مقرر کیا۔ یہ پہلا موقع نہیں تھا وہ جنرل آصف نواز مرحوم کی تقرری پر بھی سیخ پا ہوئے تھے جس کے نتیجے میں حکومت اور جنرل ہیڈ کوارٹرز کے مابین کئی مرتبہ سخت کشیدگی پیدا ہوئی تھی۔ ابھی کہنے کو بہت کچھ ہے آہستہ آہستہ سامنے آتا رہے گا' مختصراً" یہ کہ میں نے اتمام حجت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ حالات کی خرابی اس انتہا تک پہنچ چکی تھی اور حزب اختلاف کے ارکان کی بہت بڑی تعداد اور سرکاری بنچوں حتیٰ کہ کابینہ کے متعدد اراکین بھی قومی اسمبلی سے استعفے دے چکے ہیں اور قومی اسمبلی اپنی نمائندہ حیثیت کھو بیٹھی ہے۔ اگر ایسے میں' میں آئین کے محافظ کی حیثیت سے اپنا فرض ادا نہ کرتا' اسلام کے نام پر قائم مملکت کو بحران میں رہنے دیتا تو روز حساب سزا و جزا کے مالک کو کیا جواب دیتا۔ اس لئے انہوں نے قومی اسمبلی توڑ دی ہے' عوام کو نئے سرے سے موقع فراہم کیا جائے گا کہ وہ ہوش مندی اور اپنے سابقہ تجربات کی روشنی میں ملک کے لئے اہل اور صاحب کردار قیادت کا انتخاب کریں۔

ملک میں نوّے دن کے اندر آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کرائے جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ قومی اسمبلی کی تحلیل کا فیصلہ خوش گوار نہیں تھا مگر قوم و ملک کے مفادات اور جمہوری مستقبل اتنے عظیم مقاصد ہیں کہ ان کی خاطر کڑوی گولی نگلنی پڑتی ہے' افراد آنی جانی شے ہیں' اصل اہمیت ملک کی ہے۔

صدر (غلام اسحاق خان) اسلام آباد 18 اپریل 93ء

18 اپریل 1993ء کے صدارتی حکم کو سپیکر قومی اسمبلی جناب گوہر ایوب نے سپریم کورٹ میں چیلنج کر دیا۔ سپریم کورٹ نے 26 مئی 1993ء کو قومی اسمبلی توڑنے' وزیر اعظم اور ان کی کابینہ کو برطرف کرنے کے اقدام کو آئین کی دفعہ 58 (2) بی میں دیئے گئے اختیارات کا منافی قرار دیا اور اس طرح نواز شریف کی حکومت غیر مشروط طور پر بحال ہو گئی۔ سپریم کورٹ کا فیصلہ حسب ذیل تھا۔

ORDER

We hold by majority (of 10 to 1) that the petition is maintainable under Article 184(3) of the constitution .

On merit ,by majority (of 10 to 1) we hold that the order of the 18th April,1993, passed by the president of pakistan is not within the ambit of the powers conferred on the president under Article 58(2)(b) of the Constitution and other enabling powers available to him in that behalf and has therefore, been passed without lawful authority and is of no legal effect.

As a consequence of our order , the National Assembly, Prime Minister and the cabinet shall stand restored and Entitled to function as immediataly before the impugnad order was passed.

All steps taken pursuent to the order dated 18th April,1993 passed under Article 58(2)(b) of the constitution such as the

appointment of the caretaker cabinet etc. Will,therefore,be of no legal effect .
However, all orders passed, acts done and measures taken in the meanwhile by the caretaker Government , which have been done, taken and given effect to in accordance with the terms of the constitution and were required to be done or taken for the ordinary orderly runing of the State shall all be deemed to have been validly and lagally done.

قومی اسمبلی جب بحال ہوئی تو اس وقت صوبہ پنجاب میں منظور احمد وٹو اور سرحد میں میر افضل خان وزیر اعلیٰ تھے۔ جو کہ نواز شریف کے مخالفین میں تھے وزیر اعظم نے پنجاب پر اپنا کنٹرول قائم کرنے کے لئے مورخہ 29 جون 1993ء کو پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں ایک قرار داد پاس کروائی اور صدر کی منظوری کے بغیر ہی فرمان جاری کردیا۔ صدر نے یہ فرمان جاری کرنے والے متعلقہ سیکرٹری سے وضاحت طلب کی اور ایوان صدر کے ترجمان کے ذریعہ اعلان کیا کہ ایسا کوئی فرمان جاری نہیں کیا گیا ہے لہٰذا وزیر اعظم اپنے مقصد میں ناکام رہے۔

عدالت عالیہ کی جانب سے پنجاب اسمبلی کے بحال ہونے کے چند منٹ بعد دوبارہ سمبلی کو توڑ دیا گیا۔ دوسری جانب اے پی سی نے مڈٹرم انتخابات کروانے کے مطالبہ کو منوانے کے لئے دباؤ بڑھاتے ہوئے 16 جولائی 1993ء کو لانگ مارچ کا اعلان کردیا چونکہ ملک میں سیاسی اور آئینی بحران پیدا ہوچکا تھا اس لئے بری فوج کے سربراہ جنرل عبدالوحید نے غیر جانبدارنہ کردار ادا کرتے ہوئے سیاسی فارمولہ پیش کیا جس کے تحت صدر غلام اسحاق نے مورخہ 18 جولائی 1993ء کو اپنا استعفیٰ سپیکر گوہر ایوب کے حوالے کردیا جنہوں نے اسی وقت منظور کرلیا۔ ان کی جگہ سینٹ کے چیئرمین جناب وسیم سجاد نے رات 22 : 12 پر قائم مقام صدر کا حلف اٹھایا۔ صدر غلام اسحاق خان نے اپنی نشری تقریر میں کہا۔

میں نے آج وزیر اعظم کے مشورے پر آئین کی دفعہ 58 ذیلی دفعہ "1" کے تحت آئینی تقاضوں کے عین مطابق قومی اسمبلی توڑنے کا صدارتی فرمان جاری کردیا ہے یوں

ایک بار پھر عوام کو یہ موقع فراہم کیا جا رہا ہے کہ وہ آزادانہ طور پر اپنا حق رائے دہی استعمال کرتے ہوئے جمہوری نظام کو چلانے کے لئے نئی قیادت کا انتخاب کریں قومی اسمبلی کے لئے عام انتخابات اس سال 6 اکتوبر کو اور صوبائی اسمبلیوں کے لئے عام انتخابات 9 اکتوبر کو منعقد ہوں گے۔ انتخابی عمل کو شفاف غیر جانبدارانہ' منصفانہ اور ہر ایک کے لئے قابل قبول اور شکوک و شبہات سے بالا تر بنانے کی خاطر مرکز اور صوبوں میں غیر سیاسی غیر متنازعہ اور غیر جانبدار افراد پر مشتمل نگران حکومتیں قائم کی جا رہی ہیں۔ وزیر اعظم کی حیثیت سے جناب معین قریشی کا تقرر کیا گیا ہے جنہوں نے اب سے کچھ دیر قبل اپنے عہدے کا حلف اٹھا لیا۔ جناب معین قریشی پاکستان کے ایک مایہ ناز ماہر اقتصادیات ہیں۔ جناب معین قریشی ایک طویل عرصے سے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اہم خدمات انجام دیتے رہے ہیں اور ہر جگہ عزت و تکریم کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں پنجاب میں لیفٹیننٹ ریٹائرڈ محمد اقبال کو گورنر اور شیخ منظور الٰہی کو وزیر اعلیٰ مقرر کیا جا رہا ہے سندھ میں حکیم محمد سعید صاحب کو گورنر اور جناب جسٹس (ریٹائرڈ) علی مدد شاہ وزیر اعلیٰ ہوں گے۔ سرحد میں گورنر کی حیثیت سے میجر جنرل (ریٹائرڈ) خورشید علی خان اور وزیر اعلیٰ کے طور پر مفتی محمد عباس صاحب کی تقرری عمل میں آ رہی ہے۔ جب کہ بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) رحیم درانی کو بلوچستان کا گورنر اور نصیر اللہ مینگل کو وزیر اعلیٰ مقرر کیا جا رہا ہے۔

مرکز اور صوبوں میں قائم کی جانے والی نگراں حکومتوں میں جو افراد شامل کئے جا رہے ہیں وہ آنے والے انتخابات میں حصہ لینے کے اہل نہیں ہوں گے۔ اور معمول کے فرائض منصبی کے علاوہ جانبدارانہ اور منصفانہ انتخابات کو یقینی بنائیں گے مجھے یقین ہے کہ یہ اصحاب اپنی قومی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے اس بنیادی فرض سے خوش اسلوبی کے ساتھ عہدہ برآ ہوں گے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں نے صدارت کے منصب سے مستعفی ہونے کا فیصلہ کیا ہے آئین کی دفعہ 44 کی ذیلی شق (3) کے تحت میں رضاکارانہ طور پر مستعفی ہونے کے بعد

Presidents Salary Allowances And privilleges Act, 1975

کی شق (12) کی رو سے آج سے چار ماہ کی رخصت پر جا رہا ہوں اس کے مطابق

سینٹ کے چیئرمین جناب وسیم سجاد قائم مقام صدر کے طور پر اس وقت تک اپنی ذمہ داریاں نبھاتے رہیں گے جب تک کہ عام انتخابات کے بعد نئے صدر کا انتخاب نہیں ہوجاتا۔

عزیز ہم وطنو ! یہ سارے فیصلے ان کی تفصیل اور طویل اعلیٰ سطحی مذاکرات کے نتیجہ میں اتفاق رائے سے طے پائے ہیں جو گزشتہ کئی روز سے جاری تھے ان مذاکرات میں اداروں کے علاوہ پاک فوج کی قیادت نے ایک بہت ہی مثبت اور تعمیری کردار ادا کیا ہماری سیاسی تاریخ میں .بحران کے دنوں میں فوج کا کردار ایک مخصوص انداز کا رہا ہے۔ مگر اس بار سابقہ انداز سے ہٹ کر فوج نے جس طرح جمہوریت کی بقاء کی خاطر اپنی ذمہ داریاں ادا کیں قوم اس کے لئے ہمیشہ ان کی ممنون رہے گی آپ اس شدید سیاسی .بحران سے اچھی طرح واقف ہیں جو گذشتہ کئی ماہ سے ملک میں پایا جا رہا تھا اور جس کے نتیجے میں قوم اعصاب شکن بے یقینی اور اضطراب کی زد میں تھی میں نے اس .بحران کے حل کے لئے آئین اور قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے ہر وہ

کوشش کی جو میرے اختیار میں تھی لیکن سیاسی مصلحتوں اور باہمی اعتماد کے فقدان کے ماحول میں وہ کوششیں باآور نہ ہوسکیں اس سارے عرصے میں میرا نکتہ نظر یہی رہا کہ اس .بحران کو حل کرنے کی بہترین اور غالباً واحد صورت یہی ہے کہ اقتدار اعلیٰ کے حقیقی وارثوں یعنی عوام سے رجوع کیا جائے۔ 18 اپریل کو قومی اسمبلی کی تحلیل در حقیقت سیاسی .بحران کو انتخابات کے ذریعے حل کرنے کی خواہش اور کوشش ہی کی آئینہ دار تھی۔ بہرحال عدالت عظمیٰ نے جو آئین کی تشریح و توضیح پر مامور ہے میری رائے سے اتفاق نہیں کیا اور میں ... جو قانون کے احترام کو ایمان کا درجہ دیتا ہے ہمیشہ کی طرح عدالت کے فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کردیا۔ یہ الگ بات کہ آج تمام فریق .بحران کے اسی حل کو موثر اور قابل عمل تصور کرتے ہیں جو میں نے تجویز کیا تھا۔

اس دوران جو کچھ ہوتا رہا میں نہ اس کی تفصیل میں جاؤں گا نہ اس پر تبصرہ کروں گا۔ آپ خود گواہ ہیں کہ .بحران کس طرح روز بروز شدید سے شدید تر اور حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے اور کس طرح عوام کے ذہنوں میں جمہوری نظام

کے مستقبل کے بارے میں مایوس کن خدشات جنم لینے لگے ۔بحران کی ذمہ داری کا صحیح تعین تاریخ کرے گی آج سیاسی تعصبات کے ماحول میں یہ ممکن نظر نہیں آتا کہ کوئی صائب رائے قائم کی جاسکے بہرحال میرے علم میں ہے کہ عوام میں وسیع پیمانے پر میرے مورد الزام ہونے کا تاثر پھیلایا گیا اور ہر کردہ اور ناکردہ گناہ میرے نام لکھا گیا اور ایسا کرتے وقت آئین اور قانون کی مکمل پاسداری کے اس ریکارڈ کو یکسر بھلا دیا گیا جس کی گواہی میری پوری زندگی دیتی ہے۔ نصف صدی پر پھیلی ہوئی ان بے لوث قومی خدمات کو بھی فراموش کردیا گیا جو میں نے کبھی بھی کسی بھی قسم کا کوئی ذاتی فائدہ اٹھائے بغیر انجام دی وہ ان تھک کوششیں بھی یاد نہ رہیں جو اگست 1988ء کے بعد سے سخت آزمائشوں اور دباؤ کے باوجود میں ملک میں جمہوریت کے قیام' بقا اور استحکام اور وطن عزیز کی آزادی' خود مختاری' سالمیت اور ترقی کے لئے کرتا رہا ہوں۔ مگر مجھے کسی سے کوئی گلہ نہیں میں جانتا ہوں کہ اس عاشقی میں عزت سادات جانا کوئی نئی بات نہیں۔ اطمینان ہے تو اس بات کا کہ

ہر داغ ہے اس دل میں بجز داغ ندامت!

میں ایک حادثے کی نتیجے میں ایوان صدارت تک پہنچا تھا اور انتخابات کے نتیجے میں وہاں رہا۔ میرا وہاں جانا قومی خدمت کے جذبے کے تحت تھا اور میرا وہاں قیام اپنی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ قومی مفادات کی حفاظت میں گذرا اور آج قوم و ملک کے مفاد ہی میں میں وہاں سے رخصت ہو رہا ہوں جب بحران کو حل کرنے کی کوشش کے دوران مجھے یہ احساس ہوا کہ میری ذات کو کچھ لوگوں کی دانست میں راستے کا پتھر سمجھا جا رہا ہے تو میں نے فوری طور پر اور پورے خلوص کے ساتھ' ملک کے متعدد محترم اور معتبر علمائے کرام کی موجودگی میں اپنے آپ کو رضاکارانہ طور پر منظر سے ہٹانے کی پیش کش کی بشرطیکہ کے میرے اس ایثار سے انتخابات کی راہ ہموار ہوسکے۔ میں نے زندگی بھر کسی کا دباؤ قبول نہیں کیا میری اس فطرت کی گواہی ہر وہ شخص دے گا جو اندرونی اور بیرونی معاملات میں میرے بے لاگ اور اصولی موقف سے واقف ہے۔ موجودہ فیصلہ میرا اپنا فیصلہ ہے یہ فیصلہ میں نے صرف اور صرف ملک و قوم کے وسیع تر مفاد میں اور جمہوری نظام کے استحکام کی خاطر کیا ہے۔ میرا ضمیر مطمئن ہے۔

کہنے والے کچھ ہی کیوں نہ کہیں' نہ میرے ذہن میں کبھی کسی سازش کے جالے رہے ہیں اور نہ میرے ہاتھوں پر کبھی کسی تخریب کے دھبے۔ میں نے تو کبھی اپنے خلاف لگائے جانے والے نازیبا الزامات کا جواب تک نہیں دیا۔ حالانکہ میں چاہتا تو بہت سے پردہ نشینوں کے کرتوت حشت از بام کرسکتا تھا۔ بہرحال مجھے یقین ہے جب الزام تراشیوں کی گرد بیٹھ جائے گی جب سیاسی تعصبات کا غبار چھٹ جائے گا' تو تاریخ کا فیصلہ میرے حق میں ہوگا حال کو مسخ کیا جاسکتا ہے مگر جب حال ماضی بن کر تاریخ کے سینے میں اترتا ہے تو اس کے صحیح خدو خال ضرور اجاگر ہوکر رہتے ہیں اور اگر ایسا نہ بھی ہو تو کیا فرق پڑتا ہے۔ ؟ وہ پاک ذات جو نیتوں کا حال اور دلوں کے بھید جانتی ہے' میرے ہر اقدام کے پیچھے کارفرما خلوص نیت کی گواہ ہے اور مجھے اس کے سوا اور کسی گواہی کی ضرورت نہیں میری دعا ہے کہ خدائے لم یزل پاکستان پر اپنی رحمتیں سایہ فگن رکھے اسے ہر آفت اور بحران سے محفوظ رکھے اور اس کے عوام اور قائدین کو اس کی حفاظت اور خدمت کی توفیق دے۔ خدا اپنے حبیب کے صدقے میں ہم میں سے ہر ایک کو یہ شعور بخشے کہ دین و ملک کی خدمت میں ہی بڑھائی ہے۔ عظمت کی تلاش کا ہر دوسرا راستہ تباہی کا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کا حامی و ناصر ہو۔

پاکستان پائندہ باد

نگران حکومت

قائم مقام صدر پاکستان : وسیم سجاد (18 جولائی 93 تا 13 نومبر 93ء)
نگران وزیر اعظم پاکستان : معین قریشی (18 جولائی تا 18 اکتوبر 1993ء)

18 جولائی 1993ء کو محمد نواز شریف اور غلام اسحاق خان کے اقتدار سے الگ ہونے پر قومی اسمبلی توڑ دی گئی۔ چیئرمین سینٹ وسیم سجاد نے بطور قائم مقام صدر پاکستان اور معین قریشی نے بطور نگران وزیر اعظم حلف اٹھایا۔

معین قریشی مولانا محی الدین قصوری کے صاحبزادے، میاں محمود علی قصوری کے سگے اور میاں خورشید محمود قصوری کے تایا زاد بھائی ہیں۔ وہ پاکستان پلاننگ کمیشن کے رکن اور ورلڈ بینک میں وائس پریذیڈنٹ کے عہدہ پر فائز رہے۔ یہ ورلڈ بینک میں کسی غیر امریکی کو ملنے والا اعلیٰ ترین عہدہ ہے۔ وہ آئی ایم ایف اور آئی ایف سی کے سربراہ رہے۔ انہوں نے جرمن خاتون سے شادی کی اور مستقل طور پر امریکہ میں رہائش پذیر ہیں۔

نگران حکومت نے الیکشن کمشنر جسٹس (ریٹائرڈ) نعیم الدین کے زیر نگرانی الیکشن 1993ء کے شیڈول کا اعلان کیا۔ قومی اسمبلی کے الیکشن 6 اکتوبر 1993ء اور صوبائی اسمبلیوں کے الیکشن 9 اکتوبر 1993ء کو منعقد ہوئے۔ پاکستان پیپلز پارٹی، مسلم لیگ اور پاکستان اسلامی فرنٹ نے اپنے اپنے منشور کے تحت الیکشن میں حصہ لیا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور میں خواتین کے لئے ضلعی سطح پر الگ عدالتیں قائم کرنا، ضلعی ڈھانچہ میں تبدیلی، جاپانی طرز پر تعلیمی چینل کا قیام، مقبوضہ کشمیر میں بھارتی تشدد کو عالمی سطح پر اجاگر کرنا، موجودہ نظام حکومت میں وسیع تر تبدیلی اور 2000ء تک تمام بے گھر افراد کو مکان فراہم کرنا شامل تھا۔ جبکہ مسلم لیگ کے منشور میں جمہوری نظام کو مستحکم کرنا، منصفانہ سماجی اور اقتصادی نظام رائج کرنا، بے روزگاری ختم کرنا، بیت المال کے نظام کو وسعت دینا، خواتین کو ظلم و تشدد سے محفوظ کرنا، پرامن ایٹمی پروگرام جاری رکھنا اور اصولی خارجہ پالیسی شامل تھے۔ اسلامی فرنٹ کی جانب سے "ظالمو قاضی آرہا ہے" کا نعرہ لگایا گیا۔

6 اکتوبر 1993ء کو ہونے والے انتخابات میں قومی اسمبلی کی کل دو سو سترہ (217) نشستوں میں سے 202 نشستوں پر 1548 امیدواروں نے مقابلہ کیا۔ جبکہ اقلیتوں کی دس نشستوں کے لئے 62 امیدوار میدان میں رہے۔
قومی الیکشن میں پارٹی پوزیشن حسب ذیل رہی۔

جماعتیں	پنجاب	سندھ	سرحد	بلوچستان	فاٹا	وفاقی دارالحکومت	کل تعداد
پی پی پی	47	33	5	1	--	--	86
پاکستان مسلم لیگ (ن)	53	10	9	--	--	1	73
پاکستان مسلم لیگ (ج)	6	--	--	--	--	--	6
آزاد	5	1	1	1	7	--	15
اسلامی جمہوری محاذ	--	--	2	2	--	--	4
پاکستان اسلامی فرنٹ	--	1	2	--	--	--	3
عوامی نیشنل پارٹی	--	--	3	--	--	--	3
پختون خواہ ملی پارٹی	--	--	--	3	--	--	3
جمہوری وطن پارٹی	--	--	--	2	--	--	2
متحدہ دینی محاذ	1	--	1	--	--	--	2
بلوچستان نیشنل محاذ (حئی گروپ)	--	--	--	1	--	--	1
بلوچستان نیشنل محاذ (مینگل گروپ)	--	--	--	1	--	--	1
نیشنل ڈیموکریٹک الائنس	1	--	--	--	--	--	1
نیشنل پیپلز پارٹی	--	1	--	--	--	--	1
پختون خواہ قومی پارٹی	--	--	1	--	--	--	1
	113	46	24	11	7	1	202

صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے لئے 460 مسلم نشستوں کے لئے 3824 امیدواروں کے درمیان مقابلہ ہوا پارٹی پوزیشن درج ذیل رہی۔

جماعتیں	پنجاب	سندھ	سرحد	بلوچستان
پاکستان مسلم لیگ (ن)	106	8	16	6
پاکستان پیپلز پارٹی	94	56	22	3
پاکستان مسلم لیگ (ج)	18	--	4	--
اے این پی	--	--	20	1
پاکستان اسلامک فرنٹ	2	--	4	--
اسلامی جمہوری محاذ	--	--	1	3
متحدہ دینی محاذ	1	--	1	1
ایم کیو ایم حق پرست	--	27	--	--
سندھ نیشنل فرنٹ	--	1	--	--
بھٹو شہید کمیٹی	--	1	--	--
جمہوری وطن پارٹی	--	--	--	5
پاکستان نیشنل پارٹی	--	--	--	1
پختونخواہ ملی عوامی پارٹی	--	--	--	4
جمعیت مشائخ پاکستان	--	--	1	--
بلوچستان نیشنل محاذ (حی گروپ)	--	--	--	4
بلوچستان نیشنل محاذ (مینگل گروپ)	--	--	--	2
دیہات اتحاد پارٹی	--	--	--	1
نیشنل پیپلز پارٹی	--	2	--	--

نیشنل ڈیموکریٹک				
الائنس	2	--	--	--
آزاد	17	5	11	9
	240	100	80	40

اس طرح پاکستان پیپلز پارٹی نے قومی اسمبلی کی 86 اور صوبائی اسمبلیوں کی 175 نشستوں پر کامیابی حاصل کی جبکہ مد مقابل پاکستان مسلم لیگ (ن) نے قومی اسمبلی میں 73 اور صوبائی اسمبلیوں میں 136 نشستیں، حاصل کیں۔

17 اکتوبر 1993ء کو قومی اسمبلی کے سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کا انتخاب عمل میں آیا سپیکر کے لئے پاکستان پیپلز پارٹی کے امیدوار سید یوسف رضا گیلانی اور پاکستان مسلم لیگ (ن) کے امیدوار گوہر ایوب کے درمیان مقابلہ ہوا۔ اس انتخاب میں قومی اسمبی کے 196 ارکان نے حصہ لیا۔ یوسف رضا گیلانی 106 ووٹ حاصل کر کے کامیاب قرار پائے۔ جبکہ گوہر ایوب نے 90 ووٹ حاصل کئے۔ محمود خان اچکزئی نے نئے سپیکر سے حلف لیا۔ اس طرح پاکستان کی تاریخ میں سید یوسف رضا گیلانی نے کم عمر سپیکر ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ ڈپٹی سپیکر کے لئے پاکستان پیپلز پارٹی کے امیدوار سید ظفر علی شاہ اور پاکستان مسلم لیگ (ن) کے امیدوار محمد نواز کھوکھر کے درمیان مقابلہ ہوا۔ سید ظفر علی شاہ نے 115 ووٹ جبکہ ان کے مد مقابل نے 81 ووٹ حاصل کئے۔ اس طرح ظفر علی شاہ ۔نئے ڈپٹی سپیکر منتخب ہوئے۔

18 اکتوبر 1993ء کو نگران وزیر اعظم نے پی بلاک آڈیٹوریم میں الوداعی پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "پاکستان آنے سے قبل امریکی صدر کلنٹن، ان کی حکومت کے کسی عہدیدار یا دوسری شخصیت نے مجھے پاکستان کے بارے میں پری سیٹ ایجنڈا نہیں دیا تھا۔ 35 سال کی میری عالمی بینک اور آئی ایم ایف کی ملازمت کے دوران مجھے کسی نے پری سیٹ ایجنڈا نہیں دیا اگر کسی نے پری سیٹ ایجنڈا دینے کی کوشش کی ہوتی تو میں اسی وقت مستعفی ہو جاتا۔ میں تو چین سے

واپس سنگا پور جا رہا تھا مجھے بتایا گیا کہ پاکستان کے سیاست دانوں نے مل کر مجھے نگران وزیر اعظم بنانے پر اتفاق کرلیا ہے اس لئے میں یہاں آگیا۔ اب واپس جا رہا ہوں۔ صدارتی الیکشن لڑنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ مجھ پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالا جا رہا متعدد افراد کی طرف سے صدارتی امیدوار بننے کے لئے کہا گیا لیکن میں نے کہا کہ میرا صدارتی امیدوار بننے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ میں نے جو مختصر وقت قوم کی خدمت کی ہے میں اس پر مطمئن ہوں بہت سے مسائل ہم نے حل کر دیئے ہیں۔ میرے ساتھ جو وزراء اور سول سروس کے ارکان کی ٹیم تھی وہ بڑی وفادار مخلص مستعد ٹیم تھی ہم نے کم سے کم وقت میں قوم کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی ہے۔ تعلیم' ماحول اور بہبودی خواتین کے شعبے میں تین ماہ میں کچھ زیادہ نہیں ہو سکتا تھا مگر ہم نے فریم ورک مہیا کر دیا ہے ہم نے اقتصادی ترقی کی منزل کی راہ دکھا دی ہے۔ ہم نے بنیادی اشیاء کی قیمتوں میں
اضافہ کیا ہمیں بجلی پٹرولیم کی مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ کرنا پڑا جو لوگوں نے پسند نہیں کیا مگر ہم نے یہ ملک کے وسیع تر مفاد میں کیا۔ اب نئی حکومت کو کوئی بڑا سخت فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ہماری شروع کی گئی پالیسیوں پر عمل کرتی رہے تو اسے عوام پر بوجھ ڈالنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ پاکستانی خارجہ پالیسی نگران حکومت نے وہی برقرار رکھی جو نواز شریف حکومت کی تھی۔ سابقہ نواز شریف حکومت نے ایٹمی میدان' کشمیر اور دوسرے خارجہ امور میں جو پالیسی اپنائی تھی اس سے مجھے کوئی اعتراض نہیں تھا۔ اس لئے میں نے اسے نہیں بدلا۔ پاکستان کو نیو کلیر ڈیٹرمنٹ رکھنا چاہیے۔ پاکستان چھوٹا ملک ہے اس کے کوئی جارحانہ عزائم نہیں وہ اپنی علاقائی یکجہتی کے لئے فکر مند ہے۔ کشمیر کی صورتحال سے کسی وقت تصادم ہو سکتا ہے۔ پریسلر ترمیم نے پاکستان کو بڑا کمزور کیا ہے یہ ترمیم امتیازی نوعیت کی ہے یہ مساویانہ نہیں ہے۔ امریکہ کہتا تو بہت ہے کہ وہ پاکستان اور بھارت سے مساوی سلوک کرتا ہے مگر اس ترمیم کی وجہ سے پاکستان تسخیر ہو سکتا ہے اس وجہ سے پاکستان کی نیو کلیر آپشن ضروری ہوگئی ہے تاکہ وہ اپنا

دفاع کر سکے۔ بھارت نے کشمیر میں جو اقدامات کئے ہیں اس کی وجہ سے پاکستان کی نیوکلیر آپشن ضروری ہوگئی ہے تاکہ وہ اپنا دفاع کر سکے۔ اسی لئے ہم نے نیوکلیر آپشن کو تبدیل نہیں کیا۔ ہم علاقے میں کشیدگی کم کرنے مسئلہ کشمیر حل کرنے علاقے کو ایٹم سے پاک بنانے کے لئے بھارت سے مساویانہ بنیادوں پر معاملہ طے کرنے کو تیار ہیں۔ اس کے بارے میں پاکستان نے متعدد تجاویز پیش کر رکھی ہیں اس لئے ہم نے مسئلہ کشمیر حل کرنے کے لئے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کی ثالثی کی پیش کش قبول کرلی ہے اگر امریکہ یہ مسئلہ حل کرانے کے لئے آگے بڑھے تو ہم اس سے تعاون کریں گے۔ میں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان کی یہ خواہش نہیں ہے کہ بھارت کے ساتھ کشیدگی بڑھائے لیکن کشمیر میں انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں پر پاکستان خاموش نہیں رہ سکتا۔ کل کو پورے تین ماہ ہو جائیں گے وزیر اعظم بنے ہوئے اب 90 دن بعد میں اپنی ذمہ داریوں کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں 19 اکتوبر کو میں اقتدار نئے وزیر اعظم کو منتقل کروں گا چاہے وہ مرد ہو یا خاتون۔ ہم نے آزاد جمہوری نظام قائم کیا ہے جو قابل تحسین بات ہے جس پر ہم سب فخر کرتے ہیں اب پاکستان میں جمہوریت کی بنیاد رکھ دی گئی ہے۔ معاشی حالت کو تین ماہ میں بہتر بنایا گیا تین ماہ قبل ملک سنگین اقتصادی بحران سے دوچار تھا۔ ہمارے پاس ذمہ داریاں پوری کرنے کے وسائل نہیں تھے صرف ایک ماہ میں پانچ سو ملین ڈالر کے قرضے واپس کرنے تھے مگر ہمارے اقدامات سے یہ بحران ٹل گیا۔ اس کے علاوہ میں نے نئی حکومت کے لئے سٹیج سیٹ کر دیا ہے جس پر عمل کر کے نئی حکومت ملک کو اقتصادی طور پر ترقی دے سکے گی۔ تین ماہ میں اشیائے صرف کی قیمتوں میں صرف 4 فیصد اضافہ ہوا۔ گزشتہ سال اس عرصے میں قیمتوں میں ساڑھے تین فیصد اضافہ ہوا تھا۔ گزشتہ تین ماہ میں زر کا پھیلاؤ قابل ذکر بھی نہیں ہے ہم نے معیشت میں ڈسپلن پیدا کیا۔ گزشتہ تین ماہ میں حکومت کی آمدنی میں 39 فیصد اضافہ ہوا کیونکہ ہم نے سرکاری واجبات واپس لینے کی مہم چلائی۔ نئی حکومت نے اگر ہماری پالیسیاں اپنائیں تو اسے 1.2 ارب ڈالر

عالمی بینک اور آئی ایم ایف سے ملیں گے سالانہ ساٹھ ستر کروڑ ڈالر باہر سے قرضہ ملتا رہے گا اور آنے والے برسوں میں اسے قیمتوں میں اضافہ نہیں کرنا پڑے گا۔ ہم اپنی حکومت کا وائٹ پیپر جاری کریں گے جس میں ہمارے جاری کردہ آرڈیننس ان کی ضرورت اور دوسرے اقدامات اور حقائق قوم کے سامنے رکھے جائیں گے۔ ہمارے بیشتر آرڈیننس پارلیمنٹ انشاء اللہ منظور کرسکے گی۔ نئی مخلوط حکومت کو اسمبلی میں معمولی سی اکثریت ہوگی اس کے باوجود اقتصادی پالیسیوں پر اپوزیشن کا تعاون حاصل کر کے متعدد آرڈیننس منظور کرائے گی۔ ڈرگ مافیا کے خلاف ہم نے اقدامات شروع کئے مگر لیگل مشینری پہلے نہیں تھی اس لئے اس کے متوقع نتائج سامنے نہیں آئے۔ اب ہم نے لیگل مشینری مہیا کر دی ہے۔ انہوں نے کہا اگست میں ہم نے ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قیمت کم کی اس کے بعد زر مبادلہ کے ذخائر میں ساڑھے تین گنا اضافہ ہوا۔ ہمیں ستمبر میں 500 ملین ڈالر کا قرضہ دینا تھا۔ ہم نے منظور شدہ غیر ملکی امداد بھی وصول نہیں کی وہ تو چند ہفتوں میں آجائے گی مگر پھر بھی آج ہمارے زر مبادلہ کے ذخائر 18 جولائی سے تقریباً دوگنے ہیں۔ اس وقت پاکستان کے زرمبادلہ کے ذخائر تین سو ملین ڈالر کے لگ بھگ ہیں۔ پاکستان نے آئی ایم ایف سے قرضے کی پہلی قسط لے لی ہے۔ عالمی بینک اور ایشیائی ترقیاتی بینک سے بھی معاہدے کئے ہیں۔ عالمی بینک سے نئی قیادت کل قرضے کی پہلی قسط لے سکتی ہے۔ ایشیائی ترقیاتی بینک سے پہلی قسط لینے کے لئے کچھ شرائط پوری کرنا ہوں گی۔ ہم نے نئی حکومت کی طرف سے عالمی بینک آئی ایم ایف اور دوسرے قرضہ دینے والے اداروں سے کوئی معاہدہ نہیں کیا نئی حکومت ہمارے کئے ہوئے معاہدے پر عمل درآمد بھی کر سکتی ہے۔ معاہدے میں ترمیم کے لئے مذاکرات کر سکتی ہے یا اس معاہدے کو بیک جنبش قلم ختم بھی کر سکتی ہے۔ عالمی بینک اور آئی ایم ایف نے ماضی میں وسائل فراہم کئے تھے۔ پاکستان نے وسائل کو ایٹمی پروگرام پر استعمال نہیں کیا۔ ان اداروں نے سڑکوں' ڈیم اور دوسرے پیداواری منصوبوں کے لئے قرضے دیئے۔ اس کے لئے ہم مشینری منگوا رہے ہیں

آئی ایم ایف کا قرضہ بھی ہم معاہدے کے مطابق استعمال کریں گے۔ نیو کلیئر پروگرام کے بارے میں باہر والے تعصب کا اظہار کر رہے ہیں۔ ملک کی بہتری اسی میں ہے کہ نئی حکومت ہماری پالیسیوں پر عمل کرے اگر اس پر عمل نہ ہوا تو ملک کی ترقی رک جائے گی۔ ہمارا حق ہے کہ اپنی پالیسیوں کو درست کہیں تاہم نئی حکومت کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی ترقی کی پالیسیاں بنائے۔ نواز شریف اور بے نظیر بھٹو کا ہماری پالیسیوں سے کافی اتفاق ہے وہ ملک کے مفاد کے لئے کام کرنا چاہیں گے۔ 95 فیصد کاروباری طبقے نے قرضے ادا نہیں کئے یا معاف کرائے تھے ان کے خلاف موثر کارروائی نہیں ہو سکی کیونکہ وقت کم تھا اب ان سے لینڈ ریوینیو کے طور پر قرضے واپس لینے یا ان کے اثاثے منجمد کرنے یا ان کو گرفتار کرنے کی کارروائی نو منتخب حکومت کو کرنا ہوگی"

19 اکتوبر 1993ء کو سپیکر قومی اسمبلی سید یوسف رضا گیلانی کی زیر صدارت نئے قائد ایوان کے انتخاب کے لئے قومی اسمبلی کا ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کی جانب سے محترمہ بے نظیر بھٹو اور پاکستان مسلم لیگ (ن) کی طرف سے محمد نواز شریف کے نام پیش ہوئے۔ محترمہ بے نظیر بھٹو نے 121 ووٹ جبکہ محمد نواز شریف نے 72 ووٹ حاصل کئے۔ اس طرح محترمہ بے نظیر بھٹو بطور قائد ایوان اور محمد نواز شریف بطور قائد حزب اختلاف منتخب ہوئے۔ اس اجلاس میں 201 ممبران قومی اسمبلی نے شرکت کی۔ 193 ممبران نے ووٹ ڈالے جبکہ 8 ممبران نے انتخاب میں حصہ نہیں لیا۔

معین قریشی 90 روز پاکستان میں نگران وزیر اعظم کے طور پر فرائض سرانجام دینے کے بعد براستہ فرینکفرٹ نیو یارک چلے گئے۔ ہوائی اڈہ پر وزیر اعظم بے نظیر بھٹو' فاروق احمد لغاری' آفتاب شعبان میرانی اور سابق نگران کابینہ کے ارکان نے انہیں الوداع کہا۔ اس موقعہ پر انہوں نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ پاکستان میں نئی حکومت اپنی معیاد پوری کرے گی۔ میں شہری کے طور پر پاکستان کی خدمت کے لئے ہر وقت حاضر ہوں۔ لیکن کوئی سرکاری عہدہ قبول نہیں کروں گا۔

بے نظیر بھٹو (دوسرا دور)

بے نظیر بھٹو اپنے گزشتہ دوراقتدار کے خاتمہ کے تین سال 2 ماہ اور 13 دن بعد اکتوبر 1993ء کے انتخابات کے نتیجہ میں دوبارہ وزیر اعظم منتخب ہوئیں۔ اس سے قبل دوبارہ وزیر اعظم منتخب ہونے کا اعزاز ان کے والد ذوالفقار علی بھٹو کو حاصل ہے جو 1971ء اور پھر 1977 میں وزیر اعظم بنے۔ محترمہ بے نظیر بھٹو کے قائد ایوان منتخب ہونے کے بعد 19 اکتوبر 1993ء کو ایوان صدر اسلام میں حلف برداری کی تقریب منعقد ہوئی۔ منتخب وزیر اعظم سے قائم مقام صدر پاکستان وسیم سجاد نے حلف لیا۔ اسی تقریب میں کابینہ کے پہلے دو وزراء فاروق احمد لغاری اور آفتاب شعبان میرانی نے بھی حلف اٹھایا۔ محترمہ بے نظیر بھٹو نے 27 اکتوبر 1993ء کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں اعتماد کا ووٹ حاصل کیا۔ اس موقعہ پر قومی اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ایسا قانون بنائیں گے جس سے آئندہ کسی کو ہارس ٹریڈنگ کی جرات نہ ہو۔ مرکز اور صوبوں میں تعاون کی فضا پیدا کریں گے۔ اپوزیشن سے کہا کہ آیئے پاکستان کی تاریخ کا سنہرا باب ہم سب مل کر اکٹھے لکھیں۔ اس وقت ملک کو شدید معاشی مشکلات کا سامنا ہے۔ ماضی کی سیاست نے لوگوں کے دلوں میں بہت سے شکوک پیدا کئے عوام تبدیلی کے انتظار میں ہیں اب قوم صرف چہروں کی تبدیلی نہیں چاہتی اب نظام کی تبدیلی ضروری ہے۔ اب انشاء اللہ یہ تبدیلی ضرور آئے گی۔ عوامی حکومت اتحاد کی حکومت ہوگی۔ پاکستانی قوم کا مستقبل تابناک ہے ہم اسے تابناک بنانے کا عزم کئے ہوئے ہیں۔ ہم آج اسی لحہ سے محنت شروع کر دیں گے تاکہ اہل وطن کے خواب پورے ہو سکیں۔ ان خوابوں کی تعبیر ہماری تقدیر بدل سکتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہماری تقدیر ضرور بدلے گی۔ اس وقت پاکستان بین الاقوامی سطح پر تنہا کھڑا ہے دنیا میں بڑی بڑی تبدیلیاں آرہی ہیں۔ لیکن ان تبدیلیوں سے فائدہ اٹھانے کی بجائے ہم ان کی زد میں آچکے ہیں ہمیں دہشت گرد قرار دینے کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں اور ہمارا نام منشیات کی تجارت کے حوالے سے مشہور ہے۔ ہمارا پرامن ایٹمی پروگرام بھی

متنازعہ بنایا گیا ہے حکومت کی اولین ترجیح یہ ہے کہ پاکستان کو اس انٹرنیشنل ائیسولیشن سے نکالا جائے تاکہ اس سمٹی ہوئی دنیا میں ہم سب سے کٹ کر رہنے کی بجائے اپنے عوام تک بین الاقوامی تعلقات کا پھل پہنچائیں۔ انہوں نے کہا کہ میں آج قائد ایوان کی حیثیت سے اس ایوان سے مخاطب ہوں لیکن میں اپوزیشن میں بھی ایک طویل عرصہ گزار چکی ہوں مجھے علم ہے کہ جمہوریت کی روح یہ ہے کہ کل کی اپوزیشن آج کی حکومت ہے اور آج کی حکومت کل کی اپوزیشن بن سکتی ہے۔

جمہوریت کی اس روح کو سامنے رکھتے ہوئے ہم نے انتخابات سے پہلے ہی حکومت اور اپوزیشن کے درمیان احترام اور تعاون پر زور دیا ہم اس موقف پر آج بھی قائم ہیں ہم اپوزیشن کی حیثیت سے اپنے لئے جس طرح کے احترام کی توقع رکھتے تھے حکومت میں آکر بھی اپوزیشن کو وہی احترام اور عزت دیں گے عام انتخابات کے نتیجہ میں ایوان وجود میں آیا ہے لیکن سب بڑی جدوجہد کے بعد ہوا ہے محاذ آرائی ختم کرا کے آزادانہ اور منصفانہ انتخابات منعقد کرانے میں ہماری مسلح افواج اور نگران حکومت نے حقیقی کردار ادا کیا ہے۔ قائم مقام صدر نگران وزیر اعظم اور ان کی کابینہ کے اراکین بری فوج کے سربراہ اور ان کے ساتھی خصوصی طور پر ہمارے اور عوام کے شکریئے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے آزادانہ اور منصفانہ انتخابات منعقد کروائے الیکشن کمیشن کے اراکین اور اہلکاروں اور مسلح افواج کے افسروں اور سپاہیوں کے انتخابات کے انعقاد میں دیانتداری اور محنت سے ہاتھ بٹایا ہے قوم کی طرف سے ان کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ ہم جمہوریت کو مضبوط بنانا چاہتے ہیں اس کے لئے ضروری ہے کہ اسمبلی کے ممبران کا احترام عوام کی نظر میں قائم رہے ماضی میں ہارس ٹریڈنگ قوم کو سیاست دانوں کو اور جمہوریت کو بدنام کرنے کا ذریعہ بنی رہی - ہم ہارس ٹریڈنگ کی اجازت نہیں دیں گے قانون کو اتنا مضبوط بنائیں گے کہ اس دفعہ ہارس ٹریڈنگ کرنے والے قانون کی گرفت سے نہ بچ سکیں گے۔ آئندہ کسی کو عوامی مینڈیٹ کی توہین کی اجازت نہیں دی جائے گی

انہوں نے یہ عزم ظاہر کیا کہ مرکز اور صوبوں کے درمیان تعاون کی فضا قائم ہو ماضی میں مرکز اور صوبوں کے تصادم سے جمہوریت کو نقصان پہنچا اسمبلیاں اپنی مدت نہ پوری کر سکیں لیکن انشاء اللہ اب مرکز کے درمیان تعاون سے یہ صورتحال پیدا نہیں ہوگی۔ مجھے یقین ہے کہ اس معزز ایوان کے اراکین جمہوری اور پارلیمانی روایات کے مطابق حکومت اور اپوزیشن میں اپنا اپنا کردار ادا کریں گے اور انشاء اللہ مستقبل میں غیر معمولی حالات پیش نہیں آئیں گے اسمبلیاں معمول کے مطابق اپنی مدت پوری کریں گی اور ان کی کارکردگی بھی عوام کی توقعات کے مطابق تسلی بخش ہوگی انہوں نے کہا کہ میں اس وقت خصوصی طور پر پاکستان کے چاروں صوبوں کے عوام کو سلام پیش کرتی ہوں کہ انہوں نے ان انتخابات میں اپنے فیصلہ کا اظہار کیا اور خاص کر وہ لوگ جو کچی آبادیوں میں رہتے ہیں وہ لوگ جو مزدوری کرتے ہیں وہ لوگ جو روزی کمانے کی کوشش کرتے ہیں وہ لوگ جو مہنگائی کا سامنا کرتے ہیں انہوں نے جس جوش و خروش سے ان انتخابات میں حصہ لیا ہے انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ حکومت اور اسمبلی کی طرف دیکھ رہے ہیں قوم کو یہ جو مشکل درپیش ہے ہم سب کے لئے ایک چیلنج ہے اکیسویں صدی آنے والی ہے۔ آئیں ہم سب مل کر اس آزمائش کا سامنا کریں اور مل کر پاکستان کی تاریخ کا سنہرا باب رقم کریں"۔

وزیر اعظم منتخب ہونے کے بعد قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں پاکستان کی سیاسی تاریخ کے ایک نہایت اہم مرحلے پر آپ سے خطاب کرنے کا اعزاز حاصل کر رہی ہوں۔ پاکستانی قوم نے ابھی چند ہی روز پہلے اپنی تاریخ کے سب سے منصفانہ' آزادانہ غیر جانب دارانہ اور شفاف انتخابات میں اپنے نمائندوں کا انتخاب کیا ہے۔ قومی اسمبلی کے ارکان کی اکثریت نے عوامی حکومت کو اپنے منشور پر عمل کرنے اور آپ کی خدمت کے لئے منتخب کیا ہے میں اپنے منصب کی ذمہ داری سنبھال چکی ہوں۔ اس موقع پر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی ہوں کہ اس نے وفاق پاکستان کو جمہوریت کی منزل کی طرف قدم بڑھانے کا ایک موقع دیا اور قوم اس

آزمائش سے کامیاب اور سرخرو ہو کر نکلی۔

پاکستانی عوام کی سیاسی بصیرت گہرے شعور اور سوجھ بوجھ پر جمہوری قوتوں کو ہمیشہ اعتماد رہا ہے میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں اور آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ آپ نے مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر جس اعتماد کا اظہار کیا ہے ہم اس پر پورا اترنے اور اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ میں اس موقع پر نگران حکومت' الیکشن کمیشن' پاکستانی مسلح افواج ' سول انتظامیہ' پولیس اور عدلیہ کو بھی خراج تحسین پیش کرتی ہوں جن کی فرض شناسی اور حب الوطنی کے باعث منصفانہ اور شفاف انتخابات کا انعقاد ممکن ہوا۔ یہ تمام حلقے پوری قوم کے شکریئے کے مستحق ہیں اور میں اپنی طرف سے اور پاکستانی قوم کی طرف سے انہیں سلام پیش کرتی ہوں۔ منصفانہ انتخابات کے انعقاد کی شکل میں پاکستانی قوم کی ایک عظیم کامیابی پر اظہار اطمینان کرتے وقت میں ہرگز اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہوں کہ جمہوری نظام بجائے خود آخری منزل نہیں۔ یہ ایک مقصد کے حصول کا ذریعہ ہے وطن عزیز کی ترقی' قوم کی خوشحالی' ایک عادلانہ اسلامی اور فلاحی معاشرے کا قیام' اقوام عالم کی برادری میں عزت و احترام کے مقام کا حصول اپنا اور قومی مفادات کا تحفظ' وطن عزیز کے دفاع کو ناقابل تسخیر بنانا' اور پاکستانی عوام کو ترقی کے ثمرات سے ہمکنار کرنا ان مقاصد کے لئے پوری قوم کو سخت اور طویل محنت کرنی پڑے گی اور اپنی قوت بازو سے اپنے لیے ایک بہتر مقام بنانا ہوگا میں آپ سے عہد کرتی ہوں کہ ان مقاصد کے حصول کے لئے عوامی حکومت دل اور جان سے محنت کرے گی ہم وطن کی عزت اور کامرانی کو اپنا مقصد بنائیں گے اسے حاصل کرنے کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ میں آپ کو یہ بھی یقین دلاتی ہوں کہ ہم بہترین جمہوری روایات کی پاسداری کریں گے اپوزیشن کو اس کا جائز مقام دیں گے اس کی طرف سے تعمیری تنقید کا خیر مقدم کریں گے اور کبھی مخالفت برائے مخالفت کا رویہ نہیں اپنائیں گے۔ میں یہ بھی توقع کرتی ہوں کہ اپوزیشن بھی سپورٹس مین سپرٹ کا مظاہرہ کرے گی عوام کے مینڈیٹ کا احترام

کرے گی میں عوامی حکومت کی طرف سے انہیں یقین دلاتی ہوں کہ ہم زندہ رہو اور رہنے دو کا رویہ اپنائیں گے تاکہ پاکستان میں جمہوری روایات مستحکم ہوں اور ہر وقت اقتدار کی میوزیکل چیئر کا کھیل جاری نہ رہے آزادی کے چھیالیس سال بعد ہمیں اچھے سیاسی طرز عمل کا مظاہرہ کرنے کے قابل ہو جانا چاہیے ہم پہلے ہی حکومتوں کی اکھاڑ پچھاڑ کا کھیل بار بار دیکھ چکے ہیں اب پاکستان کو سیاسی استحکام کے نئے دور میں داخل ہونا چاہیے اور مجھے توقع ہے کہ ملک کی تمام سیاسی قوتیں اس ضمن میں اپنی ذمہ داری ادا کرنے کی کوشش کریں گی۔

ہم پاکستان کی تعمیر نو کے لئے واضح نظریات اور خیالات رکھتے ہیں ہم جانتے ہیں کہ اس وقت پاکستان کی معیشت نازک حالت میں ہے نگران حکومت نے قومی اقتصادیات کو سنبھالنے کے لئے بعض اقدامات کئے ہیں ہم ان کا جائزہ لیں گے اور جو اقدامات درست اور مفید ہیں ان کو جاری رکھیں گے اور جن کی اصلاح کی ضرورت ہے ان پر نظر ثانی کریں گے۔ بیروزگاری اور مہنگائی جیسے مسائل کا حل حکومت کی اولین ترجیحات میں شامل ہوگا۔ ہم غریب عوام کو ریلیف فراہم کرنے کے لئے اقدامات کریں گے ہم قومی خزانہ لوٹنے والوں کا احتساب کریں گے اور بینکوں کے قرضے ہضم کرنے والوں سے تمام رقوم واپس لینے کے لئے ہر ممکن قانونی اور انتظامی قدم اٹھائیں گے ہم افراط زر کی شرح کنٹرول کرنے کے لئے اقدامات کریں گے ہم نج کاری کے عمل کو زیادہ شفاف اور منصفانہ بنائیں گے اور اس ضمن میں جو غلط کام ہوئے ہیں ان کا ازالہ کیا جائے گا۔ جو منصوبے اور سکیمیں اقتصادی لحاظ سے درست نہیں ان پر نظر ثانی کی جائے گی۔

معیشت کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ عوامی حکومت ایک سیل قائم کرے گی اور سیل کو ذمہ داری دی گئی ہے کہ وہ فوری طور پر ہمیں بتائے کہ فارن ایکسچینج ریزرو کو بہتر بنانے کے لئے کیا اقدامات کئے جائیں اور پاکستان کے ایکسپورٹرز کی حوصلہ افزائی کرنے کے لئے حکومت کیا کرے۔ یہ سیل چھ (6) ہفتے کے اندر حکومت کو اپنے مشورے پیش کرے گا۔

1973ء کے آئین میں آٹھویں آئینی ترمیم کے ذریعے جو عدم توازن اور تبدیلیاں پیدا کی گئی ہیں ان کو دور کرنے کے لئے اقدامات کریں گے اور اس سلسلے میں اپوزیشن سے تعاون کی توقع رکھیں گے ہم صوبوں کو ان کے جائز حقوق دیں گے اور صوبائی خود مختاری کے تقاضوں کا پورا احترام کریں گے ہم لوکل سیلف گورنمنٹ کے میدان میں نئے تصورات متعارف کرائیں گے اور بلدیاتی اداروں کو ایک نیا کردار' نئی توانائی' نئے اختیارات دے کر ان کے ذریعے عوام کے بہت سے مسائل حل کرانے کی کوشش کریں گے ہم انتظامیہ کو نا اہلی اور کرپشن کے امراض سے نجات دلائیں گے اور صحیح معنوں میں عوام کی خادم انتظامیہ وجود میں لانے کی کوشش کریں گے ہم خواتین' اقلیتوں ' مزدوروں' کسانوں اور طلبہ اور طالبات کے مفادات کو اولین توجہ کا مستحق سمجھیں گے۔ ہم نظام انصاف کی اصلاح کریں گے سستا اور فوری انصاف فراہم کرنا ہماری اہم ذمہ داری ہوگی ہم کشمیر پر بھارتی تشدد ختم کرانے کے لئے جدوجہد کریں گے اور عالمی رائے عامہ کو اس مقصد سے ہموار کریں گے ہم پاکستان کے جوہری پروگرام کی حفاظت کریں گے اور اپنے قومی مفادات پر کبھی آنچ نہیں آنے دیں گے ہمارے منشور میں کئے گئے تمام وعدوں کی تکمیل ہمارا عہد ہے۔ ہمارے ملک میں ایک طرف غربت اور جہالت ہے عام لوگوں کو زندگی کی بنیادی سہولتیں بھی حاصل نہیں ہیں لیکن حکومت کے اعلیٰ عہدیدار بڑے بڑے فنکشنز اور تقریبات پر دولت اور وقت دونوں ضائع کرتے ہیں عوامی حکومت اس سلسلے کی حوصلہ شکنی کرے گی اور ضروری فنکشنز کے سوا بڑی تقریبات پر روپیہ اور وقت ضائع نہیں کیا جائے گا میں وزیر اعظم کے لئے پروٹوکول اور سیکورٹی کم کرنے کا حکم دے چکی ہوں تاکہ عوامی حکومت اور عوامی نمائندے اپنے پروٹوکول اور سیکورٹی میں الجھے رہنے کی بجائے عوام کی خدمت پر توجہ دے سکیں حکومت اور عوام میں فاصلہ کم کرنا ہمارا فرض ہے۔ مضبوط جمہوریت کے لئے آزاد صحافت ضروری ہے عوامی حکومت میڈیا کے آزادی کے لئے بہترین اور ساز گار ماحول فراہم کرے گی عدلیہ کے احترام اور خود مختاری کو یقینی بنایا جائے گا

انتظامیہ جس سے میری مراد اعلیٰ سرکاری حکام ہیں عوام کو دبانے کے لئے استعمال نہیں ہوں گے سرکاری ملازمین کو مکمل تحفظ دینے کے ساتھ ہی ہم یہ انتظام کریں گے کہ حکام عوام کی خدمت کریں اور اپنی سرکاری حیثیت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھاسکیں ماضی میں مرکز اور صوبوں کے درمیان محاذ آرائی سے وفاق کو نقصان پہنچا تعمیری تنقید اور تعاون کی بجائے ضد سے کام لیا گیا عوام کے ترقیاتی پروگراموں کو سبوتاژ کیا گیا اس دفعہ مرکز اور صوبوں میں کشیدگی پیدا نہیں ہونے دی جائے گی عوام کے کندھوں پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ کسی کو ایسے حالات پیدا نہ کرنے دیں جن میں قوم کی ترقی کو سبوتاژ کیا جا سکے عوام ان لوگوں کا خود محاسبہ کریں تاکہ قوم کا وقت اور وسائل محاذ آرائی میں ضائع نہ ہوں حالیہ انتخابات میں ووٹروں کی بڑی تعداد نوجوانوں پر مشتمل تھی نئی نسل نے ہمیں صرف حکومت کا نہیں اکیسویں صدی کے لئے ملک کو تیار کرنے کا مینڈیٹ بھی دیا ہے۔ ملک کے نوجوانوں پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ علم و ہنر سے لیس ہوں سائنس اور ٹیکنالوجی میں ملک کو جدید دور کے ترقیاتی یافتہ ملکوں کے برابر لائیں تاکہ پاکستان اکیسویں صدی میں ایک مثالی ملک کی حیثیت سے داخل ہو یہی پاکستان کی تقدیر ہے اور ہمارے نوجوان ہی اس تقدیر کے بنانے اور سنوارنے والے ہیں جمہوریت کے افق پر چھائے ہوئے کالے بادل چھٹ چکے ہیں نئی صبح کا سورج طلوع ہو چکا ہے میں اپنے تمام پاکستانی بھائیوں اور بہنوں کو مبارکباد دیتی ہوں جنہوں نے جمہوریت کے قافلے کو تباہی کے اندھیروں سے نکال کر روشنیوں اور اجالوں میں لا کھڑا کیا میں تمام پاکستانیوں کو جو اس سفر میں ہمارے ساتھی بنے اور ان کو جنہوں نے ہمارے ساتھ اختلاف کیا اس بات کی دعوت دیتی ہوں کہ آئیں ہم سب مل کر پاکستان کی تعمیر کریں جو اکیسویں صدی کا ایک مضبوط ترقی یافتہ ملک ہو۔ مجھے امید ہے کہ آپ کے تعاون سے ہم وطن عزیز کو نئی عظمتوں سے ہمکنار کر سکیں گے۔ اور پاکستان کا مستقبل اس کے حال سے کہیں زیادہ تابناک ہوگا۔

اقتدار کی کرسی دراصل اللہ تعالیٰ کی ہے میں اللہ کی مہربانی اور آپ کی دعاؤں

سے اپنی قوم کی خدمت کے لئے یہاں بیٹھی ہوں میں حکومت کو مخلوق کی بھلائی کے لئے استعمال کرنے کے لئے کوشاں رہوں گی آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مقصد میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین۔ پاکستان زندہ باد"۔

منظور وٹو (جونیجو گروپ) 131 ووٹ لے کر وزیر اعلیٰ پنجاب بنے' ان کے مد مقابل شہباز شریف کو 105 ووٹ ملے۔ نواز لیگ اور اے این پی کے امیدوار صابر شاہ 48 ووٹوں سے وزیر اعلیٰ سرحد منتخب ہوئے۔ شیر پاؤ کی حمائت 29 ارکان نے کی۔ عبداللہ شاہ (پی پی پی) بھاری اکثریت سے وزیر اعلیٰ چنے گئے۔ این پی پی کے ارکان نے بھی ان کی حمائت کی ان کے مد مقابل ایم کیو ایم کے امیدوار قاضی خالد تھے۔ سندھ میں مسلم لیگی ارکان اسمبلی خاموش رہے۔ بلوچستان میں صورتحال ڈرامائی انداز میں تبدیل ہوئی ذوالفقار علی مگسی جنہیں کم عمروزیر ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے دیگر پارٹیوں اور آزاد ارکان کی حمائت سے وزیر اعلیٰ بلوچستان منتخب ہوئے۔ انہیں 26 ووٹ ملے جبکہ ان کے مد مقابل اختر مینگل 16 ووٹ حاصل کرسکے۔ بعد ازاں سید صابر شاہ کے خلاف تحریک عدم اعتماد پیش ہوئی اور 25 اپریل 1994ء کو آفتاب احمد خان شیر پاؤ بلا مقابلہ وزیر اعلیٰ سرحد منتخب ہوئے۔ مسلم لیگ اور این پی پی نے مکمل بائیکاٹ کیا۔

19 اکتوبر 1993ء کو وزیر اعظم کی حلف برداری کے موقع پر جناب فاروق لغاری اور آفتاب شعبان میرانی نے بھی وزراء کی حیثیت سے حلف اٹھایا تھا۔ بعد میں کابینہ میں توسیع کی گئی اور درج ذیل وفاقی وزراء اور وزرائے مملکت کو کابینہ میں شامل کیا گیا۔

وفاقی وزراء

(1) مخدوم امین فہیم (تعمیرات) (2) چودھری احمد مختار (تجارت) (3) نواب میر یوسف تالپور (خوراک، زراعت و حیوانات) (4) خالد احمد خان کھرل (اطلاعات و نشریات) (5) انور سیف اللہ خان (پٹرولیم، قدرتی وسائل) (6) ملک غلام مصطفیٰ

کھر (پانی و بجلی)   (7) سید خورشید احمد شاہ (تعلیم)   (8) جے سالک (بہبود آبادی)

وزرائے مملکت

(1) غلام اکبر لاسی (محنت و افرادی قوت)   (2) مخدوم شہاب الدین (مالیت)   (3) عبدالقیوم خان (ریاست و سرحدی علاقے)

ی 94ء کو
نئے وزر کابینہ میں شمولیت کے بعد کل نئے وزراء اور وزرائے
9ء کو وزیر
مملکت اس طر : سردار آصف احمد علی' بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) محمد اصغر' نصیر
میں ووٹ
اللہ خان بابر' ن میرانی' سید اقبال حیدر' ڈاکٹر شیر افگن' چودھری احمد
1994ء
مختار' غلام مصطفیٰ ندوم امین فہیم' یوسف تالپور' جے سالک' سید خورشید شاہ'
خالد کھرل' انور سیف اللہ' اکبر لاسی' مخدوم شہاب الدین اور ملک عبدالقیوم

4 نومبر 1993ء کو مرتضیٰ بھٹو کو کراچی پہنچنے پر گرفتار کرلیا گیا۔ 14 نومبر 1993ء کو وزیر اعظم نے کہا کہ ان کی حکومت پارلیمانی نظام کو دو جماعتی اتفاق رائے سے چلانا چاہتی ہے۔ اس لئے اپوزیشن ہٹ دھرمی نہ کرے۔ یکم دسمبر 1993ء کو منشیات کی پیداوار اور سمگلنگ کے خلاف اپریشن کی منظوری دیتے ہوئے بڑی مچھلیوں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ 2 دسمبر 1993ء کو بارہ سیٹوں پر ضمنی انتخابات عمل میں آئے۔ جس میں پی پی پی نے 6' مسلم لیگ نے 3 سیٹیں حاصل کیں۔ ایک سیٹ پر فاٹا کا آزاد رکن کامیاب ہوا۔ جبکہ ایک سیٹ کا نتیجہ روک لیا گیا۔ ان ضمنی انتخابات میں میاں عباس شریف اور جاوید ہاشمی بھی کامیاب ہوئے۔ 6 دسمبر 1993ء کو محترمہ بے نظیر بھٹو کو پیپلزپارٹی کا چیئرپرسن منتخب کیا گیا۔ 9 دسمبر 1993ء کو ایران گئیں اور ایرانی صدر کو مقبوضہ کشمیر کی سنگین صورت حال سے آگاہ کیا۔ 10 دسمبر 1993ء کو ایک مشترکہ اعلامیہ میں کہا کہ پاکستان اور ایران دفاعی شعبے میں تعاون کریں گے اور دونوں ملکوں نے اقتصادی تعلقات کا نیا باب شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ 11 دسمبر 1993ء کو وزیر اعظم ترکی سے کشمیر' وسطی ایشیاء اور ایٹمی مسئلہ پر مذاکرات کئے۔ 29 دسمبر 1993ء کو نئے انٹرنیشنل آرڈر کے لئے

چین نے پاکستان کے ساتھ مل کر کام کرنے کا اعلان کیا- 27 جنوری 1994ء کو ڈیوس، جنیوا اور بوسنیا گیں- بوسنیا میں ترکی کے وزیر اعظم کے ہمراہ ہسپتالوں کا دورہ کیا- 5 فروری 1994ء کو کشمیریوں سے یکجہتی کے لئے پہیہ جام ہڑتال کی گئی- 25 فروری 94ء کو کابل میں پاکستانی سفارت خانہ بند کر دیا گیا- 10 مارچ 1994ء کو پاکستان نے وہ قرارداد واپس لے لی جو اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کمیشن کے ین پی اجلاس میں مقبوضہ کشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی حمائت کے لئے پیش کی گئی تھی- 14 مارچ 94ء کو امریکی سفیر نے وزیر اعظم چنے گئے- بات کر کے ایف 16 کی فراہمی پر بات چیت کی- 21 مارچ 94ء کو بمبئی میں کے امید قونصل خانہ بند کر دیا گیا- 23 مارچ 94ء کو عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کر دیا چستا 27 مارچ 94ء تک انہیں تمام ریفرنسوں سے بری قرار دے دیا گیا- 28 مارچ 94ء کو امریکہ کے اس بیان پر کہ پاکستان کو ایٹمی پروگرام کیپ کر کے تصدیق کرانا پڑے گی انہوں نے 10 اپریل 94ء کو کہا کہ پاکستان یک طرفہ ایٹمی پروگرام رول بیک نہیں کرے گا اور نہ ہی تنصیبات کا معائنہ کے لئے کھولے گا- پھر 17 اپریل 94ء کو کہا کہ ایٹمی پروگرام کے دفاعی استعمال پر غور ہو سکتا ہے-اور میں پاکستان پر سے بنیاد پرستی کا لیبل اتار دونگی- 26 اپریل 94ء کو شمالی علاقوں کو حق بالغ رائے دہی اور صوبے کا درجہ دیا گیا- یکم سے 5 مئی 1994ء کو کراچی میں تشدد اور مسلسل فائرنگ کے واقعات پر کہا کہ قوم بیرونی خطرات اور داخلی اپریشنوں میں پر سکون نہیں رہ سکتی سلامتی کے تحفظ کے لئے امتیازی سلوک برداشت نہیں کریں گے- حکومت گولی کے سامنے جھکے گی نہ سودے بازی کرے گی- صدر کلنٹن کے اس بیان پر کہ پاکستان بھارت کو بلیک میل کر رہا ہے- 16 مئی 94ء کو کہا کہ ہم ایٹمی صلاحیت سے دستبردار نہیں ہونگے اور پاکستان بھارت کو منی پاور تسلیم نہیں کرے گا- 3 جون 94ء سے ملک بھر میں ہفتہ میں دو چھٹیوں کا اعلان کیا گیا- 20 مئی 1994ء کو ڈپٹی سپیکر سرحد اسمبلی ہدائت اللہ چمکنی کے خلاف تحریک عدم اعتماد پیش ہوئی- جو 42 ووٹوں سے منظور کی گئی- بعد ازاں سید علاؤ الدین 44 ووٹوں سے ڈپٹی سپیکر منتخب ہوئے- ان

کے مد مقابل نواز لیگ اور اے این پی کے امیدوار سردار غلام نبی تھے جنہیں 33 ووٹ ملے جماعت اسلامی کے ارکان اس چناؤ میں غیر جانبدار رہے۔ 21 مئی 94ء کو لندن میں کہا کہ ایٹمی پھیلاؤ پر یک طرفہ پابندی قبول نہیں کی جائے گی بھارت پر بھی یہی پابندی عائد ہونی چاہیے۔ 22 مئی 1994ء کو سعودی عرب کے فرمانروا شاہ فہد سے ملاقات کی اور دو طرفہ دلچسپی کے معاملات سمیت اہم امور پر تبادلہ خیال کیا۔ 26 مئی 94ء کو عبدالاکبر خان سرحد اسمبلی کے بلا مقابلہ سپیکر منتخب ہوئے اور 27 مئی 94ء کو وزیر اعلیٰ سرحد شیرپاؤ نے اعتماد کا ووٹ حاصل کیا 42 ارکان نے ان کے حق میں ووٹ دیئے جبکہ جماعت اسلامی کے چار ارکان غیر جانبدار رہے۔

5 ستمبر 1994ء کو قاہرہ میں اقوام متحدہ کے زیر اہتمام آبادی اور ترقی کی نو روزہ کانفرنس میں شرکت کی اور خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم تاریخ کے ایک ایسے چوراہے پر کھڑے ہیں جہاں ہم جو بھی فیصلے کریں گے مستقبل کے انسانوں پر اثر انداز ہوں گے۔ میں یہاں ایک عورت ایک ماں اور ایک بیوی کی حیثیت سے آئی ہوں اور دنیا کے سب سے بڑے اسلامی ملکوں میں سے ایک اسلامی جمہوریہ پاکستان کی جمہوری طور پر منتخب رہنما کی حیثیت سے جو دنیا کی نویں نمبر کی سب سے بڑی آبادی ہے' کانفرنس میں شریک ہو رہی ہوں۔ آبادی ایک ایسا وسیع اور پیچیدہ مسئلہ ہے کہ اس کے لئے عالمی منصوبہ بندی اور قومی پالیسیوں کو مل جل کر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ ایک خواب ہو سکتا ہے مگر ہم سب کو خواب دیکھنے کا حق حاصل ہے۔ میرا خواب ایک ایسا پاکستان ہے' ایک ایسا ایشیاء' ایک ایسی دنیا جہاں پر حمل منصوبہ بندی کے تحت ٹھہرے اور پیدا ہونے والے ہر بچے کو دیکھ بھال' پیار' تعلیم اور صحت میسر ہو۔ میں ایک ایسے پاکستان کا خواب دیکھتی ہوں جو افزائش آبادی کے باعث نسل پرستی' بھوک' جرائم' اور خانہ جنگی جیسے مسائل میں نہ گھرا ہو' جہاں پر ہم اپنے معاشرتی وسائل کو انسانی زندگی کی بہتری کے لئے استعمال کر سکیں نہ کہ خاتمے کے لئے' یہ خواب اس حقیقت سے بہت دور ہے جس میں ہم رہ رہے ہیں۔ ہمارا کرہ ارض بحران میں ہے جس پر ہمارا کوئی کنٹرول

نہیں۔ ایک ایسا کرہ ارض جو عظیم تباہی کی جانب بڑھ رہا ہے۔ اس کانفرنس میں ہمارے سامنے یہ سوال ہے کہ اس بارے میں کچھ کرنے کے لئے ہم میں ارادہ' توانائی اور قوت ہے یا نہیں؟ میں یہ کہتی ہوں کہ ہم میں یہ چیزیں موجود ہیں اور ہمیں اس کے لئے کچھ کرنا چاہئے۔ ہمیں انسانی زندگی کے حالات کو بہتر بنانے کے لئے بین الاقوامی اشتراک کی ضرورت ہے۔ ہمیں اپنی توجہ اس چیز پر مرکوز کرنی چاہئے جو ہمیں متحد کرتی ہے نہ کہ ایسے معاملات پر غور و خوض کرنا چاہئے جو ہم میں نفاق پیدا کرتے ہیں ہماری دستاویز کا مقصد بہبود آبادی اور منصوبہ بندی کے تحت ماں باپ بننے کے مقصد کو فروغ دینا چاہئے۔ دنیا بھر کے عوام کو اس کانفرنس کو اس نقطہ نظر سے نہیں دیکھنا چاہئے کہ یہ اسقاط حمل' جنسی تعلیم' بے راہ روی اور دیگر انفرادی مسائل کے بارے میں ایک ہمہ گیر سوشل چارٹر ہے۔ عالمی برادری اس امر کی دوبارہ یقین دہانی کرا رہی ہے کہ بین الاقوامی نوعیت کے مسائل بین الاقوامی کوششوں سے حل کئے جائیں گے۔

اسلام بڑے واضح انداز میں منصوبہ بندی کے لئے اسقاط حمل کو قطعی مسترد کرتا ہے۔ فیملی یونٹ کے بارے میں اسلام بہت کم سمجھوتہ کرتا ہے اس کے مطابق روایتی فیملی وہ بنیادی یونٹ ہے جس پر باقی معاشرہ انحصار کرتا ہے۔ یہ وہ لنگر ہے جس کے سہارے کوئی فرد زندگی کا سفر طے کرتا ہے۔ بہت سے لوگ یہ سوچتے ہیں کہ روایتی خاندان کا انتشار اخلاقی گراوٹ کا باعث بنتا ہے۔ مجھے یہ صاف طور پر کہنے دیجئے کہ روایتی خاندان شادی انجام پانے سے ترتیب پاتے ہیں۔ مسلمان جو علم کے حصول کا پختہ عزم رکھتے ہیں ان کے لئے افزائش نسل کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہیں۔ مذہبی یا ثقافتی طور پر کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔ نظریاتی عقائد نہیں بلکہ بنیادی سہولتوں کی کمی ہمارے بنیادی مسائل ہیں۔ آبادی کی پالیسی کے بارے میں نو منتخب جمہوری حکومت کے مقاصد میں عوام کی زندگی کا تحفظ خاندانی منصوبہ بندی اور صحت کی سہولتیں فراہم کرنا ہے۔ ہم بہت مشکل کام سامنے ہونے سے گھبرانے والے نہیں ہیں لیکن اس کانفرنس کے

مقرر کردہ اہداف تب ہی پورے ہوں گے جب اقوام عالم پوری نیک نیتی سے تعاون کریں گے۔ بوسنیا' صومالیہ' روانڈا اور کشمیر ہمیں یہ یاد دلاتے ہیں کہ ہم اپنے اصولوں اور آدرشوں سے کس قدر دور ہو چکے ہیں۔ دنیا کے بہت سے ممالک میں ہم حکومت کے ہاتھوں عوام کا محاصرہ دیکھتے ہیں۔ ہمارے بعض معاشروں میں نام نہاد بنیاد پرستی اور بعض مغربی اقوام میں نئے فاشزم کا ظہور گہری خرابی کی علامتیں ہیں۔ میرا یقین ہے کہ بہت سی حکومتیں اپنے محدود قومی وسائل یا نظریاتی حدود کار کی وجہ سے اپنے عوام کی توقعات پر پورا اترنے میں ناکام رہیں اگر ایسا ہے تو شاید بیماری اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اقوام متحدہ کے بانیوں کے اصولوں سے روگردانی کی گئی ہے۔ ہم شاید ان اصولوں کی جانب واپسی سے انسانوں کی صحت کو بحال کر سکتے ہیں۔ اس پس منظر کے بعد میں امید کرتی ہوں کہ اس کانفرنس کے شرکاء آبادی کے استحکام کے فروغ کے لئے دانش اور بصیرت کا ثبوت دیں گے۔ پاکستانی وفد ایک وسیع تر ممکنہ متفقہ دستاویز کی حتمی تیاری کے لئے تعمیری انداز میں کام کرے گا۔

ہمارے معاشرے میں معیار زندگی کو بہتر بنانے میں حکومتیں اہم کردار ادا کرسکتی ہیں۔ لیکن بہت کچھ ایسا ہے جو حکومتیں نہیں کر سکتیں۔ ہمارے بچوں کو حکومتیں نہیں والدین بلکہ مائیں تعلیم دیتی ہیں۔ حکومتیں ہمارے بچوں کو اقدار نہیں سکھاتی یہ کام بھی والدین بالخصوص ماؤں کا ہے۔ نہ ہی ہمارے نوجوانوں کو حکومتیں ذمہ دار شہری بناتی ہیں۔ معاشرے میں ابتدائی تہذیب والدین سکھاتے ہیں۔ بیشتر معاشروں میں یہ کام ماں کے ذمے ہے۔ ہم پاکستان جیسے ملک میں شرح آبادی سے کیسے نمٹ سکتے ہیں۔ یہ کام ہم بچوں کی اموات پر قابو پا کر' گاؤں میں بجلی فراہم کر کے' عورتوں کی ایک فوج تیار کر کے جو اپنی ماؤں بہنوں بیٹیوں کو بہبود آبادی کے بارے میں تربیت دیں۔ عورتوں کو معاشی طور پر آزاد کرنے کے لئے عورتوں کے زیر انتظام ایک بینک بنا کر بھی یہ مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے اور معاشی آزادی' آزادانہ انتخاب میں بہت اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ میں آج جو کچھ بھی ہوں اس

کی وجہ میرا عزیز باپ ہے جس نے مجھے آزاد چھوڑ دیا یعنی آزادانہ فیصلے کرنے کے لئے جو میرے معاشرے کے یا حتیٰ کہ میرے خاندان کے مردانہ تعصب سے آزاد ہو دنیا بھر کے نو سب سے زیادہ آبادی والے ملکوں میں سے ایک کی سربراہ کے طور پر میں اور میری حکومت گھر' سکول' ہسپتال' سیوریج' نکاسی آب' خوراک' گیس' بجلی' روزگار اور بنیادی سہولیات فراہم کرنے کے مشکل ترین کام میں لگے ہوئے ہیں۔ پاکستان کی آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے ہمیں اس کی فکر کرنی چاہئے کیونکہ پاکستانی عوام کی یہ تقدیر نہیں ہے کہ وہ غربت' بھوک اور خوف کے مستقبل میں زندہ رہیں۔ پاکستان میں 25 لاکھ افغان پناہ گزین ہیں جنہیں ساری دنیا بھول چکی ہے۔ تحفظ حاصل کرنے کے لئے مزید کشمیری مہاجرین بھی آ رہے ہیں۔ لیکن ہم نے ایسا کرنے کا تہیہ کیا ہوا ہے کیونکہ یہ اپنے عوام سے ہمارا وعدہ ہے۔ ایک اصولوں کی بنیاد پر کیا گیا وعدہ' جو تقاضا کرتا ہے کہ ہم صحیح فیصلے کریں ضروری نہیں یہ فیصلے مقبول بھی ہوں' راہنماؤں کو قوموں کی رہنمائی کے منتخب کیا جاتا ہے۔ رہنماؤں کا انتخاب اس لئے نہیں کیا جاتا کہ ایک تنگ نظر منہ پھٹ اقلیت اس سے رجعت پسندی کے نکات پر زبردستی عمل کرائے۔ ہم نے ایک تبدیلی لانے کا ایجنڈا بنایا ہوا ہے۔ ایک ایسا ایجنڈا کہ ہم ماؤں اور بچوں کو 21 ویں صدی میں بہتر مستقبل کی امید کے ساتھ لے کر جائیں۔ ہمیں یہ جنگیں لڑنی ہی ہوں گی نا صرف ایک قومی کی حیثیت سے بلکہ عالمی برادری کے رکن کی حیثیت سے بھی۔ یہ وہ جنگیں ہیں جن کے بارے میں تاریخ اور ہمارے لوگ فیصلہ دیں گے یہ وہ جنگیں ہیں جن میں مساجد اور چرچز کو حکومتوں غیر سرکاری تنظیموں اور خاندانوں کے ساتھ اپنا کردار ادا کرنا چاہئے۔ خواتین کو ان کے حقوق دینا بھی اس جنگ کا ایک حصہ ہے۔ پاکستان میں آج عورت طیارہ اڑا رہی ہے' اعلیٰ عدالتوں میں جج کی کرسی پر بیٹھی ہے' تھانوں میں کام کر رہی ہے' سول سروس میں کام کرتی ہے' فارن سروس اور میڈیا میں فرائض سرانجام دے رہی ہے' ہماری عورت اسلام کے اس اصول پر یقین رکھتی ہے کہ خدا کی نگاہ میں عورت اور مرد برابر ہیں۔ اپنی عورتوں

کو با اختیار کر کے ہم آبادی کی منصوبہ بندی کو مستحکم کرنے کے علاوہ انسانی وقار کو فروغ دے رہے ہیں تاہم آبادی میں بے تحاشہ اضافے پر عالمی اور مشترکہ تشویش پائی جاتی ہے۔ یہ افسوسناک امر ہے کہ کانفرنس کی دستاویزات میں غلطیاں موجود ہیں جن کے باعث ثقافتی اقدار کو ٹھیس پہنچی ہے۔ پاکستان میں ہمارا رد عمل بلاشبہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ہوگا۔ اسلام ایک آفاقی مذہب ہے جو انسانی ترقی کا درس دیتا ہے وہ اپنے ماننے والوں کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کرتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اللہ تمہارے لئے آسانیاں پیدا کرتا ہے اور تمہارے لئے سختیاں پیدا نہیں کرتا" قرآن پاک میں پھر ارشاد ہوتا ہے اس (اللہ) نے تمہارا انتخاب کیا ہے اور اس نے مذہب میں تم پر کوئی سختی نہیں رکھی۔" اسلام کے ماننے والوں کو اپنے دستیاب وسائل کے مطابق اپنی آبادی کو کنٹرول کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی صرف ایک رکاوٹ ہے کہ اس مقصد کے لئے جو طریقہ استعمال کیا جائے وہ اخلاقی حدود و قیود میں رہ کر اختیار کیا جائے۔ اسلام زندگی کے تحفظ پر بڑا زور دیتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے' اپنے بچوں کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو ہم تمہارے بچوں کو رزق دیتے ہیں"

16 ستمبر 1994ء کو چین کے وزیراعظم سے مسئلہ کشمیر سمیت عالمی امور پر اہم تبادلہ خیال کیا۔ 6 اکتوبر 94ء کو ہانگ کانگ اور پاکستان نے توانائی کے شعبہ میں ساڑھے سات ارب ڈالر کے دنیا میں سب سے بڑے منصوبے پر دستخط کئے۔ 14 اکتوبر 94ء کو .سروسز ریویو بورڈ بحال کیا گیا۔ 27 اکتوبر 94ء کو ترکمانستان کے صدر نے تجارتی و اقتصادی تعاون' مشترکہ عدالتی کمیشن کے قیام' سرمایہ کاری کے فروغ دوہرے ٹیکس سے بچاؤ اور قرضوں کے معاہدوں پر دستخط کئے۔ 2 نومبر 94ء کو فرانس گئیں۔ 40 میراج 2000 طیاروں کی خریداری کے علاوہ پاکستان کے لئے ایٹمی بجلی گھر کی فراہمی پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ فرانس نے ایٹمی بجلی گھر کی فراہمی کے علاوہ اس سال 40 کروڑ اور اگلے سال 60 کروڑ فرانک امداد دینے کا وعدہ کیا۔ 11 نومبر 94ء کو کشمیر قرارداد جنرل اسمبلی میں پیش کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

27 نومبر 1994ء کو دورہ برطانیہ پر گئیں۔ دورہ کے دوران برطانوی حکومت اور برطانیہ کے سرمایہ کار اداروں نے پاکستان میں 75 ارب روپے کی سرمایہ کاری کے بہت سے منصوبوں اور معاہدوں پر دستخط کیئے بیرونی سرمایہ کاری کے فروغ اور تحفظ کے معاہدوں میں تیل' گیس اور ہائیڈرل بجلی کی پیداوار اور بنیادی ڈھانچہ (انفراسٹرکچر) کی ترقی کے علاوہ مختلف شعبوں میں ڈیڑھ ارب پاؤنڈ (تقریباً 75 ارب روپے) کی برطانوی سرمایہ کاری کے لیے پاکستان اور برطانیہ کے ممتاز اداروں نے مفاہمت کی آٹھ دستاویزات پر دستخط کیے۔ ان میں آٹھ سمجھوتوں کا تعلق توانائی' بجلی' تیل و گیس کی تلاش کے شعبوں سے ہے۔ ان میں لیسمو برٹس گیس' نیشنل پاور شیل' ایکس پلوزیشن آئی سی آئی' بروکنولمیٹڈ آئل فیلڈر اور گرے ہاؤنڈز ہاؤس شامل ہیں۔ برطانیہ دورہ کے دوران انہوں نے اپنے بیانات میں کہا کہ ''کراچی میں دہشت گردی کے پیچھے بیرونی ہاتھ ہے۔ بھارت چاہتا ہے کہ اس طرح کی فوج کشمیر میں پھنسی ہوئی ہے ہماری فوج بھی کراچی میں موجود رہے۔ سندھ میں سماج دشمن عناصر کے خلاف آپریشن کے لیے 29 ماہ قبل جو فوج بھیجی گئی تھی 30 نومبر 1994ء کو واپس بیرکوں میں جا چکی ہے۔

12 دسمبر 1994ء کو مراکش گئیں اور کاسابلانکا میں ہونے والی اسلامی کانفرنس میں شرکت کی۔ انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ ''اجتماعی سلامتی اور آپس میں مالی اور ثقافتی تعاون کے لیے ایک بلاک بنایا جائے تاکہ دنیا میں غیر مسلم اور اسلام دشمن قوتوں کے خطرات اور پابندیوں کو ناکام بنایا جا سکے۔''

20 دسمبر 1994ء کو ایوان صدر میں چار نئے وزراء نے حلف اٹھایا' این ڈی اے خان وزیر قانون' انصاف و پارلیمانی امور' رضا ربانی وزیر مملکت برائے قانون و انصاف اور شاہ محمود قریشی وزیر مملکت برائے پارلیمانی امور مقرر کیئے گئے۔

2 جنوری 95ء کو ارکان پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کے نااہلی ایکٹ 1977ء میں ایک ترمیم منظور کی گئی جس کے ذریعے ایسے ارکان کے خلاف نااہلی کے ریفرنس دائر کیئے جا سکتے ہیں جو صدر یا وزیر اعظم' گورنروں' وزراء اعلیٰ' چیرمین سینٹ یا سپیکر کو طاقت کے ذریعے یا

طاقت کے استعمال کی دھمکی دے کرایوان کی کاروائی کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کریں گے۔

10 جنوری 1995ء کوامریکی وزیر دفاع ولیم ہیری پاکستان کے دورہ پر آئے ان کے اس بیان پر کہ پاکستان این پی ٹی پر دستخط کردے محترمہ نے جوابی بیان میں کہا کہ یک طرفہ دستخط نہیں کریں گے کیونکہ ایسا کرنے سے علاقے میں طاقت کا توازن بگڑ جائے گا۔ یہ ہماری سلامیت کا مسئلہ ہے جس پر پوری قوم متحد ہے۔ 25فروری 1995ء کوکشمیریوں سے اظہار یکجہتی کے لیے ملک بھر میں مکمل پہیہ جام ہڑتال کی گئی اس موقعہ پرقوم سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ایک خدااور ایک رسول کو ماننے والے کبھی غلامی کی زنجیروں میں نہیں جکڑے جاسکتے۔ کشمیر پر سیکنڈیا تھرڈ آپشن قبول نہیں کریں گے۔

5اپریل 1995ء کوامریکہ کے سرکاری دورے پر گئیں اور 6اپریل 1995ء کو واشنگٹن میں پاک امریکہ کونسل سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''امریکہ پاکستان کو وفاداری کی سزادے رہا ہے جبکہ بھارت کو ہٹ دھرمی کا انعام دیا جارہا ہے۔ نرسیماراؤ این پی ٹی پر دستخط کریں تو میں بھی ایسا کرنے کو تیار ہوں۔'' 8اپریل 1995ء کو نیویارک میں سرمایہ کاری کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ'' پاکستان کو اقتصادی ٹائیگر بنا دیں گے۔امریکہ حکومت اور تاجر ہماری پالیسیوں کے حامی ہیں۔9اپریل 1995ء کو پرنسٹن یونیورسٹی سے خطاب کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ امریکہ جنوبی ایشیا پر بڑی طاقتوں کی کانفرنس بلائے سرد جنگ کے بعد نئے دور میں دوہرے معیار بنانے کی اجازت نہ دے' انسانی وقار اور انصاف کو دنیا بھر میں تحفظ دینے کی یقین دہانی ضروری ہے۔10اپریل 1995ء کو ہاکنز یونیورسٹی میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ایٹمی صلاحیت پر امریکہ یا بھارت سے معذرت کی ضرورت نہیں ہماری ایٹمی صلاحیت بھارتی خطرہ کے خلاف ڈھال ہے۔ 11اپریل 1995ء کومشترکہ کانفرنس میں کلنٹن نے پاکستان سے ناانصافی کا اعتراف کیا اور کہا کہ وہ کشمیر پر ثالثی کے لیے تیار ہیں۔ جواب میں محترمہ بے نظیر نے کہا کہ ہمیں خوشی ہے کہ امریکہ نے کشمیر کو متنازعہ علاقہ تسلیم کر لیا ہے۔2مارچ 1995ء کوامریکہ نے پاکستان کو بلیک لسٹ سے خارج کر دیا۔28مارچ

1995ء کو عوامی نمائندگی کے ایکٹ 1976ء میں ترمیم کی گئی جس کے تحت ارکان قومی و صوبائی اسمبلی اور سینٹ کو ہر مالی سال کے اختتام پر چیف الیکشن کمشنر کے پاس اثاثوں اور واجبات کے گوشوارے جمع کرانے ضروری قرار دیئے گئے۔ اس ترمیم کے مطابق بینکوں کے قرضوں کے نادہندگان بجلی، گیس، ٹیلی فون اور ٹیکس نادہندگان اسمبلیوں اور سینٹ کی رکنیت سے نااہل قرار دیئے گئے۔ 2 جون 1995ء کو پارلیمانی کے چیمبر میں ایک پرہجوم کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگر اندرا گاندھی اپنی جان دے کر ہندوستان بچا سکتی ہے تو میں بھی اپنی جان دے کر کراچی کو بچا سکتی ہوں۔ کراچی کے لوگ حکومت کے ساتھ ہیں یہ جانتی ہوں کہ ہمارے خلاف کچھ بھی ہو سکتا ہے لیکن پیپلز پارٹی کا ہر رکن اس ملک کے لیے جان قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار ہے۔ 4 جون 1995ء کو کہا کہ کراچی کا مسئلہ قومی بقا کا مسئلہ ہے۔ غلط فیصلہ پوری قوم کے پچھتاوے کا باعث بنے گا۔ 20 مارچ 1996ء کو سپریم کورٹ نے عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کرنے کے فیصلہ سنایا جسے تسلیم کرنے میں تاخیر سے کام لیا گیا۔

5 نومبر 1996ء کو صدر فاروق لغاری نے آئین کی دفعہ 58(2) بی کے تحت اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے ان کی حکومت کو برطرف کر دیا۔ قومی اسمبلی توڑ دی اور معراج خالد کو نگران وزیراعظم مقرر کرتے ہوئے 3 فروری 1997ء کو انتخابات منعقد کرانے کا اعلان کیا۔ صدر نے ان کے خلاف جاری کردہ صدارتی فرمان میں آٹھ بڑے الزامات عائد کیے۔ ان میں میر مرتضیٰ بھٹو کے قتل میں ان کے خاوند کے ملوث ہوئے، سپریم کورٹ کے ججوں کے تقرر کے فیصلہ کی توہین، کرپشن کے بل میں ارکان اسمبلی کو سپریم اور ہائی کورٹ کی عدالتوں کے ججوں کے جبری رخصت پر بھیجنے کا اختیار دینا عدلیہ اور انتظامیہ کی علیحدگی میں تاخیر، آئین کی دفعہ 14 کی صریحاً خلاف ورزی، رشوت ستانی کا عروج، فوجداری مقدمات میں ملوث افراد کی کابینہ میں شمولیت اور پاکستان پٹرولیم لمیٹڈ اور برما کیسٹرول حصص بلا اجازت کابینہ و صدر فروخت کرنے جیسے الزامات شامل تھے۔

11 نومبر کو انہوں نے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ عدالت مجھے انصاف دے گی۔ صدر

لغاری کے ہوتے ہوئے منصفانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات نہیں ہو سکتے۔ وہ اپنی برطرفی کو عدالت میں چیلنج کریں گی۔ صدر لغاری نے نہ صرف ان کے ساتھ دھوکہ کیا ہے بلکہ ان کے والد ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ بھی دھوکہ کیا تھا۔ صدارتی اقدام کے بعد آصف علی زرداری کی گرفتاری انتہائی مضحکہ خیز ہے۔

13 نومبر 1996ء کو صدر کے 5 نومبر 1996ء کے حکم کو غیر آئینی' غیر منصفانہ بدنیتی پر مبنی غیر موثر اور کالعدم قرار دینے کے لیے سپریم کورٹ میں آئینی پٹیشن دائر کی گئی۔ جس میں صدر پاکستان وفاق بذریعہ سیکرٹری قانون اور نگران وزیر اعظم ملک معراج خالد کو فریق بنایا گیا ہے۔ پٹیشن آئین کے آرٹیکل 184 (3) کے تحت براہ راست سپریم کورٹ میں دائر کی گئی ہے جو 42 صفحات پر مشتمل تھی۔ پٹیشن میں پانچ ریلیف مانگے گئے یہ کہ صدارتی حکم کو غیر آئینی قرار دیا جائے کیونکہ آئین کی نظر میں وہ آج بھی برقرار ہیں یہ کہ 5 نومبر 1996ء کے بعد صدر نے جو بھی اقدامات کئے' تقرریاں کیں قانون بنائے یا آرڈیننس جاری کئے غیر قانونی قرار دیا جائے اور یہ کہ صدر مملکت کو ہدایت کی جائے کہ وہ اسمبلی کی بحالی کے بعد آئین کے مطابق تمام اقدامات وزیر اعظم اور ان کی کابینہ کی ایڈوائس پر کریں۔

17 نومبر 1996ء کو محترمہ نے کہا کہ لغاری کو کٹھ پتلی وزیر اعظم مل گیا۔ نواز شریف کو بھی راستے سے ہٹا دیں گے صدر نومبر 95ء سے سازشیں کر رہے تھے' 26 ستمبر کو جمہوریت کا قتل کرنا چاہتے تھے' میرا اور نواز شریف کا 8 ویں ترمیم ختم کرنے کا اتفاق ہوا تو جلدی میں اپنے آپ کو بچایا بلوچستان اسمبلی توڑتے وقت الزام لگایا گیا کہ اس کے ارکان فیڈریشن کے خلاف باتیں کرتے تھے لیکن منافقت کی انتہا سندھ میں فیڈریشن کے مخالف کو وزیر اعلیٰ بنا دیا گیا۔ صدر لغاری سیاسی مقاصد کے لیے احتساب کا ڈھونگ رچا رہے ہیں۔ ایم کیو ایم اور قاضی حسین احمد کے لیے مذاکرات کے دروازے آج بھی کھلے ہیں کیا کراچی میں ماورائے عدالت قتل نہیں ہوئے صدر کے کارندوں ارشاد حقانی' نجم سیٹھی اور شاہد جاوید برکی نے مضامین لکھ کر شور مچایا کہ حکومت ٹھیک کام نہیں کر رہی۔ مرتضیٰ کیس کی ایسی تحقیقات تسلیم نہیں جس میں برطانوی سراغ

رساں شامل نہ ہوں سپریم کورٹ نواز شریف کیس کی طرح ہماری پٹیشن کا فیصلہ بھی 37 دن میں دیا جائے گی۔

25 نومبر 1996ء کو الحمرا میں خطاب کرتے ہوئے محترمہ نے کہا کہ اب صدر کی باری ہے۔ سرے محل کا شور مچانے والے یہ محل ہمیں دیدیں دسمبر کی چھٹیوں میں بچے اس کی سیر کر کے خوش ہوں گے' میراج طیاروں کے بعد آبدوزوں کا شوشہ چھوڑا گیا اور 100 ملین ڈالر کی بات کی گئی' آصف زرداری کو گھوڑوں کا شوق شادی سے پہلے کا ہے شکر ہے شراب اور دوسروں چیزوں کا شوق نہیں گھوڑے سیب کھاتے ہیں یا دودھ پیتے ہیں تو ان کے پیسے لغاری نہیں زرداری دیتے ہیں' وہ ایوان صدر میں شوٹنگ رینج بنوانے کا حساب دیں۔

25 نومبر 1996ء کو لاہور پریس کلب میں میٹ دی پریس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ غیر جانبدار نگران حکومت کے تحت اگر نواز شریف آئیں یا لوٹا لغاری پارٹی آتی ہے بسم اللہ ہم قبول کرلیں گے۔ میں پہلے باہر کے دشمنوں سے لڑتی تھی اب اندر اور باہر دونوں دشمنوں سے لڑ رہی ہوں۔ ایک صدر لوٹا بن سکتا ہے ووٹر نہیں اور ووٹر میرے ساتھ ہیں۔

29 جنوری 1997ء کو سپریم کورٹ آف پاکستان نے حکومت اور اسمبلی کی تحلیل کے خلاف کی گئی آئینی پٹیشن مسترد کرتے ہوئے صدر کے اقدام کو درست قرار دیا۔ جسٹس سید سجاد علی شاہ کی سربراہی میں جسٹس سلیم اختر' جسٹس فضل الٰہی' جسٹس ضیاء محمود مرزا' جسٹس راجہ افراسیاب خان' جسٹس ارشاد حسن خان اور جسٹس منور احمد مرزا پر مشتمل سات رکنی بینچ نے چھ ایک چھ ایک کی اکثریت سے مختصر فیصلہ میں کہا کہ ملک میں ایسی صورت حال پیدا ہو چکی تھی کہ صدر مملکت اپنی رائے کی روشنی میں اپنے صوابدیدی اختیارات استعملا کرتے ہوئے اسمبلی تحلیل کرتے۔ حکومت آئین کے مطابق نہیں چل رہی تھی ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حکومت آئین کی بجائے آئین سے تجاوز کر کے چلائی جا رہی تھی۔ حکومت نے نئے ججوں کی تقرری سے متعلق فیصلے سے مکمل انحراف کیا آرٹیکل 190 اور 12 کی خلاف ورزی کی۔ عدلیہ کی تضحیک کی۔ ججوں کو ہراساں کیا گیا اور پندرہویں ترمیم کے لیے متنازعہ بل اسمبلی میں پیش کیا گیا۔ ججوں کو

جبری رخصت پر بھیجنے کے لیے 33 ارکان اسمبلی کو اختیار دینے کی کوشش کی گئی عدلیہ سے انتظامیہ کی علیحدگی میں تاخیر برتی گئی۔ ججوں کے علاوہ سیاسی راہنماؤں فوجی اور سول افسران کے ٹیلی فون ٹیپ کئے گئے۔ سپریم کورٹ نے بے نظیر کیس کو نواز شریف کیس کی روشنی یں دیکھنے کی استدعا کو بھی مسترد کر دیا۔ انہوں نے اپنی حکومت کی برطرفی کے فیصلہ کی اس توثیق کے بعد اخبار نویسوں کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ انصاف نہیں ملا۔ سندھی وزیراعظم بار بار برطرف کیا گیا جبکہ پنجاب کا بحال ہو گیا تھا۔ سپریم کورٹ نے اپنے ہی فیصلوں کے خلاف فیصلہ دیا ہے۔

3 فروری 1997ء کو ہونے والے انتخابات میں انہیں قومی اسمبلی کی 18 ' پنجاب اسمبلی میں 2 ' سندھ اسمبلی میں 34 ' سرحد اسمبلی میں چار اور بلوچستان اسمبلی میں صرف ایک سیٹ ملی اور اس طرح وہ مسلم لیگ کے مقابلے میں بری طرح پٹ گئیں۔ انتخابات کے نتائج منظر عام پر آنے پر انہوں نے نواز شریف کو ان کی خوش قسمتی پر مبارک باد دیتے ہوئے کہ "گڈ لک نواز شریف" اگرچہ انتخابات انجیئرڈ تھے لیکن وہ تحریک چلانے کا ارادہ نہیں رکھتیں۔ نواز شریف نے اپنے کارڈ کامیابی سے کھیلے ہیں اور جتنی اکثریت انہیں ملی ہے اندرا کو بھی نہیں ملی تھی۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ ہنگ پارلیمنٹ وجود میں نہیں آئی۔ ہم پارلیمانی نظام کو ناکام نہیں ہونے دیں گے اور اب میوزیکل چیئر کا چکر ختم ہو جانا چاہیے۔ توقع ہے کہ نواز شریف آٹھویں ترمیم ختم کر دیں گے۔ انتخابات کے نتائج پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ نتائج سے کوئی پریشانی نہیں سسٹم والوں کو خود ہی احساس ہو جائے گا کہ وہ کیا کر بیٹھے ہیں۔ وسیع دھاندلی چھپانا ممکن نہیں جلد ظاہر ہو جائے گی۔

3 فروری 1997ء کے بعد وہ مختصر سی اپوزیشن کے ساتھ قومی اسمبلی میں اپوزیشن لیڈر بنیں اور پھر نواز شریف کے دور میں جسٹس محمد قیوم کے ہاتھوں سزا پانے کے بعد اب تک جلاوطنی کی زندگی گزار رہی ہیں۔

معراج خالد (نگران وزیراعظم)

5 نومبر 1996ء تا 16 فروری 1997ء

معراج خالد لاہور کے ایک نواحی گاؤں میں 1916ء میں پیدا ہوئے۔ 1935ء میں میٹرک اور 1939ء میں اسلامیہ کالج لاہور سے گریجویشن کی۔ باٹا پور میں 45 روپے ماہوار پر کلرک بھرتی ہوئے پھر لاہور مارکیٹ کمیٹی میں 145 روپے ماہوار پر بطور فیس کلکٹر کام کیا۔ اسی دوران 1947ء میں ایل ایل بی کا امتحان پاس کیا۔ وہ ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور 1940ء میں دیہات سے دودھ اکٹھا کر کے ریڑھے پر لاہور لا کر فروخت کرتے تھے۔

معراج خالد کی ذوالفقار علی بھٹو سے پہلی ملاقات میاں عبدالباری کے ہاں 1963ء میں ہوئی۔ وہ ایوب خان کی اسمبلی میں شامل رہے اور ''ضمیر کا بحران'' نامی پمفلٹ لکھ کر مستعفی ہو گئے۔ 1977ء اور 1988ء میں قومی اسمبلی کے سپیکر اور پنجاب کے وزیر اعلیٰ رہے ذوالفقار علی بھٹو کی کابینہ میں وفاقی وزیر قانون' بلدیات اور وزیر زراعت رہے۔ پیپلز پارٹی کے دور اقتدار میں افریقہ اور ایشیا کے تمام ممالک میں ذوالفقار علی بھٹو کے ذاتی سفیر کے حیثیت سے دورے کئے۔ وہ پاکستان کانفرنس آف سوشل ورک کے سیکرٹری جنرل رہے۔ 1974 میں ایشین گیمز تہران اور 1976 میں ورلڈ اولمپک مانٹریال میں نمائیندگی کی ایفروایشین سولیڈر آرگنائزیشن کے صدر کا عہدہ ابھی تک ان کے پاس ہے۔ 1990ء میں بے نظیر سے اختلافات پیدا ہوئے جس پر انہیں پارٹی ٹکٹ نہ دیا گیا۔

5 نومبر 1996ء کو صدر فاروق لغاری نے بے نظیر کی حکومت ختم کر کے انہیں وزارت عظمیٰ کا عہدہ پیش کیا۔ انہوں نے اسی روز نو رکنی کابینہ کے ساتھ حلف اٹھایا۔ اس کابینہ میں صاحبزادہ یعقوب علی (خارجہ) عمر آفریدی (داخلہ) سینٹر شفقت محمود (خوراک وزراعت)

صادق اعوان (صنعت وتجارت) ارشاد حقانی (اطلاعات ونشریات) اور عابدہ حسین (سائنس و ٹیکنالوجی) شامل تھے۔ انہوں نے حلف اٹھاتے ہی احتساب اور 3 فروری 1997ء کو شفاف انتخابات کا وعدہ کیا۔

13 نومبر 1996ء کو ایک اخباری بیان میں کہا کہ 3 فروری 1997ء کو شفاف الیکشن ہوں گے۔ مجھ سے بڑا انارکسٹ کوئی نہیں۔ جن کا احتساب ہو رہا ہے وہی الیکشن جیت گئے تو کیا فائدہ۔ کرپٹ لوگ الیکشن اور عوام احتساب چاہتے ہیں۔ بے نظیر پاگل ہیں وہ صدر کو ننگی گالیاں دیتی ہیں اسی لئے پڑھے لکھے لوگ ان کا ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔ سابق دور میں باجی کا حکم چلتا تھا ناہید خان کے ذریعے وفاقی حکومت چلتی تھی۔ احتساب ہمیں کرنا ہے ہمیں احتساب کا ہی مینڈیٹ ملا ہے۔ میرے سمیت سب کا احتساب ہوگا۔

16 نومبر 1996ء کو کہا کہ ہم عوام سمیت سب لٹیرے ہیں 80 دن میں گند صاف نہیں ہوسکتا۔ 13 کروڑ عوام قوم کی بجائے ہجوم بن چکے ہیں۔ کھاؤ پیو اور چلے جاؤ کا اصول ختم کرنے کے لیے موجودہ نظام نہ بدلا گیا تو ہم پر عذاب نازل ہوگا۔

17 نومبر 1996ء کو کہا کہ بے نظیر اور نواز شریف کے الیکشن لڑنے کا فیصلہ عدالتیں کریں گی۔ احتساب کے لیے انتخابات ملتوی ہوں گے نہ ریفرنڈم ہوگا اور نہ ہی "بادشاہ پارٹی" بنے گی یہ تاثر بھی دور کرنے کی کوشش کریں گے کہ بے نظیر دور سے پہلے جو کچھ تھا وہ درست تھا' ہمارا مینڈیٹ انتخابات کرانا اور احتساب کا آغاز کرنا ہے اس سے تجاوز نہیں کریں گے۔ آرڈی نینس کی زد میں جو بھی آئے گا اس کا احتساب ہوگا اس کام پر پوری سرکاری مشینری لگا دی گئی ہے میرے بارے میں کوئی شکایت ہو تو میرا محاسبہ بھی ہوگا' عوام بدعنوان افراد کا نام ثبوت کے ساتھ سامنے لائیں اور گندی مچھلیوں کو پکڑنے میں مدد کریں۔ مذہبی جماعتوں کو آرٹیکل 62 اور 63 کی شرائط کے نفاذ پر اصرار کی بنیاد پر ووٹ نہ ملنے کا طعنہ نہیں دیا جا سکتا' ایسا انتخابی پیکج تیار کر رہے ہیں جو سب کے لیے قابل قبول ہو' عوام جسے منتخب کریں گے کھلی بانہوں کے ساتھ خوش آمدید کہیں گے۔ سیاسی جماعتوں نے دولت مافیا' ذات برادری اور دھڑے کی بنیاد پر

ٹکٹ دینے کا سلسلہ جاری رکھا تو عوام کا اتنا خوفناک پریشر آئے گا کہ اس کی لہر میں سب بہہ جائیں گے' معجزے دکھانے کا وعدہ نہیں کر سکتا۔ ان کے دور میں مہنگائی کا دور دورہ رہا۔

10 جنوری 1997ء کو ایک اخباری بیان میں کہا کہ مہنگائی نہ کرتے تو ملک دیوالیہ ہو جاتا۔

3 جنوری 1997ء کو کراچی میں پاکستان افروایشین پیپلز سولیڈیرٹی آرگنائزیشن سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کرپٹ لوگوں کے خلاف مضبوط شہادتیں مل گئی ہیں دس روز میں تمام مقدمات درج ہو جائیں گے ہم چاہتے ہیں کہ احتساب میں کوئی سقم نہ رہ جائے۔ بھارت نے کشمیریوں پر ظلم بند نہ کیے تو ٹوٹ جائے گا۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان اختلافات ختم ہوئے بغیر خطے میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ پاکستان میں کچھ قوتیں ابتری برقرار رکھنا چاہتی ہیں انہیں ختم کرنا ہو گا۔ پاکستان پر بین الاقوامی مالیاتی اداروں اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کی بالادستی قائم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے' وسائل پر مخصوص طبقہ کا قبضہ ختم کرانے کے لیے مساوات اور انصاف کا طریقہ اختیار کیا جانا چاہیے۔ بھارت مسلم اقلیت کے بارے میں رویہ بدلے' پاکستانی عوام بڑے سادہ ہیں' نگران حکومت سے 5 سال والے مطالبات کر رہے ہیں' سیاسی' اخلاقی اور معاشی صورت حال نے پاکستانیوں کو دنیا کی مردہ ترین قوم بنا دیا۔ مہنگائی' بے روزگاری اور لوٹ کھسوٹ ہے' قاتلوں کے گروہ ہیں' انسانیت باقی نہیں رہی' ملک اندر سے ٹوٹ چکا ہے۔ صورت حال کو جوں کا توں رکھنے والی قوتوں کی اتھارٹی ختم کرنا ہو گی۔

17 فروری 1997ء کو نواز شریف کے بطور وزیر اعظم حلف اٹھانے پر ان کا دور اقتدار ختم ہو گیا۔

فاروق احمد لغاری

فاروق احمد لغاری کا تعلق لغاری خاندان سے ہے۔ لغاری رندی قبیلہ ہے۔ یہ قبیلہ روائتوں کے مطابق اپنا شجرہ نسب رند کے پوتے نیابت تک پہنچاتا ہے۔ اور اسی نام سے اس قبیلے کا اصلی فرقہ منسوب ہے۔ یہ قبیلہ جنوبی پنجاب میں آباد ہے اور گیارہ فرقوں اور چالیس گروپوں پر مشتمل ہے۔ تالپور میر جنہوں نے انگریزوں کے حملہ سے قبل پچاس سال سندھ پر حکومت کی بھی اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

فاروق احمد لغاری 2 مئی 1940ء کو ڈیرہ غازی خان میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام سردار محمد خان لغاری ہے۔ انہوں نے 1949ء میں اپنا تعلیمی کیریئر ایچی سن کالج لاہور سے شروع کیا۔ آکسفورڈ سے گریجوایشن کی۔ 1963ء میں پاکستان سول سروسز میں چلے گئے اور ڈپٹی سیکرٹری کے عہدہ پر فائز رہے۔ 1975ء میں پیپلز پارٹی

میں شامل ہوئے اور سینٹ کے رکن منتخب ہوئے۔ 1977ء میں وفاقی وزیر بنے۔ ضیاء الحق کے مارشل لاء کے دور میں کچھ عرصہ نظر بند رہے۔ 1988ء میں قومی اور صوبائی دونوں نشستوں سے کامیاب ہوئے۔ پنجاب پیپلز پارٹی کی پارلیمانی پارٹی کے قائد اور کچھ عرصہ پنجاب اسمبلی میں حزب اختلاف رہے۔ قومی اسمبلی کا دوبارہ انتخاب لڑا اور پی پی پی کی حکومت میں وفاقی وزیر بنے۔ الیکشن 1993ء میں قومی اسمبلی کے حلقہ این اے 133 سے انتخاب لڑا اور پاکستان میں سب سے زیادہ 95912 ووٹ حاصل کئے۔ اور محترمہ بے نظیر بھٹو کی حلف برداری کے موقعہ پر بطور وفاقی وزیر حلف اٹھایا۔ پہلے وزارت خزانہ اور بعد میں وزارت خارجہ کا قلمدان سنبھالا۔ ان کی والدہ اور بیوی کا تعلق آفتاب احمد شیرپاؤ کے خاندان سے ہے۔

نومبر 1993ء میں پاکستان ڈیمو کریٹک فرنٹ جس میں پی پی پی اور پاکستان مسلم لیگ (ج) شامل ہیں کے امیدوار کی حیثیت سے صدر پاکستان کے عہدہ کے لئے انتخاب لڑا۔ ان کے مد مقابل سینٹ کے چیئرمین' قائم مقام صدر پاکستان اور

پاکستان مسلم لیگ (ن) کے مضبوط امیدوار وسیم سجاد تھے۔ اس صدارتی انتخاب میں سردار فاروق احمد لغاری نے 274 ووٹ حاصل کئے جبکہ ان کے مد مقابل کو 168 ووٹ ملے۔ ووٹوں کی ترتیب اس طرح رہی۔

حلقہ	فاروق احمد لغاری ووٹ	وسیم سجاد ووٹ
پارلیمنٹ	170	108
پنجاب اسمبلی	24	17
سندھ اسمبلی	39	1
سرحد اسمبلی	20	21
بلوچستان اسمبلی	21	21
میزان	274	168

13 نومبر 1993ء کو انہوں نے آئین کی آرٹیکل 41 کے تحت اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کے نویں صدر بننے کا اعزاز حاصل کیا اور 14 نومبر 1993ء کو اپنے عہدہ کا حلف لیا۔ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس ڈاکٹر نسیم حسن شاہ نے ان سے حلف لیا۔ قیدیوں کی سزا میں تین ماہ کی تخفیف اور سرکاری ملازمین کو ایک ہفتہ کی تنخواہ دینے کا اعلان کیا گیا۔ فاروق احمد لغاری نے اسی روز پی پی پی کے چیف آرگنائزر کے عہدہ اور پارٹی کی بنیادی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا۔

صدر کا عہدہ سنبھالنے کے بعد انہوں نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اب ایوان صدر سازشوں اور تخریب کاری کا مرکز نہیں ہوگا یہاں سے جمہوریت کو تقویت ملے گی۔ پاکستان پیپلز پارٹی وہ جماعت ہے جس کے فلسفہ اور جدوجہد کی بنیاد ہی جمہوریت ہے۔ جس پارٹی نے جمہوریت اور ملک میں آئین اور پارلیمانی نظام کی بالادستی کے لئے اتنی جدوجہد کی ہے وہ پارٹی یا اس سے وابستہ کوئی شخص جمہوریت کو غیر مستحکم کرنے کے بارے میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔ میں

انشاء اللہ آئین کے مطابق اپنا کردار ادا کروں گا۔ ایک ایڈوانٹیج یہ ہے کہ میرے مراسم میری سابق جماعت پاکستان پیپلز پارٹی سے ہیں اور دوستانہ بھی ہیں اور ہم نے اکٹھے مل کر جدوجہد کی ہے۔ ہم نے ملک میں پاکستان میں قانون اور آئین کی بالادستی قائم کرنے اور یہاں ایک منصفانہ نظام قائم کرنے کے لئے اکٹھے مل کر جدوجہد کی ہے۔ میرے خیال میں ایسا کوئی خدشہ نہیں ہے کہ حکومت آئین یا قانون کی خلاف ورزی کرے گی۔ پاکستان کی سیاست میں اعلیٰ عہدوں پر فائز لوگ غیر روایتی کردار بھی ادا کر سکتے ہیں۔ اس کردار کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس وقت حکومت اور اپوزیشن کے درمیان کوئی "بریک ڈاؤن" ہے۔ میں ایک مداخلت کار صدر نہیں بننا چاہتا۔ جہاں ضرورت ہوگی وہاں اپنا کردار ادا کروں گا اور یہ بہتر ہے کہ پارلیمنٹ کو خود مختار رکھ کر اسے اپنا کردار ادا کرنے کا موقع دیا جائے۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ مجھے اپنا کردار ادا کرنے کا موقع دیا جائے۔ اپوزیشن نے خواہ میرے صدر منتخب ہونے پر منفی ردعمل کا اظہار کیا ہو یا انہوں نے اپوزیشن کا کردار ادا کیا ہو میں اپنے آپ کو سارے پاکستان کا صدر سمجھتا ہوں اور میں کوشش کروں گا کہ اگر کوئی ان کی طرف قدم نہ اٹھائے تو میں قدم اٹھاؤں گا۔ تاکہ اپوزیشن کو یہ احساس نہ ہو کہ ان سے کوئی غیر منصفانہ سلوک کیا جائے گا۔

میرے خیال میں اس وقت اپوزیشن کو بات چیت کی دعوت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ میں ایک مداخلت کار صدر نہیں بننا چاہتا۔ لیکن بہت سارے غیر رسمی مواقع ہوں گے جب ان سے بات چیت ہوگی۔ میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت خارجہ پالیسی ملکی سلامتی اور معاشی پالیسیوں کی تشکیل کے سلسلے میں دو جماعتی تعاون چاہتی ہے مجھے یقین ہے کہ حکومت اور اپوزیشن بیٹھ کر اس سلسلے میں لائحہ عمل طے کریں گے۔ خارجہ پالیسی اور سلامتی امور سے متعلق آئین میں میری جو بھی ذمہ داریاں ہیں میں وہ پوری کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ پاکستان اور امریکہ کے درمیان تعلقات اب بہتری کی طرف آگے

بڑھیں گے۔ گورنروں کی تقرری کا انحصار حکومت پر ہے اور میں آئین کے مطابق اپنے فرائض انجام دوں گا۔ ایم کیو ایم نے جس غیر مشروط انداز میں صدارتی انتخاب میں پی ڈی ایف کو ووٹ دیا ہے وہ اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ ایم کیو ایم "مین سٹریم سیاست" میں واپس آنا چاہتی ہے۔ ایم کیو ایم کو سندھ کے شہروں میں عوام کی بڑی اکثریت کی حمایت حاصل ہے میں کوشش کروں گا کہ ایم کیو ایم کو ان کے جائز اور آئینی حقوق ملیں۔

ملک میں آزادانہ' منصفانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات کے بعد جمہوریت کی جڑیں مضبوط ہوگئی ہیں اور اس سے پارلیمانی نظام خوش اسلوبی سے اپنا کردار ادا کرسکے گا۔ حلف برداری کی تقریب کے بعد اخبار نویسوں بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ جمہوریت کی بحالی کیلئے پیپلز پارٹی اور دوسری جماعتوں کی کوششیں ثمر آور ثابت ہوئی ہے اور ہم پاکستانی عوام کے شکر گزار ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اپوزیشن اپنا کردار مثبت انداز میں ادا کرے گی۔ وہ کسی تفریق و امتیاز کے بغیر اور آئین کے تقاضوں کے مطابق صدر مملکت کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیں گے اور خود کو پورے ملک کا صدر سمجھیں گے۔ وہ آٹھویں ترمیم کو ختم کر کے صدر کے کچھ اختیارات کم کرنے کے حامی ہیں۔ ان کی کوشش ہوگی کہ وہ اپوزیشن سمیت ملک کی تمام سیاسی پارٹیوں کے ساتھ مساویانہ رویہ رکھیں اور سب سے ان کے رابطے رہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ پاکستان جمہوریت کے لئے ایک خوش آئندہ بات ہے کہ یہاں وزیراعظم اور صدر دونوں پیپلز پارٹی سے ہیں کیونکہ پیپلزپارٹی وہ جماعت ہے جس کا سارا فلسفہ اور پوری بنیاد جمہوریت ہے۔ جس پارٹی نے جمہوریت کے لئے جدوجہد کی اور قربانیاں دیں اس پارٹی سے یہ توقع کیسے کی جاسکتی ہے کہ اس کے رہنما یا لوگ جن کی اس پارٹی سے وابستگی رہی ہو وہ اس قسم کی آمرانہ سوچ رکھ سکیں۔ ہم نے اپنی پوری سیاسی زندگی میں جمہوریت کے لئے جہاد کیا ہے جس مقصد کے لئے ہم نے جہاد کیا وہ بھی یہ تھا کہ پاکستان میں آئین کے مطابق پارلیمانی نظام قائم ہو۔

17 ستمبر 1993 کو کہا کہ آٹھویں ترمیم ایک لعنت ہے متحد ہو کر ختم کریں یہ ترمیم جتنی جلدی منسوخ کر دی جائے ملک کے سیاسی استحکام کے لئے اتنا ہی بہتر ہے۔ 16 فروری 1994 کو سرحد حکومت کو ورانگ دی گئی 19 فروری 1994 کو سول سروئٹس ترمیمی آرڈیننس جاری کیا گیا' 26 فروری 1994 کو سرحد حکومت کو برطرف کر کے گورنر راج نافذ کر دیا گیا اور اسمبلی کے اختیارات پارلیمینٹ کو تفویض کر دیئے گئے۔ حکومت کی ایٹمی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے 28 جنوری 94ء کو کہا کہ مساویانہ بنیاد پر غیر ایٹمی علاقے کی تجویز کا خیر مقدم کریں گے اور تعاون بھی کریں گے۔ 2 مئی 94ء کو لندن میں کہا کہ ایٹمی پھیلاؤ پر یکطرفہ پابندی قبول نہیں کریں گے۔ 25 مئی 1994ء کو انہوں نے واشنگٹن میں امریکہ کے نائب صدر الگورے سے 40 منٹ ملاقات کی اور مسئلہ کشمیر' پاکستان کی سلامتی اور بالخصوص بھارت کی طرف سے میزائلوں کی تیاری کے بارے میں گفتگو کی۔ انہوں نے باور کروایا کہ مسئلہ کشمیر پر پاک بھارت جنگ چھڑ سکتی ہے 27 مئی 1994ء کو نیویارک میں ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بھارتی میزائلوں کی تنصیب سے جنوبی ایشیا میں صورت حال خراب ہوئی ہے۔ اور مسئلہ کشمیر سے پیدا ہونے والی کشیدگی کو نیا رخ ملا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پرتھوی میزائلوں کا ہدف صرف پاکستان ہے۔ امریکہ سے خفیہ نہیں بلکہ خاموش ڈپلومیسی چل رہی ہے۔

یکم جون 1994ء کو ان کے خلاف مہران سکینڈل میں ملوث ہونے کے ثبوت مہیا کئے گئے امریکہ سے واپسی پر انہوں نے ایک پرہجوم پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مہران سکینڈل میں ملوث کرنے سے متعلق اپوزیشن کے تمام الزامات غلط لغو اور بے بنیاد ہیں اپوزیشن کی جانب سے انہیں اس جھوٹے سکینڈل میں ملوث کئے جانے اور ذاتی شہرت کو نقصان پہنچانے کے جرم میں وہ قانونی چارہ جوئی کے لئے عدالت جانیکا حق رکھتے ہیں تا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔ صدر کا عہدہ معمولی نہیں اگر اپوزیشن اور اخبارات کے پاس صدر کے بارے میں سچ ہے تو اسے ضرور اچھالیں اور اگر ان الزامات میں رتی بھر بھی سچائی

ہو تو صدر مملکت کو اس منصب پر ایک سیکنڈ بھی فائز رہنے کا حق حاصل نہیں لیکن جھوٹ کے اس پلندے کو اچھالنے سے ملک و قوم کا نقصان ہوتا ہے۔ انہوں نے مہران بنک سے کسی قسم کی غیر قانونی رقم حاصل نہیں کی اپوزیشن نے جن بنک ڈرافٹس اور چیکوں کا حوالہ دیا ہے وہ رقم میں نے ڈیرہ غازی خان میں واقع اپنے آبائی فارم کی فروخت کی مد میں حاصل کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ان کا کسی سکینڈل سے کوئی تعلق نہیں۔ فروخت کی جانے والی زمین 631 ایکڑ پر مشتمل تھی جو ہمارے اہل خانہ کو ورثہ میں ملی اس میں میری ذاتی زمین بہت کم تھی جبکہ دیگر مالکان میں میرا بیٹا، بیٹی، بہنیں اور ان کے بچے شامل تھے۔ زمین کے مالکان نے مجھے پاور آف اٹارنی دے کر یہ اختیار دیا کہ میں فروخت کر کے ان کا حصہ انہیں ادا کروں۔ یہ زمین 32 ہزار روپیہ فی ایکڑ کے حساب سے فروخت ہوئی اور یہ قیمت علاقے کی زمین کے مطابق تھی جو صوبے کے دیگر حصوں سے بہت کم ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ زمین کراچی کے جن چھ افراد کو فروخت کی گئی ان میں عبدالحمید، محمد یونس، محمد ندیم، محمد الیاس، محمد سلیم اور محمود اختر شامل ہیں۔ ان پر الزام لگانے والوں کو حقیقت میں غلط کوائف ملے ہیں انہیں یہ معلوم ہی نہیں زمین کس کی تھی اور کس کے ذریعے فروخت ہوئی۔ اس زمین کا انتقال رجسٹری اور بیع نامہ وزیر داخلہ کے حوالے کریں گے جو اخبارات کو جاری کریں گے۔ یہ معاملہ ایسے موقع پر اٹھایا گیا جب میں بیرون ملک حساس معاملات پر مذاکرات میں مصروف تھا۔ بہتر ہوتا کہ اپوزیشن ایک دو دن مزید انتظار کر لیتی، قائد حزب اختلاف ایک ذمہ دار فرد ہوتا ہے انہیں اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہئے تھا۔ اپوزیشن نے صدر پر الزامات عائد کرتے ہوئے ایک کتاب شائع کی جس میں کہا گیا کہ ہم نے ڈیرہ غازی خان میں سستے داموں زمین خرید کر کے سول ایوی ایشن اتھارٹی کو فروخت کر دی یہ الزام بھی بے بنیاد اور من گھڑت ہے۔ میں نے نہ کوئی زمین خریدی ہے اور نہ ہی سول ایوی ایشن کو فروخت کی ہے اگر اپوزیشن کا اشارہ ڈیرہ غازیخان میں تعمیر ہونے والے ہوائی اڈے کی زمین کی طرف ہے تو اس زمین سے ہمارا کوئی تعلق

نہیں یہ ہزاروں ایکڑ زمین بے آب و گیاہ ہے۔ میری پوری سیاسی زندگی اور سیاسی کردار بے داغ رہا ہے میں اپنی پوزیشن کا فائدہ اٹھا کر منافع حاصل کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

جب میں نے اپنے فارم کی زمین فروخت کی تو مجھے مہران بنک کے ذریعے ادائیگی کی جاتی تھی اور میرا کوئی اکاؤنٹ نہیں تھا۔ سودے کے بعد میں نے اپنا اکاؤنٹ کھولا یہ ادائیگی ستمبر 93ء اور جنوری 94ء کے درمیان تین قسطوں میں ہوئی اور اس کا ریکارڈ وزارت داخلہ کے پاس موجود ہے۔ قائد حزب اختلاف گزشتہ ایک ماہ سے صحافیوں کو اخبارات لہرا لہرا کر دکھا رہے ہیں میرا اس سے کوئی تعلق نہیں لیکن مہران سکینڈل میں مجھے ملوث کیا گیا ہے اس لئے اس کا جواب دینا ضروری سمجھا۔ میرے دورہ امریکہ سے پہلے صدر' وزیراعظم اور ان کے شوہر پر اپوزیشن کی طرف سے یہ الزام لگایا گیا کہ انہوں نے ایک ملین کاٹن سستے داموں خرید کر مہنگی فروخت کی۔ وہ اس معاملے پر بھی عدالت میں جائیں گے کاٹن کی قیمت میں اضافہ عالمی اور مقامی مارکیٹ کی وجہ سے ہوا اگر ہم نے ایسی کوئی چیز خریدی ہوتی تو یہ کبھی چھپی نہ رہتی۔ دراصل اپوزیشن صدر کے عہدے کو بدنام کرنے پر تلی ہوئی ہے۔

قائد حزب اختلاف ایک ذمہ دار شخصیت ہوتی ہے انہیں حقائق کے منافی الزام تراشی کا کوئی حق نہیں جہاں تک مہران بینک میں اپنا اکاؤنٹ کھولنے کا تعلق ہے تو یہ اکاؤنٹ اسی زمین کی خریداری کے سلسلے میں کھولا گیا کیونکہ زمین کے خریداروں کے اکاؤنٹس اسی بینک میں تھے یہ 16 ستمبر 93ء میں ہوا اور اس کی رقم تین اقساط ستمبر سے جنوری تک ادا کی گئیں۔ قائد حزب اختلاف ایک ماہ سے ان کاغذات کو لہراتے پھر رہے تھے اور دعویٰ کر رہے تھے کہ انہیں صدر لغاری کے بارے میں ثبوت مل چکے ہیں لیکن میں نے کوئی بات اس لئے نہیں کی کہ وہ یہ ثبوت پیش تو کریں مجھے یوں لگتا ہے کہ اپوزیشن کو صرف بینک ڈرافٹ کی نقول مل گئیں اس کے پس منظر کا انہیں کوئی علم نہیں تھا جہاں تک مہران بینک کا تعلق

ہے اس کے بارے میں وفاقی حکومت نے اس کی تحقیقات کرائی ہے حکومت ذمہ دار افراد کو عدالتوں میں لے کر جائے گی تاکہ انہیں کیفر کردار تک پہنچایا جاسکے۔ میری زندگی کھلی کتاب کی مانند ہے بلکہ ماضی اس کا گواہ ہے میں نے اپنے عہدوں کو کبھی ذاتی مفادات کیلئے استعمال نہیں کیا۔ یہ ساری مہم صدر کے عہدے کو بدنام کرنے کی منظم سازش کے سوا کچھ بھی نہیں۔ جنرل اسد درانی کے ساتھ مل کر نواز شریف کی منتخب حکومت کے خلاف سازش کے الزام کے بارے میں جواب دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہم اپنی سیاست عوام کے ساتھ کرتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ انٹیلی جنس چیف سے کوئی بات نہیں کرنی چاہئے بہت سارے لوگوں سے ملکی امور کے بارے میں بات ہوتی ہے سماجی تقریبات میں ملاقات ہوتی ہے۔ لیکن ہم کسی فوجی افسر کے پاس اس لئے نہیں گئے کہ سازش کریں ہم عوام کے ساتھ مل کر جدوجہد کرنے والے لوگ ہیں۔

صدر کی حیثیت سے اپنے کردار سے مطمئن ہیں بہرحال اس کا صحیح فیصلہ تاریخ کرے گی اس وقت ملک میں آزادی ہے آئین اور قانون کے تحت اظہار رائے پر کوئی پابندی نہیں لیکن جھوٹی نکتہ چینی یا الزام تراشی کے مرتکب افراد کے خلاف عام عدالتوں میں قانونی چارہ جوئی ہونی چاہئے جن لوگوں نے پاکستان کے مالیاتی وسائل کو لوٹا ہے حکومت کا فرض ہے کہ انہیں کیفر کردار تک پہنچائے تاہم موجودہ سیاسی فضا میں زیادہ گھبرانے کی ضرورت نہیں حقائق خود بخود سامنے آجائیں گے۔ پاکستان کی منتخب قیادت ملک کے مفادات پر کوئی سودے بازی نہیں کرے گی جو لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے پاکستان کے مفاد پر سودے بازی کی ہے وہ چھوٹے ذہن کے مالک ہیں۔ ہم پاکستان کے مفادات کا تحفظ ان لوگوں کے مقابلے میں زیادہ بہتر جانتے ہیں جو عوام کے ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

میں نے امریکی حکام سے بات چیت کے دوران ان پر واضح کیا ہے کہ پاکستان اپنے ایٹمی پروگرام کے سلسلے میں کوئی یکطرفہ پابندی قبول نہیں کرے گا میں نے امریکی

حکام سے بات چیت کے دوران انہیں کشمیر کے مسئلہ پر تفصیل سے پاکستان کے موقف سے آگاہ کیا اور انہیں بتایا کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان کشیدگی اس وقت تک ختم نہیں ہوسکتی جب تک کشمیر کا مسئلہ کشمیری عوام کی خواہشات کے مطابق حل نہیں ہوتا اور اقوام متحدہ کی قرار دادوں کے مطابق کشمیریوں کو ان کا حق خود اختیاری نہیں دیا جاتا۔ امریکی حکام پر یہ بھی واضح کیا ہے کہ اگر کشمیر کا مسئلہ حل نہ ہو تو پاکستان اور بھارت کے درمیان اس مسئلہ پر جنگ بھی ہوسکتی ہے۔ خاموش سفارت کاری کا مطلب یہ نہیں کہ ہم امریکہ سے کوئی خفیہ سمجھوتہ کر رہے ہیں امریکہ نے پاکستان اور بھارت دونوں کے ساتھ خاموش سفارت کاری کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ میں نے امریکہ میں کوئی ایسا کام نہیں کیا جو ملک اور قوم کے وقار کے منافی ہے۔ جب میں امریکہ جانے والا تھا تو اس وقت کہا گیا کہ میں امریکہ میں صدر کلنٹن اور دوسرے اعلیٰ ترین حکام سے ملاقات کروں گا اور پاکستان کے مفاد پر سودے بازی کروں گا لیکن جب میں صدر کلنٹن سے نہیں ملا تو کہا گیا کہ اس سے پاکستان کی بے عزتی ہوگئی ہے۔ میرا دورہ محکمہ خارجہ نے مرتب کیا تھا اور اس دورے میں میری صدر کلنٹن سے ملاقات کا پروگرام سرے سے نہیں تھا بنیادی طور پر میری ملاقات امریکی نائب صدر اور سیکرٹری خارجہ سے تھی جب ہم واشنگٹن پہنچے تو اس وقت بتایا گیا کہ صدر کلنٹن بھی ملاقات کے لئے آئیں گے لیکن بعد میں وہ اپنی مصروفیات کے باعث میری اور نائب صدر الگورے کی ملاقات میں نہیں آسکے۔ پریسلر ترمیم پاکستان کے خلاف ہے کیونکہ اس ترمیم میں صرف پاکستان نشانہ بنتا ہے۔

میں نے امریکی حکام کو بتایا کہ پریسلر ترمیم پاکستان اور امریکہ کے تعلقات کی بہتری کے راستے میں رکاوٹ ہے یہ ہمارے مفادات کے خلاف ہے۔ ہم نے امریکی انتظامیہ پر زور دیا ہے کہ وہ کانگریس سے اس قانون کو ختم کرانے میں اپنا اثر و رسوخ استعمال کرے تاکہ پاکستان اور امریکہ کے تعلقات پریسلر ترمیم کے منحوس سایہ سے پاک ہوسکیں۔ ہمارا خیال ہے کہ امریکی انتظامیہ شاید اس قانون کو ختم

نہیں کراسکتی تاہم اس پریسلر کے اردگرد ایسے راستے تلاش کئے جائیں جن سے پاکستان کو اس ترمیم سے کم سے کم ایک مرتبہ استثنی حاصل ہوسکے۔ہماری یہی کوشش ہے کہ پاکستان امریکہ تعلقات کو مزید پریسلر ترمیم تک نہ محدود رکھا جائے۔ خود امریکی انتظامیہ کو احساس ہے کہ پریسلر ترمیم ایک امتیازی قانون ہے۔

ہم نے ایف۔ 16 کے معاملے کو ایٹمی ہتھیاروں کے پھیلاؤ کے مسئلہ سے الگ کر دیا ہے ہمارا موقف ہے کہ ایف۔ 16 طیاروں کیلئے پاکستان نے 688 ملین ڈالر کی رقم فراہم کر رکھی ہے اس لئے امریکہ یہ طیارے فراہم کرے اگر امریکہ ایسا نہیں کرسکتا تو پھر رقم واپس کر دے۔ میں نے امریکی حکام پر واضح کر دیا ہے کہ کشمیر پاکستان اور بھارت کے درمیان کشیدگی کا باعث ہے۔ کشمیر کے مسئلہ کو جنوبی ایشیاء میں ایٹمی ہتھیاروں کی دوڑ سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔

مہران سکینڈل کے بارے میں بے بنیاد الزامات عائد کرنے پر وہ نواز شریف کے خلاف عدالت میں دعویٰ کریں گے تاکہ ہر کوئی اس بارے میں حقائق سے آگاہ ہوسکے۔ انہوں نے نواز شریف کے رویہ پر افسوس کا اظہار کیا۔ توقع ظاہر کی کہ امریکی سرمایہ کار پاکستان میں سالانہ 2 ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کریں گے۔ یہ سرمایہ کاری زیادہ تر توانائی کے شعبے میں ہوگی۔ امریکی سرمایہ کاروں اور صنعت کاروں سے جتنی ملاقاتیں کی ہیں ان سے مجھے یہ تاثر ملا ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اب پاکستان میں سیاسی اور معاشی سطح پر استحکام ہے۔

پاکستان میں جمہوریت پروان چڑھ رہی ہے اور موجودہ منتخب حکومت نے بجٹ کے خسارے کو کم کرنے کیلئے جو اقدامات کئے ہیں امریکی سرمایہ کاری کرنے والے ادارے اس سے بڑے مطمئن ہیں۔ اسی طرح حکومت افراط زر کی شرح کم کرنے کیلئے جو اقدامات کر رہی ہے ان کی تعریف کی گئی ہے۔ میرا اپنا اندازہ ہے کہ امریکی سرمایہ کار 2 ارب ڈالر تک کی پاکستان میں سرمایہ کاری کریں گے۔ عالمی بینک' آئی ایم ایف اور آئی ایف سی نے واضح طور پر عندیہ دیا ہے کہ پاکستان میں وہ سرمایہ کاری کے لئے فضا کو سازگار خیال کرتے ہیں امریکی کمپنیوں نے توانائی اور

ٹیلی کمیونی کیشن کے شعبوں میں سرمایہ کاری پر رضا مندی ظاہر کی ہے۔ نیویارک میں 26 مئی کو پاکستان کے پیشہ ور افراد کی ایسوسی ایشن نے جو استقبالیہ دیا تھا اس میں 21 امریکی کارپوریشنوں کے نمائندوں نے شرکت کی' مسٹر معین قریشی اور مسٹر گرین برگ نے جو عشائیہ دیا تھا اس میں بڑی تعداد میں امریکی سرمایہ کاروں نے شرکت کی تھی۔

17 جون 1994ء کو سپریم کورٹ کے جسٹس عبدالقدیر چودھری کے سربراہی میں مہران سکینڈل کی تحقیقات کے لئے کمیشن مقرر کرتے ہوئے کہا کے عدالتی کمیشن کی رپورٹ آنے پر محمد نواز شریف کے خلاف مقدمہ دائر کرونگا۔

17 نومبر 1994ء کو پارلیمینٹ کے مشترکہ اجلاس میں اپوزیشن کے زبردست احتجاج کے باوجود انہوں نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ قومی امور پارلیمینٹ کے اندر طے ہونا چاہئیں' وزیراعظم ، حزب اختلاف کے لیڈر سینٹ کے چیئرمین اور قومی اسمبلی کے سپیکر کے ساتھ بیٹھ سکتے ہیں اور پارلیمانی نظام کو بہتر اور موثر طور پر چلانے کیلئے اصول و قواعد مرتب کرسکتے ہیں۔ میں تجویز کرتا ہوں کہ اس سلسلہ میں ابتداء فوراً" کر دی جائے اور یہ پختہ عزم کیا جائے کہ ہر قسم کی ذاتی حملوں سے احتراز کیا جائے گا اگر کوئی سمجھتا ہے کہ ذاتی حملے کرنے سے کسی کے حامی خوش ہوتے ہیں تو اب وقت آگیا ہے کہ ایسے حامیوں کی تربیت کی جائے ان کی اصلاح کی جائے نہ کہ ان کے جذبات کے آگے ہتھیار ڈالے جائیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی واضح اکثریت اس بات سے اتفاق کریں گی کہ گالم گلوچ اور ذاتی حملے نہ صرف اس شخص کی اہانت کا باعث ہوتے ہیں جوان کو شروع کرتا ہے بلکہ ان سے پارلیمینٹ کا وقار بھی متاثر ہوتا ہے جسے قائم رکھنے کیلئے ہم سب کا آئینی فریضہ ہے۔ دستور پاکستان کا حوالہ دیتے ہوئے صدر مملکت نے کہا کہ ہمیں اس اعتبار کو ٹھیس نہیں پہنچانی چاہئے اور ہم ایسا کر بھی نہیں سکتے ہم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ اس بات کو یقینی بنائے کہ حکومت آئین اور قانون کے مطابق چل رہی ہے یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب ہم سب انفرادی اور اجتماعی طور پر پارلیمینٹ کے

امور میں حصہ لیں۔ حکمران اور حزب اختلاف کی جماعتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ کام کر کے پارلیمینٹ کے مسلسل اقتدار اعلیٰ کی ضمانت فراہم کرنی چاہئے۔ اس پارلیمینٹ نے بہت سی توقعات کے سایہ میں جنم لیا تھا اس کی قومی اسمبلی ایسے انتخابات کے نتیجہ میں وجود میں آئی ہے جسے اندرون ملک اور بیرون ملک آزادانہ اور منصفانہ قرار دیا گیا ہے۔ حکومت نے مسائل کو حل کرنے کے لئے کئی جراتمندانہ اقدامات کئے ہیں۔پہلے سال میں ان اقدامات سے جو نتائج حاصل ہوئے ہیں وہ حکومت کیلئے اطمینان بخش ہیں۔

ہر جگہ نئے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کیلئے قومیں اصلاحات کے مرحلوں سے گزر رہی ہیں۔ نجی شعبہ کی اقتصادی پالیسیاں اسی تقاضے کو مدنظر رکھ کر بنائی گئی ہیں۔ یہ نجی شعبہ کو اقتصادی انتظام میں رہنمائی کا کردار ادا کرنے کا موقع دے رہی ہے۔ نجی شعبہ کی طرف سے جو مثبت رد عمل ہوا ہے وہ ان پالیسیوں کی کامیابی کا ثبوت ہے۔ پارلیمینٹ گزشتہ ایک برس میں اپنی کارکردگی کے بارے میں بھی اطمینان کا اظہار کرسکتی ہے۔ قومی اسمبلی نے 33 بل پاس کئے اور سینٹ نے 18 بلوں کی منظوری دی۔ انہوں نے کہا کہ گزشتہ سال ملک کو ایک صورتحال کا سامنا کرنا پڑا جس میں غیر ملکی زرمبادلہ کے ذخائر 300 ملین امریکی ڈالر کی حد تک گر گئے تھے جو دو ہفتے کی درآمدات کے لئے بھی کافی نہ تھے۔ بجٹ کا خسارہ مجموعی قومی پیداوار کے 8 فیصد کی حد تک بڑھ گیا تھا۔ افراط زر 20 فیصد سالانہ سے بھی زیادہ شرح سے بڑھ رہا تھا اور اقتصادی ترقی کے امکانات مناسب انفراسٹرکچر کے فقدان اور خاص طور پر توانائی کی کمی کی وجہ سے بری طرح متاثر ہو رہے تھے۔ انہوں نے کہا حکومت نے اپنے لئے دو بڑے ہدف مقرر کئے۔ اول اقتصادی نظام کی بگڑتی ہوئی صورتحال کو روکنا' دوئم انفراسٹرکچر کو بہتر بنانا اور ان میں اضافہ کرنا' کیونکہ اس کی متزلزل صورت حال اقتصادی ترقی کے مجموعی امکانات کو متاثر کر رہی تھی۔ حکومت کو فوری اقدامات کرنے تھے اس نے کئی جرات مندانہ اور بعض غیر مقبول فیصلے کئے تاکہ میکرو اقتصادی ڈھانچہ کا توازن بحال ہو۔ یہ بات قابل ستائش ہے

کہ حکومت نے یہ کام کسی منی بجٹ کے بغیر کرلیا۔ حکومت نے دولت مند زمینداروں پر زرعی ٹیکس عائد کیا سٹیٹ بینک آف پاکستان کی خود مختاری کی توثیق کی جنرل سیلز ٹیکس کا دائرہ بڑھا دیا اور ٹیکسوں کے نظام میں اصلاحات کیں۔ ان اقدامات کے بہتر نتائج برآمد ہوئے اور حکومت غیر ملکی زرمبادلہ کے ذخائر کو 3 بلین امریکی ڈالر کی ریکارڈ سطح تک بڑھانے میں کامیاب ہوئی اور اس نے بجٹ کا خسارہ مجموعی داخلی پیداوار کے 5.8 فیصد تک کم کر دیا جو اس سال 4 فیصد تک رہ جائے گا۔ اقلیتوں کا ذکر کرتے ہوئے صدر مملکت نے کہا کہ قرار داد مقاصد کا تقاضا ہے کہ مملکت اقلیتوں کے لئے مناسب سہولتیں فراہم کرے تاکہ وہ اپنے مذہب پر عمل کرسکیں اور اپنی ثقافت کو ترقی دے سکیں۔ آئین میں ان کے جائز حقوق اور مفادات کے تحفظ کی ضمانت موجود ہے' پاکستان کے تمام مسلم شہریوں کا دینی فریضہ ہے کہ وہ اپنے درمیان رہنے والی اقلیتوں کی حفاظت کریں۔ حکومت آئینی ضمانتوں پر عملدرآمد کرنے کی پابند ہے اور وہ قانون کے مطابق اقلیتوں کو مساوی حقوق دینے کی ضامن ہے۔ بہبود آبادی کے بارے میں صدر مملکت نے کہا کہ حکومت پاکستان میں خواتین کی حیثیت میں ڈرامائی ترقی لانے کا عزم کئے ہوئے ہے وہ یہ بھی محسوس کرتی ہے کہ ملک کی ترقی اور خوشحالی میں خواتین کی صلاحیتوں سے اب تک مناسب فائدہ نہیں اٹھایا گیا' اس مقصد کو مد نظر رکھتے ہوئے حکومت ایسا ساز گار ماحول بنانا چاہتی ہے جہاں خواتین مکمل احساس تحفظ کے ساتھ قومی ترقی میں اپنا کردار ادا کرسکیں۔ اس ضمن میں اقدامات کئے گئے ہیں ان میں خواتین کے لئے مفت قانونی امداد جو اپنے طور پر مالی لحاظ سے عدالتوں سے رجوع نہ کرسکیں' خواتین پولیس فورس کا قیام' خواتین کے لئے علیحدہ پولیس سٹیشنوں کا قیام اور اعلیٰ عدالتوں میں خواتین ججوں کا تقرر شامل ہیں۔ ملک کے مختلف صوبوں میں زچہ و بچہ بہبود مرکز کے علاوہ خواتین کے صنعتی مرکز بھی قائم کئے گئے ہیں جہاں خواتین ذرائع آمدنی پیدا کرنے کے لئے خصوصی مہارت حاصل کرسکیں گی' قانون ساز اداروں میں خواتین کی نشستیں بحال کرنے کے سلسلہ میں بھی کوششیں ہو رہی

ہیں۔ انسداد منشیات کے بارے میں صدر مملکت نے کہا کہ منشیات کا پھیلاؤ اور استعمال اور بڑے پیانہ پر منشیات کی ترسیل بھی ہماری مملکت اور معاشرے کی بنیادی ستونوں کے لئے ایک سنگین خطرہ ہے' 1980ء میں منشیات کے عادی چند سو افراد کی تعداد بڑھ کر اب 3 ملین کی خوفناک حد تک پہنچ گئی ہے' حکومت کو اس اضافہ پر بڑی تشویش ہے اور اس نے اس لعنت کو روکنے کے لئے بعض بنیادی اقدامات اٹھائے ہیں' ان میں منشیات کی نقل و حمل میں ملوث مجرموں کے لئے سزائے موت' منشیات کی تجارت میں ملوث ہونے کے جرم میں دو سال یا اس سے زائد سزا یافتہ افراد کی جائیداد کی ضبطی وغیرہ شامل ہیں اور منشیات کے عادی افراد کی معاشرے میں بحالی کے اقدامات کے ساتھ ساتھ منشیات کے استعمال کے خلاف موثر اقدامات کئے جا رہے ہیں' منشیات کی تجارت کے متعلق مختلف قوانین کو یکجا کیا جا رہا ہے اور پاکستان نارکوٹکس کنٹرول بورڈ اور اینٹی نارکوٹک فورس قوانین نافذ کرنے کی ذمہ داری ہوگی اور ڈائریکٹوریٹ جنرل آف ڈیمانڈ ریڈکشن پلاننگ عوام میں منشیات کے خلاف شعور پیدا کرنے اور منشیات کے عادی افراد کے علاج اور معاشرے میں انہیں بحال کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔

صدر لغاری نے کہا کہ عوام بدعنوانی سے تنگ آچکے ہیں ایک بدعنوان معاشرے زیادہ عرصہ قائم نہیں رہ سکتا کیونکہ یہ بے انصافی پر مبنی معاشرہ ہوتا ہے صرف ان لوگوں کو حقوق ملتے ہی جو انکی قیمت ادا کرسکتے ہیں جو یہ نہیں کرسکتے وہ مایوس اور بددل ہو جاتے ہیں اور یہی چیز انہیں آخر کار تشدد پر ابھارتی ہے۔ صدر نے کہا بدقسمتی سے بدعنوانی کئی برسوں سے زندگی کے تمام شعبوں میں سرائیت کر گئی ہے یہ ایک قومی مسئلہ ہے اور ایک غیر جماعتی حل کا متقاضی ہے ہم سب کو اجتماعی طور پر پہل کرنی چاہئے کیونکہ جب تک ہم عوامی نمائندے اپنی صفوں سے بدعنوانی کو ختم نہیں کرینگے ہم دوسروں سے بہتر رویئے کی توقع نہیں رکھ سکتے۔ انہوں نے کہا ہمارے پاس اختیار ہے لیکن غریب ووٹر کے سامنے کوئی راہ نہیں۔ یہ ہمارا قومی اور آئینی فریضہ ہے کہ ہم آگے بڑھیں اور ابتدا کریں۔ انہوں نے کہا کہ میں آپ

کے غورو فکر کے لئے یہ تجویز رکھتاہوں کہ تمام قوانین اور ضابطوں میں صوبدایدی اختیارات کی حد کم سے کم کر دی جائے خاص طور پر کوئی کام کرتے وقت قواعد کو یکسر نظر انداز کر دینے کی روش ختم کر دی جائے۔ عام آدمی کے دل میں حکومت کا اعتبار حکومت کی منصفانہ کارکردگی کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے قائم نہیں ہوگا اس کا اعتبار اس وقت قائم ہوگا جب اسے معلوم ہو کہ اس کے ساتھ قانون کے مطابق معاملہ کیا جا رہا ہے۔ ہم نے افغانستان کو سوویت قبضہ سے آزاد کرانے کے سلسلہ میں اپنے افغان بھائیوں کی قابل قدر مدد کی لیکن ہمیں اس کے لئے اسلحہ کی بھرمار اور منشیات کی شکل میں بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔ یہ مسئلہ گزشتہ گیارہ سال کے طویل آمرانہ دور میں سیاسی عدم رواداری کی وجہ سے اور زیادہ سنگین ہوگیا۔ اس کی وجہ سے لسانیت اور فرقہ واریت کی برائیاں بھی پیدا ہوگئیں۔ سابقہ حکومتوں کی کوششوں کے باوجود ان مسئلوں کی سنگینی کم نہیں ہوئی۔ قوانین موجود ہیں' عدالتیں موجود ہیں' پولیس فورس موجود ہیں لیکن امن و امان کا مسئلہ صرف قانون' عدالتوں اور پولیس کا مسئلہ نہیں ہے' یہ ایک ذہنی کیفیت ہے۔ انہوں نے سوال کیا کہ کیا عام آدمی یا عورت اپنے کام پر جاتے ہوئے بازار میں جاتے ہوئے یا گھر میں بیٹھے ہوئے جب وہ ریڈیو یا ٹی وی سنتا ہے اپنے آپ کو محفوظ محسوس کرتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ صرف ہمارے بڑے شہری مرکز ہی نہیں بلکہ کئی ایسی جگہیں ہیں جہاں تحفظ کا یہ احساس موجود نہیں ہے میں نہیں سمجھتا کہ اس کا کوئی آسان حل ہے یا کسی کو صرف حکومت ہی سے حل تلاش کرنے کی توقع کرنی چاہیئے یہ مسائل پہلو دار ہیں اور ان پر قومی بحث و مباحثہ اور قومی اتفاق رائے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں منشیات کے سمگلروں اور غیر قانونی اسلحہ کے تاجروں کے خلاف سخت کارروائی جاری رکھنی چاہیئے۔ ہمیں بلدیاتی اداروں یا دوسرے ذریعے سے ہر محلے اور ہر گاؤں میں عوام کو اپنے علاقوں میں تحفظ کی کارروائیوں کے لئے شریک کرنا چاہیئے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنے ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اور تعلیمی نظام کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں قانون اور انصاف کا وقار

بحال کرنا چاہئے لیکن اس سے بھی بالا تر یہ کہ ہمیں یعنی پارلیمینٹ کو اور معاشرے میں ہر شعبے کے معززین کو روا داری کا جذبہ قائم کرنا چاہئے دوسرے کے نکتہ نظر کو سمجھنا چاہئے اور ایک ساتھ کام کرنے کی صلاحیت اور اہلیت کا مظاہرہ کرنا چاہئے میں آپ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ ابتداء کریں اور دوسروں کی رہنمائی کریں۔ انہوں نے کہا کہ آئین کا تقاضا ہے کہ مملکت بلدیاتی اداروں کی حوصلہ افزائی کرے جو اپنے علاقوں سے منتخب ہونیوالے افراد پر مشتمل ہوں اور ان اداروں میں کسانوں' مزدوروں اور خواتین کو خصوصی نمائندگی دی جائے۔ ایک سال سے زائد عرصے سے ملک بلدیاتی اداروں کے بغیر ہے۔ بلدیاتی کونسلوں کا از سر نو قیام ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر تمام صوبائی حکومتوں کو فوری توجہ دینی چاہئے۔ یہ نہ صرف آئینی تقاضا ہے بلکہ ان اداروں کی نگرانی کرنے کیلئے جو ایڈمنسٹریٹر مقرر کئے جاتے ہیں وہ اس پوزیشن میں نہیں ہوتے کہ کسی علاقے' دیہات اور محلوں میں رہنے والے لوگوں کے مسائل سمجھ سکیں اور انہیں حل کر سکیں۔ انہوں نے کہا کہ ایڈمنسٹریٹر کا کام اور ہے اور وہ منتخب نمائندوں کا متبادل نہیں ہوسکتے۔ مقامی کونسلروں کے نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے لیڈروں کو زیادہ وقت قانون سازی کی بجائے دوسری طرف دینا پڑتا ہے۔

صدر لغاری نے کہا کہ کسی سیاسی جماعت سے وابستگی اعلیٰ عدالتوں میں تقرری کیلئے نااہلیت نہیں ہے یہ تقرریاں سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے صلاح مشورے سے آئین کے ضابطوں کے مطابق ہوئی ہیں ہائی کورٹوں میں تقرریاں متعلقہ گورنروں اور ہائی کورٹوں کے چیف جسٹسوں کے مشورے سے ہوئی ہیں۔ صدر نے کہا کہ آج پاکستان میں شاید ہی کوئی ممتاز قانون دان ہو جس کی حال میں یا ماضی میں کسی سیاسی جماعت سے وابستگی نہ رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اعلیٰ عدالتوں میں حالیہ تقرریوں پر بدقسمتی سے بے جا تنقید ہوئی ہے فاضل ججوں کو بدنام کرنے والے ریمارکس کے خلاف کارروائی کا اختیار ہونے کے باوجود انہوں نے جس صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا ہے وہ قابل تعریف ہے۔ انہوں نے کہا کہ جو چیز

ضروری ہے وہ یہ ہے کہ جو حضرات ایک دفعہ مقرر ہو جائیں وہ اپنے عہدے کے حلف کی پاسداری کریں ان کے بارے میں فیصلہ ان کے ماضی کی وابستگی دیکھ کر نہیں بلکہ مستقبل میں ان کی کارکردگی کے مطابق کریں۔

ہم نے امریکہ کو صاف طور پر بتا دیا ہے کہ ہمارا ایٹمی پروگرام پرامن تھا اور پرامن ہے اور پاکستان ایٹمی ہتھیاروں کے عدم پھیلاؤ کے مقصد سے متفق ہے۔ اسلامی ممالک کے تنظیم کے رابطہ گروپ کی اس قرار داد کے مسودے کا ذکر کرتے ہوئے جو جنرل اسمبلی میں پیش نہ ہو سکی صدر نے کہا کہ ہماری فکر مندی محض ایک قرار داد کے پاس ہونے تک محدود نہیں ہونی چاہئے۔ حکومت نے گزشتہ سال کے دوران خارجہ پالیسی کو بجا طور پر ترجیح دی ہے اور اس کی کوشش کامیابی سے ہمکنار ہوئی ہیں۔ روایتی طور پر چین' سعودی عرب' ایران اور ترکی کے ساتھ قریبی تعلقات کو برقرار رکھا گیا ہے اور بعض شعبوں میں تعاون بڑھایا اور مضبوط بنایا گیا ہے۔ مسلم ممالک سے متعلق تمام معاملات، میں پاکستان نے رہنما کردار ادا کیا ہے اور خاص طور پر اسلامی ممالک کی تنظیم کے ذریعہ یہ کردار ادا کیا گیا ہے۔ مسلح افواج کسی بھی جارحیت کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت اور وطن عزیز کے دفاع پر غیر متزلزل ایمان رکھتی ہیں ہم اپنے ہمسائیوں کے ساتھ امن اور روا داری کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں بدقسمتی سے ہمارا ایک بڑا ہمسایہ ہے جس سے ہمارے تعلقات کشیدہ ہیں قومی سطح پر ہم محسوس کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دوستی کی نظر سے نہیں بلکہ اکثر مخالفانہ عزائم کے ساتھ دیکھتا ہے وسائل کی شدید کمی کے باوجود حکومت ہماری تمام دفاعی ضروریات پوری کر رہی ہے اور ہماری مسلح افواج پاکستان کی علاقائی سلامتی اور تحفظ کا آئینی فریضہ ادا کرنے کے لئے تیار ہیں مسلح افواج کے سپریم کمانڈر کی حیثیت سے قوم کو یقین دلاتا ہوں کہ مسلح افواج کس بھی جارحیت کا مقابلہ کرنے اور وطن عزیز کے دفاع پر غیر متزلزل ایمان رکھتی ہیں۔ انہوں نے کہا امریکہ کے ساتھ ہمارے تعلقات ہماری خارجہ پالیسی میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ سرد جنگ اور افغان جنگ کے خاتمے کے بعد گزشتہ سال کے دوران ہم نے امریکہ کے

ساتھ نئے اور ٹھوس تعلقات استوار کئے ہیں جن کی بنیاد مشترکہ جمہوری قدروں' انسانی حقوق سے متعلق نظریاتی ہم آہنگی' مشترکہ کاروباری منصوبوں خصوصاً" توانائی کے شعبے میں شراکت اور جنوبی اور وسطی ایشیا میں دونوں ملکوں کے ممکنہ کردار کی نئے سرے سے تعبیر پر رکھی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسئلہ کشمیر کو بین الاقوامی سطح پر اجاگر کرنے میں پارلیمنٹ کی کشمیر کمیٹی نے بھی قابل قدر کردار ادا کیا ہے یہ کوششیں اس وقت تک جاری رہیں گی جب تک اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قرار دادوں کے مطابق کشمیری عوام کو آزادانہ رائے شماری کا بنیادی حق نہیں مل جاتا۔ پاکستان کو اپنی سلامتی کو درپیش خطرے کا پورا پورا شعور ہے اور اس لئے ایٹمی مسئلے کا فیصلہ علاقائی بنیاد پر ہونا چاہیے' ہم یہ سمجھتے ہیں کہ امریکہ کو اس بات سے اتفاق ہے کہ ہمارے تعلقات کے کئی پہلو ہیں اور ان میں مشترکہ مفادات کی بنیاد پر ترقی ہونی چاہیے۔

خطاب کے اختتام پر ان پانچ اہم بنیادی امور کا ذکر کیا جن پر اتفاق رائے ضروری ہے انہوں نے کہا کہ ہم پر یہ لازمی ہے کہ ہم قرآن کے احکامات کو عملی شکل دیں وقت کا تقاضا ہے کہ عوام کو متاثر کرنے والے بنیادی امور پر اتفاق رائے پر جن میں (1) پاکستان کا دفاع (2) کشمیر کا مسئلہ (3) پاکستان کی سلامتی اور امور اور ہمارا پرامن ایٹمی پروگرام (4) پارلیمنٹ کی حاکمیت اعلیٰ اور شراکتی جمہوریت اور (5) اہم سماجی و اقتصادی پالیسیاں شامل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ قومی اتفاق رائے حاصل کرنے میں میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ کشیدگی کو ختم کریں اور ان مسائل کے سلسلے میں جو عوام کے بنیادی توجہ کے مسائل ہیں ضروری ہے اجماع حاصل کریں۔ میں شدت سے محسوس کرتا ہوں کہ ہمیں قرآن پاک سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے اور قرآن ہمیں تاکید کرتا ہے کہ نظام صلوۃ قائم کریں نظام زکوۃ قائم کریں نیکی کا حکم دیں برائی سے روکیں۔

وہ 2 دسمبر 1994 کو چین کے ایک ہفتہ کے دورہ پر گئے۔

یکم اپریل 1995ء کو بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ صدر کے پاس پارلیمنٹ توڑنے کا اختیار نہیں ہونا چاہیے۔ آٹھویں ترمیم جنرل ضیاء نے مارشل لاء برقرار رکھنے کی دھمکی دے کر منظور کرائی تھی مگر اب ہمیں اس کے خاتمہ کے لیے آئینی راستہ اپنانا چاہیے۔

4 جون 1995ء کو سٹاک ایکسچینج سلور جوبلی تقریبات کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ملک میں کوئی سیاسی عدم استحکام نہیں ہے اور ہم کراچی کے حالات کو بہتر بنا رہے ہیں۔ 21 جون 1995 کو کہا کہ پی پی پی اور ایم کیو ایم مشترکہ حکومت بنائیں، ہم کسی کو ملک دشمن نہیں سمجھتے میری دعا ہے کہ کبھی مہاجروں کا نمائندہ بھی صدر بنے۔ میں اس سلسلہ میں الطاف گروپ سے ملاقات کے لیے ہر وقت تیار ہوں ان تمام جھوٹی تسلیوں کے بعد 5 نومبر 1996 کو انہوں نے آئین کے آرٹیکل 58(2) بی کے تحت اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے قومی اسمبلی توڑ دی اور وزیراعظم محترمہ بےنظیر بھٹو اور ان کی کابینہ کو برطرف کر دیا۔ انہوں نے

ملک معراج خالد کو نگران وزیراعظم مقرر کر کے نئے انتخابات کے لئے 3 فروری 1997ء کی تاریخ مقرر کی انہوں نے صدارتی اعلامیہ میں کہا کہ ''گذشتہ تین برس کے دوران کراچی اور پاکستان کے دوسرے حصوں کے ہزاروں پاکستانیوں کو آرٹیکل 59 کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ان کے بنیادی حقوق سے محروم رکھا گیا بہت سے لوگوں کو پولیس مقابلوں اور پولیس کی تحویل میں ہلاک کیا گیا۔ ان ہلاکتوں کے ساتھ ساتھ حکومتی ارکان جس میں حکمران جماعتوں کے ارکان شامل ہیں کی جانب سے وفاقی اور صوبائی سطح پر قانون نافذ کرنے والے اداروں کے افسروں اور عملہ کی تقرریاں اور ٹرانسفر کے لیے بڑے پیمانے پر مداخلت ہوتی رہی۔ جس کی وجہ سے عوام کا قانون نافذ کرنے والے اداروں اور عوام کے جان و مال اور شہری آزادیوں کے تحفظ کے بارے میں اعتماد ختم ہوا۔ 20 ستمبر 1996ء کو وزیراعظم کے بھائی مرتضیٰ بھٹو کو کراچی میں سات ساتھیوں کے ہمراہ پولیس مقابلہ میں قتل کر دیا گیا جن میں ایک سابق وزیراعظم کا بہنوئی شامل ہے۔ وزیراعظم اور ان کی حکومت نے دعویٰ کیا کہ میر مرتضیٰ بھٹو کو سازش کے تحت قتل کیا گیا اور مرتضیٰ کی موت کے چند دن بعد وزیراعظم نے ٹیلی ویژن پر آ کر واضح اشارے دیئے کہ

ایوان صدر اور ریاستی ایجنسیاں اس سازش میں شریک ہیں اور یہ کینہ پرور اشارے جو مختلف مواقع پر دہرائے گئے بغیر کسی بنیاد کے تھے جبکہ وزیراعظم مسلسل تردید بھی کرتی رہیں کہ ایوان صدر یا مسلح افواج اس سازش میں ملوث ہیں اس مرحلہ میں مرتضیٰ بھٹو کی بیوی غنویٰ اور ان کی پارٹی کے عہدیداروں نے حکومتی وزراء پر قتل کے الزام لگائے جن میں وزیراعظم کے شوہر آصف زرداری، وزیراعلیٰ سندھ، آئی بی کے ڈائریکٹر اور دوسرے اعلیٰ حکومتی عہدیدار شامل ہیں جبکہ وزیراعظم کی ذات پر بھی مرتضیٰ کے قتل کا الزام لگایا گیا۔ جب 20 مارچ 1996 کو سپریم کورٹ نے ججوں کی تقرری کے بارے میں فیصلہ دیا تو بےنظیر بھٹو نے قومی اسمبلی کے اجلاس کے دوران اس فیصلے کا تمسخر اڑایا اور سپریم کورٹ کے فیصلہ پر عملدرآمد کی راہ میں رکاوٹ ڈالی گئی۔ حکومت نے نہ صرف اس معاملہ میں آئین کے آرٹیکل 190 کی خلاف ورزی کی بلکہ آرٹیکل اے 2 کے تحت عدلیہ کو دی گئی آزادی کو کم کرنے کی کوشش کی۔ اس کے علاوہ پارلیمنٹ میں کرپشن کے خاتمہ کے بل کی آڑ میں ملک کی عدلیہ پر حملے جاری رکھے گئے اور اس بل کو کابینہ کی منظوری کے بعد آئین کے آرٹیکل 46 سی کے تحت صدر کو اطلاع دیے بغیر اسمبلی میں پیش کر دیا گیا۔ کابینہ نے آئین کے آرٹیکل 2 اے کے تحت عدلیہ کو دی گئی آزادی کو تباہ کرنے کی کوشش کی جس کا مطلب احتساب اور کرپشن کے خاتمہ کے لئے صدر کی طرف سے اٹھائے گئے اقدامات کو مکمل طور پر ناکام بنانا ہے۔ قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ارکان قومی اسمبلی کی سفارش پر لاتعداد تقرریاں کی گئیں۔ عدلیہ کو تاحال انتظامیہ سے مکمل طور پر علیحدہ نہیں کیا گیا جو آئین کے آرٹیکل 175 (3) اور سپریم کورٹ آف پاکستان کی طرف سے مقرر کردہ ڈیڈ لائن کی خلاف ورزی ہے۔ وزیراعظم اور ان کی حکومت نے آئین کے آرٹیکل 14 کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ٹیلی فون ٹیپ کیے۔ میں نے پی پی ایل میں برما کنٹرول اور قادر پور گیس فیلڈ کے حصص جن کی مالیت کئی ارب روپے ہے کی فروخت کے معاملے کو کابینہ میں دوبارہ غور کرنے کے لیے کہا مگر چار ماہ گزرنے کا باوجود اس پر عمل نہیں کیا گیا جو کہ آئین کے آرٹیکل 46 اور 48 کی خلاف ورزی ہے اور جہاں تک انفرادی اور اجتماعی اقدامات کا تعلق ہے میں مطمئن ہوں کہ ایسی صورت

حال پیدا ہوگئی ہے جس کے تحت حکومت اور وفاق آئین کے مطابق نہیں چل سکتے اس لیے نئے انتخابات ضروری ہو گئے ہیں اس لیے میں آئین کے آرٹیکل 58(2) بی کے ذریعے حاصل اختیارات کے تحت قومی اسمبلی، وزیراعظم اور ان کی کابینہ کو فوری طور پر ختم اور آرٹیکل 48(5) کے تحت 3 فروری 1997ء کو عام انتخابات کرانے کا اعلان کرتا ہوں"۔

5 نومبر 1996ء کو نشری تقریر میں کہا کہ "منتخب صدر اور پاکستان میں جمہوریت کی بحالی کے لیے جدوجہد کرنے والے ایک سیاسی کارکن کی حیثیت سے جمہوریت کے نظام پر میرا ایمان اور یقین محکم ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ میں نے آئین کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے خود اسمبلی کی تحلیل کا فیصلہ اس لیے کیا ہے کہ غلط حالات اور غلط طریقہ کار کے نتیجے میں جمہوریت کو داخلی طور پر نقصان نہ پہنچ جائے۔ میں نے آئین کے دفعات کی سختی سے پابندی کرتے ہوئے قومی اسمبلی تحلیل ہونے کے نوے روز کے اندر پوری طرح واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں انشاءاللہ اس معاملے اور دوسرے تمام معاملات میں آئین کی سختی سے پابندی کروں گا۔ جمہوریت کے تسلسل سیاسی استحکام اور پاکستان کی علاقائی سالمیت کے تحفظ کے لیے ضروری ہے کہ انتخابات وقت پر ہوں اور آزادانہ اور منصفانہ بھی۔ میں آپ سے یہ دوٹوک وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس بات کو یقینی بنانے کے لیے ہر ممکن کوشش کروں گا کہ انتخابات واقعی آزادانہ اور منصفانہ ہوں۔ سپریم کورٹ نے پیپلز پارٹی کی حکومت بحال کی تو مجھے اعتراض نہیں ہوگا بے نظیر فروری کا الیکشن جیت گئیں تو مجھے پھر بھی کوئی خوف نہیں ہوگا اسمبلی رات کو اس لیے توڑی گئی کہ کہیں تصادم نہ ہو۔ مجھ سمیت حکومت کے ہر رکن کا احتساب ہوگا الیکشن روکنے والوں کا راستہ روکوں گا۔ احتساب قانونی طریقہ سے ہوگا"۔

19 نومبر 1996ء کو غیر ملکی صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ قومی اسمبلی توڑنا ان کی زندگی کا سب سے تکلیف دہ فیصلہ تھا لیکن یہ قدم قومی مفاد کی خاطر اٹھانا پڑا۔ گذشتہ حکومت نے پانی اور بجلی کے وزیر اور وزیراعظم کو میں نے کئی بار کہا کہ پرائیویٹ پاور پالیسی پر کنٹرول کریں پوری دنیا میں اچانک پاور پلانٹس (بجلی گھر) کی قیمتوں میں زبردست کمی ہوئی

ہے جس سے لاگت 6.5 سینٹ سے کم ہو کر 4.5 سینٹ تک جا پہنچی ہے مگر ان لوگوں نے کوئی کارروائی نہیں کی۔ پاکستان میں تھرمل پاور کی اتنی زیادہ ضرورت نہیں تھی پاکستان میں خام مالی کی دستیابی کی وجہ سے پانی اور گیس کے پاور پلانٹس لگانے چاہیے تھے مگر گذشتہ حکومت نے میری اس بات پر توجہ نہ دی اور پاور پلانٹس پر نظر ثانی نہیں کی۔ سابقہ دور میں وزیراعظم ہاؤس میں اقتدار اور اختیار کے دو سرچشمے تھے ایک سرچشمہ وزیراعظم اور دوسرا ان کے شوہر آصف زرداری تھے۔ وفاقی سیکرٹری اور اعلیٰ حکام حکمران جوڑے کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے وزیراعظم ہاؤس جاتے تھے اور وہاں ہر معاملے پر ڈیل طے کی جاتی تھی۔''

فروری 1997ء کے اوائل میں سرکاری اداروں اور حکومتی عہدیداروں میں کرپشن کے خاتمے کے لیے آرڈی نینس نمبر xx مجریہ 1997ء جاری کیا اور 14 جنوری 1997ء کو پشاور میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''ٹرائیکا کی اصطلاح پہلے بھی چلتی تھی' مخالفین کے ذہن میں ضیاء کی کونسل ہے مجھے ریفرنڈم کا مشورہ دیا گیا۔ جرنیلوں کے ساتھ مشورے سے قیامت نہیں آئے گی۔ اخبارات میں مجھ پر فوج کے دباؤ کے حوالے سے خبر چھپی' اس سے بڑھ کر جھوٹی خبر میری نظروں سے کبھی نہیں گزری' فوج کا کام دفاع ہے وہی کرے گی' ہمارے پاس الہ دین کا چراغ نہیں کہ مہنگائی ختم کر دیں۔ بڑے بڑے مگرمچھوں کے خلاف کیسز احتساب کمشنر کو بھیجے جا رہے ہیں۔ کڑا احتساب چاہتا ہوں لیکن آئین اور قانون سے بالا کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا۔''

3 فروری 1997ء کو ملک میں پہلی مرتبہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ایک ہی دن ان کی زیرنگرانی منعقد ہوئے جس میں مسلم لیگ نے قومی اسمبلی میں 134 نشستوں پر کامیابی حاصل کی اور نواز شریف 177 اراکین کی حمایت سے وزیراعظم منتخب ہوئے۔

نواز شریف اور ان کے تعلقات زیادہ دیر قائم نہ رہ سکے اور 2 دسمبر 1997ء کو انہوں نے صدر کے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔ ایوان صدر میں ہنگامی طور پر بلائی گئی ایک پرہجوم کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ''میرے لیے اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی

ممکن نہیں رہی اس لیے میں نے فوری طور پر عہدہ صدارت سے مستعفی ہونے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ میں نے ہمیشہ ہر معاملہ میں حکومت کی رہنمائی کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس کا غلط مطلب لیا گیا حتی کہ حکومت نے اپنے پیدا کردہ بحران کا ذمہ دار بھی ایوان صدر کو ٹھہرایا ہے۔ جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حکومت مکمل طور پر آئینی اداروں کے ساتھ جھگڑے جاری رکھنے کا فیصلہ کر چکی ہے' ان حالات میں میرے لیے ضروری ہو گیا ہے کہ میں اس عہدے سے استعفیٰ دے دوں۔ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس سید سجاد علی شاہ ہیں تاہم حکومت نے غیر آئینی اقدامات کرتے ہوئے جسٹس اجمل میاں کو چیف جسٹس مقرر کرنے کا فیصلہ کیا جو غیر آئینی اقدام ہے میں نے آئین کی پاسداری کا حلف اٹھا رکھا ہے اور کسی غیر آئینی اقدام کی حمایت نہیں کر سکتا' اس صورت حال کے پیش نظر میں بطور صدر احتجاجاً استعفیٰ پیش کرتا ہوں۔''

فاروق لغاری نے وزیراعظم کی جانب سے اپنے اوپر لگائے گئے الزامات کی سختی سے تردید کرتے ہوئے کہا کہ وہ سازشی نہیں ہیں۔ بے نظیر میری ذاتی دوست تھی' نواز شریف بھی میرے دوست ہیں۔ دونوں کے ساتھ میرا ایک ہی مسئلہ' قانون کی بالادستی ہی رہا' دونوں کی کمزوری یہی ہے کہ وہ زائد اختیارات چاہتے ہیں اور دونوں عدلیہ کو غلام بنانا چاہتے ہیں۔ بے نظیر اس وقت پریشان تھی جب ملک میں آئین کی روشنی میں صدر کو حکومت کی برطرفی کے اختیارات حاصل تھے' جبکہ نواز شریف ان اختیارات کے خاتمے کے باوجود بھی اپنے آپ کو غیر محفوظ تصور کرتے ہیں۔

نواز شریف (دوسرا دور)

(19 فروری 1997ء تا 11 اکتوبر 1999ء)

5 نومبر 1996ء کو صدر فاروق احمد لغاری نے بے نظیر کی حکومت کو ختم کر کے 3 فروری 1997ء کو انتخابات کروانے کا اعلان کیا تو نواز شریف نے کہا کہ میں بے نظیر کی رخصتی کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ امید ہے الیکشن 90 دن میں ہوں گے۔ موقع ملا تو تمام خرابیوں کو دور کر دیں گے۔ سیاسی معاشی مسائل کو حقیقت پسندانہ طریقے سے حل کریں گے۔ ہارس ٹریڈنگ کی لعنتی سیاست کا خاتمہ کریں گے۔ نگران کابینہ میں شمولیت کے لئے ہم سے رابطہ کیا گیا ہے ابھی سوچ رہے ہیں ناانصافی نہیں ہونے دیں گے۔ اگر آصف زرداری مجرم ثابت ہوئے تو عدالتیں نوٹس لیں گی۔ 12 نومبر 1996ء کو کہا کہ انتخابات سے قبل احتساب کا نعرہ لگانے والے آمریت لانا چاہتے ہیں۔ ہمارا خاندان احتساب کے نام پر 1993ء سے عذاب کی بھٹی سے گزر رہا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہم سرخرو ہوئے اگر کسی کو مزید احتساب کا شوق ہے تو وہ بھی پورا کر لے۔

3 فروری 1997ء کو ملک میں پہلی مرتبہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ایک ہی دن منعقد ہوئے جس میں مسلم لیگ نے قومی اسمبلی میں 134 نشستوں پر کامیابی حاصل کر کے دوتہائی اکثریت حاصل کی۔ پارٹی پوزیشن اس طرح رہی۔

پارٹی	قومی	پنجاب	سندھ	سرحد	بلوچستان
مسلم لیگ	134	211	14	31	4
اے این پی	9	----	---	27	----
پیپلز پارٹی	18	2	34	4	1
ایم کیو ایم (حق پرست)	12	---	28	---	---

آزاد	20	22	12	10	8
جے یو (ف)	2	----	----	1	6
بی این پی	3	----	----	---	10
بی این ایم	--	---	----	---	2
جے ڈبلیو پی	2	---	---	---	7
این پی پی	1	-----	3	---	---
مسلم لیگ (ج)	--	2	--	1	1
پی پی (ش ب)	1	----	2	---	----
فنکشنل	----	----	2	-----	-----

انتخابات جیتنے پر 4 فروری 1997ء کو پریس کانفرنس اور بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ وہ کسی سے انتقام نہیں لیں گے۔ اسمبلیوں کی برطرفی کا صدارتی اختیار ختم کر دیں گے۔ قومی سلامتی کونسل کا ازسرنو جائزہ لیں گے جس کا فیصلہ پارلیمنٹ کرے گی۔ مہنگائی ختم کر دیں گے۔ بدامنی کے لیے فوری اقدامات کیے جائیں گے۔ حکومت سازی باہمی افہام وتفہیم سے کریں گے۔ کابینہ چھوٹی ہوگی۔ صدر کے ایجنڈے سے استفادہ کے علاوہ مزید اقتصادی اصلاحات نافذ کریں گے۔ وہ محاذ آرائی کی سیاست پر یقین نہیں رکھتے۔

19 فروری کو وہ 177 ارکان کی حمائت سے وزیر اعظم منتخب ہوئے۔ ان کے مدمقابل پی پی پی کے آفتاب میرانی کو صرف 16 ووٹ ملے۔ اس موقع پر انہوں نے قومی اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "عام انتخابات میں بھاری اکثریت کے ساتھ جیتنے سے نئی حکومت سخت اقدامات کرنے کے قابل ہوگئی ہے تاکہ لوگ ماضی کی حکومتوں کی طرف سے بے جواز نظر انداز کئے جانے کے باعث بدترین سماجی واقتصادی حالات کا سامنا کرنے کے بعد سکھ کا سانس لے سکیں۔ قوم نے ہمیں جتنا بڑا مینڈیٹ دیا ہے ہمیں اتنا ہی ذمہ داری کا احساس ہے ہمیں اس وقت جن تلخ حقیقتوں اور مسائل کا سامنا ہے ان کے حل کے لیے ٹھوس منصوبہ بندی

کنز نا ہوگی۔عوام کی جان و مال اور آبرو سے کھیلنے والوں اور مسائل کے حل کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والوں کے ساتھ آہنی ہاتھ سے نمٹا جائے گا اب ملک میں کڑا احتساب ہوگا اس میں کسی کے خلاف انتقامی کاروائی نہیں ہو گی۔میں یقین دلاتا ہوں کہ ہمارا ہر عمل میرٹ پر ہو گا۔ خدانخواستہ مجھ سے اگر کوئی غلطی سرزد ہو تو اس کی نشاندہی کی جائے۔داخلی انتشار سے نجات حاصل کرنے کے لیے ہم بھارت کی طرف قدم بڑھائیں گے۔امریکہ اور اسلامی ممالک سے تعلقات بہتر بنائیں گے۔افغانستان میں بھی اپنا کردار ادا کرنے اور قوم کی امیدوں پر پورا اترنے کی کوشش کریں گے۔

10 فروری 1997ء کو ان کے بھائی شہباز شریف نے 226 ووٹ حاصل کر کے وزیر اعلیٰ پنجاب کا حلف اٹھایا۔23 فروری 1997ء کو وزیر اعظم نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''اس وقت ملک جس صورت حال سے گزر رہا ہے اس سے بچہ بچہ واقف ہے۔انتظامیہ اور پولیس بے اثر ہو چکی ہے۔عوام غربت اور مہنگائی کی چکی میں پس رہے ہیں۔ کپاس اور گندم کی فصلیں توقع سے کم ہو رہی ہیں۔ مجھے تمام روایات توڑ کر آگے نکلنا ہوگا۔میں روائتی وزیر اعظم نہیں بنوں گا۔

اپنے اس مشن کو آگے بڑھانے اور بیرونی قرضوں کی لعنت سے نجات پانے کے لیے آج میں ''قرض اتارو ملک سنوارو'' کی قومی مہم کا آغاز کر رہا ہوں اس مہم میں ہم زرمبادلہ جمع کریں گے اس کے لیے تین مختلف طریقے رکھے جائیں گے۔جن میں سے اپنی سہولت کے مطابق آپ کسی بھی طریقے سے اپنی قوم کو قرضوں سے نجات دلانے کی مہم میں شریک ہو سکیں گے۔ پہلا طریقہ عطیات دینے کا ہے جو اہل وطن خصوصاً بیرون ملک مقیم پاکستانی قومی قرضے اتارنے کے لیے عطیات دینے کا جذبہ رکھتے ہیں وہ کم از کم ایک ہزار ڈالر یا اس سے زیادہ جتنی رقم چاہیں خصوصی اکاونٹ میں جمع کرا سکتے ہیں۔دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ ایک ہزار ڈالر یا اس سے زیادہ کی رقم بطور قرض حسنہ حکومت پاکستان کو دیں گے اس کی مدت دو سے پانچ سال جتنی آپ چاہیں رکھی جا سکتی ہے اس کھاتے میں آپ کی قربانی یہ ہوگی کہ آپ اس دوران اپنی مادر

وطن سے اپنی رقم پر کوئی منافع نہیں لیں گے۔ دو سال یا اس سے زیادہ کی رقم مدت پوری ہونے پر آپ کی اصل رقم آپ کو اسی کرنسی میں واپس مل جائے گی جس میں آپ نے جمع کرائی ہوگی اور تیسرے طریقے کے تحت آپ دو سے پانچ سال تک جتنی مدت کے لیے چاہیں اپنی رقم پاکستان میں کسی بھی بینک میں جمع کرا دیں گے اس رقم پر آپ کو مارکیٹ ریٹ کے مطابق نفع بھی ملے گا آپ کی قربانی صرف یہ ہوگی کہ آپ اپنی اصل رقم دو سال سے پہلے وصول نہیں کریں گے البتہ منافع ہر تین ماہ کے بعد حاصل کرسکیں گے۔

25 فروری 1997ء کو 7 رکنی کابینہ نے حلف اٹھایا جن میں گوہر ایوب، چوہدری شجاعت، سرتاج عزیز، سیدہ عابدہ حسین، اسحاق ڈار اور چوہدری نثار علی شامل تھے۔ اصغر علی شاہ کو وزیر مملکت اور مشاہد حسین کو وزیر اعظم کا مشیر مقرر کیا گیا۔

یکم اپریل 1997ء کو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں نے الگ الگ اجلاسوں میں آئین کی تیرہویں ترمیم کی منظوری دی اس ترمیم کے ذریعے آئین کی مشہور آٹھویں ترمیم کے بعض متنازعہ حصے ختم کر دیئے گئے۔ اس موقعہ پر انہوں نے کہا کہ "آٹھویں ترمیم کی وجہ سے صدر اور وزیر اعظم کے درمیان کئی مواقع پر چیف آف آرمی سٹاف کی تقرری کے معاملے پر اختلافات پیدا ہوئے اس کے ذریعے صدر نے حکومت اور اسمبلی کو بھی توڑا۔ اس صورت حال کی وجہ سے پارلیمانی نظام آزادانہ طور پر اپنا کام نہیں کر پا رہا تھا اور نہ ہی ملک میں جمہوریت کو صحیح خطوط پر استوار کرنے کا کسی حکومت کو موقع مل رہا تھا۔" تیرہواں آئینی بل منگل کی ن سینیٹ کے اجلاس میں وزیر خارجہ اور قانون وانصاف کے انچارج وزیر گوہر ایوب خان نے ایوان میں منظوری کے لیے پیش کیا۔ مسلم لیگ، اے این پی، پیپلز پارٹی، ایم کیو ایم، جے یو آئی، جی یو پی، جمعیت اہلحدیث، این پی اپی، پختونخواہ ملی عوامی پارٹی اور آزاد ارکان نے اتفاق رائے سے منظوری دی اور رائے شماری میں بل کے حق میں 79 ارکان نے ووٹ دیا جبکہ مخالفت میں کوئی ووٹ نہ آیا۔ اس موقعہ پر گوہر ایوب نے کہا کہ "پارلیمانی جمہوریت کے استحکام کے لیے ضروری تھا کہ وزیر اعظم کے ان اختیارات کو بحال کیا جائے جو 8ویں ترمیم کے ذریعے 85ء میں واپس

لے لئے گئے تھے۔ سینٹ میں جو آئینی ترمیم منظور کی گئی ہے اس کے تحت صدر مملکت سے قومی اسمبلی توڑنے، گورنروں اور مسلح افواج کے سربراہوں کے تقرر اور صوبائی گورنروں سے صوبائی اسمبلیاں توڑنے کے اختیارات بھی واپس لے کر وزیراعظم کو دے دیئے گئے ہیں۔ دستور کے آرٹیکل 58(2) بی کی ذیلی شق کو آئین سے حذف کر دیا گیا ہے۔ اس طرح دستور کے آرٹیکل 101 کی شق ایک میں الفاظ ''وزیراعظم سے صلاح ومشورے کے بعد'' کو الفاظ ''کے مشورے سے'' بدل دیا گیا ہے جس سے اب صدر وزیراعظم کے مشورے کے بعد گورنرز نامزد کرنے کا پابند ہوگا۔ آئین کے آرٹیکل 112 کی شق میں ترمیم کر کے صوبائی گورنروں سے صوبائی اسمبلیاں توڑنے کا اختیار واپس لے لیا گیا ہے جبکہ آرٹیکل 234 کی شق 2 کی ذیلی شق (ج) میں الفاظ ''ان کی صوابدید میں'' کو حذف کر دیا گیا ہے جس کے تحت اب مسلح افواج کے سربراہوں کے تقرر کا اختیار صدر سے واپس لے کر وزیراعظم کو دے دیا گیا ہے۔''

یکم جولائی 1997ء کو قومی اسمبلی نے آئین میں چودھویں ترمیم کا بل منظور کیا جس کی رو سے کسی رکن اسمبلی کی طرف سے وفاداری تبدیل کرنے کی صورت میں اس کی رکنیت کالعدم قرار پائے گی۔

13 اگست 1997ء کو پارلیمنٹ نے دہشت گردی، فرقہ وارانہ تشدد اور سنگین جرائم کی روک تھام کے لیے فوری سماعت کی خصوصی عدالتوں کے قیام کا بل اکثریت رائے سے منظور کیا جس سے عدلیہ اور ان کے درمیان ٹھن گئی۔ 8ویں ترمیم کے خاتمہ، فلور کراسنگ کے قانون کے نفاذ اور پارلیمنٹ کی دستوری بالادستی جیسے ہر اقدام کا نواز شریف فائدہ اٹھاتے رہے جس سے ان کے خلاف مطلق العنانیت کا تاثر ابھرا۔ شریعت بل بھی ان کے آمر بننے کا ذریعہ سمجھا گیا لیکن نواز شریف نے اقتدار کے نشہ میں اس تاثر کو زائل کرنے کا کوئی بندوبست نہ کیا اور ان کے مشیر اپنی بے وقوفی کے باعث اس تاثر کو تقویت دینے کا باعث بنتے رہے۔ اور بالآخر ان ہی خصوصی عدالتوں میں سے ایک خصوصی عدالت نے انہیں سزائے عمر قید سنائی جو انہوں نے مخالفوں سے انتقام لینے کے لیے بنائی تھیں۔

ستمبر 1997ء میں عدالت عظمیٰ کے ججوں کی تعداد 17 سے گھٹا کر 12 کر دی گئی جس پر سپریم کورٹ نے حکومت کے جاری کردہ نوٹیفکیشن کو معطل کر دیا۔ پھر 29 اکتوبر 1997ء کو سپریم کورٹ نے چودھویں ترمیم کو بھی معطل کر دیا جس پر نواز شریف بڑے برہم ہوئے اور کہا کہ "یہ ترمیم پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر منظور کی تھی تا کہ لوٹا ازم کی لعنت کو ختم کیا جا سکے لیکن چیف جسٹس نے ڈیڑھ دن کے اندر اس آئینی ترمیم کو معطل کر دیا جو ایک افسوس ناک عمل ہے اب ان خطوط کے ایک ایک فقرے اور ایک ایک حرف پر غور کرنا پڑے گا جو ججوں کی اکثریت نے چیف جسٹس، صدر مملکت اور وزیر اعظم کو لکھے ہیں۔ محاذ آرائی کی وجہ سے سٹاک مارکیٹ گر گئی ہے اور ملکی معیشت متاثر ہوئی ہے۔ جن لوگوں کی خواہش تھی کہ سپریم کورٹ کے اس فیصلے سے حکومتی پارٹی اور اس کے حلیفوں کے مابین اختلافات پیدا ہو جائیں گے انہیں زبردست مایوسی ہو گی مسلم لیگ کا ایک رکن پارلیمنٹ بھی اپنی وفاداری تبدیل نہیں کرے گا۔"

جس پر عدالت عظمیٰ نے انہیں توہین عدالت کیس میں 4 نومبر 1997ء کو عدالت میں طلب کر لیا جبکہ 31 اکتوبر 1997ء کو تیرھویں ترمیم جس کے تحت اسمبلی توڑنے کا صدارتی اختیار ختم کر دیا گیا تھا کو بھی سپریم کورٹ میں چیلنج کر دیا گیا۔ فاروق لغاری کہتے ہیں کہ انہوں نے نواز شریف سے کہا تھا "وہ عدلیہ سے تصادم کا راستہ اختیار کرنے کی بجائے قانون اور آئین کے مطابق اپنا کردار ادا کریں لیکن وہ حیلے بہانے کرتے رہے اور محض عدلیہ کو غلام بنانے کے لیے انہوں نے غیر ضروری طور پر عدالتی بحران پیدا کیا۔"

17 نومبر 1997ء کو قومی اسمبلی اور 18 نومبر 1997ء کو سینٹ نے توہین عدالت پر دی جانے والی سزا کے خلاف اپیل کرنے کے اختیار پر مبنی قانون منظور کیا لیکن صدر نے اس بل پر فوری طور پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا جس پر 30 نومبر 1997ء کو اپنے خطاب میں نواز شریف نے کہا کہ "پارلیمنٹ کے سوا کوئی اتھارٹی آئین میں ردوبدل کی مجاز نہیں اور وزیر اعظم کو بے وقعت کرنا 14 کروڑ عوام کی توہین ہے۔ بے نظیر دور میں 300 آرڈیننسوں پر دستخط کرنے والے صدر نے ہماری پارلیمنٹ کے منظور شدہ بلوں پر دستخط نہیں کیے۔"

دو دسمبر 1997ء کو پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار سپریم کورٹ میں دو متوازی عدالتیں لگیں۔ ایک نے آٹھویں ترمیم بحال اور دوسری نے معطل کردی۔ جسٹس سجاد علی شاہ نے استعفیٰ دینے سے انکار کردیا جبکہ اجمل میاں کو قائم مقام چیف جسٹس مقرر کردیا گیا۔ حکومت نے جسٹس سجاد علی شاہ کی تقرری کا نوٹیفکیشن واپس لینے کی سمری صدر فاروق لغاری کو بھیجی لیکن انہوں نے ایسا کرنے سے مستعفی ہونے کو ترجیح دی اور کہا کہ "حکومت نے اپنے پیدا کردہ بحران کا ذمہ دار چونکہ ایوان صدر کو ٹھہرایا ہے اور حکومت مکمل طور پر آئینی اداروں کے ساتھ جھگڑے جاری رکھنے کا فیصلہ کرچکی ہے لہذا ضروری ہوگیا ہے کہ میں اپنے عہدہ سے استعفیٰ دے دوں۔ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس سید سجاد علی شاہ ہیں لیکن حکومت نے غیر آئینی اقدامات کرتے ہوئے جسٹس اجمل میاں کو چیف جسٹس مقرر کرنے کا فیصلہ کیا ہے جو غیر آئینی اقدام ہے اور میں اس غیر آئینی اقدام کی حمایت نہیں کرسکتا۔"

15 دسمبر 1997ء کو نواز شریف نے جسٹس (ریٹائرڈ) رفیق تارڑ کو ملک کا صدر نامزد کیا لیکن قائم مقام الیکشن کمشنر جسٹس مختار احمد جونیجو نے آئین کے آرٹیکل 63-1(G) کے تحت ان کے کاغذات نامزدگی اس بنا پر مسترد کردیئے کہ انہوں نے 26 جون 1996ء کو کراچی کے ایک ہفت روزہ جریدے تکبیر کو انٹرویو دیتے ہوئے لاہور ہائی کورٹ کی ایک جج فخر النساء پر بدعنوانی کے الزامات لگائے تھے جو بعد میں بے بنیاد ثابت ہوئے اور حالیہ بحران میں انہوں نے سید سجاد علی شاہ اور قائم مقام الیکشن کمشنر مختار احمد جونیجو کے بارے میں متنازعہ بیانات دیئے تھے۔ 19 دسمبر 1997ء کو ہائی کورٹ کے جج جسٹس ملک محمد قیوم نے جسٹس جونیجو کے اس فیصلہ کو معطل کردیا اور اس طرح ایک عبوری حکم کے تحت محمد رفیق تارڑ کا نام انتخابی فہرست میں شامل کرلیا گیا۔

23 دسمبر 1997ء کو سپریم کورٹ کے دس رکنی فل بینچ نے متفقہ طور پر جسٹس سجاد علی شاہ کی بطور چیف جسٹس تقرری کو غیر آئینی اور غیر قانونی قرار دیتے ہوئے 26 نومبر 1997ء سے قبل کئے گئے تمام فیصلوں کو ڈی فیکٹو نظریے کے تحت قابل قبول اور درست قرار دیا۔ اس

فیصلہ میں 8 ویں ترمیم کی بحالی کا حکم بھی غیر قانونی ہو گیا۔ سپریم کورٹ کا یہ بینچ جسٹس سعید الزمان صدیقی کی سربراہی میں جسٹس فضل الٰہی خان، جسٹس ارشاد حسن خان، جسٹس راجہ افراسیاب، جسٹس ناصر اسلم زاہد، جسٹس منور احمد مرزا، جسٹس خلیل الرحمٰن، جسٹس اعجاز نثار، جسٹس عبدالرحمٰن خان اور جسٹس ریاض احمد پر مشتمل تھا۔ وفاقی حکومت نے عدلیہ کے اس فیصلے کے فوری بعد سید سجاد علی شاہ کا بطور چیف جسٹس تقرری کا نوٹیفکیشن منسوخ کرتے ہوئے قائم مقام چیف جسٹس اجمل میاں کو مستقل چیف جسٹس تعینات کرنے کا نوٹیفکیشن جاری کیا۔

یہ عدالتی بحران 19 اکتوبر 1997ء کو شروع ہو کر 23 دسمبر 1997ء کو اختتام پذیر ہوا۔ 19 اکتوبر 1997ء کو قائم مقام چیف جسٹس اجمل میاں نے ججوں کی تعداد کے تعین کے لیے فل کورٹ اجلاس طلب کیا 12 اکتوبر 1997ء کو سید سجاد علی شاہ ہنگامی طور پر سعودی عرب سے واپس آئے اور 13 اکتوبر کو فل کورٹ کا اجلاس منسوخ کر دیا گیا۔ 14 اکتوبر کو حکومت نے عدلیہ کے معاملے میں مداخلت نہ کرنے کا فیصلہ کیا لیکن 18 اکتوبر کو وزیر اعظم نے بیان دیا کہ سینئر ججوں کی تشویش کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ 20 اکتوبر کو سپریم کورٹ کے چھ ججوں نے فل کورٹ بلانے کے لیے دوبارہ درخواست دی اور 21 اکتوبر کو ججوں کی تعیناتی کے بارے میں صدر کو ایک مشترکہ نوٹ بھیجا گیا۔ 23 اکتوبر کو نواز شریف نے بیان دیا کہ ججوں کی تعداد کا تعین پارلیمنٹ کرے گی۔ 30 اکتوبر کو وزیر اعظم اور دیگر کے خلاف توہین عدالت کی درخواستیں دائر ہوئیں اور 31 اکتوبر کو وزیر اعظم نے پانچ ججوں کے تقرر کے بارے میں چیف جسٹس کی سفارشات منظور کر لیں سپریم کورٹ میں 13 ویں ترمیم کو چیلنج کیا گیا۔ یکم نومبر کو صدر مملکت نے سپریم کورٹ کے پانچ ججوں کا تقرر کیا۔ 3 نومبر کو سپریم کورٹ نے وزیر اعظم سمیت چھ اراکین پارلیمنٹ کو توہین عدالت کا نوٹس جاری کیا اور 12 نومبر کو عدالت میں طلب کیا گیا۔ 13 نومبر کو چیف جسٹس نے انسداد دہشت گردی ایکٹ کو سسٹم سے باہر قرار دیا۔ 14 نومبر کو وزیر اعظم نے توہین عدالت کے مقدمہ میں پیش ہونے سے پہلے ایک بیان میں کہا کہ ''1993ء کی طرح ان کے خلاف سازشیں کی جاری ہیں۔'' اس روز نواز شریف کی ایماء پر جسٹس سجاد علی شاہ کی

چیف جسٹس کی حیثیت سے تقرر کو چیلنج کیا گیا اور نواز شریف نے کہا کہ وہ توہین عدالت کا مقدمہ لڑیں گے اور قومی اسمبلی توہین عدالت ایکٹ میں ترمیم کرے گی۔ اس روز سپیکر نے قومی اسمبلی کا حذف شدہ ریکارڈ عدالتوں کو پیش کرنے سے انکار کیا۔ 18 نومبر کو سینٹ نے توہین عدالت ترمیمی ایکٹ کا بل منظور کیا اور چیف جسٹس کے تقرر کو سپریم کورٹ کے کوئٹہ بنچ میں چیلنج کیا گیا۔ 19 نومبر کو صدر اور وزیر اعظم کی متعدد ملاقاتیں ہوئیں اور وزیر اعظم نے صدر سے بل پر دستخط کرنے کی درخواست کی۔ 20 نومبر کو سپریم کورٹ نے توہین عدالت کا ترمیمی بل معطل کر دیا اور قومی اسمبلی کا ریکارڈ پیش کرنے کے لیے دوبارہ حکم دیا۔ 21 نومبر کو توہین عدالت کیس کی سماعت 28 نومبر تک ملتوی کرتے ہوئے سپریم کورٹ نے 13 ویں ترمیم کی معطلی مسترد کر دی۔ 26 نومبر کو چیف جسٹس نے کوئٹہ بنچ کے فیصلے کو کالعدم قرار دیا اور وزیر اعظم کی نئے چیف جسٹس کی تقرری کی تجویز کو صدر نے مسترد کر دیا۔ 7 نومبر کو پشاور بنچ نے بھی چیف جسٹس کو معطل کر دیا۔ 28 نومبر کو سپریم کورٹ نے فل کورٹ طلب کیا۔ 29 نومبر کو سپریم کورٹ کے متوازی بنچ کے شیڈول کا اعلان کیا گیا 30 نومبر کو چیف جسٹس نے فل کورٹ کینسل کر دیا جبکہ دس ججوں نے چیف جسٹس کے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ یکم دسمبر کو سپریم کورٹ نے متضاد شیڈول جاری ہوئے اور وکلاء نے ملک گیر ہڑتال کی 2 دسمبر کو چیف جسٹس نے 13 ویں ترمیم کو معطل کر دیا جبکہ جسٹس سعید الزمان صدیقی کی سربراہی میں دس رکنی بینچ نے جسٹس سجاد علی شاہ کے چیف جسٹس کی حیثیت سے تقرر کو غیر آئینی قرار دیا اور صدر سے کہا کہ وہ چیف جسٹس سید سجاد علی شاہ کو ڈس کوالیفائی کر کے جسٹس اجمل میاں کو قائم مقام چیف جسٹس مقرر کریں۔ جس پر صدر فاروق لغاری نے صدر کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔ اس طرح بے نظیر کی حکومت کو ختم کرنے والے صدر اور بے نظیر حکومت کی برطرفی کو جائز قرار دینے والے چیف جسٹس دونوں ہی نواز شریف کے ہاتھوں حکومت سے باہر ہو گئے۔

27 دسمبر 1997ء کو جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالقدیر کو جسٹس جونیجو کی جگہ مستقل چیف الیکشن کمشنر بنایا گیا۔ جسٹس (ر) عبدالقدیر کوئٹہ ہائیکورٹ کے جج، چیف جسٹس اور سپریم کورٹ

گے جج رہ چکے تھے اور وہ سپریم کورٹ کے ان بنچوں میں شامل تھے جنہوں نے حکومت کی بحالی کے لیے نواز شریف کے حق میں اور بے نظیر کے خلاف فیصلے دیئے تھے۔

نواز شریف یکے بعد دیگرے اداروں کو فتح کر رہے تھے اور انکے گرد جمع خوشامدی انہیں "مرد بحران" کہہ کر پکارتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے ملک کے سب سے بڑے اور اہم ادارہ کو بھی فتح کرنے کی ٹھانی اور انہیں یہ موقعہ اس وقت میسر آیا جب 5 اکتوبر 1998ء کو آرمی چیف جنرل جہانگیر کرامت نے وزیراعظم کی سربراہی میں نیشنل سیکورٹی کونسل کی تشکیل کی تجویز دیتے ہوئے کہا کہ "ملکی سلامتی کا تقاضا ہے کہ فوج کو اقتدار میں شریک کرلیا جائے اور قومی سلامتی کونسل قائم کر کے ان تمام آئینی اور سیاسی بحرانوں کے خاتمہ کی پیش بندی کردی جائے جس کی وجہ سے ملک کو بار بار انتخابات اور مارشل لاء کا سامنا کرنا پڑتا ہے سلامتی کونسل میں جائنٹ سٹاف ہیڈ کوارٹر، وزارت دفاع اور مسلح افواج کے سربراہوں کو شامل کیا جائے۔ یہ کونسل فیصلہ کرنے کی مجاز ہو اور اس کا مقصد انتخابات سے قبل احتساب، امن و امان، معیشت اور ملکی دفاع کے معاملات کا جائزہ لینا ہوگا" لیکن نواز شریف کے حواریوں اور ڈس انفارمیشن سیل نے اس تجویز کے منفی پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے آرمی چیف پر الزام لگایا کہ "انکے دادا قادیانی تھے اور قادیانی مخالف تحریک میں سیالکوٹ میں ان کے دادا کی دوکان نذر آتش کردی گئی تھی۔" اگلے روز ہی جنرل جہانگیر کرامت سے نواز شریف اور شہباز شریف نے بند کمرے میں تین گھنٹے کی تفصیلی گفتگو کے بعد استعفیٰ طلب کیا اور جہانگیر کرامت نے نہایت عقلمندی اور بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا استعفیٰ وزیراعظم کو پیش کردیا جسے وزیراعظم نے ایک فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ یہ سوچے بغیر کہ اسی جرنیل نے چند روز قبل چیف جسٹس اور صدر سے لڑائی کے دوران ان کا پورا پورا ساتھ دیا تھا، منظور کر کے جنرل پرویز مشرف کو نیا چیف آف آرمی مقرر کردیا۔

11 مئی 1998ء کو بھارت نے ایٹمی دھماکے کئے جس کے جواب میں 28 مئی 1998ء کو پاکستان نے بھی بیک وقت پانچ ایٹمی دھماکے کئے جس سے پاکستان ایٹمی قوت رکھنے والا دنیا کا ساتواں اور عالم اسلام کا پہلا ملک بنا۔ اس موقع پر نواز شریف نے خطاب

کرتے ہوئے کہا کہ ''پاکستان نے پانچ ایٹمی دھماکے کر کے بھارت کے ایٹمی تجربات کا حساب بے باک کر دیا ہے اب ہم پر کوئی ایٹمی شب خون نہیں مار سکتا۔''

فروری 1999ء تک نواز شریف' شہباز شریف' چوہدری شجاعت اور چوہدری پرویز الٰہی کے بھارت میں کاروباری مفادات قائم ہو چکے تھے اور ان کی شوگر ملوں کی چینی چار روپے کی سبسڈی کے ساتھ بیچی جا رہی تھی لہٰذا جب 20 فروری 1999ء کو بھارتی وزیر اعظم واجپائی لاہور آئے تو نواز شریف نے ان کے استقبال کے لیے خصوصی انتظامات کئے اور کوشش کہ آرمی چیف اور تینوں افواج کے سربراہ واجپائی کو سلیوٹ کرتے ہوئے لاہور میں موجود رہیں لیکن جنرل پرویز مشرف نے صاف انکار کر دیا۔ اس روز واجپائی اور نواز شریف کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا جسے ''اعلان لاہور'' کا نام دیا گیا جو حقیقت میں اس شملہ معاہدے کی تجدید تھا جس کے بارے میں نواز شریف کہا کرتے تھے ''اب لینا ہے کشمیر ٹوٹے شملہ کی زنجیر'' اہل پاکستان نے اس اعلان لاہور کو بھارت کی مکارانہ ذہنیت کا شاخسانہ قرار دیا جبکہ واجپائی نے بھارت جاتے ہی اس اعلان کے حوالے سے صرف آزاد کشمیر کو متنازعہ قرار دیا۔

مئی 1999ء میں اچانک بھارت اور پاکستان کے درمیان سرحدی جھڑپوں کا سلسلہ شروع ہوا اور مجاہدین نے کرگل کے حساس علاقے پر قبضہ کرتے ہوئے سیاچین میں بھارتی فوج کے لیے جانے والی رسد کو تباہ کر دیا قریب تھا کہ بھارت سیاچین خالی کرنے پر مجبور ہو جائے تو از شریف میدان جنگ میں جیتی ہوئی بازی میز پر ہار گئے اور پھر امریکہ اور بھارت کے گٹھ جوڑ سے افواج پاکستان کے خلاف بین الاقوامی سطح پر ہونے والے پروپیگنڈے پر نواز شریف نے نہ صرف چپ سادھ لی بلکہ ان کی کابینہ نے پاکستانی فوج پر طنزیہ فقرے بھی کسے۔

3 جولائی 1999ء کو نواز شریف امریکی صدر بل کلنٹن سے ملاقات کے لیے اچانک امریکہ چلے گئے۔ صدر کلنٹن اور ان کے درمیان تین گھنٹوں کے مذاکرات کے بعد مشترکہ اعلامیہ میں کہا گیا کہ ''کشمیر کے علاقے کرگل میں جاری جنگ خطرناک ہے جنوبی ایشیا میں امن

کے لیے 1972ء کے شملہ معاہدے کے مطابق لائن آف کنٹرول کا احترام نہایت ضروری ہے اور شملہ معاہدے کی بحالی کے لیے ٹھوس اقدامات کیے جائیں۔" اس معاہدے کو اعلان واشنگٹن کا نام دیا گیا۔

نواز شریف نے 12 جولائی 1999ء کو قوم سے اپنے خطاب میں کہا۔ "ہم بچوں کا مستقبل بیچ کر کب تک توپوں کے گولے بناتے رہیں گے ہماری اپیل پر مجاہدین نے کارگل کی چوٹیاں خالی کر کے ایک راستہ پیدا کر دیا جو کشمیر کی آزادی کی طرف جائے گا" ملک کی تمام اپوزیشن پارٹیوں نے اس اعلان واشنگٹن کے خلاف آواز اٹھائی اور قومی اسمبلی میں وزیر خارجہ کی بریفنگ پر اپوزیشن اور آزاد ارکان نے واک آؤٹ کیا۔ عوامی اتحاد اور جماعت اسلامی نے حکومت کے خلاف تحریک چلانے کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ "یہ معاہدہ واجپائی کی ڈکٹیشن پر عمل میں آیا ہے۔"

پاکستانی فوج بھارت کے اس دباؤ کو قبول نہیں کر رہی تھی آرمی چیف نے نواز شریف کو واضح الفاظ میں بتا دیا کہ "بھارت اس وقت سخت دباؤ میں ہے اس کی ایک ڈویژن فوج زندگی و موت کی کشمکش میں مبتلا ہے اور بھارت اپنی اس فوج کو بچانے کے لیے ہر صورت مقبوضہ کشمیر میں استصواب رائے کرانے پر مجبور ہو جائے گا جبکہ چین کی بھی یہی خواہش ہے کہ کرگل سے افواج کی واپسی کسی سودے کے بغیر نہ کی جائے۔" لیکن نواز شریف اس بوجھ تلے دبے 22 سے 29 جون تک کلنٹن سے ملاقات کی درخواستیں کرتے رہے۔ بالآخران کی استدعا مان لی گئی اور 4 جولائی 1999ء کو ان کی کلنٹن سے تین گھنٹے ملاقات ہوئی جس کے بعد اعلان واشنگٹن جاری ہوا۔ اس اعلان پر تبصرہ کرتے ہوئے انڈیا ٹوڈے نے لکھا کہ "شکر ہے کہ اس معاہدے پر دستخط کرنے کے لیے نواز شریف واشنگٹن گئے اٹل بہاری واجپائی نہیں۔ یہ ایک ایسا معاہدہ ہے جس میں فریق ثانی موجود نہ تھا۔"

اعلان واشنگٹن کے مطابق صدر کلنٹن اور نواز شریف نے اس بات پر اتفاق کیا کہ کشمیر کے کرگل ریجن میں حالیہ لڑائی خطرناک ہے اور اس کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر جنگ ہو

سکتی ہے۔جنوبی ایشیا میں امن کے لیے ضروری ہے کہ فریقین 1972ء کے شملہ معاہدے کے مطابق لائن آف کنٹرول کا احترام کریں۔شملہ معاہدہ کے مطابق لائن آف کنٹرول کی بحالی کے لیے ٹھوس اقدامات کئے جائیں اوران اقدامات کے بعدایک دوسرے کے خلاف جارحیت فوری طور پر بند کردی جائے بھارت اور پاکستان کے درمیان کشمیر سمیت تمام تنازعات طے کرنے کے لیے لاہور میں شروع ہونے والے دوطرفہ مذاکرات بہترین فورم ہیں اور صدر کلنٹن لائن آف کنٹرول کی بحالی کے بعدان دوطرفہ کوششوں کی حوصلہ افزائی اوراس عمل کوتیز کرنے میں ذاتی دلچسپی لیتے ہوئے جلد جنوبی ایشیا کادورہ کریں گے۔حکومتی سطح پراس معاہدہ کو بہت سراہا گیا ایک مسلم لیگی رکن اسمبلی نے کہا کہ ''میں نواز شریف کے کتے سے بھی زیادہ وفادار ہوں'' ساجد میر نے کہا کہ ''اعلان واشنگٹن صلح حدیبیہ کے مترادف ہے۔'' اور سردار قیوم نے کہا کہ ''اعلان واشنگٹن نے پاکستان کوایک تباہ کن ایٹمی جنگ سے بچالیا ہے۔'' اسی آڑ میں کابینہ کے بعض ارکان نے غیرملکی سفیروں سے ملاقاتیں کیں اور امریکہ اور نواز شریف کوخوش کرنے کے لیے اس معاہدہ کووقت کی ضرورت قرار دیا۔مشاہد حسین نے لاہور ہائی کورٹ بار سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ ''ہم نے مسئلہ کشمیر میں امریکی مداخلت کو یقینی بنا دیا ہے۔'' اس دور میں نواز شریف کی کابینہ کے وزراء چوہدری نثار علی کے بھائی جنرل افتخار وزارت دفاع کے سیکرٹری تھے' وہ نواز شریف کے خلوت کے بھی ساتھی تھے انہوں نے مسلح افواج کے سربراہوں کے خلاف بدگمانیاں پھیلانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا اور ایڈمرل منصور الحق ان کی سازشوں کا شکار ہوکر مستعفی ہوگئے ان سازشوں کے انکشاف پر بالآخر انہیں بھی فوج سے فارغ کردیا گیا۔

حقیقت پسند مبصرین کا کہنا ہے کہ ''یہ معاہدہ دراصل بھارتی عزائم کی بالواسطہ تکمیل کا شاخسانہ ہے جس کے ذریعے پاکستان نے کنٹرول لائن کی بحالی کوتسلیم کرلیا ہے اوراب پاکستان کے ایٹم بم سے اسلامی نشاۃ ثانیہ کی امیدیں ٹوٹ گئی ہیں۔''

تنازعہ کرگل کے حوالہ سے پاک فوج کے خلاف شرانگیز مہم کا بھرپور آغاز کیا گیا۔ بھارتی وزارتِ دفاع نے کہا کہ ''تنازعہ کرگل میں نواز شریف کا کوئی قصور نہیں بلکہ فوج نے انہیں

لاعلم رکھا تھا۔" 13 جولائی 1999ء کو تمام مغربی اخبارات میں دیئے گئے اشتہاروں میں پاکستان آرمی کو Rougue Army یعنی بدمعاش فوج قرار دیا گیا۔ محترمہ بے نظیر نے کہا کہ "آئی ایس آئی نہ صرف بھارت بلکہ امریکہ میں بھی خون ریزی کی کوشش میں مصروف ہے۔ 12 جولائی 1999ء کو امریکی جریدے ٹائم نے A SOLDER'S STORY IN ENEMY TERRTORY کے عنوان سے کرگل کے محاذ پر لڑنے والے ایک فرضی سپاہی کی کہانی بیان کی جس میں پاکستانی فوج کو اخلاقی لحاظ سے گری ہوئی فوج کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی گئی۔ پاکستانی اخباروں میں بھی بری فوج کو بیمار فوج' بحریہ کو سست رفتار اور فضائیہ میں "Gaps" کا انکشاف کرتے ہوئے اعلان واشنگٹن کو صحیح قرار دیا گیا۔ پھر مغربی ذرائع ابلاغ نے فوج کو بدنام کرنے کے لیے یہ ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی کہ پاکستان میں حکومتیں برائے نام ہوتی ہیں اور سارا کنٹرول آرمی کے پاس ہوتا ہے جبکہ پاکستان آرمی ایک غیر ذمہ دار فوج ہے۔ نیاز نائیک نے بیک ڈور پالیسی کے تحت دورہ بھارت کے بعد کشمیری حریت پسندوں کو "مداخلت کار" قرار دیا۔

پاکستانی فوج کے خلاف ہونے والے زہریلا پروپیگنڈا کا اثر زائل کرنے کے لیے فوج نے نواز شریف کو تجویز دی کہ وہ بھارتی فوجیوں کے خلاف مقبوضہ کشمیر میں ہونے والے مظالم کی عالمی سطح پر تشہیر کروائیں لیکن انہوں نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا بلکہ بھارت کو اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے جنرل پرویز مشرف اور جنرل عبدالعزیز کے معرکہ کارگل کے بارے میں ہونے والی گفتگو کی ٹیپ آئی ایس آئی کے چیف لیفٹیننٹ جنرل ضیاء الدین کے ذریعے بھارت بھیجی اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ معرکہ کرگل پاک فوج کی پلاننگ ہے اور نواز شریف حکومت کا اس میں کوئی ہاتھ نہیں۔ کارگل جنگ لڑنے والے منگلا ڈیم کور کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل سلیم حیدر کو جی ایچ کیو میں تعینات کر دیا گیا۔ حکومتی ایماء پر ایک اردو ڈائجسٹ میں فوج کے خلاف مضمون چھاپنے کے لیے انٹیلی جنس بیورو کو سیکرٹ فنڈ سے 25 لاکھ روپیہ ادا کیا گیا اور اس ڈائجسٹ کی 50 ہزار کاپیاں ملک کے ہر حصے میں تقسیم کی گئیں۔ اس مقصد کے

لیے سابقہ جرنیلوں کو بھی استعمال کیا گیا جس پر اصغر خان نے دفاعی اخراجات میں کمی اور جنرل نور خان نے محدود دفاع کی تجاویز دیں۔ مقامی اخبار میں اصغر خان نے کہا کہ ''حکومت کو چاہیے کہ وہ تیز رفتار اقتصادی اخراجات میں کمی کرے اور اپنی تمام تر توجہ دفاعی اخراجات کی بجائے اقتصادی ترقی کی طرف مرکوز کرے''۔ ایئر مارشل نور خان نے کہا کہ ''افواج پاکستان کو اس کے موجودہ حجم سے 20 سے 25 فیصد تک کم کر دینا چاہیے اور جارحانہ اہلیت کی حامل فوج کو محدود دفاعی فوج میں تبدیل کر دینا چاہیے جس کا مقصد صرف غیر ملکی دھمکیوں کا جواب دینا ہوگا۔'' نواز شریف نے بھی امریکی ایجنڈے پر عمل کرتے ہوئے کلنٹن سے ملاقات کے فوراً بعد فوج میں مڈل اور لوئر کلاس میں بھرتی' ٹریننگ سنٹر کے ذریعے مزید بھرتی اور افسروں کے بیرون ملک جانے پر پابندی عائد کرتے ہوئے فوج کی سالانہ مشقوں کو محدود اور فوج میں ڈاؤن سائزنگ کے احکام جاری کیے۔

فوج اور نواز شریف حکومت میں یہی مسئلہ وجہ نزاع بنا اور عالمی ذرائع ابلاغ نے اس شبہ کو تقویت دی کہ نواز شریف حکومت نے مذاکرات کی میز پر اپنی فوجی کامیابی کو ناکامی میں بدل ڈالا ہے۔ امریکہ نے بھی حکومت اور فوج کے درمیان اختلافات کو ہوا دی اور کہا کہ اقتصادی مسائل پاکستان کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں انہیں ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پاکستان اپنے دفاعی بجٹ اور فوج میں کمی کرے اور وزیر اعظم کے حواریوں نے ڈس انفارمیشن کے ذریعے وزیر اعظم کو آرمی چیف کے خلاف عافیت نااندیشانہ فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا۔

جنرل پرویز مشرف کو فوج سے الگ کرنے کا فیصلہ جس اجلاس میں کیا گیا تھا اس میں چوہدری نثار علی' مشاہد حسین' جنرل ضیاء الدین اور نواز شریف کے ملٹری سیکرٹری بریگیڈیئر جاوید ملک شریک تھے۔ اس منصوبے کی اطلاع جنرل پرویز مشرف کو بھی مل چکی تھی۔ لہذا نواز شریف کو ان کے دورہ جی ایچ کیو کے دوران جب اس گفتگو کی ٹیپ سنائی گئی تو وہ پریشان ہو گئے اور جنرل پرویز مشرف سے کہا کہ ''اب اس منصوبے کو ختم تصور کیا جائے'' لیکن درپردہ اس منصوبے کو عملی جامہ پہناتے ہوئے جنرل پرویز مشرف کو 12 اکتوبر 1999ء کو فارغ اور ان کی جگہ جنرل

ضیاء الدین کو آرمی چیف بنا دیا جنہوں نے اپنے مشن ''Impossbile'' کے تحت چیف آف جنرل سٹاف لیفٹیننٹ جنرل محمد عزیز خان کو وزیر اعظم کے فیصلے سے آگاہ کیا اور بریگیڈئیر جاوید اقبال کے ہمراہ جی ایچ کیو پہنچے۔ اس وقت جی ایچ کیو میں اسی سلسلہ میں کور کمانڈر کا اجلاس ہو رہا تھا۔ اجلاس کے اختتام پر جنرل ضیاء الدین کو بتا دیا گیا کہ نہ تو انہیں آرمی چیف تسلیم کیا گیا ہے اور نہ ہی انہیں بیج دیئے جا سکتے ہیں پھر جنرل عزیز کے حکم پر جنرل محمود بریگیڈئیر 3 نے تمام حساس مقامات کا کنٹرول سنبھال لیا اور جنرل مظفر عثمانی نے کراچی ائیر پورٹ کو تحویل میں لینے کے لیے فوجی دستے بھیج دیئے۔

جنرل ضیاء الدین غصے کی حالت میں جی ایچ کیو سے واپس آئے اور انہوں نے دہشت گردی پر کنٹرول کرنے کی آڑ میں پاک آرمی کے مقابلہ جو ایلیٹ فورس ترتیب دے رکھی تھی کو حکم دیا کہ وہ فوری طور پر ملک کا انتظام سنبھال لے اور حکم عدولی کرنے والے فوجی کو گولی مار دے لیکن یہ ایلیٹ فورس پاک فوج کے سامنے بے بس ہوگئی اور فوج نے انہیں حراست میں لے لیا۔

نواز شریف نے اپنے دور حکومت میں ملکی بنکوں اور مالیاتی اداروں سے مجموعی طور پر 12 ارب 33 کروڑ اور 50 لاکھ روپے سے زائد قرضے حاصل کر کے بیرون ملک اور اندرون ملک غیر ملکی بنکوں میں جمع کروائے۔ ان کے 275 ملین ڈالر بطور سیکورٹی لاہور کے ایک انوسٹمنٹ بنک ''بنک آف ٹوکیو'' اور 46 ملین ڈالر اسلام آباد کے الفیصل انوسٹمنٹ میں حمزہ بورڈ ملز کے کھاتہ میں جمع ہیں۔ انہوں نے 1977ء کی انتخابی مہم چلانے کے لیے نومبر 1996ء میں قطر کے شہزادے عبدالرحمٰن بن ناصر الثانی سے ایک ملین ڈالر مالیت کا روسی ساخت ہیلی کاپٹر خریدا اور اسے سول ایسوی ایشن اتھارٹی میں رجسٹرڈ کرانے کے بعد اس کی تزئین و آرائش پر 18 لاکھ ڈالر خرچ کئے۔ ایک برطانوی ٹرسٹ کے ذریعے ایک سو ملین ڈالر اپنے سوئس بنک اکاؤنٹ میں منتقل کیے۔ ایٹمی دھماکوں کے بعد قیمتی گاڑیوں کی امپورٹ ڈیوٹی 325 فی صد سے کم کر کے 125 فیصد کر دی اور 80 قیمتی گاڑیاں درآمد کر کے لاکھوں

ڈالر کمائے۔ ایٹمی دھماکوں سے ایک روز قبل 700 ملین ڈالرز بیرون ملک منتقل کیے جبکہ اسی روز ان کے دست راست سیف الرحمٰن نے بھی سٹی بنک سے لاکھوں ڈالرز نکلوائے۔ 1996ء میں بینکرز ایکوٹی سے 10 ملین قرضہ حاصل کیا جس سے یہ بنک دیوالیہ ہو گیا۔ آصف علی زرداری کے خلاف ''Unar'' کیس رجسٹرڈ کروانے والے مرتضیٰ بخاری کی بیوی کو انعام کے طور پر سبزہ زار سکیم میں 8 کنال کا پلاٹ دیا موٹروے کا تخمینہ 8.51 بلین سے بڑھا کر 25.5 بلین کیا گیا اور اس سودا میں 8 ارب روپے کمیشن کھائی میسرز ہوگو نیوسنز نیویارک کے ذریعے تقریباً دو کروڑ ڈالر مالیت کا سکریپ برآمد کر کے نیشنل بنک کو ادائیگی نہ کی اور بعدازاں اس ادائیگی کو لمبی مدت کے قرضہ میں تبدیل کروالیا۔ رائے ونڈ کے ایک سو ایکڑ وسیع رقبے پر سرخ کارپٹ سے ڈھکے دو بڑے محل تعمیر کیے جن میں ہیلی پیڈ تک کی سہولت موجود ہے۔ یہ محل وائٹ ہاؤس سے 20 گنا لاہور کے گورنر ہاؤس سے پانچ گنا اور شاہی قلعہ سے نو گنا بڑا ہے۔ رائے ونڈ فارم کو وزیر اعظم ہاؤس کا درجہ دے کر کروڑوں روپے ذاتی شان وشوکت پر صرف کیے۔ انہوں نے لندن کے علاقہ مے فیئر میں انتہائی مہنگے اور پرتعیش اپارٹمنٹ جو ایونفیلڈ ہاؤس کی تیسری منزل پر واقع ہیں۔ لیکسو اینڈ نیلسن لمیٹڈ نامی دو آف شور کمپنیوں کے نام پر خریدے۔ فروری 1997ء کے بعد 28 غیر ملکی دوروں پر 110 کروڑ روپے اور 6 بار عمرہ ادا کرنے پر 15 کروڑ روپیہ خرچ کیے۔ انہوں نے اس دور میں ایف آئی اے میں انسپکٹر سے ڈپٹی ڈائریکٹر کی سطح پر براہِ راست 30 افراد کا تقرر کیا جن میں 28 کا تعلق شریف فیملی سے اور ایک صدر پاکستان رفیق احمد تارڑ کا بھانجا ہے۔

12 اکتوبر 1999ء کو جنرل پرویز مشرف نے ان کی حکومت کا تختہ الٹتے ہوئے آئین سمیت قومی اسمبلی، سینٹ اور چاروں اسمبلیاں معطل کر دیں اور انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ 16 اپریل 2000ء کو انہیں عدالت نے دو مرتبہ عمر قید، بیس لاکھ روپیہ ہرجانہ، دس لاکھ جرمانہ اور تمام جائیداد اور اثاثے ضبط کرنے کی سزا دی اور بالآخر فوجی گورنمنٹ سے خفیہ ڈیل کرنے کے باعث انہیں اہل خانہ سمیت جلاوطن کر دیا گیا۔ آجکل وہ سعودی گورنمنٹ کے مہمان ہیں۔

جسٹس (ر) محمد رفیق تارڑ

(جنوری 98ء تا 21 جون 2001ء)

سردار فاروق لغاری کے مستعفی ہونے کے بعد 2 دسمبر 1997ء کو چیئرمین سینٹ وسیم سجاد قائم مقام صدر پاکستان بنے۔ وہ 2 دسمبر 1997ء سے جنوری 1998ء تک صدر کے عہدہ پر اضافی کام کرتے رہے۔ اس دوران مسلم لیگ نے 15 دسمبر 1997ء کو جسٹس (ر) محمد رفیق تارڑ کو ملک کا صدر نامزد کیا۔ وزیر اعظم محمد نواز شریف نے ان کی نامزدگی کا حتمی فیصلہ آرمی چیف جنرل جہانگیر کرامت کی ملاقات کے بعد کیا۔

جسٹس (ریٹائرڈ) رفیق تارڑ 2 نومبر 1929ء کو گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ تحصیل وزیر آباد کے قریب واقع ایک چھوٹے سے گاؤں پیرا کوٹ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام چوہدری سردار خان تارڑ ہے جو ڈپٹی کمشنر کے ریڈر کے طور پر ریٹائر ہوئے تھے۔ انہوں نے 1945ء میں اسلامیہ ہائی سکول گوجرانوالہ سے میٹرک اور 1947ء میں گورونانک خالصہ کالج جسے اب اسلامیہ کالج کے نام سے پکارا جاتا ہے سے ایف ایس سی کا امتحان پاس کیا۔ اسی کالج سے گریجویشن کرنے کے بعد انہوں نے 1951ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے قانون کا امتحان پاس کیا۔ 1955ء میں ہائی کورٹ لاہور سے لائسنس حاصل کر کے گوجرانوالہ میں پریکٹس شروع کی۔ ایام طالب علمی میں وہ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے سرگرم رکن رہے اور نوجوان وکیل کے طور پر عقیدہ ختم نبوت پر جان نثار کرنے والے سپاہی تھے۔ مسلم لیگی ہونے کے باوجود سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے جلسوں میں نہ صرف شرکت کرتے بلکہ ختم نبوت پر مولانا ظفر علی کے اشعار جھوم جھوم کر پڑھتے تھے۔ اس عقیدت کی بنا پر عطاء اللہ شاہ بخاری انہیں اپنا پانچواں بیٹا کہتے تھے۔ ایک دفعہ ایک قادیانی نے ان پر قاتلانہ حملہ بھی کیا جس میں وہ شدید زخمی

ہوئے۔

اکتوبر 1966ء میں اس وقت کے سپیکر مغربی پاکستان اسمبلی چوہدری محمد انور بھنڈر (جن کے والد چوہدری محمد حسین بھنڈر ان کے کلاس فیلو رہ چکے تھے) کی سفارش پر نواب آف کالاباغ ملک امیر محمد خان گورنر مغربی پاکستان نے انہیں ایڈیشنل سیشن جج مقرر کیا اور اس حیثیت سے ڈیرہ غازی خان، بہاولپور اور سرگودھا تعینات رہے۔ 1970ء میں پنجاب لیبر کورٹ کے چیئرمین بنے۔ 1974ء میں ہائی کورٹ کے جج اور 1989ء میں چیف جسٹس ہائی کورٹ کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ وہ بطور چیف جسٹس ہائی کورٹ اس فل بنچ کے سربراہ تھے جس نے 1990ء میں بے نظیر کی حکومت اور قومی اسمبلی کی بحالی کے لیے خواجہ طارق رحیم کی دائر کردہ رٹ درخواست مسترد کی تھی۔ جنوری 1991ء میں وہ سپریم کورٹ کے جج بنے۔ وہ سپریم کورٹ کے اس گیارہ رکنی بنچ میں شامل تھے جس نے مئی 1993ء میں نواز شریف کی حکومت کو بحال کیا۔ وہ جسٹس سیف الرحمٰن کی سربراہی میں اس تحقیقاتی کمیشن میں بھی شامل رہے جس نے چیف آف آرمی جنرل آصف نواز جنجوعہ کی موت کی تحقیقات کی اور ان کی موت کو فطری قرار دیا۔ انہوں نے اگست 1994ء میں ہائی کورٹ کے اس فیصلہ کو کالعدم قرار دیا جس میں میاں نواز شریف کی تین فیکٹریاں سیل اور 14 فیکٹریوں پر ایکسائز انسپکٹر بٹھانے کا حکم تھا۔ 31 اکتوبر 1994ء کو وہ سپریم کورٹ کے جج کی حیثیت سے ریٹائرڈ ہوئے اور اگلے دن ریٹائرد ہونے والے جج ولی محمد کے ساتھ اپنے اعزاز میں سید سجاد علی شاہ کی صدارت میں منعقد ہونے والے فل کورٹ ریفرنس بنچ میں احتجاجاً شرکت نہ کی حالانکہ اس فل کورٹ بنچ میں جسٹس سعد سعود جان اور جسٹس اجمل میاں شامل ہوئے تھے جو سید سجاد علی شاہ سے سینئر تھے۔

1997ء میں وہ مسلم لیگ کی ٹکٹ پر سینٹر منتخب ہوئے اور 15 دسمبر 1997ء کو اسی پارٹی نے انہیں صدر پاکستان کے عہدہ کے لیے نامزد کیا۔ 17 دسمبر 1997ء کو ایک اخباری بیان میں کہا کہ بے نظیر نے انہیں سیاسی انتقام کا نشانہ بنایا لیکن انہوں نے اس پرواہ نہیں کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ وہ حضرت ابوانیس محمد برکت علی لدھیانوی کے عقیدت مند ہیں اور

بزرگان دین کے مزارات پر حاضری دینے سے قلب کی صفائی ہو جاتی ہے۔

18 دسمبر 1997ء کو انہیں قائم مقام چیف الیکشن کمشنر جسٹس مختار احمد جونیجو نے نا اہل قرار دیتے ہوئے آئین کے آرٹیکل 1-63(G) کے تحت ان کے کاغذات نامزدگی مسترد کر دیے۔ ان پر الزام تھا کہ انہوں نے 26 جون 1996ء کو کراچی کے ہفت روزہ جریدے "تکبیر" کو انٹرویو دیتے ہوئے لاہور ہائی کورٹ کی ایک جج فخر النساء پر بدعنوانی کے الزامات لگائے تھے جو بعد میں بے بنیاد ثابت ہوئے اور حالیہ بحران کے دوران چیف جسٹس سید سجاد علی شاہ اور قائم مقام چیف الیکشن کمشنر کے بارے میں متنازعہ بیانات دیے تھے۔ 19 دسمبر 1997ء کو لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس ملک محمد قیوم نے جسٹس جونیجو کے نا اہلی کے فیصلے کو معطل کرتے ہوئے انہیں الیکشن لڑنے کی اجازت دی اور درخواست پر باقاعدہ سماعت کے لیے فریقین کو 23 دسمبر 1997ء کے لیے نوٹس جاری کیا۔ 20 دسمبر 1997ء کو ان کا نام صدارتی انتخابی فہرست میں شامل کر لیا گیا۔ 30 دسمبر 1997ء کو حکم امتناعی میں 12 جنوری 1997 تک توثیق کر دی گئی۔

31 دسمبر 1997ء کو ہونے والے صدارتی انتخاب میں انہوں نے ریکارڈ 374 ووٹ حاصل کئے۔ انہوں نے اسلام آباد سے 243، پنجاب سے 41، سندھ سے 28، سرحد سے 36 اور بلوچستان سے 26 ووٹ حاصل کر کے فاروق لغاری کے 274 ووٹوں کا ریکارڈ توڑا۔ ان کے مدمقابل پی پی پی کے آفتاب شعبان میرانی نے 58 اور مولانا شیرانی نے 22 ووٹ حاصل کئے۔ منتخب ہونے کے بعد انہوں نے کہا کہ مجھ جیسے درویش کا صدر بننا اللہ تعالی کا کرشمہ ہے اور میں کوشش کروں گا کہ آئین کے دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے اپنا بھرپور کردار ادا کروں اور پاکستان قائداعظم اور علامہ اقبال کے افکار کی روشنی میں ایک اسلامی جمہوري اور فلاحي مملکت كي حيثيت سے اکيسويں صدي ميں داخل ہو۔

12 اکتوبر 1999ء کو جب نواز شریف حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا تو محمد رفیق تارڑ نے اپنی آئینی ذمہ داریوں کی آڑ میں وہی کردار ادا کیا جو بھٹو کی حکومت ختم ہونے پر چوہدری

فضل الٰہی نے ادا کیا تھا۔ انہوں نے فوجی حکومت کے ڈنڈے تلے صدارت کو قبول کر لیا۔ نواز شریف اور فوجی حکومت کے ساتھ خفیہ سمجھوتے میں انہوں نے اہم کردار ادا کیا اور سربراہ مملکت ہونے کے ناطے اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے نواز شریف اور ان کے اہل خانہ کے لیے جلاوطنی کا ہینڈ آؤٹ جاری کیا۔

21 جون 2001ء کو فوجی حکومت نے انہیں چلتا کیا اور ان کی جگہ جنرل پرویز مشرف صدر مملکت کے عہدہ پر فائز ہوئے۔

جنرل پرویز مشرف

(12 اکتوبر 1999ء تا حال)

چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف 11 اگست 1943ء کو دلی کے کوچہ سعد اللہ کے وسط میں واقع مغلیہ خاندان کی مشہور نہر والی حویلی میں خانوادہ سادات میں پیدا ہوئے۔ جنرل پرویز مشرف کے دادا قاضی سید مختم الدین تقسیم سے پہلے کمشنر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے تھے ان کے والد سید مشرف الدین نے اینگلو عربیک کالج اور سینٹ اسٹیفن کالج سے تعلیم حاصل کی اور تقسیم سے قبل دلی میں ڈائریکٹر جنرل آف سول سپلائز دلی کے دفتر میں ملازم رہے۔ قیام پاکستان کے بعد سید مشرف الدین پاکستان آ گئے اور دفتر خارجہ میں ملازم ہو گئے۔ بعد میں وہ ترقی حاصل کرتے ہوئے جوائنٹ سیکرٹری فارن افیئر کے عہدے تک پہنچے۔ فارن سروس کے دوران وہ ترکی' کینیا' انڈونیشیا میں تعینات رہے

جنرل پرویز مشرف نے ابتدائی تعلیم کراچی میں حاصل کی۔ 1946ء میں انہوں نے پاک فوج میں کمیشن حاصل کیا اور کاکول ملٹری اکیڈمی میں تربیت حاصل کرنے کے بعد آرٹلری رجمنٹ میں خدمات سرانجام دیں۔ 1965ء کے ''حق و باطل'' معرکے میں کھیم کرن کے محاذ پر بہادری کے جوہر دکھائے۔ 1971ء کی جنگ میں انہوں نے کمانڈو کمپنی کے ساتھ خدمات سرانجام دیں۔ 1992ء میں لیفٹیننٹ کرنل کی حیثیت میں انہیں ڈائریکٹنگ سٹاف میں شامل کیا گیا۔ بعدازاں وہ ملٹری آپریشنز ڈائریکٹوریٹ میں بطور ڈپٹی ڈائریکٹر اور آپریشنز نیشنل ڈیفنس کالج کے ڈائریکٹنگ سٹاف کے عہدے پر بھی تعینات رہے۔ بریگیڈیئر کی حیثیت سے انہوں نے ملٹری برانچ میں بحیثیت ڈپٹی ملٹری سیکرٹری بھی کام کیا۔ اس کے بعد وہ ایک سال تک رائل کالج آف ڈیفنس منسٹریز میں اعلیٰ عسکری تعلیم کے لیے بھیج دیئے گئے۔ آرمی چیف

اسلم بیگ کے دور میں وہ میجر جنرل بنے اور انہیں انفنٹری ڈویژن کی کمان کا اعزاز حاصل ہوا۔ 1996ء میں جنرل عبدالوحید کاکڑ نے انہیں علی قلی خان کے ساتھ ترقی دے کر لیفٹیننٹ جنرل کے عہدے پر فائز کیا اور انہیں اسٹرائیک کور منگلا کی کمانڈ دی گئی۔ جنرل جہانگیر کرامت کے بعد نواز شریف نے انہیں آرمی چیف بنا دیا۔ وہ آرٹلری سے آرمی چیف بننے والے دوسرے جنرل ہیں۔ ان سے پہلے جنرل ٹکا خاں کو یہ اعزاز حاصل ہوا تھا۔ جنرل پرویز مشرف کے آرمی چیف بننے کے بعد ان سے سینئر جنرل علی قلی خاں اور کوارٹرز ماسٹر جنرل خالد نواز احتجاجاً مستعفی ہو گئے۔ اس تبدیلی پر فوج اور نواز شریف میں اختلافات کی خلیج وسیع ہوئی اور اس میں مزید اضافہ اس وقت ہوا جب جنرل پرویز مشرف کو چیئرمین چیفس آف آرمی سٹاف کمیٹی کا عہدہ بھی دے دیا گیا اور ان سے ایک سال پانچ ماہ سینئر ایڈمرل بخاری نے احتجاجاً استعفیٰ دیا۔

پرویز مشرف نے پاکستان میں چوتھی بار 12 اکتوبر 1999ء کو اس وقت نواز شریف حکومت کو برطرف کر کے امور مملکت سنبھالے جب نواز شریف نے انہیں نہ صرف ان کے عہدہ سے ہٹانے کی کوشش کی بلکہ ان کے طیارہ کو کراچی ائرپورٹ پر لینڈ کرنے سے بھی روک دیا۔ جنرل پرویز مشرف کی جگہ جب جنرل ضیاء الدین کی تقرری کا اعلان ٹیلی ویژن کے خصوصی بلٹن میں ہوا تو فوج نے پاکستان ٹیلی ویژن اسلام آباد کی عمارت کا کنٹرول سنبھال لیا، ٹیلی ویژن نشریات رکوا دیں اور وزیراعظم ہاؤس کو گھیر کر نواز شریف کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ جنرل پرویز مشرف نے ملک میں ایمرجنسی نافذ کر کے چیف ایگزیکٹو کا عہدہ سنبھالتے ہوئے آئین سمیت قومی اسمبلی، گورنر جنرل، وزرائے اعظم، وفاقی وصوبائی وزراء، مشیر اور پارلیمانی سیکرٹری فارغ اور قومی وصوبائی اسمبلیوں کے سپیکر، ڈپٹی سپیکر، سینٹ کے چیئرمین و ڈپٹی چیئرمین معطل کر دیئے۔ انہوں نے عبوری دستوری حکم نامہ نمبر ایک مجریہ 14 اکتوبر 1999ء جاری کرتے ہوئے اعلان کیا کہ

(اے) اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین معطل رہے گا۔

(ب) صدر پاکستان اپنے عہدے پر برقرار رہیں گے۔

(سی) قومی اسمبلی، صوبائی اسمبلیاں اور سینٹ معطل رہیں گی۔

(ڈی) وزیر اعظم، وفاقی وزراء، وزرائے مملکت، وزیر اعظم کے مشیران، پارلیمانی سیکرٹریز، صوبائی گورنرز، وزرائے اعلیٰ، صوبائی وزراء اور وزرائے اعلیٰ کے مشیران اپنے عہدوں پر برقرار نہیں رہیں گے۔

(الف) پورا پاکستان ملک مسلح افواج کے کنٹرول میں چلا جائے گا۔

یہ حکم فوری طور پر نافذ العمل ہوگا اور اسے 12 اکتوبر 1999ء سے موثر سمجھا جائے گا۔

15 اکتوبر 1999ء کو جنرل پرویز مشرف ملک بھر میں ہنگامی حالت نافذ کرتے ہوئے پاکستان کے 25ویں سربراہ بنے۔ 17 اکتوبر 1999ء کو جنرل مشرف نے اپنی سربراہی میں بحریہ اور فضائیہ کے سربراہوں سمیت قانون، خزانہ اور خارجہ پالیسویں کے ماہرین پر مشتمل چھ رکنی سلامتی کونسل بنانے کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ "وزارتی کابینہ اس سلامتی کونسل کے ماتحت کام کرے گی۔ ائین عارضی طور پر معطل کیا گیا ہے۔ یہ کوئی مارشل لاء نہیں بلکہ ہم جمہوریت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اس حکومت کا مطمع نظر قومی اعتماد، اخلاقیات کی بحالی، وفاق اور ملکی اداروں کا استحکام، بین الصوبائی عدم اعتماد کا خاتمہ، قومی یکجہتی، اقتصادی اور سرمایہ کاروں کے اعتماد کی بحالی، امن وامان کا قیام، فوری انصاف کی فراہمی، نیچے تک اختیارات کی تقسیم اور غیر جانبدارانہ احتساب ہے۔" انہوں نے ماہرین کا ایک تھنک ٹینک بنانے کا بھی اعلان کیا۔

یکم نومبر 1999ء کو انہوں نے اپنی پہلی پریس کانفرنس میں کہا کہ "ہم حکومت کے جائز ہونے کے بارے میں ریفرنڈم کرانے کا منصوبہ رکھتے ہیں۔ انہیں آئین میں تبدیلی، صدارتی طرز حکومت کے قیام اور انتخابی طریقہ کار میں ردوبدل کے بارے میں تجاویز بھی مل رہی ہیں جن پر آئینی کمیشن غور کرے گا۔ لوٹی ہوئی قومی دولت کی واپسی اور اختیارات کے ناجائز استعمال کا مواخذہ کرنے کے لیے احتساب بیورو (NAB) قائم کر دیا گیا ہے جو ماضی کے حکمرانوں، بیوروکریٹس، افواج پاکستان اور عدلیہ کے ارکان سمیت ہر قابل ذکر شخص کا احتساب

کرے گا۔احتساب کے کیس چلانے کے لیے فوری سماعت کی عدالتیں قائم کی جائیں گی۔
احتساب بلا امتیاز اور بالائی سطح سے شروع کیا جائے گا لاکھ دو لاکھ کے نادہندگان یا اتنی سطح کی کرپشن کرنے والوں پر گرفت ہماری ترجیحات میں بہت نیچے ہے۔احتساب کے لیے ہمارے پاس بہت تفصیلات موجود ہیں لیکن ہم مزید معلومات کے لیے انٹرنیٹ ویب سائٹ قائم کررہے ہیں اور ای میل نمبرز کا بھی اعلان کررہے ہیں صرف 322افراد نے قوم کے 200ارب روپے دبا رکھے ہیں جس سے مجھے برٹش رائل ائرفورس کے دوسری جنگ عظم کے وقت کے ایک مقدمہ میں دیئے گئے ایک جج کے یہ الفاظ یاد آ گئے کہ ''میں نے اتنے کم افراد کو اتنے زیادہ لوگوں سے اتنی زیادہ رقم لوٹتے کبھی نہیں دیکھا۔'' احتساب شخصیات کا ہوگا اور کرپشن خواہ 47ء میں کی گئی ہو اس کا حساب لیا جائے گا۔

بہتر تعلقات کے لیے ضروری ہے کہ بھارت پاکستان کے ساتھ تمام تنازعات پر بات چیت کرے جس میں سرفہرست کشمیر کا مسئلہ ہے۔اشتعال اور امن کا جواب امن سے دیا جائے گا۔بھارت اور پاکستان کے بہتر تعلقات خطے کے وسیع تر مفاد میں ہیں کیونکہ جنوبی ایشیاء دنیا کا واحد خطہ ہے جو سب سے پیچھے ہے۔ایران کے ساتھ بدستور ہماری خارجہ پالیسی ماضی کے خطوط پر جاری رہے گی۔سی ٹی بی ٹی پر دستخطوں کے معاملہ پر ماضی کی حکومت نے قوم کو ساتھ نہیں لیا تھا ہم اس سلسلہ میں اتفاق رائے پیدا کریں گے لیکن سی ٹی بی ٹی سے پہلے ہماری حکومت کے کرنے کے ہزاروں کام اور ہزاروں باتیں ہیں۔

سابق وزیراعظم کے خلاف 12 اکتوبر کو ان کے ہوائی جہاز کو اترنے نہ دینے بنکوں کے قرضے ادا نہ کرنے سمیت کئی معاملات پر تحقیقات ہو رہی ہیں جس کے بعد ان پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے گا۔فوج کے ادارے کو بچانے کی خاطر حکومت ختم کرکے انہوں نے کوئی غلط مثال قائم نہیں کی جبکہ مثال نواز شریف قائم کررہے تھے اور جس طرح انہوں نے فوج کے سربراہ کو برطرف کیا اس طرح قانون کے مطابق کسی چپڑاسی کو بھی برطرف نہیں کیا جاتا۔اس سے پہلے نواز شریف جنرل جہانگیر کرامت کو مستعفی ہونے پر مجبور کر چکے تھے جس سے مسلح افواج

میں شدید بے چینی پھیلی تھی اور اس بار جب نواز شریف نے انہیں برطرف کیا تو ان کے کہے بغیر فوج نے یہ قدم اٹھایا۔ فی الحال وہ یہ کہنے کی پوزیشن میں نہیں کہ وہ کتنے عرصے تک برسر اقتدار رہیں گے۔ اقتصادی بحالی، وفاق کی مضبوطی، اختیارات کی تقسیم، قانون کی حکمرانی اور بیوروکریسی کو غیر سیاسی کرنا ہمارا اولین ایجنڈا ہے۔ ملک میں سرمایہ کاری کے لیے دوستانہ فضا پیدا کی جائے گی تاکہ زیادہ سے زیادہ غیر ملکی سرمایہ کاری کا رجحان ہو۔ حکومت بنیادی اقتصادی پیرامیٹرز تیار کرے گی اور قومی سلامتی کونسل حتمی حکمت عملی وضع کرے گی۔ صوبوں میں پائی جانے والی احساس محرومی کو بھی دور کیا جائے گا کیونکہ اس نے وفاق میں دراڑیں ڈال رکھی ہیں۔ اس ضمن میں سینئر عہدوں پر میرٹ کی بنیاد پر بھرتیاں ہوں گی اور صوبوں کے درمیان ان عہدوں کی متوازن تقسیم کو یقینی بنایا جائے گا۔ اختیارات کو مرکز سے صوبوں اور صوبوں سے ضلعی سطح تک مرتکز کیا جائے گا۔ اضلاع کو خود مختار بنا دیا جائے گا اور وہ اپنی منزل کے خود مالک ہوں گے۔ نئی سکیم میں ڈپٹی کمشنروں اور سپرنٹنڈنٹ پولیس کے کردار کا از سر نو تعین کیا جائے گا۔ پوری دنیا جانتی ہے کہ پاکستان اسلامی جمہوریہ ہے ہم دیانتداری اور سنجیدگی کو پرموٹ اور برائی پھیلانے سے روکنے کے لیے چیک کا نظام بنائیں گے اور اپنے اہداف کی تکمیل کے لیے قرآن پاک اور سنت رسول سے رہنمائی حاصل کریں گے۔ میری حکومت کی انتظامیہ ملٹری اور سول کا اچھا امتزاج ہے۔ یہ مارشل لاء نہیں ہے۔ آپ میرے سوا کہیں فوجی نہیں دیکھیں گے۔ یہ سویلین کی حکومت ہی ہے ماسوائے چند ریٹائرڈ فوجیوں کے جنہیں میرٹ کی بنیاد پر لایا گیا ہے۔ مجھے اس بات کا اچھی طرح احساس ہے کہ غربت اور مہنگائی کے باعث عام شہریوں کا بہت برا حال ہے لیکن میں اس موقعہ پر ایسا کوئی اعلان یا وعدہ نہیں کروں گا۔ ہم ملک میں بھرپور اقتصادی بحالی کی کوشش کر رہے ہیں۔ میرا سابق حکومت سے کرگل پر کوئی اختلاف نہیں تھا جو کچھ حکومت چاہتی تھی اس پر عملدرآمد ہوا میں نے کوئی سازش نہیں کی بلکہ وہ خود مجھے لے کر آئے۔ مجھے پولیٹیکل سیٹ اپ تبدیل کرنے کا کوئی حق نہیں لیکن ہم ملک میں ضرور ایسی حقیقی جمہوریت لانا چاہتے ہیں جس میں لوگوں کی خواہشات کو مدنظر رکھا جائیگا۔ زراعت پاکستان کی ریڑھ کی ہڈی ہے ہم زرعی پیداوار

اور فی ایکٹر پیداوار میں اضافے کے لیے ہر ممکن کوشش کریں گے۔ ملک میں زیادہ سے زیادہ ڈیمز بنائے جائیں گے۔ کالا باغ ڈیم کا مسئلہ قومی اتفاق رائے سے طے کیا جائے گا۔ حکومت آئی ایس آئی کے سیاسی کردار کو محدود کرنے کی کوشش کرے گی لیکن یہ سب کچھ سیاستدانوں کی اپنی کمزوریوں سے ہوتا ہے۔ اب کوئی سیکرٹ فنڈ نہیں ہوگا اور جن لوگوں نے قومی دولت کا ناجائز استعمال کیا ہے وہ سب لوگ احتساب کی زد میں آئیں گے۔ ہر سطح پر خواتین کی عزت و وقار کو مدنظر رکھا جائے گا۔ قومی سلامتی کونسل کے بعد اب مرکز اور صوبوں کی کابینہ میں بھی خواتین شامل ہوں گی اور ضلعی سطح پر بھی خواتین کو سسٹم میں شامل کیا جائے گا موجودہ دور میں پاکستان کے اندر خواتین کے کردار کو اس حد تک بڑھایا جائے گا کہ اس سے پہلے کوئی مثال نہیں ہوگی۔ ہماری پوری کوشش ہوگی کہ حکومت اور پریس کے درمیان بہت اچھے ورکنگ ریلیشن شپ قائم رہیں۔ مجھے امید ہے کہ ہماری حکومت اور پریس کے درمیان مثالی تعلقات قائم رہیں گے۔ ہماری ملکی معیشت تباہ و برباد ہو چکی ہے ہم فقیروں کی طرح دنیا میں بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ ہماری عزت و وقار کا سودا ہوا ہے۔ سابق دور میں صوبوں کے آپس میں تعلقات برابری کی سطح پر نہیں تھے چھوٹے صوبے محرومیت کا شکار ہیں صوبوں کے درمیان اختلافات کی وجہ سے فیڈریشن میں بھی دراڑیں پڑ گئی ہیں۔ اس وقت ملک میں کوئی ایک بھی ایسا ادارہ نہیں ہے جو صحیح چل رہا ہو صرف فوج ہی تھی جو اس تباہی سے بچی رہی لیکن سول حکومت نے یہاں بھی مداخلت کی کوشش کی معیشت کی بحالی ہمارے ملک کی بنیادی ضرورت ہے ہم ملک میں استحکام کی پالیسی کے تسلسل؛ کریڈیبلٹی اور خلوص نیت کے ذریعے سرمایہ کاروں کو بحال کریں گے۔ ہم اپنی معاشی پالیسی تسلسل سے جاری رکھیں گے تمام پاکستانی جو مال دار ہیں جن کے پیسے ملک میں ہیں یا ملک سے باہر ہیں وہ اپنا سرمایہ پاکستان لائیں اور ہم انہیں مکمل تحفظ فراہم کریں گے۔ صرف اسمبلیاں جمہوریت کا نام نہیں ہم روٹ لیول پر اختیارات منتقل کر کے حقیقی جمہوریت بحال کریں گے۔ ملک کے اداروں کی تباہی کو بھی ہم ٹھیک کریں گے تمام محکموں میں سلیکشن میرٹ پر ہوگی اور ترقی پرفارمنس پر۔ ہم قانون کی حکمرانی قائم کریں گے اور میں خود قانون کی سختی سے

پابندی کروں گا۔موجودہ حکومت کو نہ تو فوجی حکومت اور نہ سول حکومت کہا جاسکتا ہے۔ یہ سول اور فوجی حکومت کا مکسچر ہے۔ہم اپنے مقاصد کے حصول تک حکومت میں رہیں گے پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کی قسمت کا فیصلہ ابھی نہیں کیا گیا تاہم اسمبلیاں اپنی معیاد ختم ہونے پر خود بخود ختم ہو جائیں گی۔ ہم ایک نیوکلئیر سٹیٹ ہیں ۔ ہماری عزت و وقار بحال ہونی چاہیے تا کہ ہم لوگ باہر جائیں تو سینہ تان کر اور گردن اٹھا کر چل سکیں۔"

15 دسمبر 1999ء کو جنرل پرویز مشرف نے ایک ایسے اقتصادی پیکج کا اعلان کیا جو پاکستان کے اقتصادی ماہرین اور بیوروکریٹس کا تیار کردہ ہے۔اس پیکج میں ان تمام مطالبات کو شامل کیا گیا ہے جن کا مطالبہ ماہرین معیشت اور منصوبہ ساز گذشتہ ادوار میں کرتے چلے آرہے تھے۔انہوں نے اس پیکج کے ذریعے اگرچہ کوئی ریلیف نہیں دیا ہے تاہم قومی بچتوں کے منافع پر دس فیصد ٹیکس کی واپسی' ملازمین ی تنخواہوں میں سو روپیہ کا علامتی اضافہ' جنرل سیلز ٹیکس سے غریبوں کی اِمداد' کسانوں کو وار قرضوں کی فراہمی' چھوٹی گھریلو صنعتی کاروبار کی مثبت بحالی' ہاریوں اور کسانوں کو سرکاری زمینیں تقسیم کرنے جیسی اصلاحات کا اعلان کیا گیا ہے۔پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اخراجات ہمارے وسائل سے زیادہ ہیں اور ہماری درآمدات کے مقابلے میں برآمدات کم ہیں جس سے غربت و افلاس کا دائرہ وسیع ہو رہا ہے۔حکومتوں کی عدم توجہی کے باعث زراعت کا شعبہ بھی زوال پذیر ہے جس سے ہماری ستر فیصد دیہی آبادی پریشان نظر آرہی ہے۔

2 فروری 2000 کو جنرل پرویز مشرف کی سربراہی میں ایٹمی اتھارٹی قائم کی گئی اور 7 فروری 2000 کو پاکستان میں محدود جنگ کے لیے جدید ترین میزائل کے تجربات کئے گئے۔

امریکی صدر کلنٹن کے پاکستان کے مختصر دورہ سے دو روز قبل 23 مارچ 2000ء کو جنرل پرویز مشرف نے نچلی سطح پر اختیارات اور ذمہ داریوں کی منتقلی کے فریم ورک کا اعلان کرتے ہوئے کہا'' کہ پہلے مرحلے میں یونین کونسلوں کے انتخابات ہونگے یہ الیکشن ضلع، تحصیل

اور یونین کونسل کی سطح پر منعقد ہوں گے۔ یونین کونسل کے کل 26 ارکان ہوں گے۔ وارڈز سے یہ منتخب ہو کر آئیں گے۔ چیئر مین بھی براہ راست منتخب ہو گا اور بلحاظ عہدہ ضلعی اسمبلی کا ممبر بھی تصور ہو گا یونین کونسل میں جنرل نشستیں 16 ہوں گی ان ارکان میں 8 مرد اور 8 خواتین ہوں گی۔ ورکرز اور کسان نشستوں پر 4 مرد اور اتنی ہی خواتین ہوں گی۔ اقلیتوں کی دو نشستوں پر بھی ایک مرد اور ایک خاتون ہو گی۔ نچلی سطح کی جمہوریت میں شہریوں کی شمولیت کی حوصلہ افزائی کے لیے یونین کونسل کے ارکان پر مشتمل مانیٹرنگ کمیٹیاں بنائی جائیں گی جو بعد ازاں سٹیزن کمیونٹی بورڈز میں تبدیل ہو جائیں گی۔ شہروں' قصبوں اور دیہاتوں میں یہ مانیٹرنگ کا کام سرانجام دیں گی۔ یونین کونسلوں میں دیہات سے آنے والے ارکان پر مشتمل ویلج کونسلیں بنائی جائیں گی۔ ضلعی حکومت ایک براہ راست منتخب ڈسٹرکٹ اسمبلی ہو گی۔ ضلعی حکومت کا سربراہ چیف میئر ہوں گے۔ دونوں مشترکہ ٹکٹ پر براہ راست اس عہدے پر منتخب ہوں گے۔ ڈسٹرکٹ اسمبلی 66 ارکان پر مشتمل ہو گی۔ عام نشستیں 50 ہوں گی' خواتین نشستوں کی تعداد 10 ہو گی جنہیں بالواسطہ طور پر یونین کونسلرز چنیں گے ورکرز اور کسان نشستوں کی تعداد تین ہو گی۔ جبکہ اقلیتی نشستوں کی تعداد بھی تین ہو گی۔ قومی مالیاتی کمیشن کی طرح صوبائی مالیاتی کمیشن قائم کیا جائے گا۔ جو صوبائی مالیاتی ایوارڈ کا اجراء کرے گا۔ اس اجراء کے ذریعہ ضلعوں کو فنڈز مختص کئے جائیں گے۔ ان کا طریقہ کار شفاف ہو گا۔ ڈسٹرکٹ اسمبلی کو اپنے مالیاتی فنڈز کے فروغ اور ٹیکس لگانے اور بجٹ سازی کے لیے قانون سازی کرنے کا اختیار ہو گا۔ ہر ضلع مالی طور پر خود انحصار ہو گا۔ چیف میئر ڈسٹرکٹ ایڈمنسٹریشن کا ذمہ دار ہو گا۔ ان کے ماتحت ضلع کے سولہ سرکاری محکموں کے ضلعی افسران ہوں گے۔ ڈپٹی کمشنر ان محکموں اور چیف میئر کے درمیان رابطہ افسر کا کردار ادا کرے گا اور اس کا عہدہ ڈی سی او کہلائے گا۔ تمام ڈسٹرکٹ افسران چیف میئر کے علاوہ اپنے محکموں سے بھی تعلقات برقرار رکھیں گے۔ تمام ڈسٹرکٹ افسران اور ڈی سی او کی تقرری' چیف میئر کی سفارش پر عمل میں آئے گی اور ان تقرریوں کی توثیق' ڈسٹرکٹ اسمبلی کی سادہ اکثریت کے ذریعہ کی جائے گی جبکہ مذکورہ تمام سرکاری عہدیداروں کو ہٹانے کے لیے ڈسٹرکٹ اسمبلی کی

دو تہائی اکثریت کی ضرورت ہو گی۔ چیف میئر کی تمام پالیسیاں طے کرے گا۔ فیصلے سازی کا مجاز ہو گا۔ اسے ڈی سی اور تمام ڈسٹرکٹ افسران کی تائید حاصل ہو گی۔ ڈپٹی چیف میئر کو ڈسٹرکٹ افسران کی تائید حاصل ہو گی۔ ڈپٹی چیف میئر ڈسٹرکٹ اسمبلی کا سپیکر ہو گا اور چیف میئر کی عدم موجودگی میں قائم مقام کے فرائض سرانجام دیگا۔ نئے انتظام کے تحت چیف میئر کی سفارش سے ڈسٹرکٹ پولیس افسر کی تقرری کی جائے گی اور ڈسٹرکٹ اسمبلی کی سادہ اکثریت سے توثیق ہو گی۔ کسی بھی پولیس افسر کی تقرری ڈسٹرکٹ اسمبلی کی دو تہائی اکثریت کے ذریعہ ہی ختم کی جا سکے گی۔ ڈسٹرکٹ پولیس افسر ڈی سی او کا ماتحت نہیں ہو گا اور براہ راست چیف میئر کی ماتحتی میں فرائض سرانجام دے گا۔ ضلعی حکومتوں کے قیام کے باعث ڈویژن ختم کر دیئے جائیں گے۔ صوبے براہ راست ضلعوں کے ساتھ رابطہ رکھیں گے تحصیل کونسل کے کل ارکان کی تعداد 34 ہو گی۔ یہ بالواسطہ، یعنی یونین کونسل کے ارکان کے ذریعہ منتخب ہوں گے۔ تحصیل کونسل کا سربراہ میئر ہو گا جس کا تحصیل کونسل کے ارکان کے ذریعہ براہ راست انتخاب ہو گا۔ تحصیل کونسل کی جنرل نشستیں 25 ہوں گی۔ اس میں خواتین کے لیے 5 نشستیں مختص کی جائیں گی۔ کارکنوں، کسانوں اور اقلیتوں کے لیے بالترتیب دو، دو نشستیں ہوں گی۔ تحصیل کونسلوں کے ذریعہ شہری اور دیہاتی تفریق کو ختم کیا جائے گا۔ بڑے شہروں کو سٹی ڈسٹرکٹ قرار دیا جائے گا۔ جنہیں قصبوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ سٹی ڈسٹرکٹ بھی عام ضلعوں کی مانند ہوں گے۔ ضلعی عدلیہ کے ذریعے عوام کو ان کی دہلیز پر فوری انصاف فراہم کیا جائے گا۔ اس مقصد کے لیے عدالتوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے گا۔ مصالحتی عدالتیں بحال کی جائیں گی۔ خواتین کے خلاف جرائم کے انسداد کے لیے ضلعی سطح پر خصوصی عدالتیں قائم کی جائیں گی۔ ووٹر کی عمر اکیس برس سے کم کر کے اٹھارہ برس کر دی گئی ہے تا کہ ووٹروں کی تعداد میں اضافہ ہو اور نوجوان ووٹروں کی تعداد بھی بڑھے۔ ضلع اور یونین کونسل کی سطح پر انتخابات غیر جماعتی ہوں گی۔ بلدیاتی انتخابات شفاف فہرستوں کی بنیاد پر ہوں گے جنہیں ''نادرا'' کمپیوٹرائز نظام کے ذریعہ تیار کر رہی ہے۔ فوج فہرستوں کی تیاری کے بعد ان کی خود فرداً فرداً تصدیق کرے گی۔ سب سے پہلے یونین کونسل کی سطح پر انتخابات

دسمبر 2000ء میں ہوں گے۔ یہ الیکشن مذکورہ ماہ کل پندرہ اضلاع میں کرائے جائیں گے جبکہ اگلے برس یعنی 2001ء کے فروری' مارچ اور اپریل کے مہینوں میں ہر بار بیس تا پچیس ضلعوں کے انتخابات کرائے جائیں گے۔ دوسرے مرحلہ میں جولائی 2001ء میں ڈسٹرکٹ اسمبلیوں کے ملک گیر الیکشن کرائے جائیں گے اور یہ تمام انتخابات انشاءاللہ 14 اگست 2001ء تک مکمل کرالئے جائیں گے اور اس تاریخ تک ضلعی حکومتوں کا نیا ڈھانچہ پرانے نظام کی جگہ لے لے گا۔"

25\24 مارچ 2000ء کو صدر امریکہ کلنٹن نے پاکستان کا مختصر دورہ کرتے ہوئے کیا کہ "اعلان لاہور درست ہے۔ کشمیر کا کوئی فوجی حل نہیں اسے دوطرفہ مذاکرات کے ذریعے حل کیا جانا چاہیے۔ پاکستان اور ہندوستان دونوں کو کنٹرول لائن کا احترام کرنا چاہیے۔" پرویز مشرف نے اس موقعہ پر اپنے بیان میں سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے سے انکار اور کشمیر پر اپنے موقف پر ڈٹے رہنے کے عزم کا اظہار کیا۔

12 مئی 2000ء کو سپریم کورٹ نے ایک متفقہ فیصلہ کے ذریعے جنرل پرویز مشرف کے فوجی اقدام کو جائز قرار دیا اور انہیں ترمیم کا اختیار دیتے ہوئے تین سال میں اپنا ایجنڈا مکمل کرنے اور الیکشن کرانے کی مہلت دی۔

24 مئی 2000ء کو گورنر سندھ اور تین وزراء مرکزی حکومت سے اختلافات کی بنا پر مستعفی ہو گئے۔ اور 13 اگست 2000ء کو گورنر سرحد محمد شفیق نے ذاتی وجوہات کی بنا پر استعفیٰ دیا۔ 27 اگست 2000ء کو لیفٹیننٹ جنرل عزیز کو کور کمانڈر لاہور بنایا گیا۔ 13 اکتوبر 2000ء کو وفاقی وزیر اطلاعات جاوید جبار نے استعفیٰ دیا۔ 26 اکتوبر 2000ء کو ائر مارشل خداداد سمیت نیب کے چار اعلیٰ افسران کو فارغ کر دیا گیا۔ 26 نومبر 2000ء کو نواز شریف اور ان کے اہل خانہ کو جلاوطن کر دیا گیا اور 10 دسمبر 2000ء کو جنرل پرویز مشرف نے اپنی نشری تقریر میں نواز شریف اور اس کے اہل خانہ کی جلاوطنی کے اس اقدام کو قومی مفاد میں جائز قرار دیا۔

21 جون 2001ء کو عبوری فرمان میں دو ترامیم کی گئیں۔ فرمان نمبر 3 کو صدر کی

جانشینی کا فرمان 2001 کا نام دیتے ہوئے کہا گیا کہ اس فرمان کے تحت چیف ایگزیکٹو صدر پاکستان ہونگے اور ایمرجنسی کے نفاذ کے ترمیمی فرمان 2001 کے تحت اسمبلیوں اور سینٹ کو توڑ دیا گیا۔ جنرل پرویز مشرف سے صدارت کا حلف سپریم کورٹ کے چیف جسٹس ارشاد حسن خان نے لیا۔ اس موقعہ پر جنرل پرویز مشرف نے کہا کہ "صدر بننے کا ان کا فیصلہ آئینی، سیاسی اور اقتصادی تقاضوں کو مدنظر رکھ کر کیا گیا ہے۔ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کی تحلیل کے بعد ان کے منتخب کردہ صدر محمد رفیق تارڑ کے موجود رہنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ اس لیے انہیں ان کے عہدے سے سبکدوش کر دیا گیا ہے۔

14 اکتوبر 1999ء کو جاری عبوری آئینی حکم کے ذریعے اسمبلیوں اور سینٹ کو صرف معطل کیا گیا تھا جس سے سیاسی ماحول میں عجیب تاثرات پائے جاتے تھے اس کے بعد سپریم کورٹ کا فیصلہ آیا جس کی وجہ سے حکومت کے لیے کام آسان ہوا اور ہم نے اسمبلیوں کو توڑنے کا فیصلہ کیا۔ کاروباری اور تاجر طبقہ ایک عرصہ سے حکومتی پالیسیوں کے تسلسل کی گارنٹی مانگ رہا تھا اب میں نے صدر مملکت بن کر پالیسیوں کے تسلسل کی گارنٹی دیدی ہے۔ موجودہ اقدامات سے ملک میں جاری سیاسی سرگرمیاں اور دیگر طریقہ کار تبدیل نہیں ہوں گے ہم سپریم کورٹ کے فیصلے کا مکمل احترام کرتے ہوئے آئندہ برس اکتوبر 2002ء تک عام انتخابات منعقد کروا کے جمہوریت بحال کر دینگے جبکہ حکومت کا بلدیاتی نظام حکومت بھی پروگرام کے مطابق انجام پائے گا۔"

اس وقت پاکستان کی پیپلز پارٹی کی اصل قوت خود ساختہ جلاوطنی کی زندگی گزار رہی ہے جبکہ مسلم لیگ کی قوت کو فوجی حکومت نے جلاوطن کر دیا ہے۔ مسلم لیگ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے جبکہ پیپلز پارٹی کے لیڈرز اپنی قائد کے اشاروں کا انتظار کر رہے ہیں۔ اے آر ڈی میں بھٹو اور انٹی بھٹو فیکٹرز اکٹھے ہونے کے باوجود یہ اتحاد نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس صورت حال میں جنرل پرویز مشرف ایک طاقتور صدر مملکت کی حیثیت سے سامنے آئے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ وہ ملک کی ترقی و بقا میں کیا کردار ادا کرتے ہیں۔

صدر پاکستان کے عہدہ پر فائز ہونے کے بعد وہ 14 جولائی 2001 کو مسئلہ کشمیر
کے سلسلہ میں 25 ویں سربراہی مذاکرات کے لئے بھارت دورے پر گئے ان مذاکرات کے
لیے شہر آگرہ کو منتخب کیا گیا۔ 15 جولائی 2001 انہیں آگرہ تاج محل کی سیر کرائی گئی 15 اور
16 جولائی کو مذاکرات کے پانچ دور ہوئے اور 16 جولائی کو انہوں نے آگرہ میں اپنی پریس
کانفرنس میں کہا کہ مسئلہ کشمیر کے حل اور نصف صدی سے زائد عرصہ سے پاکستان اور بھارت
کے درمیان جاری باہمی کشیدگی اور محاذ آرائی تین مراحل میں ختم ہو سکتی ہے۔ پہلا مرحلہ آگرہ
میں ہونے والے یہ مذاکرات ہیں دوسرا مرحلے میں کشمیر کو بڑے ایشو کے طور پر تسلیم کرتے
ہوئے لازمی طور پر حل اور تیسرے مرحلے میں باہمی رضامندی کے ساتھ ناقابل حل کو مسترد
کرنا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ وہ دو جنگیں فرنٹ پر رہ کر لڑ چکے ہیں اس لئے وہ جانتے ہیں کہ
جب لڑائی لڑی جائے تو کیا ہوتا ہے اب تک جو سبق سیکھا ہے وہ یہ ہے کہ سیاست میں دروازے
کبھی بند نہیں کرنے چاہیں؟ مسئلہ کشمیر کو خود بھارت متنازعہ قرار دے چکا ہے۔ اس بارے میں
اقوام متحدہ کی قراردادیں موجود ہیں اور پاکستان ان کے مطابق ہی حل چاہتا ہے۔

16 جولائی 2001 کو جنرل پرویز مشرف اور بھارتی وزیراعظم اٹل بہاری واجپائی
کے درمیان آگرہ میں ہونے والے یہ مذاکرات ناکام ہو گئے جس کے باعث کوئی مشترکہ
اعلامیہ جاری نہ ہو سکا ۔ مشترکہ اعلامیہ میں بھارت کی طرف سے یہ شرط عائد کی گئی تھی کہ
پاکستان کنٹرول لائن کے پار سے ہونیوالی دہشت گردی بند کرائے جبکہ پاکستان کا موقف تھا کہ
اس شرط کی بجائے یہ لکھا جائے کہ مسئلہ کشمیر، کشمیریوں کی امنگوں کے مطابق حل کیا جائے گا۔

20 جولائی 2001ء کو پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ " میں
بھارت سے خالی ہاتھ لوٹا ہوں لیکن ناامید نہیں۔ شملہ معاہدہ اور اعلان لاہور میں مسئلہ کشمیر کو
بنیادی مسئلہ قرار نہیں دیا گیا اسی لیے آگے نہیں چلے تھے جبکہ آگرہ میں ہونے والا امن کا سفر اب
آگے بڑھے گا۔ امن کے اس عمل کو اب روکا نہیں جا سکتا عوام اسے روکنے کی اجازت نہیں دیں
گے۔ واجپائی سے ون ٹو ون ملاقات مذاکرات میں 90 فیصد ہمارا فوکس کشمیر پر رہا۔ کشمیریوں

کی نمائندہ آل پارٹیز حریت کانفرس کو مذاکرات میں شامل کیے بغیر مسئلہ کشمیر حل نہیں ہو سکتا۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان محاذ آرائی کی واحد وجہ کشمیر ہے۔ دونوں ممالک باہمی اعتماد، صبر وتحمل اور ذمہ داری سے یہ مسئلہ حل کر سکتے ہیں لیکن اگر ایسا نہ ہو سکا تو پھر تیسرے فریق کی ثالثی ضروری ہو جائے گی۔ وزیر اعظم واجپائی اور وزیر خارجہ جسونت سنگھ نے معاہدے پر رضامندی ظاہر کر دی تھی پھر پتہ نہیں کہ کیا ہوا کہ معاہدہ سبوتاژ ہو گیا۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان جو بین الاقوامی سرحد ہے اس پر کوئی دہشت گردی نہیں ہو رہی جہاں تک کنٹرول لائن کا اس معاملے سے تعلق ہے تو وہاں دراصل تحریک آزادی چل رہی ہے جس میں پاکستان کا کوئی ہاتھ نہیں۔"

کشمیریوں کی جنگ آزادی 1931ء سے جاری ہے پاکستان نے 1947 میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے فیصلے کا احترام کرتے ہوئے سیز فائر قبول کی۔ 1965ء میں ایوب خان نے معاہدہ تاشقند کے ذریعے سیز فائر لائن کو کنٹرول لائن کی حیثیت سے تسلیم کیا 1972ء میں ذوالفقار علی بھٹو نے معاہدہ تاشقند کے ذریعے اس مئلہ کو صرف اشتہاری طور پر زندہ رکھا۔ جنرل ضیاء الحق نے سیاچین کا حساس علاقہ گنوا کر کہا کہ "یہاں تو گھاس بھی نہیں اگتی"۔ بے نظیر بھٹو نے صرف کشمیر کمیٹی بنانے پر اکتفا کیا اور نواز شریف حکومت نے کرگل میں ہزاروں مجاہدین شہید کروا کر اعلان واشنگٹن کے ذریعے واجپائی کو یہ کہنے کی جرات دی کہ اصل متنازعہ علاقہ آزاد کشمیر ہے۔ سیاسی حلقے پرویز مشرف کے اس دورہ بھارت کو بڑا معنی خیز قرار دیتے رہے اور پرویز مشرف نے خود علان کیا کہ وہ تاریخ بدلنے جا رہے ہیں۔ مذاکرات کی ناکامی کے بعد اب دیکھنا یہ ہے کہ تاریخ کیا رخ اختیار کرتی ہے۔

ہماری بہترین کتابیں

○ پاکستان میں فوجی حکومتیں	شاہد مختار	125/
○ سقراط	شاہد مختار	99/
○ ارسطو	شاہد مختار	99/
○ افلاطون	شاہد مختار	99/
○ نپولین	شاہد مختار	90/
○ اللہ کی تلوار (حیات خالد بن ولید)	شاہد مختار	110/
○ ہٹلر	شاہد مختار	90/
○ راسپوٹین	شاہد مختار	90/
○ المصلوب (حیات منصور بن حلاج)	شاہد مختار	125/
○ دینِ الٰہی آغاز سے انجام تک	شاہد مختار	90/
○ الیگزینڈر دی گریٹ (سکندر اعظم)	شاہد مختار	90/
○ محترمہ فاطمہ جناح سے نواز شریف تک	شاہد مختار	200/
○ پاکستانی سیاست کی نصف صدی	شاہد مختار	150/
○ جنسی بدعنوانیاں	خالد مختار	100/
○ دی پرنس (ترجمہ)	شاہد مختار	100/
○ مراۃ العروس	ڈپٹی نذیر	75/
○ لبیک	ممتاز مفتی	110/
○ چنگیز خاں سے بابر تک	احسان شوق	200/
○ نپولین سے ہٹلر تک	سعید الحق	200/